خدا بخش لائبریری

جرنل

۳۳ ۳۴ ۳۵

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

ریفرنس روم

خدابخش لائبریری

جرنل

پٹنہ

۳۳ ۳۴ ۳۵

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

رجسٹریشن نمبر ۳۳۴۲۴/۷۷
تینتیسواں، چونتیسواں اور پینتیسواں شمارہ ۱۹۸۵ء
قیمت : ۴۵ رُپے

قیمت فی شمارہ پندرہ رُپے
سالانہ ۶۰ رُپے (ہند)
۱۲ ڈالر (ایشیا)، ۲۴ ڈالر (دیگر ممالک)

فہرست

محبوب حسین نے پٹنہ لیتھو پریس، رمنا لین، پٹنہ اور لبرٹی آرٹ پریس دہلی سے چھپوا کر خدا بخش لائبریری سے شائع کیا
ایڈیٹر: عابد رضا بیدار

تذکرۂ کاملانِ رامپور

شمارہ ۳۴ - ۳۵

مؤلفہٗ

حافظ احمد علی خاں شوق (م ۱۹۳۳ء)

پیشگفتار

غیر منقسم ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی علاقوں سے جنگش، آفریدی، یوسف زئی، اکوزئی، کمال زئی، علزئی، خٹک، بڑہیچ قبیلے ترک وطن کرکے ملیح آباد، فرخ آباد، قائم گنج، بدایوں، بریلی، آنولہ، رام پور، مرادآباد، امروہہ، قافلہ در قافلہ گنگا جمنا کے دوآبے میں پڑاؤ ڈالتے گئے اور نئے وطن نے ان کے گرد Chivalry کی ان گنت کہانیاں بُن دیں: وہ کہانیاں جو بھی ازمنۂ وسطیٰ کے داستان طرازوں کا عظیم تخلیق Knights پر سجتی تھیں یا طلسم ہوشربا کے ہیروؤں پر!

بہت کچھ سنا ہے، خاصا، دیکھا بھی! یہاں بس دو ایک باتیں:

جب روہیلوں کا پہلا کارواں رودِ گنگا کی 'لڑکی' کوسی کے کنارے اترا (کہ آگے چلیں گے دم لیکر!) تو گھنے جنگلوں میں درختوں اور پتوں کو کھڑکھڑاتے چند گیدڑ نمودار ہوئے اور نوواردوں کے کتوں پر پل پڑے۔ بڑی مشکل سے ان کی گلوخلاصی ہوئی۔ اور جب ہم جو روہیلوں نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا تو دل رکھ چکا تھا اور باہر دیکھا تو زمین نے ان کے قدم پکڑ لیے تھے: یہ Test-case تھا اور پہلے ہی ہلے میں

زمین جیت لی گئی تھی! جس ندی کا پانی پی کر گیدڑوں کو کتوں پر حملہ کرنے کی جرأت آ جائے وہ جگہ کیسے چھوڑی جا سکتی تھی، اور خدا کی دنیا میں رہنے کو اس سے اچھی جگہ رہنے کو اور کونسی ہو سکتی تھی!!

دن گزرتے گئے، پلک جھپکتے صدیاں گزر جاتی ہیں۔ انھیں گزرتے دنوں میں سے ایک دن کی بات ہے، راوی نے روایت یوں بیان کی ہے کہ: مفلسی سے تنگ آ کر خان صاحب تلوار اور چاقو سے لیس ہو کر باہر جانے لگے تو بی بی نے حیران ہو کے پوچھا تم تو کسی سے مانگنے نکل رہے تھے یہ تلوار چاقو لے کے کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے اری نیک بخت۔ کسی نے ایسی ویسی بات کہہ دی تو تلوار لیے کیا گھر آؤں گا؟

صدی ڈیڑھ صدی گزر گئی، بلند و بالا قد گھٹتے گئے، سرخ و سپید رنگتیں سانولی سلونی ہوتی گئیں، تلوار کی جگہ قلم نے لے لی، لیکن سو دو سو میں کسی ایک میں وہی بانکپن وہی ٹھسک وہی (بچھتون وہی) اب بھی مل جاتی تھی جس کے لیے قبیلے والے مشہور تھے۔ سخت بیمار تھے خان صاحب، ایسے کہ چند گھنٹوں بعد جان، جان آفریں کے سپرد ہونے والی تھی۔ پتا چلا عیادت کے لیے نواب کی آمد آمد ہے۔ اشارہ سے آئینہ طلب کیا۔ لوگ ہذیانی کیفیت سمجھے۔ دوسری دنیا میں ڈوبتی ہوئی نحیف آواز کو اپنے وجود کی پوری قوت مجتمع کر کے دہاڑے: آئینہ لاؤ۔ آئینہ لایا گیا۔ اس میں اپنے پوپلے چہرے کو سما کر ہر نقش کی تفصیل دیکھتے رہے۔ آنکھیں، پچکے ہونٹ، پھر ایک عمر کی پلی ہوئی مونچھیں۔ چیتے کی آنکھیں جیسی اور شیر کی سی مونچھ پر جا کر جم گئیں۔ کانپتے ہاتھوں کی لرزتی انگلیاں اٹھ کے غیر معمولی مضبوطی کے ساتھ مونچھوں کو بل دینے لگیں۔ آہستہ آہستہ مونچھیں اوپر اٹھتی گئیں۔ چہرے پر صلابت اور آنکھوں میں زندگی کی پوری چمک طاری کر کے بولے، اب ٹھیک ہے، اب بلاؤ نواب کو! سمجھا پٹھان موت سے ڈر گیا!

رام پور، دہلی اور لکھنؤ کے تقریباً بیچوں بیچ (اتفاقاً) ایک ریاست ہے جو پاکستان (غیر منقسم ہندوستان) اور افغانستان کے درمیانی علاقوں کے مہم آزما قبائل نے اٹھارہویں صدی کے آخری ربع میں مصطفیٰ آباد کے نام سے بسائی۔ نیا نام مصطفیٰ آباد تو چلا نہیں رام پوری کو قبولیت عام کا شرف ملا۔

اور رام پور کے ساتھ نسبت کی شہرت ملی رام پوری ٹوپی کو (جو رام پور کے طویل قیام کے سلسلے سے حکیم صاحب کے نام پر پہلے اجمل کیپ اور پھر گاندھی کیپ ہی!) اور رام پوری چاقو کو! اور ایک دراز مدت تک چاقو زنی کو بھی! (منٹو نے 'محمد بھائی' کا کردار تخلیق کیا، تو رام پوری سے نسبت دی کہ!) جی یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے! وہ دونوں علی بھائی جنھوں نے آزادی ہند کے لیے

اپنی زندگیوں کی شمعیں دونوں سروں پر جلا رکھی تھیں کہ اتنی روشنی ہو جائے جس سے آزادی کا راستہ صاف نظر آ جائے، چاہے وہ خود سحر سے قبل ہی جل بجھیں! اور ان کی شیر دل ماں (بولیں اماں محمد علی کی: جان بیٹا خلافت پہ دیدو) جن کی مقدس یاد آج بھی سر فخر سے اونچا اور سینہ چوڑا کر دیتی ہے: شوکت علی محمد علی (بی اماں) رام پور کی پہچان کبھی نہیں بنے، اور نہ وہ کھرا اور اصیل، بے میل اور بے جھول، قبائلی کردار رام پور کی شناخت بنا جس کا اس جان کا صدقہ مال ہے، یہ جو عزت پر بن جائے تو پہلا صدقہ جان کا ہوتا ہے۔ وہ گنگا جمنی، ملی جلی، ہند اسلامی تہذیب بھی رام پور کی پہچان کبھی نہیں بنی جو آزاد ہندوستان کے لیے ایسا سرمایۂ افتخار ہے آسانی سے جس کی نظیر کشمیر سے کیرالا تک نہیں ملتی: کہ یہ وہ شہر ہے جہاں ہندو مسلمان کے نام پر آج تک کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی۔

اس شہر نے اردو علم و ادب کی دستگیری کی، اور یہ ایسے وقت میں جب ۱۸۵۷ کی قیامت صغریٰ گزر چکی تھی: غالب کو اس نے سہارا دیا۔ داغ اور امیر کو، جلال اور تسلیم کو اس نے اپنی پناہ میں لیا۔ ہندوستان کو اس کے درجن بھر مشہور ترین اور مقبول ترین اشعار میں سے ایک اہتمائی اس شہر نے دیے، اور انھیں بھی دوسروں کی جھولی میں ڈال دیا! اسی رسائیت سے جس طرح محمد علی شوکت علی کو ہندوستان کی آزادی پر نچھاور کر دیا تھا، اور ہندوستان نے آزادی کے بعد بھی ایک مدت تک ذکر تک نہیں کیا کہ وہ میرے سپوت تھے! وہ تو پورے ہندوستان کا دل و جگر تھے! بس ایسے ہی اس کے زائیدہ اشعار کو بھی کبھی تو خدائے سخن میر سے منسوب کیا گیا، کبھی مومن خان مومن سے۔ کیا فرق پڑتا ہے! اس نے سوچا ہوگا، نیکی کر دریا میں ڈال دو:

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا — پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

شکست و فتح میاں اتفاق ہے لیکن — مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند — کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا

(قسمت کی خوبی دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند — دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا)

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے — کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

[پہلا شعر امیر یزدانی نے اپنے شاگرد فکر کو خود دے کر دیا تھا۔ شہرت عام کے برخلاف یہ شعر

میر کے کلیات کے کسی معتبر قدیم نسخے میں کہیں نہیں ملتا۔

دوسرا شعر محمد یار خاں امیر کا ہے جو قائم چاند پوری کے شاگرد و مربی تھے، اور جنھوں نے اپنے گرد مصحفی اور سوز اور دوسرے مشاہیر شعرا کو جمع کر لیا تھا۔

تیسرا شعر خود قائم چاند پوری کا ہے جن کی پختہ عمر کا بڑا حصہ رام پور میں گزرا اور یہیں وفات پائی

اور چوتھا شعر میر حسین تسکین کا ہے جنھوں نے آخری عمر میں رام پور کو اپنا وطن ثانی بنا لیا تھا اور یہیں وفات پائی۔]

آئیے کچھ دیر اس بستی کے اُن بڑوں کے ساتھ گزاریں جنھیں 'کاملانِ رام پور' کے نام سے ستاون برس قبل ایک شریف آدمی نے اس کتاب کی صورت، ایک محفل میں اکٹھا کر دیا تھا شاید یہ سوچ کر کہ مبادا جلنے والوں اچھے نام بھلائے ہیں آجائیں! مگر ہوا یہ کہ ان کے ساتھ انھیں یاد دلانے والے کا نام بھی امر ہو گیا۔

حافظ احمد علی خاں شوق کا تذکرہ کاملانِ رام پور ۲۶×۲۰ سائز کے ۵۶۰ صفحات پر مشتمل ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اور امیر مینائی کی 'انتخاب یادگار' کے بعد اب تک رام پور کے مشاہیر اور روہیلوں کی تہذیبی تاریخ کے سلسلے میں یہ تنہا اہم ماخذ ہے۔ اس کی دستاویزی اہمیت کے پیش نظر اسے دوبارہ ضروری تصحیح و اضافہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ حافظ احمد علی خاں رام پور کے اسی خاندانِ شیوخ سے تھے جس نے ہندستان کو محمد علی شوکت علی جیسے آزادی کے جیالے پروانے بخشے تھے۔ یہ مدت العمر ریاستی حکومت کے مختلف محکموں میں کام کرتے رہے لیکن خاص خدمت ریاست کے کتاب خانہ کی نگرانی رہی۔ یہ کتاب خانہ اب رضا لائبریری کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب خانہ میں انھوں نے ۱۸۹۷ء سے کام کرنا شروع کیا جب وہ حکیم اجمل خاں کی ماتحتی میں اس کے مہتمم بنے۔ اس کے بعد اجمل خاں دہلی چلے گئے تو یہ تمام و کمال اس کے (لائبریری) نگراں ہو گئے۔ اصغر علی خاں کے سات فرزندوں میں یہ چوتھے تھے، ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ ان کی ترتیب دی ہوئی 'رضا لائبریری (اس وقت کتاب خانہ) ریاست رام پور' کے فارسی مخطوطات کی ایک ضخیم فہرست بھی شائع ہو چکی ہے۔ کبھی کبھی معارف میں بھی ان کے تحقیقی مضمون شائع ہوتے تھے۔

تذکرہ کاملانِ رام پور کی پہلی اشاعت کے سرورق کی عبارت اس طور پر تھی:

تذکرۂ کاملانِ رام پور مؤلفہ حافظ احمد علی خاں شوقؔ (ساکن ریاست رامپور) باہتمام محمد جعفری پرنٹر و پبلشر ہمدرد پریس واقع کوچہ چیلان دہلی میں طبع ہوا بارِ اوّل۔ ماہ مارچ ۱۹۲۹ء قیمت سعہ

اندر کے پہلے صفحے پر انتساب کی عبارت یہ تھی:

پیش کش، بحضور اعلیٰ حضرت، میجر جنرل ہز ہائی نس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامراء، نواب سر سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر مستعد جنگ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی بی۔ ای۔ او، اے۔ ڈی۔ سی ملک معظم، فرماں روائے رام پور دام ملکہم واقبالہم۔

۵۶۰ صفحے پر مشتمل اس تذکرے میں ۴۵۸ صفحات میں ۳۱۵ مشاہیر کا تذکرہ ہے اور بقیہ ۱۰۲ صفحوں میں اپنے خاندان کا احوال، جس میں ان کے خاندان کے حالات ہیں اور انگریزوں کے دیے ہوئے پروانے اور سندیں وغیرہ وافر تعداد میں جمع کر دیے ہیں ــــ اور ردیف قافیہ کو بے جھول رکھنے کے لیے محمد علی شوکت علی ان مشاہیر کی صفِ نعلین میں بھی جگہ نہ پا سکے، نہ عمومی مشاہیر میں، نہ خاندان کے ذیل میں!

ــــ اسی طرح باغی معظم علی بھی جو علی بھائیوں کی طرح خاندان شیورخ سے تعلق رکھتے تھے ایک ایسی ریاست کے ظلِ عاطفت میں جو کتاب مرتب ہوا اس میں نواب راجاؤں یا لہار انگریزوں کے باغی، اور حریت پسندوں کی آنکھوں کے تارے علی برادران کا ذکر ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ ان سے قطع نظر اس عہد کے اور بھی متعدد اہم اشخاص رہ گئے، جن کا ذکر مصلحتاً نہ ہو سکا یا جن کے حالات بر وقت نہ مل سکے۔

اس سب کے باوجود اس کتاب کی یہ اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ احمد علی شوق نے جتنا کچھ کر دیا کسی اور سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔ کمی اور بیشی تو سب جگہ ہوتی ہے اور نشاندہی کے بعد کمی کر بیشی، اور بیشی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ایکبار ہم نے بھی سوچا کہ بیشی میں خاندان کے احوال کو کم کر دیا جائے، لیکن پھر خیال آیا کہ یہ مصنف کے ساتھ جس نے کتنے دانشوروں کے لئے اتنا کچھ کر دیا بڑی خیانت اور نا انصافی ہوگی ــــ اور پھر یہ بھی کہ اسکی جوں کی توں پیشکش میں جو دستاویزی اہمیت پوشیدہ ہے وہ کہیں کم نہ ہو جائے اس لیے اپنی ہم اندر عاشق،

کے مصداق متن میں کسی جگہ کوئی کتر بیونت نہیں کی گئی (سوائے سرورق اور انتساب کے جنھیں من وعن پچھلی سطور میں نقل کیا جا چکا)۔ البتہ ضمیموں کے طور پر الگ سے ضروری تصحیحات اور اضافے شامل کر دیے گئے ہیں جو ہمارے نوجوان عزیزوں حسین خان شعا اور شمائل اللہ خاں نے تیار کیے ہیں۔

تذکرے کے دوسرے حصے میں نظرانداز شدہ مشاہیر اور بعد کے اہم اشخاص کے حالات دیے جائیں گے، یہ زیر ترتیب ہے۔

——— عابد رضا بیدار

معذرت و شکریہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عموماً قارئین کرام اور خصوصاً بزرگان ریاست رام پور کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش ہی کہ مجھے اس کتاب کی تالیف سے کوئی نام آوری مدنظر نہیں ہی۔ بلکہ ابتداے عمر سے یہاں کے اہل کمال کے حالات سن سنکر یہ خیال دامنگیر ہوا کہ یادگار کے لئے جہاں تک ممکن ہو بزرگوں کے حالات بطور یادداشت لکھدوں۔ جس سے ریاست رام پور کے علما اور اہلِ کمال کی قدردانی کا حال لوگوں کو معلوم ہو جاے۔ اور اخلاف کو اپنے اسلاف کے حالات پڑھکر حصول کمال کا شوق دامنگیر ہو۔

چھ سو خط چھاپ کر شہر اور بیرونجات میں تقسیم کیے تا کہ موجودہ اخلاف اپنے اسلاف کا حال بتائیں۔ مگر میری بدقسمتی دیکھیے کہ دس بارہ صاحبوں کے سوا کسی نے بھی مجھے جواب نہ دیا۔ مجبور ہو کر کتابوں کی ورق گردانی کی اور اہل شہر سے زبانی روایات کو جمع کیا۔ ۱۹۱۴ء میں اس کام کو شروع کیا تھا اور آج یہ ہدیہ حاضر خدمت ہی۔

میرے اس شوق کو شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب کلکتوی مرحوم و مغفور نے بہت اُبھارا۔ مگر افسوس کہ وہ آج موجود نہیں ہیں۔

حالات کی تحقیق میں جناب مولانا حکیم عبدالرشید خاں صاحب سلمہٗ طبیب خاص اعلیٰ حضرت حضور پرنور دام ملکہم والی رام پور نے میری بہت مدد فرمائی جسکا شکر گزار ہوں۔

مسودہ کی تصحیح میں جناب مولانا ظفر الملک صاحب علوی مالک الناظر لکھنؤ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے بہت کوشش فرمائی۔ اور یہ اوراق ان کی محنت سے شائع ہوئے ہیں۔

بزرگانِ رام پور سے یہ بھی گزارش ہے کہ اکثر حالات زبانی روایات کے مطابق لکھے ہیں۔ اگر کوئی فروگزاشت نظر آئے تو اصلاح فرماویں اور مجھے معذور سمجھیں۔

اخیر میں مینے اپنے خاندان کے حالات بھی لکھدیے ہیں تاکہ بزرگوں کے ناموں کی برکت سے میرے خاندان کا نام بھی باقی رہجائے۔

احقر
حافظ احمد علی خاں

۱۲- جنوری سنہ ۱۹۳۹ء
اصغر منزل - رام پور اسٹیٹ - یو- پی

فہرست مضامین تذکرۂ کاملانِ رامپور

حالات خاندان مؤلف (۴۵۹ تا ۵۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد ابدال شاہ

ولد سید دین صاحب رحمۃ اللہ علیہما۔ قوم سید پیر بابا کی اولاد سے تھے ابتدائے سکونت بونیر کی تھی۔ جناب نواب سید علی محمد خاں بہادر غفران مآب نے آپ کے تقدس اور کمالات کے حالات سُنکر چند آدمیوں کو بھیجکر طلب فرمایا اور یہاں آکر قصبہ بلاسپور تحصیل ریاست رامپور میں قیام ہوا۔ قصبہ بلاسپور میں محلہ سادات اور محلہ میانصاحب آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ علوم عربی و فارسی میں خوب دستگاہ تھی۔ پشتو مادری زبان تھی۔ آپ اپنے والد کے شاگرد تھے۔ اور اُنسے خلافت بھی پائی۔ نواب صاحب مرحوم نے چند موضع اور زمین دی اور ایک ہزار روپے ماہانہ تنخواہ مقرر کی تھی۔ نواب محمد امیر خانصاحب بہادر والیٔ ٹونک بھی ایک ہزار روپے سال بھیجا کرتے تھے۔ ولایت سے جو لوگ ہمراہ آئے تھے اُنکو ماہوار رقم تقسیم کرتے تھے۔ بر وقت تقسیم غیر ہمراہی آجاتے تو اُن کو بھی مثل وظیفہ خواروں کے روپیہ بانٹتے تھے۔ نہایت مقدس اور مرتاض تھے۔ وفات کا ٹھیک زمانہ معلوم نہیں۔ تخمیناً سو سوا سو برس کا زمانہ ہوا ہے۔ آپ کا مزار تحصیل بلاسپور علاقہ رامپور میں سیدانا م تراب علی شاہ صاحب کے برابر ہے۔ آپکے چار فرزند تھے۔

سید مبارک شاہ صاحب۔ سید سلطان شاہ صاحب۔ سید احمد شاہ صاحب۔ اور ضامن شاہ صاحب سب کی اولادیں موجود ہیں۔ اور ابھی تک اُن کے قبضہ میں کچھ قطعہ املاک باقی ہیں۔ اِس وقت کل اولاد میں سب سے زیادہ مسن سیّد جعفر گزار عرف شہزادہ میانضا صاحب ہیں۔

محمد ابراہیم خاں عرف نوشہ خاں

ولد محمد حلیم خاں عرف کلن خاں ولد احمد خاں قوم باجوڑی سلارزی رام پور میں صفر کی بائیسویں تاریخ بارہ سو اٹھانوے ہجری میں پیدا ہوئے۔ محلہ الٰہی عصمت خاں کے قریب مکان ہے۔ معمولی نوشت و خواند سے فارغ ہو کر ریاست کی پلٹن میں اٹھارہ سال کی عمر میں سپاہیوں میں بھرتی ہوئے۔ پھر کوتھ لیس ہو گئے۔ شروع ۱۳۱۶ھ کے قریب آپ نے جناب مولانا ولی النبی صاحب قدس سرہٗ سے بیعت کی۔ آپ کی محنت اور مجاہدہ کو دیکھ کر مولانا نے اپنے خلیفہ جناب منشی محمد رشد علی خاں قدس سرہٗ کے سپرد کر دیا۔ پلٹن کی نوکری کر کے اول وقت فجر کی نماز میں آکر جناب منشی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور شب و روز خدمت سرکار سے فارغ ہو کر اوراد و اشغال میں مصروف رہتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام مقامات مجددیہ نقشبندیہ بالتفصیل طے کئے ۱۳۲۵ھ میں آپ کو خلافت عطا کی اور حکم دیا کہ اپنا حلقۂ مراقبہ قائم کرو اور لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاؤ۔ جب جناب منشی صاحب حج کو تشریف لے گئے تو اپنے کل خدام کو آپ کے سپرد کر گئے۔ آپ نے ۱۳۲۹ھ کے بعد ترک ملازمت کر دی۔ خانہ نشین ہیں۔ بازار کا سودا خود لاتے ہیں۔ اپنی معاش کے لئے تھوڑی سی کبھی تجارت کر لیتے ہیں۔ بالکل حضرات نقشبندیہ کے قدم بقدم دل بیار و دست بکار ہیں۔ آپ کی خدمت میں خدا کے فضل سے اس وقت چالیس پچاس آدمی اللہ کے طالب جمع ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپ نے چند لوگوں کو اجازت و خلافت دیدی ہے۔ اور وہ لوگ اچھی طرح خدمات دین میں مصروف ہیں۔

شاہ ابو سعید

حضرت[1] شاہ ابو سعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی سرہندی رضی اللہ عنہم ذیقعدہ کی دوسری تاریخ سنہ گیارہ سو چھیانوے (۱۱۹۶ھ) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ گیارہ[2] برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ بچپن میں کسی نے ان کو بچوں کے ساتھ کھیلتے نہیں دیکھا۔ فن تجوید قاری نسیم علیہ الرحمہ سے حاصل کیا۔ حفظ قرآن کے بعد علوم عقلی و نقلی مفتی[3] شرف الدین رام پوری و مولانا رفیع الدین دہلوی سے پڑھے۔ شاہ عبد العزیز دہلوی سے سند حدیث حاصل کی تحصیل علوم کے زمانہ ہی میں علم باطنی کے حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ اپنے والد ماجد سے طریقہ نقشبندیہ میں گیارہ برس کی عمر میں بیعت کی۔ انیس سال کی عمر میں علوم منقول و معقول سے فارغ ہو گئے۔ دستار فضیلت بندھ گئی۔ اسی زمانہ میں آپ کا گذر لکھنؤ میں ہوا۔ شاہ کفایت اللہ نامی ایک مجذوب نے آپ کو دیکھکر کہا کہ صاحبزادے جلد تحصیل علوم سے فراغت حاصل کیجیے اللہ تعالیٰ کو اور کام تم سے لینا ہیں۔ لکھنؤ سے جب رام پور واپس آئے تو اُن کے والد نے فرمایا تمھاری ہمت بہت بلند ہے۔ اپنے خاندان کے درویشوں سے تکمیل باطن کی کرو۔ آپ حضرت شاہ درگاہی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خاندان قادریہ میں بیعت کی۔ اور

---

[1] انوار العارفین فارسی مولوی محمد حسین تمنا۔

[2] مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ فارسی۔

[3] تذکرہ علمائے ہند فارسی مولوی رحمٰن علی۔ [4] جواہر علویہ۔

بارہ سال تک نہایت محنت شاقہ سے حاضر خدمت رہے۔ اور خلافت پائی۔ ہزاروں
آدمی مرید ہو گئے۔ نسبت باطنی کی یہ قوت تھی کہ جس پر نظر توجہ ڈالتے تھے
بیتاب ہو جاتا تھا۔ بااین ہمہ فرماتے تھے کہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی
کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ سلوک مجددیہ ہنوز طے نہیں ہوا ہے۔ لہذا رامپور سے
دہلی کو ۱۲۲۵ھ میں حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں گئے۔ شاہ صاحب
نے اپنی برابر مسند پر بٹھایا اور کہا میں تو آپ کے خاندان کا ادنیٰ منتسب ہوں۔
اور نہایت نوازش فرمائی۔ چند ماہ کے بعد خلافت دیدی۔ جب کبھی آپ سفر سے
واپس آتے تو شاہ صاحب استقبال کے واسطے جاتے تھے۔ ایکبار بیمار تھے
تو چارپائی اُٹھوا کر حکیم قدرت اللہ کی مسجد تک جو خانقاہ کے قریب ہی ہے تشریف
لائے۔ باوجود اس کے اپنے پہلے پیر شاہ درگاہی صاحب سے بھی نہایت درجہ
عقیدت تھی۔ ایک روز کسی نے شاہ درگاہی صاحب کی غیبت کی۔ آپ نے
غصہ سے اس کے تھپڑ مارا۔ فرماتے تھے اگر شاہ غلام علی صاحب نہ ہوتے تو مجھے رجعت
ہو جاتی۔ شاہ درگاہی صاحب کے زور کو اُنھوں نے سنبھالا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ
دوبارہ میں رام پور میں حاضر ہوا تو شاہ درگاہی صاحب کو کدورت مجھ سے نہ تھی۔
پندرہ سال تک شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ شاہ صاحب جب بیمار ہوئے
تو آپ کو لکھنؤ سے بلا کر فرمایا کہ اب منصب خدمت تمھارے سپرد ہے۔ اس سے پہلی علالت
میں مینے خواب میں اپنی جگہ تم کو بیٹھے دیکھا تھا۔ سنہ بارہ سو انتالیس (۱۲۳۹ھ)
میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ دہلی سے رخصت ہوتے وقت اپنی جگہ اپنے
فرزند شاہ احمد سعید صاحب کو خانقاہ میں جانشین بنایا۔ بمبئی پہونچکر ایک
جہاز کا ٹکٹ لیا۔ مگر پھر اُس کو بدل کر دوسرے جہاز میں سفر کیا۔ یہ جہاز وقت پر
پہونچا۔ پہلے جہاز کے مسافروں کا حج فوت ہو گیا۔ دوسری یا تیسری ذی الحجہ کو

مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اہل حرمین نے نہایت تعظیم و تکریم کی۔ شیخ عبداللہ سراج۔ شیخ عمر مفتی شافعیہ۔ سید عبداللہ۔ میر غنی مفتی حنفی۔ اور سید یٰسین ان کے چچا اور دوسرے بزرگ ملنے کو آئے۔ تقریباً تین مہینے مکہ کے قیام کے بعد مدینہ شریفہ میں حاضر ہوئے۔ ابتدائے محرم سے مرض شروع ہو گیا تھا۔ بعد فراغ حج و زیارت واپس ہندوستان کو تشریف لائے۔ بائیسویں رمضان کو ریاست ٹونک میں داخل ہوئے ٹونک میں مرض کی شدت ہوئی۔ عید الفطر کے دن سکرات موت شروع ہوئی۔ شاہ عبدالغنی صاحبزادہ ہمراہ تھے ان کو وصیت کی کہ اتباع سنت کرنا۔ اور اہل دنیا سے پرہیز کرنا۔ اگر دنیاداروں کے پاس جاؤ گے تو ذلیل ہو گے ورنہ دنیادار کتوں کی طرح تمہارے دروازہ پر لوٹیں گے۔ اور جو کچھ کہ اوراد اور اشغال مجھے پہونچیں ہیں انکی اجازت تمھیں بلکہ عبدالمغنی کو بھی دیتا ہوں۔ حافظ سے کہا کہ سورہ یٰسین پڑھو۔ تین بار یٰسین سُنکر فرمایا بس اب نہ پڑھو۔ بہت تھوڑی دیر باقی ہے۔ عید الفطر کو شنبہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان میں انگشت شہادت کو حرکت دیتے ہوئے سنہ بارہ سو پینتالیس ہجری میں (۱۲۴۵ھ) انتقال فرمایا۔ ستون محکم دین نبی فتاد زپا۔ تاریخ رحلت ہے۔ صاحب انوار العارفین نے ۱۲۴۵ھ ہجری اور صاحب تاریخ علمائے ہند نے ۱۲۴۹ھ ہجری میں رحلت لکھی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ نعش تابوت میں رکھکر دہلی لائے۔ چالیس روز کے بعد نعش کو تابوت سے نکال کر حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے پہلو میں خانقاہ میں دفن کیا۔ چالیس دن کے بعد بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل و کفن دیا ہے۔ اور روئی میں خوشبو آتی تھی جس کو بطور تبرک لوگ لے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکیم ابوعلیخاں

ولد حکیم غلام علی خاں امروہوی - یہ خاندان ہمیشہ سے طبابت میں مشہور ہے پہلے ان کے بزرگ دہلی میں رہتے تھے۔ نواب اعظم الدین خاں۔ حکیم فیروز علی خاں۔ حکیم قیام الدین خاں۔ تلمیذ حکیم علوی خاں سب اسی خاندان سے تھے۔ حکیم غلام علی خاں نے دہلی سے امروہہ میں سکونت اختیار کی۔ حکیم ابو علی خاں بعہد جناب نواب[1] سید فیض اللہ خاں بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) رام پور میں ملازم تھے۔

ملا احد اخون

ولد ملا منصور ولد ملا مثنوی ولد ملا تاج بیگ اہل زوگزہی کے رہنے والے تھے۔ یہ صاحب ولایتی تھے۔ بڑے عالم بہت زاہد اور نہایت برگزیدہ تھے۔ بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) کابل سے آئے۔ متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ موتی مسجد کے متصل جو کنواں خانساماں والا کہلاتا ہے یہ انہیں کا بنوایا ہوا ہے۔ کنواں کھودنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ پانی کھاری نکلا۔ آپ نے فرمایا فقیر کا دل مشتبہ نہیں ہے کھاری نہیں ہوگا۔ اس کا پانی منگا کر کلی کی اور کلی کا پانی کنوئیں میں ڈلوا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پانی پھر شیریں تھا۔ اس پانی کی عمدگی سارے شہر میں مشہور تھی۔ جب سے کہ صدر احاطہ میں کنواں خاص اہتمام سے تیار ہوا اُس کنوئیں کی قدر کم ہوگئی ہے۔ ملا صاحب کے انتقال کے بعد کنوئیں کی من خراب ہوگئی۔ شمو خانساماں جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر اُسی محلہ میں رہتے تھے۔ اُنھوں نے مرمت کرادی اس لئے خانساماں والا کنواں مشہور ہوگیا۔ آپ کا نکاح

[1] فصول فیض اللہ خانی۔ خمخانۂ جاوید۔

سید ذوالفقار علی شاہجہاں پوری کی پھوپی سے ہوا۔ سیدانی کے بطن سے غوث محمد خاں اور پٹھانی سے غلام محمد خاں دو فرزند ہوے۔ غوث محمد خاں کی اولاد میں محمد احسان خاں زندہ ہیں اور غلام محمد خاں کی اولاد میں احمد خاں اور رستم خاں تھے۔ انتقال کی تاریخ کا پتا نہیں چلا۔ آپ کا مزار محلہ تھانہ مجیانی میں غادی خاں شہید والی مسجد کے پاس ایک احاطہ میں ہے۔ آپ کے خلیفہ شاہ عبد الحق بزرگ کامل تھے اُن کا مزار بھی ملا احد اخون کے مزار کے متصل ہے۔ اخون مرحوم کی اولاد میں احسان خاں وغیرہ اسی محلہ میں رہتے ہیں۔

مولوی احسان حسین

ولد اکبر حضرت مولانا ارشاد حسین مغفور قوم فاروقی مجددی رام پور میں کھاری کنویں محلہ میں ۲۔ ذی الحجہ بارہ سو ترانوے (۱۲۹۳ھ) میں پیدا ہوے عربی و فارسی کتابیں اپنے والد و مولانا شاہ سلامت اللہ اعظم گڈھی۔ مولانا عبد الغفار خاں رامپوری اور مولانا ظہور الحسین رامپوری سے پڑھیں۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ نہایت متین مہذب اور دوست نواز طبیعت ہے۔ اتفاق سے دورہ جذب کا پیدا ہوا۔ تمام اشغال دینی ترک ہو گئے۔ کئی سال تک یہ حالت رہی۔ پھر طبیعت رو باصلاح ہو ئی۔ پھر دورہ جذب کا ہوا۔ کبھی طبیعت درست ہو جاتی ہے۔ کبھی مجذوبانہ حالت رہتی ہے۔ دربار رام پور ان کے خاندان کا متکفل ہے۔ سجاد حسین اور جواد حسین دو صاحبزادے زیر تربیت ہیں۔

ملا احمد

ولد حکیم بایزید۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں ان کے والد کی طبابت اور جراحی کی تعریف کے بعد لکھتے ہیں کہ اب (۱۲۴۱ھ) میں ملا احمد اپنے

باپ کے جانشین ہیں۔ سال رحلت معلوم نہیں ہوا۔

اخوندزادہ احمد خاں تخلص غفلت

ولد برہان الدین خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ مولوی قدرت اللہ شوق سے کتابیں پڑھیں۔ طبیعت نہایت رسا پائی تھی۔ مضمون آفرینی میں کمال تھا۔ کچھ دن لکھنؤ میں رہے۔ اور وہاں کے مشاعروں میں شریک ہوئے۔ سیکڑوں شاگرد تھے۔ شیخ غلام ہمدانی مصحفی نے آپ کی سخنوری اور سخن شناسی کی تعریف اپنے تذکرہ میں لکھی ہے۔ چونسٹھ برس کی عمر ہوئی۔ یکم ذیحجہ بارہ سو انسٹھ ہجری میں (۱۲۵۹ھ) رحلت فرمائی۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ یہ دیوان میں نے اپنی کم عمری میں جناب اخوی محمد عظمت علی خاں صاحب مرحوم کے پاس دیکھا تھا۔ اب ان کی کتابوں میں نہیں ملا[1]

حکیم احمد خاں تخلص فاخر

ولد محمد ناصر خاں۔ افغان رام پور میں ۱۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی کتابیں مختلف علما مولوی رستم علی رام پوری مولوی حسین لکھنوی وغیرہم سے پڑھیں۔ حکیم سید اکبر علی نجیب آبادی سے طب کی تکمیل کی۔ حکیم محمد اعظم خاں بھی اُن کے شاگرد تھے۔ اور بہت سے علما اُن کے شاگرد تھے۔ علاج بہت اچھا تھا۔ پڑھاتے بھی خوب تھے۔ کتب طبیہ گویا حفظ تھیں۔ آپ کی شادی شیخ کبیر کی پوتی سے ہوئی تھی۔ ریاست میں قدیمی تعلق ہے۔ نواب سید احمد علی خاں بہادر کے معالج تھے۔ عربی نظم و نثر پر بھی پوری قدرت تھی۔ طب سعیدی میں نظم عربی موجود ہے۔ تاریخ گوئی میں بھی ملکہ تھا۔ جناب نواب محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ کے غسل کی تاریخ لکھی ہے۔ نواب بہادر یافتہ صحت۔

---

[1] انتخاب یادگار۔

تاریخ تیاری خاص بازار۔ خاص بازار دلکشا آمد۔ تاریخ تیاری علم مظفر ہوا۔
تاریخ بائیں باغ۔ نور باغ۔ تاریخ حوض۔ خاغسلوا دجوھکم۔ تاریخ خلعت۔
ولیعہدی جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر۔ خلعت سلطانی۔
نظم اُردو میں مولوی قدرت اللہ شوقؔ کے شاگرد تھے۔ طب سعیدی فارسی۔
رسالۂ چوب چینی۔ رسالہ ماءالجبن۔ رسالہ خواص ادویہ فارسی۔ اور نو طرز حکمت
اُردو کتابیں یادگار ہیں۔ فارسی کلام بھی اُن کے خاندان میں موجود ہے طب سعیدی
فارسی قلمی مفردات ادویہ کے بیان میں دو ہزار سات سو اسی صفحہ کی
کتاب ہے ۱۲۶۶ھ میں ختم کی۔ خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ میری عمر چوہتر برس کی
ہوگئی ہے۔ اس وقت یہ کتاب لکھی ہے۔ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے
جنگ و کشکول۔ فارسی۔ ۱۰۸۰ صفحہ کی قلمی کتاب کتب خانہ ریاست میں موجود ہے
بچوں کے لیے مختلف پند و نصائح۔ تواریخ وفات اور اُردو فارسی کی ضرب المثلین
جمع کی ہیں۔ جناب نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرام گاہ کے نام پر دیباچہ
لکھا ہے۔ نوے برس کی عمر میں صفر کی چودھویں تاریخ سنہ بارہ سو نوے ہجری میں انتقال
ہوا محلہ چنداں خاں کے گھیر میں ملا عثمان کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

آخوندزادہ احمد خاں

یہ حافظ شاہ جمال اللہ[1] کے مرید اور گویا کہ شیدائیوں میں سے تھے کتاب تحفۃ الجمال
نامی حافظ صاحب کے نام پر لکھی ہے۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ملا۔ نہ
اور کوئی حالت معلوم ہوئی۔

آخون زادہ احمد خان

نہایت نیک بخت حضرت شاہ عبدالکریم صاحب عرف ملا فقیر آخوند کے مرید تھے

---

[1] مجمع الکرامات فارسی امام الدین خاں، ۵۳ نصول فیض اللہ خاں (ورق ۲۰۷)۔

کھانا کھانے کے بعد اگر کوئی شخص کہدیتا کہ کھانا چہلم یا مردہ کی چھ ماہی کا تھا تو آپ کو فوراً قے ہو جاتی۔ نظام خاں گدوں کی عادت تھی کہ کبھی کبھی کھانا لاکر کھلاتے اور دو گھڑی کے بعد کہدیتے کہ یہ چہلم کا کھانا تھا بس فوراً قے کر دیتے تھے مزید حالات معلوم نہیں ہوئے۔

مولوی احمد خاں

ابن مولوی حاجی محمد عبداللہ خاں ابن مولوی حاجی محمد سعید خاں تیراہی نے علوم عربی بریلی اور رام پور میں پڑھے۔ فقہ میں نہایت درجہ شہرت تھی۔ متفرقات احمد ایک فتاوی عربی میں دو جلدوں میں لکھا۔ متن تہذیب کی ایک بسیط شرح لکھی تھی۔ اس کے علاوہ فارسی میں رسالہ فرائض و قانون طب مفردات۔ کلیات۔ و معالجات بھی لکھا تھا۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ملا غفران تھے۔ نکاح نہیں کیا اور رام پور میں وفات پائی۔ قبر محلہ ٹھوٹر میں مسکن کے قریب ہے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں بہادر کے ہم عصر ہیں۔ ان کی مصنفہ کتابوں میں سے کوئی نسخہ نہیں ملا۔

ملا احمد خاں

ملا احمد[1] ولایتی کے نام سے مشہور تھے۔ مولوی برکت الہ آبادی کے شاگرد تھے۔ علوم درسیہ میں خصوصاً فلسفہ کے بہت بڑے ماہر تھے علمائے رام پور کی شاگردی کا سلسلہ ان تک اکثر پہونچتا ہے۔ ان[2] کی لڑکی مفتی شرف الدین کو منسوب تھی۔ ان کے شاگردوں میں بہت سے اہل علم تھے منجملہ ان کے مولوی رستم علی اور مولوی ہدایت علی اکابر میں سے ہیں۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ قدیم باشندے دریائے راوی کے پار کے تھے۔ احمد شاہ کے

---

[1] تذکرۂ علمائے ہند۔ [2] ابجد العلوم عربی

حملہ کے بعد لاہور میں آ گئے۔ مولوی عالم اور مولوی برکت سے کتب درسیہ پڑھیں غوث گڈھ (واقعہ مظفر نگر) اور رام پور میں ممتاز اور با اعزاز رہے امرا کی محفلوں میں سب سے اونچی جگہ بیٹھتے تھے۔ اور جو چاہتے کہتے تھے اور سب ان کی باتیں سنتے تھے ان کا انتقال غالباً بارھویں صدی ہجری کے اخیر میں ہوا۔ غوث گڈھ کو نواب نجیب الدولہ نے آباد کیا تھا۔

منشی احمد حسن خاں تخلص عروج

ولد[1] منشی محمد حسن خاں۔ قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے شیوخ سے تھے۔ فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔ دہلی اور لکھنؤ میں بہت رہے۔ اکتساب علوم و فنون میں خوب محنت کی۔ اخیر میں کانپور میں بود و باش اختیار کی ۱۲۸۳ھ میں جناب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کی قدر دانی رام پور کھینچ لائی۔ سو روپے کی تنخواہ ہوئی۔ عربی میں پوری دستگاہ تھی۔ فارسی میں گویا استاد کامل تھے۔ خوش نویسی نستعلیق میں ید طولی تھا۔ شیخ امام بخش ناسخ اور میر علی اوسط رشک سے اردو کلام میں استفادہ کیا تھا۔ نہایت مہذب اور باوضع آدمی تھے۔ رام پور سے علیل ہو کر کانپور گئے اور تیرہ سو بارہ ہجری میں انتقال ہوا۔

ضیاء الملک روشن الدولہ مسٹر کولبرک منصور جنگ بہادر نے ۱۰ دسمبر ۱۸۱۹ء کے پروانہ میں آپ کی دیانت۔ امانت۔ ہوشیاری اور انجام خدمات کی بہت تعریف کی ہے آپ ایک زمانہ تک دہلی کی رزیڈنسی میں ملازم تھے۔ فرخ آباد میں بھی صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر مختار الملک سرکار دولت مدار کمپنی انگریز کے پاس ملازم رہے۔ رام پور میں ۱۰ جنوری ۱۸۶۶ء کو رجسٹری خدمت میں آپ کے سپرد ہوئی تھی۔ پھر مصاحبین میں تعلق رہا۔

---

[1] انتخاب یادگار۔

میر احمد حسن الحسینی

ولد میر سید علی۔ لکھنؤ میں پیدا ہوے۔ خاندان سادات نیشاپور سے ہیں۔ ہندوستان میں پنگوڑ۔ سلطان پور وغیرہ ان کے بزرگون کے مسکن رہے سلاطین تیموریہ نے بوجہ حسن عقیدت جو بارہ موضع سادات نیشاپور کو دیئے تھے ان میں سے یہ تینون مذکورۂ مواضعات ہیں۔ نواب شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کے عہد تک یہ خاندان اراکین سلطنت میں شمار ہوتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے واقعہ نے لکھنؤ کے شرفا کی بربادی کی۔ اس ہنگامہ میں ان کا بھی تمام سرمایہ تلف ہوگیا۔ بعد غدر نواب فردوس مکان نے میر سید علی کو لکھنؤ سے طلب فرمایا اور صاحبزادۂ حیدر علی خاں بہادر کی اتالیقی پر بمشاہرہ سو روپے مقرر کیا۔ میر احمد حسن بعہد نواب خلد آشیان لکھنؤ سے یہاں آئے۔ تعلیم جاری تھی۔ رام پور میں فارسی اور عربی کی تحصیل کو انتہا تک پہونچایا۔ خوش خطی کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ میر عوض علی سے اور اُن کے شاگرد مولوی الٰہی بخش سے فن حاصل کیا۔ بائیس سال کے سن میں نستعلیق عجمی کا شوق ہوا۔ خود ایسی مشق بہم پہونچائی کہ میر عماد کے کتبون میں خط ملا دیا۔ لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے کتب خانہ رام پور میں آپ کی جلی تحریر دیکھکر کہا کہ یہ قلم کی تحریر نہیں ہے میر صاحب نے کھڑے کھڑے اُس سے زیادہ جلی تحریر لکھکر دکھادی۔ فارسی۔ اُردو دونوں میں کبھی کبھی نظم لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ شہرت سے نفرت اور عزلت گزینی شیوہ ہے۔ بہت سے شاگردوں کو خط میں اُستاد بنا دیا۔ نہایت منکسر المزاج اور بے حد مہذب ہیں۔ اب عمر تقریباً ستر سال کی ہے۔ دو صاحبزادے حیدرآباد میں معزز عہدوں پر ہیں۔

حکیم احمد رضا خاں لکھنوی

خلف اکبر حاجی حکیم حسن رضا خاں لکھنوی ۱۸۵۱ء میں لکھنؤ کے جھوائی ٹولہ میں

پیدا ہوئے۔ علوم عربیہ مفتی محمد سعد اللہ۔ مولانا محمد نعیم فرنگی محلی مولوی عبد العلی خاں ریاضی داں رام پوری شمس العلما مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہم اور مولوی محمد ظہور حسین صاحب رام پوری اور مفتی عبد القادر صاحب رام پوری سے پڑھے کتب طبیہ اپنے والد سے پڑھیں اور مطب اپنے ماموں حکیم ابراہیم خاں مرحوم کے ہاں کیا۔ اپنے والد کی حیات میں مستقل مطب اپنا شروع کر دیا تھا۔ نہایت خلیق اور پابند شرع تھے۔ ہفتہ میں دو روزے ہمیشہ رکھتے تھے۔ رام پور میں ایسی شہرت کسی طبیب کو نہیں ہوئی۔ تقریباً کل رام پور کی آپ کی طرف رجوع تھی۔ مطب میں ہر وقت سیکڑوں مریض جمع رہتے تھے۔ پانچ چھ نسخہ نویس نسخے لکھتے تھے رات کے دس بجے تک مریضوں سے مہلت نہیں ملتی تھی۔ شہر کے امیر و غریب سب کو ان کی دست شفا کا اعتقاد کلی تھا کبھی کبھی عمل جراحی بھی کرتے تھے۔ رام پور کے کل یونانی شفاخانوں کے افسر تھے۔ بہت سی مسجدوں کی مرمت کرائی۔ بہت سے غربا کے مکانوں میں کنویں کھدوائے۔ مسجد کے معاملہ میں ہمیشہ سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور دنیوی نقصان کی پروانہ کی۔ مسجد چرخ والی۔ مسجد متصل مسٹن گنج میں بہت روپیہ صرف کیا۔ مفتی محمد لطف اللہ مرحوم نے مدرسۂ انوار العلوم کی بنیاد ڈالی۔ اس میں بھی آپ نے بہت سی مدد کی۔ ایک پریس مطبع احمدی کے نام سے اپنے ہاں جاری کیا جس میں اخبار سرور قیصری اور مذاق کا پتلا شائع ہوتا تھا دس بارہ ہزار کے نقصان کے بعد بند کر دیا۔ بہت سی مرکب دوائیں تیار کیں۔ بہت سے شاگردوں کو سند طبابت دی۔ ان کے اکثر شاگرد مختلف شہروں میں مستقل مطب کرتے ہیں۔ انتقال سے چار سال پہلے ریاست سے ترک تعلق کر دیا تھا۔ مگر قیام رام پور ہی میں رہا۔ سرطان نکلا جس کی وجہ سے بہت نازک حالت تھی اسی حالت میں لکھنؤ گئے وہاں پہونچنے کے

دوسرے دن ۱۹۰۴ء میں انتقال فرمایا اور جھوائی ٹولہ میں دفن ہوئے آپ کے بڑے فرزند حکیم حافظ محمود رضا خاں جوان صالح اپنے والد کی جگہ اپنے گھر پر رام پور میں مطب کرتے ہیں۔ آپ کے فرزند محمود رضا خاں کا بیان ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے ذیل کی کتابیں ہیں۔

رسالۂ صدقہ وارث فی علاج الطاعون۔ قرابادین احمدی۔ مفردات احمدی۔ مطب احمدی۔ یادگار احمدی۔ رہبر مریضان۔ رسالۂ نبض۔ رسالۂ قارورہ۔ شرح رسالۂ اسحٰق بن حنین مگر کوئی کتاب طبع نہیں ہوئی۔

شاہ احمد سعید مجددی

ولادت رام پور میں غرۂ ربیع الاول ۱۲۱۷ھ میں ہوئی تاریخ ولادت مظہر یزدان ہے۔ ان کے نانا حضرت شاہ محمد صدیقی نے جو نہایت عالم اور بزرگ صاحب باطن تھے آپ کا مشرب باطنی از روئے طریقۂ درویشی جانکر غلام غوث نام رکھا تھا۔ بچپن میں بحالت حفظ قرآن شریف شاہ درگاہی صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے شاہ صاحب بہت عنایت فرماتے تھے۔ اور اپنے قریب بیٹھا کر قرآن سنا کرتے تھے۔ جس وقت آپ کے والد دہلی کو گئے آپ کی عمر کے دس سال ختم نہیں ہوئے تھے۔ دہلی پہونچکر حضرت شاہ غلام علی صاحب سے بیعت کی۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بہت لوگوں سے میں نے لڑکے مانگے کسی نے نہیں دیا البتہ ابو سعید نے اپنا لڑکا مجھے دیدیا ہے۔ میں نے اُسے اپنا بیٹا کیا ہے شاہ صاحب کا حکم تھا کہ علمائے دہلی سے علم ظاہری بھی پڑھو اور ہمارے حلقۂ مراقبہ میں بھی آکر شریک ہوا کرو۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کثرت مریدین کی وجہ سے جگہ نہ ہوتی شاہ صاحب ان کو اپنے برابر مسند کے اوپر بیٹھا لیا کرتے

ا؎ مناقب احمدیہ و مناقب سعیدیہ۔

اکثر تصوف کی کتابیں جیسے کہ رسالۂ قیشری - عوارف المعارف - احیار العلوم نفحات - رشحات - مکتوبات امام ربانی - مثنوی مولانا روم وغیرہ وغیرہ شاہ صاحب سے پڑھیں - اور بعض کی سماعت کی - ترمذی اور مشکوۃ المصابیح بھی شاہ صاحب سے پڑھیں - باقی کتب معقول و منقول علمائے دہلی سے مثل مولوی فضل امام مولوی رشید الدین خاں مولانا شاہ عبد العزیز مولوی رفیع الدین شاہ عبد القادر وغیرہ سے پڑھیں - رام پور میں مفتی شرف الدین اور اپنے والد کے خالو مولوی سراج احمد بن حضرت محمد مرشد بن محمد ارشد بن حضرت فرخ شاہ بن حضرت محمد سعید بن حضرت مجدد سے کتابیں پڑھیں لکھنؤ میں مولوی محمد اشرف و مولوی نور صاحب سے بھی پڑھا - اور بیس ۲۰ برس کی عمر میں دستار فضیلت بندھ گئی حضرت شاہ عبد العزیز کی سند مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں موجود ہے - حضرت شاہ غلام علی صاحب کی آپ کے حال پر نہایت توجہ تھی - شاہ صاحب نے خلافت عطا فرمائی - اور اپنے والد کی زندگی میں صاحب ارشاد ہو گئے جس زمانہ میں شاہ غلام علی صاحب کو مرض موت لاحق ہوا اور شاہ ابو سعید صاحب کو لکھنؤ سے طلب فرمایا تو خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ لکھنؤ میں شاہ احمد سعید صاحب کو چھوڑ آئے صاف ظاہر ہے کہ اُس سے مدعا اجرائے ارشاد طریقہ تھا - ایک روز شاہ ابو سعید اور شاہ احمد سعید دونوں باپ بیٹے شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں حاضر تھے - حاضرین سے ارشاد ہوا بتاؤ دونوں میں کون بہتر ہے - سب خاموش رہے پھر خود فرمایا بیٹا باپ سے افضل ہے - شاہ غلام علی صاحب کے انتقال سے نو سال اور تین مہینے کے بعد شاہ ابو سعید صاحب ۱۲۴۹ھ میں عازم کعبۃ اللہ ہوئے اور شاہ احمد سعید صاحب کو قائم مقام خانقاہ میں کر گئے - مریدین کا ہجوم ہو گیا - اور لوگوں کو بہت فائدہ پہونچا - مریدوں کے حال پر نہایت شفقت تھی جو مُرید عاشق صادق تھے ان کو دنیوی عطیات سے کچھ نہیں دیتے تھے

البتہ ضعیف طالبوں کی امداد فرماتے تھے۔ تاکہ شوق حق غالب ہو جائے ساٹھ آدمی دونوں وقت آپ کے باورچی خانہ سے کھانا کھاتے تھے۔ نماز صبح۔ نماز ظہر اور نماز مغرب کے بعد تین وقت حلقہ مراقبہ ہوتا تھا دیگر اوقات میں علوم حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ کا درس بھی ہوتا تھا۔ رات کو پچھلی شب میں تہجد کو نہایت اہتمام سے وضو کر کے ادا کرتے تھے اور نماز صبح قرأت طویل کے ساتھ ادا فرماتے تھے اس کے بعد حلقہ ہوتا اور پھر اپنے اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔ جب آفتاب خوب اونچا ہو جاتا نماز اشراق پڑھکر جلسہ عام میں بیٹھ جاتے۔ حاجتمند آتے اور مقاصد اور مدعا بیان کرتے۔ اس کے بعد درس علوم دینی کا شروع فرماتے کتابوں کے حواشی اور شروح بھی دیکھتے تھے۔ معقول میں قطبی میر تک کتابیں پڑھاتے تھے۔ اگر کسی کو زیادہ پڑھنے کا شوق ہوتا تو علمائے معقول کے پاس بھیجدیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ معقول کے درس پر گو قادر ہوں مگر اُس کی تعلیم پسند نہیں ہے۔ علوم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول میں نہایت فصاحت اور متانت سے تقریر فرماتے تھے۔ اسی طرح کتب تصوف کے حقائق اور معارف بھی خوب حل فرماتے تھے۔ فتوی بھی لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ فتوی نویسی میرا کام نہیں ہے۔ مگر مجبوری ہے کہ عوام نے جاہلوں کو عالم بنالیا ہے شاہ ظفر دہلوی کی گو کہ حکومت نہ تھی تاہم وہ عزت سے متمنی ملازمت تھے۔ لیکن آپ ملنے سے انکار کرتے تھے۔ اخیر میں چند بار تشریف لے گئے اور پند و نصیحت نہایت سختی سے کی۔ اور فرمایا میں اسی غرض سے گیا تھا۔ چھبیس سال کامل خانقاہ دہلی میں اسی طرح زندگی بسر فرمائی۔ ستاون برس کی عمر میں سولھویں رمضان بارہ سو تہتر (۱۲۷۳ھ) میں دہلی میں غدر ہو گیا۔ چار مہینے تک یہ ہنگامہ رہا۔ آخر محرم بارہ سو چوہتر (۱۲۷۴ھ) میں انگریز دہلی میں داخل ہوئے۔ شہری مع اہل و عیال بلا سامان کے بھاگ نکلے۔ آپ نے بھی اپنے اہل و عیال شہر سے باہر بھیجدیئے

بلا سامان کے بھاگ نکلے۔ آپ نے بھی اپنے اہل وعیال شہر سے باہر بھیجدئے
اور خود خانقاہ میں مقیم رہے۔ لوگوں نے چلنے کو کہا تو فرمایا جب تک مشایخ کرام
اجازت نہ دیں کیونکر جاؤں۔ ایک دن تہجد کے وقت فرمایا کہ یہاں سے نکلنے کی
اجازت ہوگئی ہے۔ خانقاہ کا تمام انتظام حاجی دوست محمد قندھاری کے سپرد
کیا اور فرمایا خود رہیں یا اپنی طرف سے کسی کو رکھیں۔ حاجی صاحب نے خانقاہ حاجی
رحیم بخش کے سپرد کردی تھی۔ نماز صبح کے وقت ایک خادم سے فرمایا کہ کوئی سواری
لے آؤ وہ واپس آیا اور کہا سواری کا پتا نہیں ہے سب زن ومرد امیر غریب یوں ہی
پاپیادہ جارہے ہیں۔ فرمایا میں تو پیدل جانہیں سکتا۔ پھر حلقہ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ
کی قدرت کہ دو گھوڑے تھوڑی دیر میں مل گئے۔ آپ وہاں سے سوار ہوکر منصور کے
مقبرہ میں آئے۔ دوپہر کا کھانا کھاکر قطب صاحب کو چلے اسلئے کہ اہل وعیال وہاں تھے۔ مگر راہ
میں بدمعاش جمع ہوگئے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے مگر آپ بخیریت پہونچ گئے۔ وہاں
انگریزی فوج کا رسالدار نورنگ خاں نامی کہ جو بالواسطہ آپ سے انتساب طریقت
رکھتا تھا مع چند سواروں کے بغرض حفاظت حاضر ہوا اور منصور کے مقبرہ تک
پہونچا دیا۔ یہاں آپ کی بیوی صاحبہ کا عارضہ وبا سے انتقال ہوا۔ اور نہایت
عمدہ طرح سے حضرت سید نور محمد بدایونی کے مزار کے پہلو میں قریب حضرت محبوب الٰہی
کے دفن کیا۔ اب آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا نورنگ خاں رسالدار کے ذریعہ سے
پروانہ راہداری کا مل گیا۔ سو سوا سو آدمیوں کی جمعیت سے براہ پنجاب ماہ صفر میں
روانہ ہوئے جس شہر میں گزر ہوتا تھا لوگ جوق جوق آکر قدمبوس ہوتے تھے۔
اُس ہنگامہ رستخیز غدر میں آپ کے قافلہ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی ڈیرہ اسمٰعیل خاں
میں حاجی دوست محمد خاں آپ کے خلیفہ آئے اور اپنی خانقاہ مقام موسیٰ زئی میں

لہ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین از مرواز حضرت شاہ معصوم مجددی۔

لے گئے۔ غرضکہ کراچی سے بسواری کشتی بمبئی اور بمبئی سے بسواری جہاز جدہ کو روانہ
ہوئے۔ دریا میں رمضان ہوا۔ مگر آپ نے ایک قرآن تراویح میں پڑھا اور اوقات
میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ اخیر شوال میں جدہ میں پہونچے۔ آپ کے بہت سے
مخلص جدہ میں بطور استقبال آئے تھے۔ مکۂ معظمہ پہونچکر حج ادا کیا۔ یہاں بھی
کثرت سے لوگ داخل طریقہ ہوئے۔ چار مہینے تک مکۂ معظمہ میں قیام فرما کر ماہ
ربیع الاول میں اپنے فرزندوں اور درویشوں کے ساتھ مدینۂ منورہ روانہ ہوئے۔
عورتوں کو اور مولانا مظہر اپنے فرزند کو مکۂ معظمہ میں چھوڑا۔ اہل مدینہ بھی نہایت
تعظیم وتکریم سے پیش آئے۔ لوگوں نے وہاں کے قیام کی نسبت عرض کیا۔ فرمایا
گھر سے اسی ارادہ سے چلا ہوں مگر بغیر ایماے شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
قیام نہیں کرسکتا چندروز کے بعد مدینۂ منورہ کے قیام کا ارادہ پختہ ہوگیا۔ خالد پاشا
محافظ مدینۂ منورہ حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے ایک مکان کرایہ پر لیکر اسکی کنجی حضرت
کے پاس بھیجدی۔ یہ مکان محلہ مناخہ میں متصل مسجد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھا۔
دس کمرہ اسمیں تھے۔ اگر وہاں سے عورتیں چاہیں تو جماعت مسجد نبوی کا اقتدا نماز
میں کرسکتی ہیں۔ رجب میں کل اہل وعیال کو مکۂ معظمہ سے بلالیا۔
مدینۂ منورہ کے قیام میں زیادہ حصہ مسجد نبوی میں گزرتا تھا۔ لوگ بہت سے مرید
ہوئے۔ حلقہ میں ایک سو آدمیوں کے قدر جمع ہوتے تھے۔ اہل شہر نے متفقا سلطان
قسطنطنیہ کو لکھا کہ ایسے بزرگ کے لئے کچھ وظیفہ مقرر ہوجاے چنانچہ معقول وظیفہ مقرر ہوگیا
آخر میں درد سر اور تپ لاحق ہوئی ایک عرصہ تک یہی حالت رہی کہ کبھی شدت ہوتی تھی
کبھی تخفیف۔ سہ شنبہ کے دن دوسری تاریخ ربیع الاول کو بارہ سو ستتر (۱۲۷۷ھ) میں
مدینۂ منورہ میں انتقال فرمایا۔ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قبہ کے پہلو میں
دفن ہوئے۔ قیام دہلی میں وصیت فرمائی تھی کہ اگر انتقال ہو تو مرزا مظہر جانجاناں

علیہ الرحمہ کے زیر قدم دفن کرنا۔ مدینہ منورہ کی حاضری پر وصیت فرمائی تھی۔ کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کرنا وہاں برکات اور انوار کا زیادہ ظہور رہی۔

جنازہ میں اور نماز میں نہایت کثرت آدمیوں کی تھی۔ جو لوگ نماز میں شریک نہو سکے انھوں نے قبر پر نماز پڑھی۔

اولاد میں خلف اکبر مولوی شاہ عبدالرشید دوم شاہ محمد عمر سوم محمد مظہر صاحب مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ ہیں تینوں بزرگوار خلیفہ اور صاحب ارشاد ہوے۔ رحمہم اللہ علیہم۔

خلفا میں حاجی دوست محمد قندھاری۔ مولوی ارشاد حسین رام پوری۔ مولانا ولی النبی رام پوری۔ شاہ عبدالواحد تاشقرغندی۔ مولانا حبیب اللہ ملتانی۔ ملا قربان قرانگینی۔ ملا یوسف ارکنجی۔ آخوندزادہ ملا حسین علی باجوڑی۔ ملا حسام الدین باجوڑی۔ ملا سفر دروازی۔ ملا پیر محمد قندھاری۔ ملا یوسف کولابی۔ ملا نور محمد کولابی۔ ملا اسکندر قرانگینی۔ ملا فیض احمد غزنوی۔ ملا شرف الدین غزنوی۔ ملا محمد قبول عرف ملا مدد قندھاری۔ ملا محمد میر قرانگینی۔ ملا احمد شاہ کشمیری۔ ملا فیض محمد نیازی قندھاری۔ ملا محمد جان قندھاری۔ ملا جواس النور ولایتی۔ حاجی میر منظر کابلی۔ ملا محمد کبیر قندھاری۔ ملا ظہیر الدین عرف آخوندزادہ درہ باجوڑی۔ ملا عبدالرحمٰن باجوڑی۔ مولوی سید بشیر علی امروہی۔ مولوی سید عبدالسلام ہسوی۔ شاہ عبدالحکیم سنجانی۔ مولوی محمد غوث ملا عبدالرحیم چینی۔ شیخ عثمان دیار بکری۔ شیخ محسن بصری۔ حنبلی۔ ملا محمد سالم۔ ملا عبداللطیف قندھاری۔ مولانا محمد نواب۔ ملا غلام محمد غزنوی۔ حاجی گل محمد رومی۔ مولوی محمد شاہ و مولوی سید قمرالدین لکھنوی۔ شیخ عبدالحمید داغستانی۔ سید عمر خفاف المکی۔ حافظ خلیل آفندی اناطولی۔ سید ابراہیم کردی۔ مولوی ابوالحسن فرزند حافظ ایوب خلیفہ شاہ درگاہی۔ مولوی رضا علی۔ مولوی فضل الدین پیشاوری۔ مرزا محمد نقشبندی۔ عرف مرزا شاہرخ بیگ۔ اخوند ہمزہ باجوڑی۔

ملا عبد القدوس کشمیری۔ ملا یونس یار قندی۔ ملا احسن غزنوی۔ سید عثمان حنفی قرشی۔ شیخ ابوبکر رومی۔ ملا عبد الحکیم چرخی۔ میر عبد اللہ کشمیری طبیب۔ شیخ احمد بخش کردوی۔ سید محمد چینی۔ ملا عبد اللہ غزنوی۔ ملا نور احمد۔ حاجی احمد افندی از میری شہر لی زادہ۔ مولوی غلام محمد ملتانی۔ حاجی عبدالرحمن داغستانی۔ ملا محمد حسین خوشنویس۔ منشی رضا علی خوشنویس نستعلیق۔ میاں غلام سرور مجددی باجوڑی۔ میاں خورشید احمد مجددی رام پوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت کی تالیف سے کتب ذیل ہیں۔

حق المبین فی رد علی الوہابیین۔ الفوائد المضابطہ فی اثبات الرابطہ۔ الذکر الشریف فی دلائل المولد المنیف۔ اربع انہار۔ یہ رسالہ شاہ غلام علی قدس سرہٗ کے رسالہ ایضاح الطریقہ کے ساتھ مطبع علوی علی بخش خاں میں ۱۲۸۸ھ میں طبع ہوا ہے

مولوی سید احمد شاہ

مولوی سید احمد شاہ مفتون تخلص ابن میاں امیر شاہ۔ مولوی محمد حیات صاحب کی بہن کے بیٹے تھے۔ کانپور جاکر مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم سے کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہو گئے۔ ذہن رسا اور طبیعت خوب تھی۔ پڑھنے پڑھانے میں سخت محنت کرتے تھے۔ شاعری کا بھی شوق تھا۔ اردو میں داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ کلام اردو فارسی موجود تھا۔ مگر اُن کے بھائی میاں حمید شاہ نے بحالت جنون تلف کر دیا۔ درس تدریس کی محنت سے کانپور سے علیل ہو کر آئے۔ پچپن برس کی عمر میں مولوی عبدالحق حقی وصفا کے مکان پر محلہ نالہ پار میں بارہ سو اناسی (۱۲۷۹ھ) میں انتقال کیا اور اُسی محلہ میں دفن ہوئے۔

میاں احمد شاہ عرف پیر جی

ولد مرتضیٰ خاں ابن مصری خاں محلہ محل کمیدان میں مکان ہر دو شنبہ کے دن

محرم کی پانچویں تاریخ بارہ سو پچپن (۱۲۵۵ھ) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔
دس برس کی عمر سے حصول علم میں کوشش کی ضروریات دین سے فارغ ہوکر میاں
سید جمال شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر رجب کی دسویں تاریخ بارہ سو پچھتر (۱۲۷۵ھ)
میں بیعت کی بارہ سال تک چلہ کشی اور ریاضت کرتے رہے شعبان کی آٹھویں تاریخ
بارہ سو تراسی ہجری میں (۱۲۸۳ھ) خلافت عطا ہوئی۔ اپنے مرشد کی اجازت سے
شعبان کی بیسویں تاریخ بارہ سو تراسی ہجری میں (۱۲۸۳ھ) حج کو روانہ ہوئے
سید محمد جمال شاہ صاحب۔ اپنے پہلے مکتوب میں میاں مظفر علی کو لکھتے ہیں کہ ماہ
شعبان میں میاں احمد شاہ صاحب و برادر مکرم فضل حسین خاں صاحب زیارت حرمین
کو گئے ہیں۔ بعد طواف خانۂ کعبہ حیدر آباد آئیں گے ان کو میری طرف سے اجازت
بیعت اور ارشاد حاصل ہی سیر سلوک بطریق اتم طے ہوا اور خاص صحبت یافتگان فقیر
سے ہیں آپ یا جو طالب صادق ہو اُن سے بیعت کرے۔ انکا ہاتھ فقیر کا ہاتھ ہے۔
حرمین شریفین سے واپس آکر حیدر آباد میں میاں سید معین الدین عرف شاہ خاموش
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند مہینے تک نسبت خاندان صابریہ حاصل کی اور وہاں سے
بھی خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ اور شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے تہ بند باندھ دیا۔ اُس وقت
سے تا دمِ مرگ تہ بندھی باندھتے رہے۔ رام پور آکر میاں امیر شاہ صاحب کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے بھی خلافت پائی۔ سلسلۂ تعلیم باطنی جاری رہا
چہرہ سے کمالات باطنی عیاں تھے۔ شادی نہیں کی کسی کے دروازہ پر نہیں گئے۔
محض توکل پر گزر تھا۔ ایک خانقاہ اور ایک مسافر خانہ بنوا کر فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا
آزادانہ گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کرتے رہے خلیق ایسے کہ امیر اور غریب سب پر
یکساں توجہ۔ خدام اور ملنے والوں کا نہایت درجہ پاس و لحاظ تھا۔ آشناؤں

سلہ مرج البحرین مطبوعہ ۱۳۲۱ھ ہجری صفحہ ۶۸۔

کی عبادت اور ماتم پرسی کبھی نہیں بھولتے۔ امراض ورریاضت نے اخیر عمر میں بہت کمزور کر دیا تھا۔ سترہ آدمیوں کو خلافت عطا کی ہے جو مختلف مقاموں میں اللہ کے بندوں کو تعلیم باطنی کرتے ہیں۔ سال میں دو تین عرس بہت دھوم سے ہوتے تھے۔ لنگر جاری ہوتا تھا۔ مخلوق خدا کا پیٹ بھرتا تھا۔ کوئی اندوختہ نہیں ہو۔ اِس ہاتھ آیا اُس ہاتھ خرچ کر دیا۔

کتاب سرور العاشقین حالات خواجۂ اجمیری بزبان اُردو ۱۳۲۰ھ میں اور پند غوثیہ تالیف احمدیہ بزبان اُردو ۱۳۰۳ھ میں آپ کے تالیف سے طبع ہو چکی ہو افسوس کہ یکم شوال ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۱۵ء کو جمعہ کے دن رات کے نو بجے ہیضہ ہوا شنبہ کے دن رات کو نو بجے انتقال ہوا۔ جنازہ حضرت شاہ جمال صاحب کے مزار پر گیا۔ اور مرحوم کے پیرزادہ میاں مشتاق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں یکشنبہ کے دن ۳۔ شوال کو دفن ہوے۔ ایک خادم کو اول ہی سے متولی کر دیا تھا وہ قابض خانقاہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم کے حال پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔

مولوی حاجی احمد علی احراری

ولد مرزا جان۔ رام پور میں محلہ ملا محسن کے کنویں کے پاس رہتے تھے یہ محلہ اب مشن گنج میں آگیا رام پور میں تمام فنون اور علوم کی تکمیل کر کے خود پڑھانا شروع کر دیا۔ سیکڑوں شاگرد ہوے۔ پھر تکمیل علم کے لئے۔ باہر کا سفر کیا۔ مولوی مملوک علی سے کتابیں پڑھیں۔ آپ قاری بھی بے مثل تھے۔ دہلی میں مولانا مخر الحسن سے بھی پڑھا۔ ریاست باندا میں آٹھ برس ملازم رہے۔ قانون گوئی۔ نائب۔ کوتوال۔ تھانہ دار۔ افسر پولس۔ داروغہ مجلس اور تمندار کے عہدوں پر کام کیا۔ ایجنٹ ریاست باندا حکام صدر کی اجازت سے آپ کو ملتان لے گئے اور وہاں اول سرشتہ دار دیوانی

وفوجداری مقرر کیا۔ پھر بتدریج تحصیلداری باختیار ڈپٹی مجسٹری ملی ۔ انگریزی تعلق ترک کرکے سنہ ۱۲۷۰ھ میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے ۔ اور وہاں کے علما اور محدثین سے سندیں حاصل کیں اور میلاد شریف خانہ کعبہ کے قیام میں تصنیف کیا۔ شیخ العلما شیخ جمال مکی آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے سنہ ۱۲۸۰ھ میں آپ اپنے حقیقی ماموں میر احسن علی کے پاس حیدر آباد ملنے گئے یہ صاحب بڑے عارف باللہ تھے۔ اور نظام کے ملازم تھے۔ نظام کو اور اہلِ شہر کو اُن سے بہت عقیدت تھی۔ وہاں سے رام پور کا ارادہ کیا تو مولوی فضل رسول بدایونی نے ایک خط سفارشی مولوی سے شمس الاسلام مرحوم کے نام لکھدیا۔ ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے کہ مختار الملک اعظم سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے آپ کو سنہ ۱۲۸۱ھ میں ایک سو تیس روپیہ پر مدرس مدرسہ مقرر کیا کسی نے مختار الملک سے کہدیا کہ یہ وہابی ہیں سفرِ حج میں آپ کے ہمسفر بہت سے علما اور اراکین ریاست حیدر آباد تھے سب نے اس سے آپ کی بریت کی۔ حیدر آباد میں آپ سے معجزہ شق القمر میں مباحثہ ہوا اور آپ نے ثابت کیا کہ شاہ ولی اللہ محدث پر الزام انکار معجزہ مولوی عبد الحلیم صحیح ہے۔ مگر پھر بھی آپ کو ریاست نے موقوف کر دیا۔ شعبان سنہ ۱۲۸۲ھ میں رام پور آئے۔ اسوقت تک آپ کے والدین زندہ تھے پھر تھوڑے دن بعد شولاپور گئے۔ وہاں کچھ قیام کرکے پھر حیدر آباد گئے۔ اسلئے کہ اہل وعیال وہیں تھے۔ اخیر میں آپکی طرف سے صفائی ہوئی اور ناظم عدالت دیوانی بمشاہرہ پانچ سو روپے ہوئے۔ پھر رکن اول مجلس مرافعہ صدر مقرر کئے گئے۔ غالباً سنہ ۱۳۰۵ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا قاری عبد الولی اور مولوی عبد العلی تخلص سابق دو فرزند یادگار چھوڑے آپکی تصانیف میں رسالہ اثبات الظفر فی عظمت معجزہ شق القمر فارسی مطبوعہ مطبع مظہر العجائب مدراس سنہ ۱۲۸۲ھ اثبات الاخیار فی اعجاز سید ابرار اردو مطبوعہ مطبع نظامی کانپور مصنفہ سنہ ۱۲۸۳ھ باقیات الصالحات ہیں۔

مولوی احمد علی خاں

ولد مولوی نور خاں ابن ملا بشارت خاں افغان قوم رزڑ۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ علوم فارسی و عربی اپنے والد سے حاصل کئے طلبا کو پڑھاتے بھی تھے۔ کچھ دنوں وکالت بھی کی۔ پھر رسالہ علی غول میں ملازم ہوگئے۔ شعبان سنہ بارہ سو ستاسی (سنہ ۱۲۸۷ھ) میں انتقال کیا اور تکیہ غلام حیدر خاں میں دفن ہوئے۔ اِن کے فرزند حافظ اسید علی خاں افسر فیل خانہ ہیں تجارت و ستاری دیہات کرتے ہیں۔ عربی کی تعلیم نہیں ہوئی۔

خلیفہ شیخ احمد علی احمدؔ تخلص

ولد شیخ نادر علی رام پور میں پیدا ہوئے۔ محلہ آزاد خاں کے بنگلہ پر رہتے تھے۔ فارسی کتابیں عنبر شاہ خاں عنبرؔ اور کبیر خاں تسلیمؔ سے پڑھیں۔ عربی کے کل علوم وفنون پڑھے تھے۔ مگر کہا کرتے تھے کہ فارسی کے لطف نے عربی چھڑادی۔ نواب خلد آشیاں اور نواب عرش آشیاں کے اُستاد تھے۔ رام پور میں اُن کے فیض تربیت سے فارسی کو خوب ترقی ہوئی۔ نہایت نیک اور سادہ مزاج آدمی تھے سرکاری تنخواہ کے سوا کبھی شاگردوں سے کچھ نہیں لیا۔ درسیات پر پڑھانے میں مثل نہیں رکھتے تھے۔ مرزا نوشہ غالب رام پور آئے۔ تو اُن سے عرفی کے اِس شعر میں گفتگو ہوئی ؎

منکہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب   مرغ توصیف توازواج بیاں انداختہ

شیخ صاحب غالب آئے۔ شاگردوں سے مثل والدین کے محبت کرتے تھے۔ ۲۹۔ رمضان (سنہ ۱۳۰۹ھ) تیرہ سو نو ہجری پنجشنبہ کے دن ۲۸۔ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء رام پور میں نوے برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ نوجوان دو بیٹے حیات میں مر چکے تھے۔ پوتا ہے۔ مگر علوم سے بے بہرہ ہے۔ البتہ شاگرد جو اولاد

معنوی ہیں سیکڑوں موجود ہیں۔ کبھی کبھی فارسی نظم بھی لکھتے تھے۔
نثرِ فارسی۔ ایک چھوٹا سا قلمی نظم و نثر کا مجموعہ ۳۲ صفحہ کا کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔ اس میں نثریں رباعیاں اور چند غزلیں ہیں۔

سید شاہ احمد علی

ابن[1] سید شاہ غلام رسول۔ آپ خواجہ اویس قرنی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے بزرگوں میں سید بہاء الحق بہاولپوری ملقب بہ ذات السادات و محکم دین بودلے صاحب مشہور ہیں۔ منقول ہے کہ آپ کے والد کو خواب میں سید بہاء الحق نے نے ایما کیا کہ اپنے فرزند کو لیکر شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ والد کے ساتھ حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ تعلیم ظاہری و باطنی سے خوب حصہ پایا۔ اور خلافت عطا ہوئی۔ آپ ایسے صاحب نسبت تھے کہ آپ کی ایک نظر اور ایک نعرہ اللہ اکبر میں جماعت کی جماعت لوٹ جاتی تھی۔ اور ایک نظر توجہ سے درویش کامل بن جاتا تھا۔ آپ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ نے حکم دیا کہ آج کل لوگوں کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ تم نعرہ اللہ اکبر لگایا کرو۔ اس سے ہیبت جلالی پیدا ہو گی آپ کا قیام موضع بھٹ پورہ میں رہتا تھا۔ ریاست رام پور سے سات کوس ہے۔ اور حدود ریاست میں تحصیل بلاسپور میں واقع ہو۔ بڑے صاحب نسبت اور صاحب قوت تھے۔ ہزاروں کو فیض باطنی ہوا آپ کے بڑے خلیفہ میاں محمد شیر پیلی بھیت والے ہیں۔ جنکے ہزاروں مرید ہیں۔ سو برس سے کچھ زیادہ عمر ہو چکی تھی کہ یکم محرم سنہ ۱۲۶۶ھ کو بخار ہوا۔ مریدین اور خدام کو بلا کر نصیحت فرمائی اور فرمایا اب میرا وقت پورا ہو چکا ہے اب تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ رعایت ظاہری جس کی قسمت میں جسقدر تھی ختم ہو چکی آئندہ عنایت الٰہی تمہارے شامل حال رہیگی۔ اس مرض

[1] سالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین۔

میں پنجشنبہ کے دن محرم کی تیرھویں تاریخ بارہ سو چھیاسٹھ ۱۲۶۶ھ مطابق ۲۹- نومبر ۱۸۵۰ء کو انتقال فرمایا- اور بھٹ پورہ میں دفن ہوئے آپ کے خلیفہ میاں محمد شیر نے پختہ گنبد بنوادیا ہے- اور جبتک میاں محمد شیر زندہ رہے ہر سال مزار پر حاضر ہو کر عرس کرتے تھے- میاں محمد شیر نے بھی ۵- ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کو انتقال فرمایا-

میاں احمد علی شاہ تخلص احمد

ولد مولوی مصری خاں رامپور میں پیدا ہوئے- جذبۂ درویشی غالب ہوا امام الدین خاں انور تخلص سے مرید ہوئے اور خلافت پائی- صاحب ذکر و شغل تھے- اردو شاعری کا بھی شوق تھا- اپنے مرشد کے شاگرد تھے- علوم عربی میں بھی کامل استعداد تھی- مکان سے کہیں باہر نہیں جاتے تھے- سال میں تین دفعہ باہر نکلتے تھے ایک حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کے عرس میں دوم شاہ درگاہی صاحب کے عرس میں- سوم اپنے پیر و مرشد امام الدین خاں صاحب کے عرس میں وہ بھی اس طرح کہ پالکی کے کواڑ بالکل بند کر لیتے تھے- ستاون برس کی عمر میں انتیسویں شوال کو بارہ سو بیاسی ہجری میں انتقال ہوا- میاں نظام شاہ تخلص نظام نے اپنے مکان واقعہ محلہ بھاگ مل کے کوچہ میں دفن کیا- میاں نظام شاہ تاحیات خود متولی مزار رہے- ان کے بعد حاجی تمیز علی اور ان کے بعد مولوی نذیر محمد خاں متولی ہوئے- یہ تینوں صاحب بھی وہیں دفن ہیں شاہ درگاہی صاحب کا سلسلہ نقشبندی ہے- مگر اب مدت سے اس مزار پر قوالی اور رنڈیوں کا ناچ ہوتا ہے- مریدوں نے سیاہ لباس کو شعار بنالیا ہے-

حکیم احمد علی انصاری

حکیم کبیر علی[۱] خاں انصاری سنبھلی کے بھائی تھے- اور رامپور میں ریاست کے ملازم تھے-

---

[۱] فصول نہج اللہ خانی-

ایک روز جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے اُن سے دریافت کیا۔
چائے کا کیا مزاج ہے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ گرم مائل بہ اعتدال ہے۔ حکیم مرزا
بوعلی حاضر ہوئے تو انسے بھی دریافت کیا حکیم مرزا بوعلی نے عرض کیا۔ کہ چائے درجۂ
سوم میں گرم خشک ہے۔ حضور کے مزاج کے موافق نہیں ہے۔ نواب صاحب نے حکیم
احمد علی کے قول پر اعتماد کیا اور حکیم عطاء اللہ غمین کو گھر سے بلا کر کہا کہ اپنی ماں سے
رات کو چاء تیار کرا کر لانا۔ حکیم بوعلی کو اپنے قول کی صداقت کی فکر پڑی حکیم عطاء اللہ
سے مشورہ کرکے چائے میں خربق سیاہ (کٹکی) ڈالدی نواب صاحب نے سوتے وقت
پی اور آرام کیا۔ نماز تہجد کو اٹھے تو گلے میں درد محسوس ہوا غلام حسین خاں کمیدان سے
کہا واقعی حکیم بوعلی کا قول صحیح ہے چاء درجۂ سوم میں گرم خشک ہے۔ تہجد کے وقت سے
صبح کی نماز تک دس بارہ دفعہ آب سرد پیا مگر تسکین نہیں ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید کے
بعد برف کا پانی چند بار پیا مگر فائدہ نہیں ہوا۔ اشراق کی نماز بمشکل ادا کی۔ اب یہ
نوبت ہوگئی کہ آواز حلق سے نہیں نکلتی تھی۔ اس درمیان میں کُل اطبائے دربار
حکیم محسن خاں شاگرد حکیم شریف خاں دہلوی۔ حکیم دیو کی نندن۔ قطب الملۃ والدین
مولانا حکیم عزالدین میرٹھی۔ حکیم حافظ الہ یار خاں ساکن شاہجہاں پور ملازم
ریاست حکیم محمد زماں خاں۔ حکیم واجد علی خاں ملازم نواب فتح علی خاں رامپوری۔
حکیم صغیر علی خاں ولد کبیر علی خاں اور حکیم بایزید حاضر ہوئے۔ معمولاً سب نے نبض
دیکھکر کہا کوئی بات نہیں ہے تبرید تجویز کردی حکیم صغیر علی خاں نے کہا کہ سرِ رُو کی
فصد سے تھوڑا خون لیا جانا مناسب ہے۔ اس لئے کہ معلوم ہوتا ہے چاء میں کوئی
سی چیز ملادی تھی۔ ورنہ عنقریب خناق کلبی پیدا ہوجائیگا اور زندگی کا اندیشہ ہے
اس کے آثار اب بھی موجود ہیں کہ حلق بند ہوگیا ہے اور درد ہے۔ پیاس ہے۔
آنکھیں سرخ ہیں اور گل آئی ہیں۔ مرزا بوعلی نے عرض کیا کہ الحمد للہ بندہ کا قول

سچ نکلا کہ چار کا مزاج گرم خشک ہو فصد نہ کرائیے بلکہ تبرید قوی کافی ہے۔
نواب صاحب نے حکیم بایزید سے دریافت کیا تمھاری کیا رائے ہے۔ وہ بھی فصد سے متفق ہو گئے۔
مگر حکیم بو علی نے اصرار تبرید پر کیا۔ اور حکیم عطار اللہ کو حکم ہوا کہ دوا تیار کر کے
لائیں وہ گھر گئے اور دوا بنا لائے۔ نواب صاحب نے پی لی۔ دربار عام برخاست
ہو گیا۔ ظہر کی نماز کے وقت خواب سے بیدار ہوئے تو زبان منہ سے باہر آگئی تھی۔
گلے میں اور سر میں درد شدید تھا۔ پیاس کی بھی بہت زیادتی تھی۔ پانی پیتے تھے۔
تو ناک سے نکل جاتا تھا حلق سے نہیں اترتا تھا۔ غلام حسین خاں کمیدان نے
عرض کیا حکم ہو تو ہرکارہ بھیجکر حکیم کبیر علی خاں کو سنبھل سے بلایا جائے۔ زبان سے
کلمہ ادا نہیں ہوتا تھا۔ کاغذ پر لکھکر دیا کہ ہاتھیوں کی ڈاک بٹھا دو اور پروانہ میں
تاکید لکھو کہ جلد آ جائیں۔ مغرب کے وقت زبان منھ سے باہر نکل پڑی ضیق النفس
ہو گیا۔ اور آنکھوں میں تیرگی ہو گئی گویا کل آثار خناق کلبی کے ظاہر ہو گئے۔
اس وقت نواب سید محمد علی خاں بہادر فرزند اکبر نواب صاحب نے حکیم احمد علی سے
کہا اگر خدا نخواستہ نواب صاحب مر گئے تو میں تم کو بھی اسی وقت قتل کر دوں گا
حکیم صاحب کو بھی خوف اپنی جان کا ہوا۔ حکیم بایزید نے پھر جاکر نواب صاحب سے
عرض کیا کہ فصد ضروری ہے مگر حکیم بو علی مصر تھے کہ فصد نہو۔ حکیم محسن علی خاں نے
دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ لیا۔ اور وہاں سے اٹھکر حکیم بایزید کو ساتھ لیکر
مسجد میں آ بیٹھے ان کے پیچھے پیچھے نواب سید محمد علی خاں صاحب بہادر اور نواب
سید فتح علی خاں بہادر بھی مسجد میں چلے آئے اور سب صاحب زار زار روتے تھے۔
ایک پہر رات گئے حکیم کبیر علی خاں آگئے اور حالت دیکھتے ہی فصد تجویز کی۔ حکیم بو علی
فصد کا نام سنتے ہی پیشاب کے حیلہ سے باہر نکلکر سیدھے بریلی کو چلے گئے۔ حکیم
کبیر علیخاں نے محمد حیات جراح کو بلاکر سرو کی فصد لوائی۔ خون نکلتے ہی

زبان منھ میں جانے لگی اور تھوڑی دیر میں ورم وغیرہ جاتا رہا۔ اور زبان گویا ہو گئی۔ لالہ دیپ چند عطار سے معلوم ہوا کہ اُسی دن بموجب رقعہ مہری والدہ حکیم عطاء اللہ ڈیڑھ تولہ کنگی (خریق سیاہ) اسی کی دوکان سے گئی تھی۔ اِس وجہ سے حکیم بوعلی فرار ہو گئے۔

نواب صاحب نے اِسی خوشی میں تین سو روپیہ نقد ایک سفید دوشالہ دو تھان ڈھاکہ کے ڈورئے کے۔ ایک تھان گجراتی مشروع کا اور ایک ستار حکیم کبیر علی خاں کو دی اور ایک ناگن اور ایک تھان جھولہ کا اور آدھا تھان مشروع کا۔ اور ایک پگڑی اور سوا سو روپے حکیم صغیر علی خاں کو اور پچاس روپے اور ایک جوڑہ حکیم محسن خاں کو اور اسی طرح حافظ محمد یار خاں اور حکیم احمد علی خاں کو انعام ملا۔ اُسی روز سے حکیم بایزید کی تنخواہ چالیس روپے ماہانہ مقرر ہوئی۔ اور تیس تیس روپے ماہانہ کی دو اسامیاں سواروں میں ملیں۔ اِس سے پہلے چالیس روپے ماہانہ حکیم بایزید کو نواب محمد علی خاں بہادر دیا کرتے تھے۔ اور حالات معلوم نہیں ہوئے۔

مولوی حافظ آحمد کبیر مجددی

ولد شاہ محمد پیر مجذوب۔ غالباً ولادت ۱۲۰۰ھ میں رام پور میں ہوئی۔ اور اکثر علوم رام پور میں مفتی شرف الدین سے حاصل کئے۔ حرمین شریفین اور بعض ممالک شام میں حدیث وغیرہ کا استفادہ کیا۔ بڑے جید عالم تھے مولوی عبدالقادر خاں سے بہت دوستی ایام طالبعلمی سے تھی۔ مشاہیر شام سے اعمال و وظائف بھی کچھ حاصل کئے تھے۔ ممالک اسلامیہ سے آکر کلکتہ میں بعہدہ افسری مدرسہ عالیہ کلکتہ مامور رہے۔ بارہ سو اناسی ہجری میں (۱۲۷۹ھ) رام پور میں وفات پائی اپنے دادا کے حظیرہ کے سامنے جانب جنوب متصل دیوار مسجد مدفون ہیں۔

ل روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

مولوی احمد یار خاں

رام پور میں محلہ پیلو کی مسجد میں مکان تھا۔ وفات کا وقت معلوم نہیں ہوا ہے۔ سنا ہے صاحب علم تھے۔ اور فارسی میں تو بے مثل تھے۔

مولانا ارشاد حسین مجددی

خلف مولوی حکیم احمد حسین۔ بن غلام محی الدین۔ بن فیض احمد۔ بن شاہ کمال الدین بن شیخ درویش احمد بن شیخ زین العابدین معروف بشاہ فقیر اللہ بن شیخ ضیاء الدین بن یوسف بن شاہ محمد یحیٰی بن مجدد الف ثانی حافظ کلام ربانی۔ محدث۔ مفسر۔ فقیہ۔ درویش۔ مدبر۔ غرضکہ ظاہری و باطنی کوئی ایسا کمال نہیں ہے۔ جو آپ کی ذات میں موجود نہو۔

آپ[1] کے بزرگ سرہند پر سکھوں کی تعدی کے بعد بریلی آئے۔ اور آپ کے دادا غلام محی الدین بریلی سے رام پور تشریف لائے۔ آپ کی ولادت رام پور میں چودھویں صفر ۱۲۴۸ھ کو ہوئی۔ کتب فارسی اپنے والد اور شیخ احمد علی اور اپنے بھائی مولوی امداد حسین سے پڑھیں۔ حافظ غلام نبی۔ مولوی جلال الدین۔ مولوی نصیر الدین خاں سے صرف نحو وغیرہ حاصل کی۔ لکھنؤ جاکر کتب منقول پڑھیں۔ رام پور میں واپس آکر ملا محمد نواب سے باقیماندہ کتب معقول وغیرہ کا درس لیا۔ ملا نواب صاحب۔ نواب خلد آشیاں کو بھی پڑھاتے تھے۔ نواب صاحب کو مذہب امامیہ کی تعلیم دینے کے لئے دو آدمی علیحدہ مقرر تھے جسقدر عقاید امامیہ کی تعلیم ہوتی تھی مولانا اس کو نواب خلد آشیاں کی صفحۂ خاطر سے محو کرا دیتے تھے۔ نواب جنت آرام گاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو ملا نواب صاحب کی صحبت سے منع کر دیا۔ پھر آپ یہاں سے دہلی گئے ملا نواب صاحب افغانی بھی رام پور سے ترک تعلق کرکے دہلی چلے گئے ملا نواب کی

---

[1] انوار العارفین۔ [2] مقامات ارشادیہ۔

ہدایت سے آپ حضرات شاہ احمد سعید سے بیعت ہوئے اور کمالات باطنی حاصل کئے۔ اپنے پیرو مرشد کے صاحبزادوں سے کچھ شکر رنجی بھی ہوگئی تھی۔ مگر حضرت شاہ احمد سعید نے اُس کو رفع دفع فرما دیا۔ آپ حضرات شاہ احمد سعید کے اجلۂ خلفا میں سے تھے۔ شاہ صاحب غدر میں ہجرت فرما کر مکۂ معظمہ کو روانہ ہوئے آپ کو پانی پت سے رام پور رخصت کیا۔ کچھ دنوں کے بعد محمد موسیٰ بخاری ایک خادم خاص کو ساتھ لیکر زیارت حرمین شریفین کو گئے۔ یہ سفر پیدل آٹھ مہینے میں ختم کیا۔ ایک سال تک وہاں حاضر رہکر واپس رام پور آئے تو ملا فقیر آخوند قدس سرہٗ کی مسجد کے حجرہ میں نو مہینے میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور ایک بیوہ سے عقد کر لیا۔ توکل پر گذر تھی۔ نواب خلد آشیاں کو ولیعہدی سے محبت تھی۔ زمانۂ ریاست میں اس کا خوب اظہار فرمایا۔ تقریباً چار سو روپے ماہانہ سرکار سے ملتا تھا۔ محلہ کھاری کنوئیں میں مکان پختہ وخام بنوائے۔ پالکی میں آتے جاتے تھے۔ کہار نوکر تھے۔ خوش لباسی خوش اوقاتی۔ اور خوش اخلاقی سے زندگی بسر کرتے۔ نواب خلد آشیاں کو نہایت محبت تھی۔ اور بہت ادب اور تعظیم کرتے تھے۔ اوراد۔ وظائف۔ حلقہ مراقبہ ذکر وغیرہ سے کوئی وقت خالی نہ تھا۔ سلسلہ درس علٰحدہ جاری تھا۔ ہر جمعہ کو بعد نماز اپنی مسجد میں وعظ فرماتے تھے۔ مجلس وعظ میں خوب ذوق وشوق اور گریہ وبکا ہوتا تھا۔ اپنے احباب کا بہت خیال تھا۔ عیادت اور ماتم پرسی فرماتے۔ شہر اور اہلِ شہر پر خاص اثر تھا۔ اپنے ہم قوم مجددیوں کے معاملات میں ہمیشہ ساعی رہتے تھے۔ شہر اور بیرونجات کے بہت سے لوگ بیعت ہوئے بہت سے خلفا ہیں۔ نواب خلد آشیاں نے حالت مرض میں وصیت کی تھی کہ بعد انتقال مجھے حافظ جمال اللہ صاحب کے مزار میں اس جگہ دفن کیا جائے جو اراضی بقدر ایک

۵۷۔ مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ۔

قبر کے شاہ محمد عمر اور حافظ صاحب کے گنبد کے درمیان میں چھوٹی ہوئی ہے۔ دوم سوائے آپ کے اور مولوی امداد حسین آپ کے بھائی کے اور کوئی نہ نہلائے۔ سوم ریاست کے صرف سے تجہیز و تکفین ہو۔ تین سو روپیہ کی ایک رقم میاں رحیم شاہ کے پاس ہے اُسکو خرچ کیا جائے۔ چنانچہ ایساہی ہوا۔ ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ ذکوٰۃ کے خزانہ میں جمع تھے۔ حالت مرض میں نواب خلد آشیاں نے ایک دستاویز لکھکر آپ کے حوالہ کی کہ اِس روپے سے جائداد خرید کر غرباکی پرورش کریں یہ دستاویز بریلی میں رجسٹری ہوئی۔ اور خزانہ کو حکم عطاے روپیہ کا گیا۔ مگر اس کے بعد ہی نواب صاحب پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ اور حکام ریاست نے اسکی تعمیل نہیں کی۔ نواب عرش آشیاں کے زمانہ میں آپ کی خانقاہ کا وظیفہ بند ہوگیا۔

قتل جنرل اعظم الدین خاں کے معاملہ میں بعض نام کے مسلمانوں نے مولانا کو بھی متہم کیا۔ اخیر میں تنخواہ میں اضافہ ہوا اور دشمن سب شرمندہ ہوئے۔

آپ کے پاس اکثر لوگ امانتیں رکھدیتے تھے آپ اُن سے شرط فرما لیتے تھے کہ اگر مجھے ضرورت ہوئی یا کسی اور کو تو بشرط ادا صرف کردونگا۔ یا دیدونگا۔ کوئی عذر نہ کرتا۔ اِن امانت کی رقموں سے سیکڑوں لوگوں کو مدد پہونچتی تھی اور سود کی آفت سے بچالیتے تھے۔ بعض رقمیں ضائع بھی ہوئیں وہ بخوشی خاطر اپنے پاس سے پوری کردیں اس کا نام ہے فیض رسانی اور دستگیری ظاہری و باطنی۔ جزاہ اللہ خیر الجزا۔

آٹھویں جمادی الآخر کو ۱۳۰۷ھ ہجری میں تپ محرقہ شروع ہوئی۔ اُسی حالت مرض میں تمام امانتیں واپس کیں۔ اور باوجود شدت تپ کے اوقات نماز میں فرق نہیں ہوا۔ اور نہ اوراد و وظائف میں کمی ہوئی۔ دوشنبہ کے دن پندرھویں جمادی الآخر کو ۱۳۰۷ھ میں انتقال فرمایا۔ تمام شہر نماز جنازہ کے لئے اُمنڈ آیا۔

مقامات ارشادیہ۔

عیدگاہ کے میدان میں نماز ہوئی۔ اور اپنی مسجد کے متصل جانب شرق اپنی ملکیت کی زمین میں دفن ہوے اب اولاد میں مولوی محمد احسان حسین ۔ مولوی عوان حسین مولوی محمد ریحان حسین موجود ہیں۔

تصانیف میں ایک ضخیم کتاب انتصار الحق بزبان اُردو بجواب معیار الحق مولانا نذیر حسین محدث دہلوی تصنیف کی ہے۔ اور مطبوعہ ہے یہ کتاب دوبار طبع ہو چکی ہے۔ ترجمہ کتاب الحیل عالمگیری اُردو قلمی۔ ۱۳۶ صفحہ کی کتاب کتب خانہ ریاست میں ہے۔ ایک کتاب ارشاد الصرف ہے جسکا تتمہ مولانا سلامت اللہ صاحب نے لکھکر طبع کرایا ہے۔

مولوی حکیم ارشاد علی

ولد سید نیاز علی۔ اصل وطن بدایوں تھا۔ رام پور میں نانہال تھی۔ بدایوں سے تحصیل علم کے لئے لکھنؤ گئے۔ علوم و فنون درسیہ وہاں ختم کئے۔ رام پور میں آکر اپنی نانہال محلہ بھوٹر میں قیام کیا۔ حکیم ابراہیم خاں طبیب لکھنوی سے طب پڑھتے تھے۔ نہایت وجیہ۔ ذہین۔ قوی الحافظہ تھے اُردو اور فارسی دونوں میں کبھی کبھی طبع آزمائی کرتے تھے۔ خلق اور دوست نوازی مایۂ طینت تھی۔ راقم السطور سے بہت اتحاد تھا۔ افسوس چوبیس سال کی عمر میں مرض دق سے سنہ تیرہ سو دو ہجری میں (۱۳۰۲ھ) رام پور میں انتقال ہوا۔ محلہ بھوٹر کی مسجد میں مزار ہے اور اُسپر یہ تاریخ کندہ ہے۔

حیف ارشاد علی مخزن علم و دانش ۔۔۔ گشت بیمار حیاتش بہ تمامی آمد
از عوارض کہ مداوا نہ پذیرفت یکے ۔۔۔ ترک تن کرد و برون جان گرامی آمد
گفت رضوانش دل خاں حزیں سالِ وفات ۔۔۔ بہر گل گشت جناں سید نامی آمد

باپ کی امیدیں اُن سے وابستہ تھیں وہ بھی چند سال بعد رام پور ہی میں مر گئے۔ ایک چھوٹے بھائی فدا حسین تھے۔ وہ رام پور سے چلے گئے۔

فی الحال مرحوم کے برادر زادہ سید خورشید حسین سب جج ہردوئی میں ہیں۔

مولوی ارشد علی

بن سید عبدالعلی بن قاضی کرامت علی بن قاضی نور علی شہید۔ بن قاضی منیر علی بن قاضی امجد علی بن قاضی دائم علی سرہندی۔ سلسلۂ نسب ابو عبداللہ سید جلال الدین حسین البخاری تک اور وہاں سے حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ کی ماں بیٹی ہیں شیخ احمد حسین بن شیخ غلام محی الدین بن شیخ فیض احمد بن شیخ کمال الدین بن شیخ درویش احمد بن شیخ زین العابدین معروف بشاہ فقیر اللہ سرہندی المتوفی سنہ ۱۱۴۶ ہجری بن شیخ ضیاء الدین معروف بہ شیخ جیو المتوفی سنہ ۱۱۴۶ھ بن خواجہ محمد یحیی المتوفی سنہ ۱۰۹۶ھ بن امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی رضی اللہ عنہم کی۔ مولانا کا آبائی وطن بسی ہے جو سرہند سے چند میل ہے۔ ۱۱۲۲ھ میں بعہد محمد شاہ دہلوی قاضی دائم علی قصبہ ٹھوٹر میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ رام پور کی آبادی میں اب ٹھوٹر محلہ کا نام رہگیا ہے۔ دہلی سے علاقہ سیفنی کی حکومت قضاۃ ملی۔ اس علاقہ میں چوراسی گانؤں تھے۔ سیفنی اب ایک موضع ہے رام پور سے سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر ریاست کی تحصیل شاہ آباد میں داخل ہے۔ حکومت قضا یکے بعد دیگرے قاضی نور علی تک قائم رہی بوجہ تعلق قضا کے قصبہ ٹھوٹر سے سکونت ترک کی سیفنی میں جابسے۔ قاضی نور علی کی شہادت سیفنی میں ہوئی۔ ڈاکوؤں نے آبادی پر حملہ کیا۔ قاضی صاحب ایک مکان میں محصور ہوگئے۔ ڈاکوؤں نے مکان کو آگ لگادی۔ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب کے جسم پر آگ کا مطلق اثر نہیں ہوا اور روح پرواز کرگئی۔ ان کی ٹوپی اور بال بطور تبرک آپ کے خاندان میں موجود ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اُن کو آگ نہیں جلاتی ہے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے رامپور کو آباد کیا تو شہر میں اور قاضی مقرر کیا۔ سیفنی کا علاقہ بدستور ان کی قضا میں رہا۔

مولوی ارشد علی کی ولادت سنہ بارہ سو اُنّاسی (۱۲۷۹ھ) میں سیفنی میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت رام پور میں اپنی نانہال میں پائی۔ علوم متعارفہ اپنے ماموں اور خسر مولانا ارشاد حسین مرحوم سے پڑھے معقول کی کتابیں اپنے خالہ زاد بھائی اور بہنوئی مولانا ظہور الحسین صاحب سے پڑھیں۔ مولانا امداد حسین مرحوم اور حافظ عنایت اللہ خاں سے سلوک مجددیہ کی تکمیل کی۔ عالم باعمل۔ نہایت وجیہ اور خلیق تھے۔ کبھی کبھی مولانا ارشاد حسین مرحوم کی مسجد میں وعظ بھی فرماتے تھے۔ حج کے شوق میں کعبۃ اللہ کو گئے۔ بعد حج مدینۂ منورہ کو روانہ ہوئے۔ پہلی منزل میں سنہ تیرہ سو اٹھائیس ہجری میں (۱۳۲۸ھ) انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپکے دو فرزند ہیں مولوی مرشد علی جو تکمیل عربی میں مصروف ہیں دوسرے شرافت علی جو کم سن ہیں اور قرآن حفظ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ علم سے بہرہ یاب کرے۔ آمین۔
حافظ یعقوب صاحب انیسؔ جونپوری تلمیذ داغؔ دہلوی نے یہ تاریخ کہی۔

الا علامۂ ارشد علی پاک — کہ در علمِ حقائق بود مشہور
مہِ تابانِ افلاکِ شریعت — بادجِ معرفت چوں مہرِ پرنور
بہ اخلاص و محبت چوں سفر کرد — پئے حج و زیارتہائے ماثور
خراماں صورتِ عشاق گشتہ — ز جامِ عشق سرتاپائے مخمور
مزاجش از وطن ناساز بودہ — بہ رہ بیمار تر گردیدہ معذور
دلیرانہ ولے ارکانِ حج را — ادا کردہ بدل شادان و مسرور
پس حج جانبِ طیبہ بصد شوق — کلیم آسا روانہ شد سوئے طور
بدل محوِ خیالِ جبہہ سائی — بلب جاری وصلی اللہ علی نور
یکایک منزلِ اول در آمد — کہ جامِ عمر شد لبریز و معمور
میانِ مکہ و طیبہ سپردند — بزیرِ خاک ماہی گشت مستور

انیس از من شنو سال صالش
سراج العارفین نور علی نور
۱۲۳۴۹

ملا ارم

نہایت جید عالم تھے۔ ہدایہ خوب پڑھاتے تھے۔ مولوی عبد العلی خاں ریاضی داں کہا کرتے تھے کہ ہم بھی ان کے درس میں بیٹھے ہیں۔ محلہ راجدوارہ ذوقی رام باغیچہ کی پشت پر ایک مسجد ملا ارم کی بنائی ہوئی موجود ہے پہلے خام تھی۔ اب چند روز ہوئے کہ پختہ ہوگئی ہے۔ ان کے بیٹے اخوندزادہ غلام محمد خاں خاصوں کے رسالہ کے رسالدار نواب فردوس مکاں کے عہد میں تھے انکے دو بیٹے تھے۔ ایک عبدالعزیز خاں رسالہ ششم میں دفعدار تھے دوسرے عبد الحکیم خاں پولس میں جمعدار تھے دونوں انتقال کر گئے۔ اور محلہ راج دروازہ میں اب ان کے خاندان کی سکونت نہیں ہے۔ عبدالحکیم خاں کی اولاد ہیں مگر علوم عربی و فارسی سے نا آشنائے محض۔

مولوی اسحٰق خاں

ولد حافظ اکبر خاں در اصل رہنے والے خان پور کے تھے۔ بعد غدر یہاں آئے۔ مولوی ہدایت اللہ خاں سے صرف و نحو پڑھی۔ مولوی نور النبی صاحب سے کتب منطق ختم کیں۔ ریاضی میں اپنا مثل نہیں رکھتے ہیں۔ آپ دہلی میں آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ چیلوں کے کوچہ میں نواب شرف الدین خاں کے مکان پر رہتے ہیں۔ کتب حدیث اور فقہ مولوی نذیر احمد محدث دہلوی سے پڑھی ہیں۔ رام پور میں راج دوارہ محلہ میں رہتے تھے۔ اب عمر تقریباً ستر برس کی ہوگی۔

مولوی اسد الحق

مولوی اسد الحق خلف مولوی عبد الحق شمس العلما خیر آبادی۔ تمام علوم و فنون اپنے والد سے پڑھے۔ طبیعت کے نہایت ذہین تھے۔ اگر عمر نے وفا کی ہوتی تو شہرت میں باپ سے کم نہ ہوتے۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں مدرس اعلیٰ تھے عین شباب میں ہیضہ سے

رام پور میں ۴ اگست ۱۹۰۶ء (۱۳۲۴ھ) کو شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ اور میاں خواجہ احمد صاحب کے باغ میں بلاسپور دروازہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے ساتھ علم وفضل بھی آپ کے خاندان سے گویا اُٹھ گیا۔

ملا اسلم آخون

جناب[1] نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) زندہ تھے فقہ[2] کے نادر نادر جزئیات بہت معلوم تھے اور اکثر امرا کی مصاحبت میں رہتے تھے۔ اور حالات معلوم نہیں ہوئے۔

سید محمد اشرف علی

بن سید مولوی حافظ یعقوب علی بن سید مولوی عباس علی بن سید صدرالدین عرف لالہ میاں۔ بن سید پیر علی بن سید مبارک عرف سید سجن۔ بن سید بولن۔ بن سید داؤد۔ بن سید صدر جہاں۔

سید صدر جہاں کو دربار شاہی دہلی سے چودہ گاؤں نواح رام پور میں عطا ہوئے تھے۔ اِس جاگیر کی وجہ سے شہر رام پور کی آبادی سے پہلے رام پور میں آئے۔ موضع کمورا دھمورا جو رام پور اور بریلی کے درمیان میں دھمورا کے نام سے اسٹیشن ہے جاگیر میں تھا۔ انقلاب زمانہ سے یہ سب جاگیر ضبط ہوگئی۔ آپ کے نانا مولوی محمد اسحاق خلف مولوی محمد حسن مصنف شرح سلم ہیں۔ آپ کے والد سلسلہ چشتیہ میں صاحب ارشاد تھے اِس لئے غیر مرید کو مجلس سماع میں نہیں آنے دیتے تھے۔

سید صاحب کو آٹھ برس کی عمر میں سماع کا شوق ہوا اور اِس لئے اپنے والد سے بیعت ہوگئے۔ سترہ سال کی عمر میں مولانا حبیب اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اُن سے بیعت کا خیال ہوا ارادہ کیا کہ کل جمعہ ہے بیعت ہو جاؤنگا۔ شب جمعہ میں

سلہ فضول فیض اللہ خانی۔ ۵۲ روزنامچہ عبدالقادر خاں۔

خواب دیکھا کہ اپنے والد کے ہمراہ مولانا فخرالدین دہلوی کے مزار پر حاضر ہوں۔ فاتحہ خوانی کو ہاتھ اُٹھایا تو یہ معلوم ہوا کہ صاحب مزار نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا میرا ہوکر غیر کے پاس جاتا ہی۔ اسوقت بحالت خواب آپ بہت شرمندہ ہوے اور عرض کیا کہ مجھے آپ سینہ سے لگا لیجیے اُنھوں نے سینہ سے لگایا۔ پھر آپ کی آنکھ کھُل گئی اور سینہ میں ایسی تڑپ پیدا تھی کہ ایک شب و روز تڑپتے رہے۔

چالیس برس کی عمر میں آپ کے والد نے خلافت عطا کی۔ اور مجلس عام میں اپنی دستار آپ کے سر پر رکھدی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد الہ آباد میں مولوی فخرالدین عرف حکیم بادشاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے۔ سلسلۂ قادریہ میں اُن سے بیعت ہوے اور نقشبندی طریق میں بھی لطائف ستہ پر عبور کیا اور سند خلافت پائی۔ میں اپنے بچپن سے آپ سے واقف ہوں۔ نہایت کم سخن اکثر خاموش دنیا سے بیزار شہر سے تین میل کے فاصلہ پر قدم رسول کی تولیت سپرد تھی۔ نماز جمعہ کے واسطے شہر میں آتے تھے۔ بہت صابر اور شاکر تھے۔ افسوس کہ یکم صفر سنہ بارہ سو چھتیس ہجری (۱۳۳۶ھ) کو رام پور میں انتقال فرمایا۔ قدم شریف میں آبادی کے قریب مزار ہی

مولوی اشفاق احمد

بن بشیر احمد بن علی محمد بن غلام محمد قوم شیخ فضلی۔ رام پور کے ٹھوٹر محلہ میں ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوے۔ ۱۳۱۲ھ میں مولوی عبداللہ امرتسری سے قرآن شریف حفظ کیا۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں درجہ بدرجہ ترقی پاکر درجہ تکمیل کے امتحان میں کامیاب ہوے۔ اور سند حاصل کی۔ ادب اور حدیث شریف مولانا محمد وزیر احمد محدث رام پوری سے پڑھی۔ قوت علمی خوب ہی۔ خط نستعلیق پاکیزہ ہی۔ تھوڑا حساب بھی آتا ہی۔ متقی اور دیندار ہیں۔ خاموش اور استقلال سے کام کرتے ہیں۔

طلبا کو کوشش سے پڑھاتے ہیں۔ مدرسۂ انوار العلوم میں عربی کے مدرس ہے۔
اب مدرسۂ عالیہ رام پور میں مدرس ہیں۔

اصغر علیخاں تخلص اصغر

ولد محمد اسمٰعیل خاں۔ ساکن متصل مزار میاں نعیم شاہ صاحب رام پور میں بارہ سو بجاسی ہجری میں (۱۲۸۵ھ) پیدا ہوے۔ اصل قوم علوی ہے آپ کے بزرگ عرب سے افغانستان آئے۔ بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۱ھ) آپ کے پردادا اخون آزاد نور خاں افغانستان سے رام پور آئے۔ اور یہاں افغانوں میں تعلقات ہو گئے۔ میں آپ سے آٹھ برس کی عمر سے واقف ہوں ایسے سعید بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی کوئی حرف فحش زبان سے نہیں نکالا میرے ہاں کے مکتب میں پڑھتے تھے مطلقاً کوئی فعل خلاف تہذیب بھی سرزد نہیں ہوا مختلف اساتذہ سے درسیہ فارسی کتابیں پڑھیں سن شعور سے نماز قضا نہیں کی۔ آپ کے والد سپاہیوں میں ملازم تھے۔ مگر کسی شخص کا احسان آپ نے نہیں لیا۔ اور نہ کبھی اپنی ضرورت کا اظہار کیا۔ اس زمانہ میں رام پور میں شاعری کی گرم بازاری تھی۔ اُردو نظم میں جناب امیر مینائی سے اصلاح لینے لگے کچھ دنوں امیر اللغات کے دفتر میں بھی کام کیا اور دفاتر میں بھی ملازم رہے۔ چند برس جے پور میں ملازمت کی۔ اور کبھی مال حرام تو درکنار مشتبہ مال کی طرف بھی توجہ نہیں کی۔ اب مدت سے خانہ نشین ہیں۔ کچھ طلبا آجاتے ہیں اُن کو پڑھاتے ہیں۔ ایک وقت اپنے ہاتھ سے روٹی پکالی اور دونوں وقت کھالی۔ مولانا سید امیر بادشاہ قادری پشاوری سے خاندان قادریہ میں اجازت ہی۔ اور مولانا خلیل الرحمن سرسادی الچشتی نظامی جمالی سے خاندان چشتیہ میں خلافت ملی ہی۔ رجب میں تین روز تک

خواجہ غریب نواز کا عرس کرتے ہیں۔ اور ہر چھٹی تاریخ چاند کی بھی فاتحہ خواجہ صاحب کا مع قوالی کے ہوتا ہے بہت سے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ بہت سے مرید بھی ہیں۔ شاعری اُردو کا مشغلہ اب کم ہے۔ اصغر تخلص ہے۔ کبھی کبھی تسکین بھی تخلص لکھتے ہیں اس لیے کہ مرشد کا مجوزہ نام تسکین شاہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ بحالت تجرد جس پاکبازانہ طریقہ سے آپ نے نوجوانی کو خاک میں ملایا اسکی نظیر آجکل کم ملیگی۔ کلام اُردو کا نمونہ تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید میں چھپ گیا ہے تمام اوقات عبادت الٰہی اور ذکر و شغل میں صرف ہوتے ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مولوی آصف علی

یہ دہلی[۱] کے رہنے والے تھے۔ مرد دانا اور بیمثل عالم تھے۔ ساٹھ برس تک دہلی میں رہے۔ درویشوں کی خدمت سے بھی شوق تھا۔ مولوی فخر الدین مرزا مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر درد وغیرہ قدس اللہ سرہم اجمعین سے صحبتیں رہیں۔ صاحب مجمع الکرامات لکھتے ہیں کہ میرے والد غلام حسین خاں ان کی تعریفیں سنکر ملنے گئے۔ واقعی جیسا سنا تھا۔ ویسا پایا۔ درویشوں کے تذکرہ میں حافظ شاہ جمال اللہ نے اپنے پیر کا ذکر کیا۔ مولوی موصوف مشتاق ہوئے۔ حافظ شاہ جمال اللہ صاحب علما کی بہت تعظیم فرماتے تھے مولوی صاحب حاضر ہوئے تو حافظ صاحب نے سرو قد تعظیم کی اور معانقہ کیا۔ معانقہ کرنا تھا کہ مولوی صاحب بیہوش ہو گئے۔ سات روز تک یہی حالت اُن کی رہی۔ دہلی چھوڑ کر رام پور ہی میں قیام کر دیا۔ عربی فارسی میں کمال تھا۔ عنبر[۲] شاہ خاں عنبر و آشفتہ رام پوری نے آپ سے بھی پڑھا تھا۔ یہ پتا نہیں چلا کہ انتقال کہاں ہوا۔ اور مدفن کہاں ہے۔ حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کا انتقال ۱۲۰۹ھ میں ہوا ہے۔

سلہ مجمع الکرامات فارسی امام الدین خاں۔ سلہ گنج گنج عنبر شاہ خاں۔

ملا اعظم خاں امان زئی

انکا مفصل حال کہیں نہیں ملا۔ نہ ان کی اولاد کا پتا چلا فصول فیض اللہ خانی میں ورق ۳۴۹ پر یہ درج ہے کہ جناب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر ملا صاحب کی علالت میں انکی عیادت کو تشریف لیجاتے تھے۔

پیرزادہ اعظم الدین خاں

ابن امام الدین خاں ابن جلال الدین خاں جنکے نام سے محلہ کٹرہ جلال الدین خاں مشہور ہے آپ کے دادا کو جناب نواب سید علی محمد خاں بہادر نے کابل سے بلایا تھا نواب سید فیض اللہ خاں بہادر رامپور میں لائے انکے دادا کے ساتھ سید بیشتر اہل علم اور خانہ زاد ایک جماعت کشمیر ولایت سے آئی تھی کٹرہ جلال الدین کی آراضی رہنے کو ملی۔ اس اراضی میں مسجد اور قبرستان اور رہنے کے لیے مکان بنایا اہل حرفہ کے لئے مکانات خس پوش بنوادئے۔

جس قبرستان میں جلال الدین خاں کی قبر تھی وہاں صاحبزادہ کاظم علی خاں بہادر نے قبریں توڑکر حیات گنج نام کا بازار بنوایا۔ وہ بازار بھی مسمار ہوگیا اراضی فروخت ہوگئی جلال الدین خاں کی قبر آجکل کلن حلوائی کے مکان میں باقی ہے دوسرا قبرستان اور بنایا جس میں اب پیرزادہ اعظم الدین خاں کا مزار ہے۔

آپکی پیدائش کا سنہ معلوم نہیں ہوا۔ ایام شباب میں نواب امیر خاں والی ٹونک کے وہاں فوج میں بھرتی ہوئے اور جمعداری کے عہدہ تک ترقی پائی۔ اس زمانہ میں جمعدار کے پاس ہزار یا پندرہ سو فوج تھی اور پوری فوج کی تنخواہ جمعدار کو ملتی تھی وہ اپنے پسند کے آدمی رکھتا تھا پیرزادہ موصوف نے فوج کے ہمراہ راجپوتانہ میں کسی چھوٹے رئیس پر شب خون مارا صبح کی نماز کے وقت دیکھا کہ ایک عورت ہندو بھاگ کر جانا چاہتی تھی ایک فوج کے سوار نے ایسا ہاتھ مارا کہ دو ٹکڑے ہوکر گری عورت حاملہ تھی بچا پیٹ سے باہر نکل کر تڑپ رہا تھا۔ آپ اس شخص کو گرفتار کرکے نواب امیر خاں کے سامنے لائے نواب صاحب نے سب فوج کے سامنے اس سوار کی گردن ماردی اور عورت کے ورثا کو پانچ ہزار روپے دئے حالانکہ نواب صاحب کا سخت حکم تھا کہ عورت اور بچوں پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے اسی شب خون کی

کارگذاری میں پیرزادہ صاحب کو رسالہ داری ملی۔ لیکن اُس عورت کا واقعہ قتل اُسوقت سے ہر لحظہ پیش نظر تھا۔ آپنے استعفا ملازمت سے دیا۔ بہت اصرار سے قبول ہوا۔ قلب کی کچھ ایسی حالت ہو گئی تھی کہ رام پور آتے ہی حضرت میاں امیر شاہ صاحب سے بیعت ہو گئے۔ ریاضت و مجاہدہ شروع ہو گیا۔ فرماتے تھے کہ پیر و مرشد نے ایک سال کے چلہ کا حکم دیا۔ مراد آباد میں رستم خاں کے قلعہ والی مسجد ویران تھی اِس مسجد میں چلہ کیا۔ عبداللہ نامی ایک پیر بھائی تھا وہ ڈیڑھ چھٹانک کی جو کی روٹی اور ایک لوٹا پانی آٹھ پہر میں ایک بار دیجاتا تھا۔ اُس مسجد میں بھیڑیے کا جوڑا رہتا تھا اُسی کے بچے آپکے پاس آکر کھیلتے رہتے تھے کبھی تکلیف نہیں دی۔ سانپ جسم پر چڑھ جاتے تھے مگر ستاتے نہ تھے۔ پیرزادہ موصوف کہتے تھے کہ ایک روز عبداللہ نامی آیا اور کہا میں نے سورۂ مزمل پڑھی تھی تین دن بیہوش رہا آپکو کھانا نہ ملا معاف کیجئے۔ فرماتے تھے کہ کھانا اور پانی مجھے روز ملتا تھا۔ کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ یہ اسرار الٰہی ہیں۔ پورے ایک سال کا چلہ کر کے رام پور آئے۔ حضرت میاں غلام شاہ صاحب کے انتقال کے بعد اُنکی جگہ حضرت میاں امیر شاہ صاحب سجادہ نشین ہوئے ان کے صاحبزادہ کو یہ امر ناگوار تھا اور حکم دیا کہ میاں امیر شاہ کو خانقاہ سے نکال دیا جائے۔ صاحبزادہ کے ساتھ مسلح آدمی جمع ہو گئے۔ پیرزادہ صاحب بھی یہ سُنکر اپنے دوست عزیز جمع کر کے مسلح ہو کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مُرشد نے فرمایا پیرزادہ میں تو اپنے مرشد کا غلام ہوں۔ مجھے سرتابی سے کیا مطلب تم اس معاملہ میں دخل نہ دو۔ پیرزادہ صاحب اپنے مرشد کو اپنے مکان پر لے آئے۔ لوگوں کے رہنے کیلئے چھپر ڈالدیئے صبح و شام حلقہ ذکر ہوتا تھا۔ کئی سال یہی حالت رہی۔ مرشد کے ایسے تابعدار تھے کہ اُنکے ارشاد سے اپنی بیٹی بخشی بیگم مرشد کے بھائی میاں جنید شاہ کے نکاح میں دیدی۔ جب آپکے مرشد نے اپنا ذاتی مکان درست کرا لیا تب آپکے مکان سے رخصت ہوئے۔

پیرزادہ صاحب کو اجازت بیعت و خلافت ۱۲۴۵ھ میں ملی تھی۔ اُنکی کچھ آمدنی کرایہ مکانات اور دوکانوں کی تھی۔ ایک اراضی نوابی اور ایک اراضی انگریزی عملداری میں تھی۔ یہی وجہ معاش تھی۔ نہایت مرتاض اور باوقات تھے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر نے معافی

دینا چاہی مگر قبول نہیں کی بارہ سو ترانوے ہجری (۱۲۹۳ھ) کے قریب انتقال ہوا اور اپنے خاص قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپکے فرزند پیرزادہ معین الدین خاں پنشنر سب انسپکٹر پولیس انگریزی تھے کبھی رشوت نہیں لی بہت خوب آدمی تھے۔ اُنکا انتقال بھی ہو گیا۔

سید اعظم علی شاہ

گنگو کے رہنے والے تھے تحصیل علوم کے لیئے رام پور آئے اور داہل خاں کے گھر میں عبداللہ خاں خٹک کی مسجد میں رہتے تھے۔ عبداللہ خاں اُن کے خبر گیراں تھے۔ ایک بار علیل ہوئے تو حکیم ابا یزید نے علاج کیا۔ اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔

حکیم محمد اعظم خاں

ولد حکیم شاہ اعظم خاں ولد رضی خاں ولد اسمٰعیل خاں افغان اکوزی جس زمانہ میں جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر نے سرہند کی فتح کی تیاری کی اسی زمانہ میں اسمٰعیل خاں کے بیٹے محمد کاظم خاں عرف کا جو خان چار سو آدمیوں کی جمعیت سے موضع سما ملک سوات سے آکر نواب صاحب کی ملازمت میں داخل ہوئے کاظم خاں ۱۱۶۲ھ میں ڈوری رسول پور کے میدان میں جو بدایوں سے جنوب و مشرق کو چار میل ہے بنگش والوں کے مقابلہ میں مارے گئے اسی میدان میں انکی قبر ہے۔ ان کے مرنے کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی رضی خاں عرف روزی خاں سوات سے آئے اور بھائی کی جگہ جمعدار ہو گئے رضی خاں نے آنولہ میں ایک باغ لگایا اور مسجد پختہ بنائی تھی جو ابھی موجود ہے تقسیم روہلکھنڈ کے بعد رضی خاں مع اپنے رسالہ کے جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کی ملازمت میں آگئے اور رام پور میں ان کو سو بیگہ زمین موضع ٹھوٹر کی سکونت کے واسطے ملی شتر خانہ کہنہ کے پاس اب تک روزی خاں کا گھیر مشہور ہے اپنے لیے پختہ مکان بنایا اور ایک مسجد بھی پختہ بنائی ۱۱۷۴ھ میں احمد شاہ کی جانب سے مرہٹوں کے مقابلہ میں شریک جنگ تھے۔ رضی خاں اس لڑائی میں بہت زخمی

سلہ فصول فیض اللہ خانی ورق ۲۱۱۔

ہوے تھے نواب صاحب نے خلعت کے سوا ایک ملک موضع پنیہر کٹھیرہ میں عطا کی اور رسالہ کے لئے ریہٹر ٹیپا اور کاشی پور کے پرگنات نامزد کر دیے۔ سنہ ۱۲۰۹ھ میں دوجوڑہ کی لڑائی میں بھی رضی خاں شریک تھے۔ ان کے بیٹے محمد شاہ خاں اس جنگ میں بہت زخمی ہوئے تھے۔ سنہ ۱۲۳۵ھ میں رضی خاں کا انتقال ہوا۔ رضی خاں کے انور شاہ خاں، سعادت خاں، محمد شاہ خاں۔ شاہ ولی خاں۔ شاہ اعظم خاں۔ محمد نور خاں۔ شاہ محمد خاں۔ اور شیر محمد خاں فرزند ہوے۔ حکیم شاہ اعظم خاں ولد رضی خاں کی شادی صالح محمد خاں رسالہ دار کی بیٹی سے ہوئی۔ اور ان کے بطن سے حکیم محمد اعظم خاں پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے وقت کل چودہ سال کی عمر تھی۔ اُس وقت تک فارسی درسیات ختم کر چکے تھے۔ اب ہونہار بچہ کو علوم و فنون عربیہ کا شوق ہوا صرف و نحو و منطق مولوی عبدالرحیم خاں ولد حاجی محمد سعید خاں سے پڑھی۔ دینیات مفتی شرف الدین رام پوری سے پڑھی۔ اس وقت تک جس قدر مشہور اساتذہ تھے اُن سے بھی فیض پایا بائیس سال کی عمر میں بارہ سو اکیاون ہجری میں (سنہ ۱۲۵۱ھ) بھوپال گئے وہاں جہانگیر محمد خاں عرف نواب دولھا کے ہاں تیس روپیہ ماہانہ پر ملازم ہو گئے۔ نواب قدسیہ بیگم نے جس زمانہ میں نواب دولھا کو قید کر رکھا تھا۔ حکیم صاحب ان کے علاج کے حیلہ سے پاس رہتے تھے۔ اس قید سے بہ تبدیل لباس نواب دولھا کو حکیم صاحب نے نکال دیا۔ اس ہنگامہ میں نواب قدسیہ بیگم نے حکیم صاحب کو نظر بند کر دیا۔ کچھ دن کے بعد راجہ خوشوقت رائے کی کوشش سے شہر سے چلے جانے کی اجازت ملی۔ آپ وہاں سے سہور کو نواب دولہ کے پاس چلے گئے۔ نواب دولہا نے بایمائے برٹش حکام قدسیہ بیگم پر فوج کشی کی حکیم صاحب کے سامنے یہ کل واقعات گزرے۔ بارہ سو ترپن ہجری (سنہ ۱۲۵۳ھ) مطابق اٹھارہ سو سینتیس عیسوی (سنہ ۱۸۳۷ع) میں نواب قدسیہ بیگم معزول ہوئیں۔ نواب دولہ کو

ریاست ملی۔ اسوقت نواب دولھا نے حکیم صاحب کے لئے دو سو روپیہ ماہانہ کی تنخواہ اور ایک سو روپے ماہانہ خرچ پالکی دہاتی کے مقرر کئے۔ اور دو گانوں موضع دیری ؤ موضع نیوڑی جنکی جمع ساڑھے تین ہزار روپے سالانہ کی تھی جاگیر میں دیئے نواب دولھا کے ایک بار درد گردہ ہوا۔ حکیم علی محمد کرانوی اور حکیم سراج الدین دہلوی کے علاج سے آرام نہیں ہوا۔ حکیم صاحب کی تدبیر سے مرض جاتا رہا۔ نواب صاحب نے ایک دوشالہ قیمتی ایک ہزار روپیہ کا عطا کیا اور نواب صاحب کی والدہ نے تین سو روپے دئے اور ریاست سے ناظم جہاں کا خطاب بھی ملا۔ نواب دولھا کے مرض موت میں دھولپور سے حکیم وارث علی بلائے گئے۔ نواب صاحب کی بدپرہیزی کی وجہ سے وہ بغیر فیس لینے کے بڑودہ کو اپنے بھائی حکیم کاظم علی کے پاس چلے گئے۔ ادھر ذیقعدہ کی اٹھائیسویں تاریخ بارہ سو ساٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۰ھ) مطابق ۲۹ - دسمبر ۱۸۴۴ء کو نواب دولھا کا انتقال ہوگیا۔ حکیم وارث علی خاں نے بڑودہ میں حکیم صاحب کو پانچ سو روپے ماہانہ پر بلایا۔ مگر نواب سکندر بیگم نے نہیں جانے دیا۔ ایک بار بطریق سیر حکیم صاحب لکھنؤ گئے تھے۔ واجد علی شاہ عارضہ مراق میں بتلا تھے۔ سلیمن صاحب رزیڈنٹ سے اور نواب علی نقی خاں وزیر سے ملاقات ہوئی وزیر نے دعوت کی اور خلعت دیا۔ راجہ مان سنگھ سے بھی ملاقات ہوئی وہ چاہتے تھے انکو پرگنہ سلون کا ناظم مقرر کردیں۔ مگر حکیم صاحب نے وہاں کی ابتریاں سلیمن صاحب کی زبانی سنکر انکار کردیا۔ واجد علی شاہ کی والدہ نے چاہا کہ بادشاہ کا علاج کریں مگر آپ نے اُس سے گریز کی۔ نواب دولھا کے انتقال کے بعد بھوپال میں تھوڑے دن رہکر ترک تعلق کرکے اندور چلے گئے مسٹر ہملٹن رزیڈنٹ اندور نے آپ کو پالکی کی ڈاک پر مہیسر کو ہالانائک کے علاج کے لیے بھیجدیا۔ اس کو دق تھی۔ اس لیے آپ نے علاج نہیں کیا۔ واپس چلے آئے۔ اُسی زمانہ میں بیجابائی نے اپنے مدارالمہام داروغہ لطف علی کو بھیجکر اپنی بہن کے لئے اُجین میں بلایا۔

ڈیڑھ سو روپے تنخواہ کے مقرر ہوئے۔ حکیم غلام علی بھی اُن کے وہاں نوکر تھے تین سال اُن کی ملازمت کی ایک وقت میں جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ نے بھی معرفت مفتی شرف الدین صاحب بغرض ملازمت بلایا تھا۔ بیجا بائی کی ملازمت تک اہل و عیال حکیم صاحب کے بھوپال میں رہتے تھے۔ یہ رخصت لیکر بھوپال جاتے تھے۔ نواب غوث محمد خاں صاحب بہادر رئیس جاورہ اور منشی شہامت علی نے لکھا کہ اندور ہوتے ہوئے جایئے۔ اس وقت یہ دونوں صاحب اندور ہیں تھے۔ حکیم صاحب اندور گئے۔ مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر بہادر کو بھی اطلاع ہوئی۔ مہاراجہ صاحب نے بخشی رام سرن اور میجر بندہ علی کی وساطت سے اُن کو طلب کیا۔ اور ملازمت میں رکھنا چاہا۔ بیجا بائی کو خط لکھکر مہاراجہ صاحب نے اجازت منگائی۔ مہاراجہ صاحب نے دو سو روپے تنخواہ کر کے نوکر رکھ لیا۔ اس کے بعد ساڑھے تین سو کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ مہاراجہ صاحب کے طبیب خاص تھے چند سال تک صدر کوٹ کے جج بھی رہے۔ مہاراجہ صاحب معاملات میں اکثر ایسا مشورہ کرتے تھے۔ ایک بار مہاراجہ اندور نے آپ کو مہارانا سروپ سنگھ والیِ اودیپور کے علاج کے واسطے بھیجا تھا۔ مگر اُن کی بدپرہیزی کی وجہ سے آپ واپس چلے آئے۔ مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر بہادر اور جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کے مراسم اتحاد زیادہ ہوجانے میں حکیم صاحب کی آمد و رفت کو بڑا دخل تھا۔ چنانچہ مہاراجہ ہلکر سنہ ۱۸۷۶ء میں مع اہل و عیال سات سو آدمیوں کے ساتھ رام پور آئے۔ نواب خلد آشیاں بہادر نے حکیم صاحب کو رام پور میں تعمیر مکان کے لئے ایک ہزار روپے دئے اور موضع بھوٹ میں ایک ملک لاخراجی عطا کی جو اب تک اُنکی اولاد کے قبضہ میں ہے۔ فن طب کی اکثر کتابیں آپ نے دیکھیں تھیں۔ ان کی وسیع النظری ان کی تالیفات سے عیاں ہے۔ معالجات میں قدیمی ترکیبیں مدنظر رہتی تھیں۔ اخیر عمر میں نظر جاتی

رہی تھی۔ ریاست اندور نے ارھائی سو کی پنشن مقرر کردی۔ جو مرتے دم تک جاری رہی۔ محمد افضل خاں آپ کے بیٹے آپ کے سامنے جمادی الاول کی اکیسویں تاریخ تیرہ سو چار ہجری (۱۳۰۴ھ) کو مرگئے تھے۔ اب حکیم محمد اکمل خاں پوتے زندہ ہیں مطب بھی کرتے ہیں اور اندور میں انعام کمشنر ہیں۔

حکیم صاحب کو ابتدا میں شعروشاعری اُردو سے بھی ذوق تھا۔ اعظم تخلص ہے اتقا اور پرہیزگاری میں فرد تھے۔ حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب رام پوری سے بیعت تھے۔ دوشنبہ کے دن محرم کی چوتھی تاریخ تیرہ سو بیس ہجری (۱۳۲۰ھ) کو اندور میں انتقال ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ آغا سنجر ایرانی نے تاریخ کہی ہے۔ گفت مرگ خان صاحب بوعلی سینائے ہند۔ آپ نے اندور اور رام پور ضلع مرادآباد میں معقول جائداد چھوڑی۔ آپ کی تصانیف میں سے فارسی زبان میں ذیل کی کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

۱۔ اکسیر اعظم معالجات چار جلدوں میں۔ ۲۔ رموز اعظم معالجات میں دو جلدوں میں۔
۳۔ قرابادین اعظم مرکبات میں ایک جلد میں۔ ۴۔ نیر اعظم نبض کے بیان میں۔
۵۔ رکن اعظم بحران کے بیان میں۔ ۶۔ محیط اعظم مفردات میں چار جلدوں میں۔

حکیم صاحب لغات طبیہ کو بھی جمع کر رہے تھے جس کا نام قسطاس الاعظم ہے۔ یہ قلمی کتاب مکمل آپ کے پوتے کے پاس ہے۔ اور دو جلدوں میں ہے۔ ان کل تصانیف کو دیکھکر اس شخص کی وسعت معلومات اور قوت تالیفات کا پتا چلتا ہے۔ حقیقت میں متاخرین میں اس کثرت اور جامعیت کا مؤلف دوسرا نہیں ہوا۔

حکیم محمد افضل خاں

شاگرد نواب علوی خاں کے تھے۔ اور پیر مول خاں کے ملازم تھے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔ پیر مول خاں معزز سردار جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے تھے۔[1]

[1] فصول فیض اللہ خانی ورق ۳۶۳۔

حکیم مولوی افضال احمد خاں

ولد محمد سعید خاں افغان امان زئی۔ رام پور کے محلہ بذریا خانساماں میں پیدا ہوئے۔ فارسی کتابیں مولوی مقبول ولایتی۔ مولوی حسین شاہماں۔ اور خلیفہ شیخ احمد علی رام پوری سے پڑھیں۔ عربی کی تحصیل مدرسۂ عالیہ رام پور میں کی۔ اور کچھ کتابیں شمس العلما مولوی عبد الحق خیرآبادی سے پڑھیں۔ طب کی ابتدائی کتابیں حکیم عبد الرزاق خاں رام پوری سے پڑھکر دہلی گئے۔ اور حکیم محمود خاں اور حاذق الملک حکیم عبد المجید خاں سے طب کی تکمیل کی۔ اور سند حاصل کی۔ کچھ انگریزی بھی حاصل کرلی۔ ستمبر ۱۹۱۵ء تک سنٹرل انڈیا کے ضلع ساگر میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ ۲۴۔ اگست ۱۹۲۴ء کو انتقال ہوا۔

اکبر شاہ خاں تخلص فرحت

ولد ملا ملوک۔ ملا ملوک کا گمیر مفتی شرف الدین کے گمیر کی برابر ہی یہ خاندان شجاع بھی تھا۔ اور صاحب علم بھی تھا۔ ملا ملوک دوجوڑکی جنگ[1] میں شریک تھے۔ اکبر شاہ خاں صاحب علم تھے حاجی گل محمد خاں سے نظم میں اصلاح لیتے تھے آپ کا دیوان اُردو ۱۳۴ صفحہ کا کتب خانہ ریاست میں موجود ہی۔ کچھ قطعات تاریخ بھی ہیں۔ تعمیر کوٹھی خورشید منزل کی تاریخ ہی۔

اُٹھا کر سر ہوش زانو سے کہہ
نیا اِک مُرقع یہ تصویر کا
۱۳۱۱ھ

خورشید منزل کے سامنے والی نہر کی تاریخ ہے

بنی آگے کوٹھی دوالان کے | عجب نہر پاکیزہ نزہت اثرت
میں تاریخ اسکی جو پوچھی کہی | خرد نے کہ۔ ہی نہر نہر بہشت
۱۳۱۲ھ

---

[1] انتخاب یادگار۔ [2] جنگ نامہ خلیفہ معظم۔

تاریخ باغ بے نظیر

ہوئی تعمیر باغ نو جسدم — اور نام اُس کا بے نظیر رکھا
دل نے روئے حساب تاریخ — کہی مجھسے کہ بے نظیر بنا
سنہ ۱۲۳۳ھ

پچھتر برس کی عمر ہوئی ذیقعدہ کی نویں تاریخ بارہ سو چونسٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۴ھ) کو انتقال کیا

مولوی سید اکبر شاہ

تاریخ جام جہاں نما میں انکا نام موجود ہی۔ اور اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ سنہ ۱۲۶۱ھ میں زندہ تھے۔ اور نہایت پرہیزگار تھے۔

حافظ اکرام الدین احمد تخلص ضیغم[1]

ولد حافظ میاں قطب الدین۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے۔ بارہ سو تین ہجری (سنہ ۱۲۰۳ھ) سال ولادت ہی۔ فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ شاہ رؤف احمد رافت[2] کے داماد تھے۔ پہلے حشمت تخلص تھا۔ عروض۔ وقوافی وضائع وبدائع شعری میں بے مثل تھے۔ طب انگریزی۔ یونانی۔ اور ویدک میں لاثانی تھے۔ اکثر زبانوں سے ماہر۔ بیشتر فنون میں کامل تھے مدتوں کلکتہ میں رہے۔ نظم میں میاں احمد حسین راحت۔ اور شاہ رؤف احمد رافت سے تلمذ تھا۔ ایک مثنوی اُردو کلارائی اودر کا مروپ کے عشق میں لکھی تھی۔ جو چھپی نہیں ہی۔ بارہ سو چھیاسی ہجری میں (سنہ ۱۲۸۶ھ) بمقام ڈھاکہ انتقال ہوا۔ تراسی برس کی عمر پائی۔

مولوی اکبر علی خاں

ولد رحیم یار خاں اکوزی حاجی خیل خاں زادہ۔ رام پور میں محلہ پھلواڑ ٹھوک

[1] انتخاب یادگار۔ [2] تذکرہ شمیم سخن۔

محمد سعید خاں میں پیدا ہوئے۔ کتب فارسی خلیفہ غلام محی الدین وغیرہم سے اور کتب درسیہ عربی مولوی نصر اللہ اور دیگر علمائے شہر سے پڑھیں۔ پشتو اپنے خسر محمد شاہجہاں نشاپخی سے حاصل کی۔ یہ نشاپخی بنگلہ آزاد خاں پر رہتے تھے نقشبندی طریقہ میں مرید تھے۔ اور انکا مزار محلہ پھلواڑ میں اخون صاحب کی زیارت کے پاس ہے۔ دینداری اور اوراد و وظائف کے سخت پابند تھے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ پھلوار کی مسجد بالکل ویرانہ میں تھی۔ آپ کی وجہ سے رات دن وہاں آبادی رہتی تھی۔ طلبا کو پڑھاتے بھی تھے۔ فقہ میں بہت شہرت تھی۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ اور کنز پڑھاتے تھے۔ اعمال میں بہت شہرت تھی۔ اکثر حاجت مند تعویذ لیجاتے تھے۔ جن زدہ کا بھی علاج کرتے تھے۔ ان کے منجھلے بیٹے نجف علی خان مرحوم نے مجھسے بیان کیا کہ میرے بچپن میں ایک عورت جن زدہ ہمارے گھر لائی گئی۔ اور والد نے اعمال سے علاج شروع کیا۔ وہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ میرے بڑے بھائی جعفر علی خاں اور میں تختی پر دوپہر کو مشق کرتے تھے۔ اور مولوی صاحب سو جاتے۔ وہ عورت ہمارے پاس بیٹھے بیٹھے اس قدر اُچک جاتی کہ اونچی دیوار پر جا بیٹھتی ہم بچے والد کو آواز دیتے اور وہ آکر اُس کو ڈانٹتے پھر وہ دیوار سے کود کر نیچے آجاتی۔ دو ایک ہفتہ میں اُس کی حالت بالکل اچھی ہوگئی اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔ اور پھر کبھی اُس پر جن کا اثر نہیں ہوا۔ لیکن جس روز سے وہ عورت اچھی ہوئی ہمارے والد نے غذا برائے نام کر دی تھی اور ہر وقت اوراد میں مصروف رہتے تھے۔ دس گیارہ دن تک یہی حالت رہی۔ ایک روز اُن کو غسل کی احتیاج ہوگئی اور پھر وہ ایسے بدحواس ہوگئے کہ شب و روز پان کھاتے تھے اور جس پلنگ پر بیٹھتے اُس کی چولیں ٹوٹ جاتیں۔ اور ہمارے مکان پر کوئی آتا تو اُس پر پتھر اور اینٹیں برستی تھیں صرف والد کے ایک خادم تھے وہ آکر بازار سے کچھ لاتے اور ہم بچوں کے کھانے کا انتظام کرتے دیوانہ یچ ایک

عورت تھیں وہ کھانا پکادیتی تھیں۔ اِس معاملہ کی شہر میں بہت شہرت ہوگئی۔
والد نے اعمال جن بزرگ سے سیکھے تھے وہ باہر سے آئے۔ تب والد کو آرام ہوا۔ مگر اُس
روز سے پھر کسی جن زدہ کا علاج نہیں کیا۔

کچھ آراضی و مکانات موروثی تھے اُن کی دس روپے ماہانہ آمدنی تھی اور ریاست سے
پندرہ روپے مہینہ بوجہ اُن کے اقدس اور دینداری کے ملتا تھا۔ یہی معاش تھی۔
پچاسی برس کی عمر ہوئی۔ تیرہ سو دو ہجری میں (۱۳۰۲ھ) انتقال کیا۔ اور اپنے
محلہ میں اخون صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوے۔ عامل بالحدیث تھے تحصیل ٹانڈہ
ریاست رامپور میں اِن کی وجہ سے بنجارہ قوم میں روزہ نماز اور ترک بدعات کی خوب
کثرت ہوئی۔ علمائے شہر اِن کو وہابی کہتے تھے۔ مولوی جعفر علیخاں مرحوم انکے فرزند تھے۔

مولوی محمد اکرم۔ تخلص اکرم

ولد مولوی محمد نور شیخ صدیقی ستر برس کی عمر ہوئی رمضان کی پہلی تاریخ بارہ سو چالیس
ہجری میں (۱۲۴۰ھ) انتقال کیا اس حساب سے پیدائش ۱۱۷۰ھ کی ہوتی ہے۔
مولوی محمد نور گوپاموی کے شاگرد تھے انتخاب یادگار میں اِن کے حال میں لکھا ہے کہ
اِن کے پوتے مولوی غلام نبی سے معلوم ہوا کہ گلشن افضال، انشائے اکرم، مرات الرحمن
خالق باری کرم اُن کی تصنیف سے ہیں۔ اُردو شاعری کا بھی شوق تھا۔ نواب
ضابطہ خاں کی جنگ کو بھی اُردو نظم میں لکھا تھا۔ کلام اُردو کا نمونہ انتخاب یادگار
(تالیف ۱۳۰۹ھ) میں ملاحظہ ہو۔ خالق باری اکرم مطبع جعفری لکھنوی میری
نظر سے گزری۔ ۶۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ آغاز کتاب :-

بول اے طوطئ شکر گفتار　　　کھول بحر خفیف میں منقار

مختلف بحروں میں لغات کو مثل خالق باری نظم کیا ہے۔ اور بہت سے لغت جو عام
لغات میں بھی کم ملتے ہیں نظم کئے ہیں۔ اخیر میں دوازدہ بروج کے ہندی اور عربی نام

سبع سیاروں کے مقام۔مہینوں کے فارسی ہندی۔رومی۔ترکی۔عربی نام۔چاند کا مقام جاننے کا طریقہ۔اوزان وغیرہ لکھے ہیں۔خود ہی اسکی تصنیف سے تاریخ لکھی ہے۔خالق باری اکرم جس سے ۱۲۰۵ھ نکلتے ہیں۔یہ اخیر عہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر کا ہے۔

مولوی الہداد عرف شبراتی تخلص طالب

عالم باعمل تقوے اور پرہیزگاری میں ضرب المثل تھے۔تہجد گزار شب بیدار لڑکپن میں چیچک سے آنکھیں جاتی رہیں۔عالم نابینائی میں سب درسیہ کتابیں پڑھیں۔ملا حسن لکھنوی کے شاگردوں میں نامور ہوے۔درس میں نہایت شہرت پائی ہزاروں شاگرد ہوے۔ گلستانِ سخن میں حافظ طالب کے نام سے جنکا ذکر ہے وہ یہی بزرگ ہیں۔

شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا مولوی قدرت اللہ شوق سے مشورہ تھا۔ستر برس کی عمر ہوئی۔بارہ سو پچھتر ہجری میں (۱۲۷۵ھ) انتیسویں شوال کو رامپور میں انتقال کیا۔ محلہ مدرسہ میں مولوی نظام الدین خاں صاحب کی کوٹھی کے سامنے مزار ہے۔اردو کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں چھپ گیا ہے۔آپ کا اردو کلام نظم جس میں قصائد حمد و نعت۔اور عاشقانہ کلام ہے۔کتب خانۂ ریاست میں قلمی نسخہ ۱۰۱ صفحہ کا موجود ہے۔

حکیم حافظ الہ داد

شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔نواب سید سعادت اللہ خاں صاحب بہادر متوفی ۱۲۵۶ھ کی بیگم صاحبہ کے پاس ملازم تھے۔باز خاں نبیرۂ نواب دوندیخاں کی لڑکی کا بھی علاج کیا تھا[۱]۔اور حال معلوم نہیں ہوا۔

مولوی حکیم سید محمد الیاس

ولد سید مولوی ولایت علی۔ولد مولوی سید بہادر علی ابن مولوی سید جمال علی حضرت امام موسی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے رام پور میں راج دوارہ کے محلہ میں اپنے نانا

---

[۱] فصول فیض اللہ خانی ورق ۲۱۳۔

سید کاظم علی عرف قاضی میاں ولد سید نور شاہ صاحب کے گھر میں ۱۲۹۰ھ میں اپنے والد کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں چند پارہ قرآن شریف کے حفظ کئے اور مسائل ضروریہ صوم و صلوٰۃ سیکھنے کے بعد بارہ سال کی عمر میں آپ کے بڑے ماموں حکیم سید محمد یحییٰ عرف منا میاں صاحب نے اپنے مطب میں بٹھا کر مریضوں کو دکھانا اور امراض کے نام بتانا شروع کئے۔ دوسرے وقت چھوٹے ماموں مولوی حکیم سید عبدالحی صاحب سے فارسی پڑھنا شروع کی۔ فارسی کی معمولی نوشت و خواند کے بعد ادویہ مفردہ کی ماہیت مزاج اور افعال و خواص حفظ کرنا شروع کیے اور میزان الطب فارسی پڑھی۔ دیگر اوقات میں اپنے چھوٹے ماموں سے عربی صرف نحو شروع کر دی۔ صرف و نحو میں استعداد پیدا کر کے مدرسہ عالیہ رام پور میں مولوی ہدایت علی مرحوم بریلوی۔ مولوی محمد طیب مکی۔ مولوی سیف الدین مرحوم کابلی۔ مولوی ناظر الدین۔ مولوی مجاہد الدین بنگالی۔ مولوی اسمٰعیل مرحوم ولایتی سے کتابیں پڑھیں۔ خارج اوقات مدرسہ عالیہ سے مولوی حکیم عبید اللہ خاں مرحوم۔ مولوی عبداللہ خاں خانپوری۔ مولوی گوہر علی مرحوم اور مولوی حکیم عبدالرزاق خاں مرحوم سے پڑھتے تھے۔ مدرسہ عالیہ سے سند لینے کے بعد۔ حکیم سید محمد یحییٰ عرف منا میاں سے طب کی تکمیل کی اور ۱۳۱۵ھ میں سند حاصل کی۔ اپنے مکان پر مطب کرتے ہیں ۱۹۰۸ء سے اطبائے سرکار میں ملازم ہیں۔ نہایت نیک مزاج اور خلیق ہیں۔ مطب اور ملازمت کے علاوہ انگریزی علاقہ میں کچھ حقیت زمینداری بھی ہے۔

فن طب میں آپکی تصنیف سے فوائد حامدیہ۔ گلدستۂ حامدیہ۔ ہدیۂ حامدیہ اردو میں اور ایک رسالہ مختصر در بحث امراض متضادہ فارسی میں موجود ہے۔ کوئی کتاب چھپی نہیں ہے۔

مولوی امداد حسین خاں

ولد محمد نعیم خاں قوم افغان محلہ پیلی ٹولہ کے متصل ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے

کتب فارسی مولوی حسن شاہ خاں سے اور علوم عربیہ مولوی عبد العلی خاں ریاضی داں اور دیگر اساتذہ رام پور سے حاصل کئے۔ حدیث میاں سید حسین شاہ محدث سے پڑھی تکمیل علوم کے ساتھ خود بھی پڑھاتے تھے شاگردوں میں بہت سے طلبا تھے اُن میں سے مولوی الٰہی بخش ساکن ٹھاکر دوارہ۔ مولوی محمد حسین پنجابی۔ مولوی شفیق الرحمٰن خاں منشی حبیب الرحمٰن خاں محمد نظیر مراد آبادی محمد جان خاں برادر حکیم احمد یار خاں وغیرہ مشہور ہیں مدرسۂ عالیہ میں ملازم تھے۔ اُن کے اُستاد اور ہم سبق جماعت کے طلبا ہمیشہ ان کے ذہن کی تعریف کرتے تھے۔ نہایت پرہیزگار۔ اور منکسر المزاج تھے۔ عین جوانی میں بتیس سال کی عمر میں ربیع الاول کی اکیسویں تاریخ تیرہ سو چار ہجری (۱۳۰۴ھ) کو انتقال کیا۔ خادی خاں شہید کی مسجد کے متصل قبرستان میں دفن ہوئے۔ ایک ناخواندہ لڑکا یادگار رہا۔

مولوی امام بخش

مولوی عبد القادر خاں نے ان کو ہندوستانی علما میں اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ کتب معقول میں خوب دستگاہ تھی۔ مولانا رستم علی صاحب سے میں نے ان کی مدح سنی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی ہجری کے اخیر میں ہوں گے۔

حکیم محمد امان

یہ صاحب بندہ علی خاں ولد محمد سعید خاں۔ سیف الدین خاں رسالدار کے بھانجے کے معالج تھے۔ جس زمانہ میں وہ درد سر میں مبتلا تھے اُس سال ہوا متعفن ہو کر یہ مرض پیدا ہو گیا تھا اور سیف الدین خاں بہادر کے بھائی محمد حیات خاں کا معالجہ بھی کیا کرتے تھے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں تھے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

ملا اخوند امام الدین

اخوند ملا فقیر صاحب کے مرید تھے۔ طلبا کو فقہ پڑھاتے تھے۔ اور ذکر و شغل میں مشغول

سلہ فصول فیض اللہ خانی قلمی درمیان امراض راس۔ ورق ۱۷۰۔

رہتے تھے۔ مخلوق کی فائدہ رسانی کا بہت خیال تھا لوگوں سے پرانی ٹوٹی جوتیاں لیکر
اُن کی مرمت کرتے تھے۔ اور گرمیوں میں ننگے پاؤں پھرنے والوں کو دیدیتے تھے۔
صاحب تذکرہ فارسی انوار العارفین نے ان سے فیض باطنی حاصل کیا تھا[1]۔

امام الدین خاں تخلص آنوار و امام

خلف غلام حسین خاں بن مولوی غلام جیلانی خاں مرحوم۔ رام پور کے باشندے ہمیشہ معزز رہے۔ محلہ و محلہ انھیں کے خاندان کی یادگار ہے کتاب مجمع الکرامات اپنی تصنیف فارسی میں اپنا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔ مولوی غلام جیلانی خاں قوم افغان میں یوسف زئی تھے مصطفیٰ آباد عرف رام پور سے کالپانی و ہمنتور تک سب پر ظاہر ہے کہ یہ شخص نسل یوسف کا نام روشن کرنے والا تھا۔ احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں منصب سہ ہزاری پایا۔ انقلاب سلطنت کے بعد بھی دیگر امرا کی طرح یہی شان و شوکت رہی اخیر عمر میں مصاحب اور وزیر جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے ہوے۔ جو گویا عالمگیر ثانی تھے۔ اور انھیں کے قدموں میں انتقال کیا۔ اب میں اپنے احوال سراپا خجلت و انفعال میں چند کلمہ لکھتا ہوں۔ میرے چچا اور والد کے حال پر شاہ درگاہی صاحب کی بہت عنایت تھی۔ گو میرے والد پیر بھائی تھے۔ اُن کی عنایت کا یہ اثر تھا کہ مجھ میں مادر زاد جذبہ الٰہی تھا۔ میں چالیس روز کا بھی نہوا تھا کہ میرے اعضا میں لرزہ پیدا ہوجاتا تھا۔ لوگوں کو سایہ زدگی کا گمان تھا۔ مگر جب شاہ درگاہی صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے سب کی تسکین فرمائی مجھ میں گویائی کی قوت آئی تو میرے والد نے حضرت حافظ شاہ جمال اللہ سے تبرکاً بسم اللہ پڑھوائی۔ اور آپ نے تقریباً ایک ساعت تک میرے سر اور سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اسکا یہ اثر ہوا کہ بغیر تاکید آبا و اجداد کے چند روز میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور اسقدر جلد کہ روزانہ ایک ڈیڑھ پارہ حفظ ہوجاتا تھا اور

[1] انوار العارفین فارسی مولوی محمد حسین مراد آبادی۔

ادائے حروف میں میری شہرت تھی طبیعت میں یہ جولانی تھی کہ اگر لہو ولعب کی طرف متوجہ نہوتا تو عالم متبحر ہو جاتا۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے میرا امتحان لیا کہ ناخواندہ کتاب کا ایک صفحہ مجھے دکھا دیا۔ دوبارہ میں اُس کو ویسا ہی پڑھ دیتا تھا۔ حفظ قرآن سے پہلے پارۂ عم جب ناظرہ پڑھتا تھا شاہ درگاہی میرے گھر آتے تو مجھسے وہ سورتیں پڑھواتے اور تحسین فرماتے اور بطریق تحفہ خود چیزیں لاتے اور مجھے دیتے تھے۔ غرضکہ حضرت کی عنایت کی کوئی حد نہ تھی ایک روز اپنے منھ سے پان نکال کر مجھے کھلایا اُسکی برکت سے میری گویائی ایسی ہوگئی کہ بچپن میں شجرۂ قادریہ کو جسکا پہلا شعر ہی۔

شاہ درگاہی سا جنکا پیر ہو   وہ بھلا کس بات سے دلگیر ہو

نظم کر کے پیش کیا بہت پسند فرمایا۔ اس کے بعد شاعری کا شوق روز بروز بڑھنے لگا۔ شاہ صاحب نوشت وخواند کی تاکید فرماتے تھے۔ مگر بمقتضائے شباب میں تساہل کرتا تھا۔ اسی عہد شباب میں نواب ٹونک امیر الدولہ محمد امیر خاں بہادر کے لشکر میں نوکری کرلی۔ میں وہیں تھا کہ شاہ درگاہی کے انتقال کی خبر سنی۔ اب سفر سے واپس ہوا تو سن تمیز آیا تو حضرت کے تصور سے فائدہ اُٹھاتا تھا۔ مگر وہ بات کہاں سفر سے پہلے جو شاعر منشی تھے از سر نو اُسکی یاد آئی اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر گوئی کی قدرت پیدا ہوگئی۔ سب سے پہلا شعر حسب حال لکھا۔

نقش ناز تو بجز حسرت دل دیگر نیست   گرچہ تصویر رخت بر سر زانو پیداست

تھوڑے دنوں کے بعد عربی۔ اور پشتو زبان پر بھی دستگاہ ہوگئی ملازمت کی وجہ سے فرصت کم تھی۔ تاہم دو برس کے عرصہ میں دو جلدیں دیوان فارسی کی اور تین مثنویاں اُردو فارسی میں لکھیں۔ اب طبیعت کی جولانی زیادہ دیکھی کہ اُن پانچوں تصانیف کو جن میں بیس ہزار کے قریب شعر تھے ردی کردیا۔ اور از سر نو دیوان مرتب کرنے لگا اُردو میں ابتداسے انور تخلص تھا۔ وہی قائم رکھا۔ فارسی میں امام تخلص اختیار کیا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ شاہ صاحب کو بعض میرے شعر پسند آئے۔ شاہ صاحب کی توجہ سے پھر مجھے تصوف کا شوق پیدا ہوا۔ اب شوق ہو تو مطالعہ کتب تصوف کا ہو۔ اور اگر کوئی ہوس ہو تو مجمع الکرامات کی تصنیف ہے۔ ورنہ پہلے یہ خیال تھا کہ دو دیوان اور تین مثنویاں فارسی میں۔ اور ایسی ہی پانچ تصنیفیں اُردو میں اور ایک دیوان پشتو لکھا جائے۔
اب میں اپنے نسب نامہ کو لکھتا ہوں۔ یہ نسب نامہ میری پیدائش سے پہلے میرے جدامجد نے ضیاء الدین جبر سے نظم کرایا تھا۔ میں تھوڑی ترمیم کے ساتھ لکھتا ہوں۔

بعد حمدِ خدا و نعت رسولؐ	میکنم نظم شجرۂ مقبول
اصلہا ثابتہ بقول درست	فرعہا فی السمار باید جست
چونکہ یوسف زئی ست حزب غفیر	طبقۂ میکنم ازو تحریر
نامہا آوریم در خامہ	انکہ مارا بود نسب نامہ
تاکہ ہر کس زما نسب داند	ہم با ولاد ما سند ماند
اولین ہمہ امام الدین	بندۂ آلِ آں رسول امیں
کہ بود والدش بدیں مفہوم	بغلام حسین خاں موسوم
نام فرجام والدش خوانی	مولوی غلام جیلانی
والد آں امیر عالیجاہ	خان لقمان عارف باللہ
خان داؤد ہست بعد ازاں	پدرش را بخواں تو مانڈو خاں
خان پانڈو شنیدہ ام کہ بذات	مادرش بود گوہر سادات
سید قاسمِ مبارک پے	داد دختے بعقد والد وے
انچہ مدیوزہ ساختہ مرقوم	باتو گویم تا کنی معلوم
یعنی سیّد علیِ تعلب دماں	دادہ بُد دخترے بہ شیرو خاں
الغرض انکہ شد بہرِ و صفات	خان پانڈو نبیرۂ سادات

بعدازاں خان شیر وافغاں را ۔۔۔ برسانم حسن علی خاں را
والدِ او ست خان سرگیں خاں ۔۔۔ اسم او را بکاف تازی خواں
اوز بہرام خان موصوف ست ۔۔۔ اوز معروف خان معروف ست
پدرِ او ست خان ابراہیم ۔۔۔ برکا والدش بطبعِ سلیم
برکا خان ست ابن دولت خاں ۔۔۔ پس ملی خاں تو والدش برخواں
بعدازاں یوسف ست خان کریم ۔۔۔ خلف الصدق خان ابراہیم
نام او از طفولیت ہمہ کس ۔۔۔ بہ بدے خاں بخواندندی بس
پس بدی خاں بخوان تو...[1] ۔۔۔ کند خان بعدازاں ست والد وے
ند خاں ست ابن خیر الدین ۔۔۔ سر ابن خاں بداں تو بدازیں
پس بگویم کہ جدایں ہمہ کس ۔۔۔ قیس عبد الرشید باشد وبس
آمدہ ہر یکے بدیں اوصاف ۔۔۔ پشت در پشت خویشتن اشراف
پس تو عبرت بکن بقول امام ۔۔۔ بدرود و صلوۃ ختم کلام

خود اپنا حال اسی قدر لکھا ہی۔ مجمع الکرامات سے معلوم ہوتا ہی کہ گھر بار تھی بھی تھا۔ شب و روز یادالٰہی میں بسر کرتے تھے۔ پینسٹھ برس کی عمر میں ربیع الآخر کی بارھویں تاریخ بارہ سو انسٹھ ہجری (۱۲۵۹ھ) کو انتقال کیا۔ حافظ شاہ جمال اللہ کے مزار کے احاطہ میں جانب گوشہ مشرق و شمال کھنی کے درخت کے نیچے مزار ہی۔

مجمع الکرامات میرے پاس موجود ہی۔ طبع نہیں ہوئی ہی۔ اول حصہ میں حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کے اور دوسرے حصہ میں شاہ درگاہی صاحب کے حالات اور کرامات کا بیان ہی۔ اور دونوں بزرگوں کے متعلق مدحیہ اشعار اردو فارسی کے ہیں۔ اخیر میں اپنا حال لکھا ہی۔ ختم کتاب پر لکھا ہی۔ تمام شد۔ باب سوم۔ معلوم نہیں۔

[1] یہ جگہ کرم خوردہ ہے۔

باب چہارم لکھا یا نہیں لکھا۔ قطعۂ تاریخ ختم کتاب یہ ہی۔

سال این نسخہ راہمیں جستند　　قمرو آفتاب تا مریخ
پس زلوح و قلم فرو خواندند　　فیض درگاہ قطب در تاریخ

فیض درگاہ قطب کے بارہ سو اکتیس عدد (۱۲۳۱ھ) ہوتے ہیں کتاب نہایت بدخط نستعلیق اور غلط لکھی ہوئی ہی۔ تقطیع ورق ۸½ × ۱۵ انچ ہے۔ تقطیع تحریر ۵¼ × ۱۳ انچ ہی۔ ۵۲۰ صفحہ ہیں۔ ہر صفحہ میں ۱۳ سطریں ہیں۔ شروع کتاب اس طرح ہی:۔

کرامتہائے فیاضے راکہ بخشش ہریک بدرگاہ والائش بیدست رنج مہیاست۔

امانت خاں

استاد فقیر محمد خاں مرحوم نامی مجلیت داروغہ ڈبور ہیات ریاست امانت خاں کے مرید تھے وہ کہتے تھے کہ شاہ آباد دروازہ کے قریب کمال زبون کے محلہ میں مکان تھا۔ قوم کے کمال زی تھے تعلیم کی اور حالت معلوم نہوئی۔ خط نسخ میں قرآن شریف لکھا کرتے تھے۔ اور اس کی اجرت میں سے بقدر سد رمق رکھ لیتے تھے۔ باقی خیرات کردیتے تھے۔ انتقال ۱۲۵۶ھ سے کچھ پہلے ہوا ہی۔ محلہ جھنڈے بڑے پیر صاحب پر مسجد کے متصل دفن ہوئے تھے۔ خام قبر تھی۔ جسکو کوئی اب پہچانتا بھی نہیں ہی۔ اور صاحبزادہ ضابطہ خاں سے بیعت سلسلۂ قادری میں تھے۔ جنکا مزار بھٹ پورہ میں ہی۔

ملا امان اللہ

پشاور کے نواح کے رہنے والے تھے۔ قوم محمد زئی۔ بہت اچھے فقیہ تھے۔ فقہ ملا غفران اور مفتی شرف الدین سے پڑھی۔ تادم مرگ فقہ پڑھاتے رہے۔ مولانا جمال الدین صاحب مرحوم کے مرید تھے۔ عمر بھر کوئی امر خلاف شرع سرزد نہیں ہوا۔ بارہ سو اکیاسی ہجری کے کچھ بعد انتقال ہوا۔ اور مولانا جمال الدین صاحب کے احاطہ مزار میں دفن ہوئے۔

مولوی امداد حسین مجدّدی

مولوی ارشاد حسین صاحب کے برادر کلاں رام پور میں ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ کل علوم اپنے بھائی سے پڑھے۔ شوق کسب سلوک کا ہوا تو حضرت شاہ ولی النبی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ کچھ دنوں ملازم صحبت میں رہے۔ پھر اپنے چھوٹے بھائی مولوی ارشاد حسین قدس سرہ کی صحبت میں سلوک طے کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ نہایت۔ عابد۔ زاہد۔ دیندار تھے۔ دوست پروری کی کوئی انتہا نہ تھی۔ امر معروف اور نہی منکر میں ہمیشہ ساعی رہتے تھے مولانا ارشاد حسین صاحب کے انتقال کے بعد اُن کی جگہ وعظ فرماتے تھے صفر کی ستائیسویں تاریخ تیرہ سو بارہ ہجری (۱۳۱۲ھ) کو انتقال فرمایا۔ اور اپنے بھائی کے قبہ کے متصل جانب شرق دفن ہوئے۔

میاں محمد امیر شاہ

آپ رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت ملا فقیر اخوند قدس سرہ کے مزار کے متصل محلہ میں ہوئی۔ جوان ہو کر کسب علوم و فنون عربی و فارسی کیا۔ میاں غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے۔ آپ کے کمالات رام پور میں مشہور ہیں۔ ایسی محنت و مجاہدہ کے لوگ کم ہوتے ہیں پہلے اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ میں رہے۔ پھر مرشد زادہ نے وہاں نہ رہنے دیا۔ تو مدت تک اپنے مرید اور خلیفہ پیر زادہ اعظم الدین کے مکان پر کٹرہ جلال الدین خاں میں مقیم رہے۔ نہایت با اثر اور خدا پرست درویش تھے۔ بہت سے لوگ مرید ہوئے اکثر کو خلافت ملی۔ راقم مؤلف بھی اپنی گیارہ برس کی عمر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اُس وقت آپ بہت ضعیف تھے۔ راقم کے والد آپ کے خلیفہ تھے۔ ان کو سند خلافت کے ساتھ عمامہ۔ خرقہ۔ کلاہ عطا فرمائی۔ اور اپنے دست مبارک کی لکھی ہوئی کتاب تعلیم الخواص عطا کی یہ تبرکات موجود ہیں۔ فقیر کے والد کو اپنے مزار کی تولیت بھی سپرد کی والد مرحوم کے بعد برادر اکبر راقم محمد حشمت علی خاں متولی تھے۔ صفر کی تیئسویں تاریخ بارہ سو نوے

ہجری کو انتقال فرمایا۔ راقم کے والد اور محمد اعظم خاں نے پختہ مزار بنوایا عرس کا اہتمام والد مرحوم فرمانے لگے اب حضرت کے صاحبزادہ میاں وجیہ الدین انتظام کرتے ہیں۔

آپ کی تصانیف سے رسالہ کشفیہ بزبان فارسی ہے۔ یہ چھبیس صفحہ کا قلمی رسالہ کتب خانہ ریاست رام پور میں موجود ہے۔ دیباچہ میں لکھا ہے۔ کہ شوال کی انتیسویں تاریخ جمعہ کے دن بارہ سو سینتالیس ہجری میں میں نے چالیس روز کا چلہ کیا اس چلہ کشی میں بوسیلہ مرشد حضرت غلام حسن شاہ سے جو حالات مجھے منکشف ہوئے ان کو درج کرتا ہوں۔

دعوت دعاے سیفی۔ بزبان فارسی۔ یہ نہایت مختصر تیس صفحہ کا قلمی رسالہ ہے۔ اس کا نام دستور العمل ہے۔ چار فصل اور ایک خاتمہ مشتمل ہے۔

خاتمہ میں لکھا ہے کہ شاہ غلام حسین شاہ قدس سرہٗ نے مجھے دعوت سیع میں جو تعلیم فرمایا ہے۔ اکثر حصہ اس میں لکھ دیا ہے۔

تعلیم الخواص فارسی تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۲۶۸ھ نکلتے ہیں۔ یہ ضخیم کتاب ایک ہزار صفحہ کی ہے اپنے طریقہ کی کوئی تعلیم باقی نہیں چھوڑی ہے۔

منشی امیر احمد مینائی تخلص امیر

خلف اصغر مولوی کرم محمد مینائی ۱۶ شعبان ۱۲۴۴ھ کو نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے عہد میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ مینا صاحب کی اولاد سے ہیں۔ فرنگی محل میں اکتساب علوم فارسی و عربی کیا۔ علوم مروجہ کے علاوہ نجوم اور جفر میں بھی دستگاہ تھی۔ شاعری اور سخنوری کا شوق ہوا تو مظفر علی خاں اسیر سے استفادہ کیا۔ اور درجہ بلند پایا۔ کہ اُستاد بھی معترف تھے۔ ابتدا ہی سے فضل وعلم اور سخنگوئی کی شہرت تھی۔ اسی کی بدولت ۱۲۶۹ھ میں واجد علی شاہ کے دربار میں داخل ہوئے۔ ارشاد السلطان و ہدایۃ السلطان دو کتابیں تصنیف کیں ۱۲۷۳ھ میں غدر نے لکھنؤ کو الٹ دیا۔ صاحبان فضل وکمال کا

شیرازہ ٹوٹ گیا سنہ ۱۲۷۴ھ میں جناب نواب فردوس مکان نے رام پور میں طلب فرمایا۔ عدالت دیوانی کے مفتی مقرر ہوئے۔ جناب نواب خلد آشیان نے آپ سے سخن گوئی میں مشورہ شروع کیا۔ اُستاد کے لقب سے عزت فراواں حاصل کی۔ اس وقت سے رام پوری ہی گویا مسکن ہوگیا۔ رہنے کو سرکاری مکان ملا چنانچہ ان کی اولاد اب اُن مکانوں پر قابض ہے۔ طریقہ صابریہ چشتیہ میں حضرت میاں امیر شاہ صاحب مغفور سے خلافت پائی۔ سوائے عبادت اور سخن گوئی کے کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ فرشتہ سیرت اور ملائک صورت۔ دوست نواز غریب پرور سب صفتیں جمع تھیں۔ اِس تمام عمر میں سب دوست ہی رہے کسی کو ان کی طرف دشمنی اور عداوت کا خیال نہیں ہوا۔ فن کے حاسدوں کا ذکر نہیں ہے ایک دیوان غدر سنہ ۱۸۵۷ء سے قبل مرتب ہوچکا تھا وہ اُس ہنگامہ میں ضائع ہوگیا۔ بعد کا کلام سب محفوظ ہے جناب نواب خلد آشیاں کے اخیر عہد میں امیر اللغات کو شروع کیا اور جناب نواب عرش آشیاں کے عہد تک سلسلہ اُس کا قائم رہا۔ الف ممدودہ اور الف مقصورہ کی صرف دو جلدیں شائع ہوئی تھیں کہ آپ سنہ ۱۳۱۸ھ میں جمادی الاول کی دسویں تاریخ حیدر آباد دکن کو تشریف لیگئے حیدر آباد پہونچے۔ اُمرائے شہر نے بڑی دھوم سے استقبال کیا۔ لیکن وہاں جاتے ہی علالت شروع ہوئی۔ ۱۹۔ جمادی الآخر سنہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کو حیدر آباد مین انتقال فرمایا۔ شاہ یوسف حسین اور شاہ شریف کے احاطہ مزار میں دفن ہوئے۔

فرزند اکبر جناب منشی محمد احمد صاحب مینائی۔ اعلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہ کے اُستاد رام پور میں معزز اہلکار ہیں۔ فرزند دوم منشی خورشید احمد و فرزند سوم منشی ممتاز احمد ریاست میں ملازم ہیں۔ منشی لطیف احمد اختر فرزند چہارم حیدر آباد دکن میں اور منشی مسعود احمد فرزند پنجم انگریزی عملداری میں ملازم ہیں۔ آپکی تصانیف سے دیوان مرأۃ الغیب۔ دیوان صنم خانہ عشق۔ گوہر انتخاب۔ جوہر انتخاب۔ مضامین دل آشوب۔ مجموعۂ واسوخت۔ انتخاب یادگار د سنہ ۱۲۹۰ھ طبع ہوچکے ہیں سرمۂ بصیرت

لغت فارسی چھپا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ محامد خاتم النبیین مطبوعہ۔ مثنوی ابر کرم مطبوعہ۔ مثنوی نور تجلی مطبوعہ۔ لیلۃ القدر مطبوعہ۔ صبح ازل مطبوعہ۔ شام ابد مطبوعہ۔ ذکر شاہ انبیا مطبوعہ ہیں۔ دیوان فارسی مع قصائد و غزل و مخمس و رباعیات۔ معیار الاغلاط متعلق لغات مشہورہ۔ مثنوی بجواب مثنوی میر حسن۔ دیوان قصاید در ترجیعات مدحیہ دو قلمی ہیں۔

شاہ امین الدین

لکھنؤ کے رہنے والے قوم کے سید۔ نہایت برگزیدہ اور نقشبندی طریقہ کے صاحب جازت تھے۔ اوقات شبا روزی ذکر و شغل میں بسر کرتے تھے۔ بعہد جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں رام پور آئے۔ ریاست سے بلا خدمت پندرہ روپے ماہانہ مقرر تھے کسی سے تعلق نہ تھا۔ جمادی الاخری کی تیئیسویں تاریخ تیرہ سو بارہ ہجری (۱۳۱۲ھ) کو رام پور میں انتقال ہوا اور دائم خان صاحب کے مقبرہ کے چبوترہ سے کے پاس دفن ہوے۔ آپ کے فرزند سید ابراہیم وارثی تھے۔ جنکا انتقال رام پور میں ہوا شاہ صاحب کی بیوی حیات ہیں۔ اور ریاست سے وظیفہ ملتا ہے۔

منشی امیر اللہ تسلیم

ولد مولوی شیخ عبد الصمد ولد مولوی شیخ امان اللہ ولد شیخ نعیم اللہ۔ آپ کے پردادا کو محمد شاہ بادشاہ دہلی نے مقام نوراہی پرگنہ منگلسی ضلع فیض آباد میں قاضی مقرر کیا۔ حسن پور اور پہاڑا پور دوگانوں جاگیر میں ملے۔ اس کے علاوہ خود بھی جاگیر خریدلی۔ علم و فضل میں یہ خاندان مشہور تھا مولوی عبد الصمد صاحب محمد علی شاہ والی لکھنؤ کے عہد میں تمندار ہوے ۱۸۴۱ء میں زرغام علی ساکن بدوی سراے پر سرکاری روپیہ تھا۔ مولوی عبد الصمد نے اسکو بوجہ ارتباط ایک مہینے کی ادائی کے وعدہ پر چھوڑ دیا۔ اس نے ایک پیسا نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے جاگیر رہن کرکے بارہ ہزار روپیہ ادا کیا اور یہیں سے افلاس کی ابتدا ہوئی۔

میاں تسلیم سنہ ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ بزرگوں نے اور نام رکھا تھا۔ کسی درویش نے امیر اللہ نام رکھدیا۔ وہی مشہور ہوگیا۔ جوان ہوکر تحصیل علوم وفنون میں مصروف ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں یہ بھی پلٹن شاہی میں ملازم ہوگئے۔ لیکن تعلیم جاری رکھی اور خود بھی پڑھاتے تھے اسی پلٹن میں کوئی صاحب وارث علی نامی صاحب سخن تھے۔ یہ بھی اُن کے پاس کی نشست وبرخاست کی بدولت شاعری پر متوجہ ہوئے۔ جو کچھ لکھتے میاں وارث علی کو سناتے اور کسی کو خبر نہ تھی سنہ ۱۸۳۹ء میں نکاح ہوا۔ آپ کی شادی سے دو تین سال بعد ہی والد کا انتقال ہوگیا۔ بخشی فوج لالہ پیتمبر داس کے بیٹے لوچن لعل کو آپ کے والد نے پڑھایا تھا۔ اس لئے وہ تسلیم کا بہت ادب کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً مالی امداد بھی دیتے تھے۔ لکھنؤ میں مصطفیٰ خاں کے مطبع میں کاپی نویسی کرکے بھی کچھ پیدا کر لیتے تھے۔ اِسی مطبع کے کام کی بدولت نسیم سے ملاقات ہوئی اور آپ نے اُن کی شاگردی کلام نظم میں اختیار کی۔ لکھنؤ کی اِس عیش واطمینان کی حالت میں آپ کی پلٹن کو حکم ہوا کہ کاندو کے نالہ پر جائے اور راہ کی حفاظت کرے تسلیم کو بھی وہاں جانا پڑا۔ ایک روز سپاہیوں کو غافل پاکر محمد حسین نامی بدمعاش نے سرکاری ڈاک اُس راہ میں لوٹ لی۔ سلیمن صاحب نے بادشاہ سے شکایت کی یہ پلٹن کی پلٹن موقوف ہوگئی۔ اِس پریشانی میں بخشی لوچن لال نے آپ کو گھر سے بلاکر اپنی جیب خاص سے وہی تنخواہ کردی جو شاہی دربار سے ملتی تھی۔ مگر آپ عرضیاں دربار میں پیش کرتے رہے۔ آخر کار واجد علی شاہ نے تیس روپیہ ماہانہ مقرر کردیا اور پھر اطمینان سے زندگی بسر ہونے لگی سنہ ۱۸۴۲ء میں تحمل حسین نامی آپ کے فرزند پیدا ہوا جو بفضلہ تعالیٰ ابھی تک زندہ ہے۔
واجد علی شاہ کی انتزاع حکومت کے بعد پھر بیکار ہوگئے اُسوقت بخشی لوچن لال نے دس روپے مقرر کردئے۔ اور بیس روپے مصطفیٰ کے مطبع میں کاپی نویسی کے ملنے لگے سنہ ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ پر غدر کی تباہی آئی۔ بڑے بڑے عہدہ دار بلائے گئے۔ تسلیم کو بھی

یٰسین خاں کی کمپنی میں اولمشس وار بنا دیا۔ جب ہنگامہ فرو ہوا تو شہر میں بھاگڑ پڑی رام پور کے یعقوب خاں نامی ایک جوان حیدری پلٹن میں ملازم تھے آپ انکے ساتھ رام پور چلے آئے۔ یعقوب خاں نے تو یہاں خبر نہ لی۔ مگر اور تین آفت زدہ لکھنؤ کے یہاں مل گئے وہ کسی مسجد میں مقیم تھے ان کو بھی وہاں لے گئے۔ محلہ سے روٹی آتی تھی سب بانٹکر کھا لیتے تھے منشی نہال الدین سنصرم پرسٹ کو بچوں کی تعلیم کے واسطے معلم کی ضرورت تھی۔ انکے ہاں نوکر ہو گئے۔ اور مسجد سے اب مکان میں منتقل ہو گئے شاگردوں کی بدولت رام پور میں کلام کا چرچا ہوا قصیدہ کے ذریعہ سے جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کے دربار ولیعہدی میں باریاب ہوئے۔ غدر فرو ہونے کے بعد بخشی لوچن لال نے پچیس روپے زادراہ بھیجکر لکھنؤ بلایا۔ وہاں مطبع نولکشور میں کاپی نویسی شروع کی۔ نواب خلد آشیاں نے مسند نشین ہوکر ذریعہ جناب منشی امیر احمد صاحب یاد فرمایا۔ تیس روپیہ مقرر ہوئے۔ جنوری کی بیسویں تاریخ سنہ ۱۸۸۰ء کو ناظر عدالت مقرر ہوئے۔ ۲۰۔ جون سنہ ۱۸۸۳ء کو عدالت فوجداری میں پیشکاری پر ترقی ہوئی۔ کچھ دنوں آپ نے کوشش کرکے پھر نظارت پر تبدیلی کرا لی۔ نواب خلد آشیاں کے انتقال کے بعد جنرل اعظم الدین خاں نے فوجداری کا معائنہ کیا۔ ۱۶۔ دسمبر سنہ ۱۸۸۴ء کو حکم ہوا کہ تسلیم وردی پہنکر عدالت میں آیا کریں ورنہ برخاست۔ آپنے وردی سے انکار کر دیا۔ ۱۵ فروری سنہ ۱۸۸۹ء سے پروانہ نویسوں کے آپ نگراں مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں سررشتہ تعلیم میں تبادلہ ہوا اور ڈپٹی انسپکٹری کا عہدہ ملا۔

اگست سنہ ۱۸۹۰ء میں سرکاری مطبع میں بھیجے گئے۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں ریاست سے دس روپے پنشن ہوئی اور آپ اپنے شاگرد نواب مانگرول کے پاس چلے گئے۔ اور وہاں سے پندرہ روپے ماہانہ مقرر ہو گیا کچھ دنوں کے بعد مانگرول سے تنخواہ بوجہ قحط سالی بند ہوئی۔ مولوی عبدالغفور صاحب مدار المہام رام پور کے اجلاس میں درخواست کی پانچ روپیہ کا اضافہ پنشن میں ہو گیا سنہ ۱۹۰۲ء میں پانچ روپے کا اور اضافہ ہو گیا۔ حضور پرنور جناب نواب

سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہم نے ولایت کا سفر کیا۔ آپ نے اس سفر کے حالات بطور مثنوی نظم کر ڈالے۔ اور واپسی پر سرکار میں پیش کئے مگر وہ مجموعہ ہاتھوں ہاتھ سرکار میں سے غائب ہو گیا۔ دوبارہ پھر نظم کر کے سفرنامہ مرتب کیا۔ اور ایک دن حضور میں پیش کیا اور اسکے صلہ میں چالیس روپے کی تنخواہ ہو گئی۔ آپ ابتدائے عمر سے پابند صوم وصلوٰۃ بدرجہ غایت تھے۔ رام پور میں دو نمازیں عصر اور مغرب کی اکثر مسجد جامع میں پڑھتے تھے۔ بچوں سے محبت۔ بڑوں کی تعظیم۔ دوستوں کی ہمدردی خمیر طینت تھی۔ باوجود پیرانہ سالی کبھی شکایت کسی کی زبان پر نہ آئی۔ مزاح بھی کرتے تھے سنجیدہ اور متین بھی تھے۔ تھوڑی سی آمدنی میں نہایت فراغ بالی سے زندگی بسر کی۔ فارسی میں تو ان کا خاندان ہمشل تھا ہی آپ نے عربی کی تکمیل بھی کر لی تھی۔ لکھنؤ کو آنکھ بنوانے گئے۔ آنکھ نہ بنی اور آپنے مئی کی ستائیسویں تاریخ انیس سو گیارہ عیسوی (۲۷ مئی ۱۹۱۱ء) کو لکھنؤ میں انتقال کیا۔ اور خدا یار خاں کے باغ میں دفن ہوئے۔

آپ کا پہلا دیوان اُردو غدر میں تلف ہو گیا۔ نالۂ تسلیم دوسرا دیوان چھپ گیا۔ مثنوی دل وجاں۔ مثنوی صبح خنداں۔ مثنوی شام غریباں۔ دیوان دوم نظم دل افروز۔ دیوان سوم دفتر خیال۔ تاریخ بدیع منظوم ریاست رام پور میں چھپ چکی ہے۔ اسکے سوا اعلیحضرت حضور پر نور نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر کا سفر یورپ نظم کیا ہے۔ مثنوی خنجر عشق۔ مثنوی مسلسل۔ شوکت شاہ جہانی وغیرہ وغیرہ بہت سی تصنیفیں ہیں۔

شیخ امین احمد تخلص اظہر

ابن شیخ عزیز احمد۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے۔ سنا ہے علوم عربی میں استعداد کامل تھی۔ اُردو نظم میں شیخ محمد واحد شاگرد میاں مصحفی سے اصلاح لیتے تھے بارہ سو بیالیس ہجری میں (۱۲۴۲ھ) رام پور میں قضا کی۔

سلہ انتخاب یادگار۔ وتذکرہ خمخانہ سخن

حافظ محمد امین قادری

خلیفہ حضرت شاہ بولن صاحب۔ ساکن نہٹور ضلع بجنور کے تھے۔ جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب کے عہد میں (۱۱۸۹ھ ہجری تا ۱۲۰۸ھ) رام پور میں بھی آئے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن موحد لکھنوی کہتے ہیں کہ رام پور میں اُن کی تشریف آوری کے وقت میں بھی تھا۔ انکے بزرگی کے حالات سنکر حاضر خدمت ہوا ان کے ہمراہ سید طفیل علی ساکن موضع برمتصل نہٹور۔ ان کے مرید بھی تھے۔ وہ کہتے تھے کہ علالت میں میری روح نکل گئی۔ اور حافظ محمد امین کی دعا سے اسی وقت میں پھر زندہ ہوگیا۔ حافظ محمد امین کا مزار نہٹور میں ہے۔ ان کے بیٹے اور خلیفہ کا نام شاہ غلام احمد تھا۔

مولوی سید انصار حسین

ابن سید محمد احسن۔ سادات نقوی سے ہیں۔ کندرکی ضلع مراد آباد میں ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ وطن میں ابتدائی فارسی تعلیم اپنے دادا سے پوری کی۔ عربی مولوی شیخ عبدالحکیم طبیب کندرکی سے شروع کی۔ پھر مراد آباد میں مولوی مظفر علی خاں[1] اور مولوی تفضل حسین سے پڑھا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں لکھنؤ کے مدرسۂ ناظمیہ شیعہ میں داخل ہوئے۔ وہاں مظفر علی خاں مراد آبادی اور شمس العلما مولانا نجم الحسن صاحب مجتہد سے بھی استفادہ کیا۔ اصول فقہ شیعہ جناب مولانا سید باقر صاحب سے حسین آباد کے سلطان المدارس میں پڑھے۔ دس برس کامل اسیطرح لکھنؤ میں پڑھکر دہلی گئے اور وہاں مدرسۂ امامیہ مسجد اعتماد الدولہ جناب حامد علی خاں میں ملازم ہوئے۔ سوا برس کے قیام کے بعد دہلی سے ترک تعلق کرکے رام پور میں آئے۔ اور سررشتہ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ جناب نواب ولیعہد بہادر اور اُنکے بھائیوں کی اتالیقی بھی کی۔ فی الحال مصاحب اعلیحضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر ادام اللہ ملکہم کے ہیں۔ وہمت ملتابی توجہ للہ طلبا بھی پڑھاتے ہیں

---

[1] ١٥ انوار الرحمٰن لتنویر الجنان صفحہ ۸۳۔

شب و روز کتاب بینی کا مشغلہ ہے۔ اور حاجت روائی مخلوق میں ہر وقت مستعد ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

حکیم انچھارام

جنکے نام سے حکیم انچھارام کا کنواں مشہور ہے۔ نہایت[1] فہیدہ۔ اور ذی شعور تھے۔ طب میں کامل دستگاہ تھی۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں (سنہ ۱۲۵۰ھ) تا (سنہ ۱۲۷۰ھ) مشہور طبیب تھے۔

اخوندزادہ محمد انور خاں

ولد ملا بدرالدین رام پور کے رہنے والے تھے معتمد[2] الدولہ کے زمانہ میں فقیر محمد خاں بہادر گویا کے رفقا میں تھے۔ مولوی عبدالرحمن موحد لکھنوی سے معارضہ رہتا تھا مسئلہ وحدت وجود کے منکر تھے۔ مولوی خیرات علی الہ آبادی۔ مولوی عبدالرحمن کے مرید اور شاگرد تھے۔ مولوی ہادی علی شاگرد مولوی ذوالفقار علی رئیس دیوہ کی آمد و رفت آخوندزادہ کے پاس تھی۔ اور یہ دونوں صاحب مولوی خیرات علی کو تنگ کیا کرتے تھے۔

ایک روز اخوندزادہ نے مولوی عبدالرحمن کے ہاں شیرینی بھیجی اور کہلا بھیجا کہ مولوی خیرات علی مولوی ہادی علی سے ملزم ہو گئے یہ اسکی شیرینی ہے۔ مولوی عبدالرحمن مولوی خیرات علی سے ناخوش ہو گئے۔ مولوی خیرات علی نے کہا کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ تب مولانا صاف ہوئے۔ اور اس کے چند روز بعد اخوندزادہ پر معتمد الدولہ کا عتاب ہوا اور وہ لکھنؤ سے نکالے گئے۔

سید اولاد حسین شاداں منشی فاضل نقوی بخاری بلگرامی

سید اولاد حسین ولد مولوی سید تفضل حسین ولد مولوی سید فدا حسین نقوی بخاری بلگرامی انکا نسب اکیس[۲۱] واسطوں سے سید جلال الدین بخاری تک اور تینتیس[۳۳] واسطوں سے حضرت

---

[1] منشات عزت۔ [2] انوار الرحمن تنویر الجنان۔

امام علی نقی علیہ السلام کے بیٹے جعفر تواب تک منتہی ہوتا ہے۔ ان کے اجداد میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت بھی ہیں۔ ملک عرب سے سفر کرنے کے بعد ان کے اجداد بخارا میں آکر مقیم ہوئے اور وہاں سے بلگرام[1] آئے جو صوبۂ اودھ کے ضلع ہردوئی میں ایک مشہور اور معروف قصبہ ہے اور مردم خیز جگہ ہے چنانچہ زمانۂ محمد شاہ بادشاہ دہلی میں علامہ عبدالجلیل و سید غلام علی آزاد بلگرامی مشہور عالم فاضل جلیل القدر و صاحب تصنیف کثیرہ و معتمد علیہ اہل زبان عالم گذرے ہیں اور سید صاحب کے ننہالی عزیز ہیں۔ شاد ان کے اجداد اکثر درویش ہوئے چنانچہ فقیری کی بو ان کے دادا میں بھی پائی جاتی تھی۔

چونکہ ان کے دادا مولوی سید فدا حسین ابتدائے انگریزی میں کوآت ضلع آرہ میں وکالت کرتے تھے اس لئے ان کے والدین کا بھی آرہ میں قیام تھا اور وہیں ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں سید اولاد حسین پیدا ہوئے۔ جب سید صاحب کی عمر تین سال کی تھی تو مولوی سید فدا حسین کی نواسی کے شوہر نے انتقال کیا اور نواسی کے شوہر والی جائداد کا کوئی منتظم نہ رہا تو انکے دادا کو وکالت ترک کر کے بلگرام آنا پڑا انھیں کے ساتھ شاد ان بھی بلگرام آئے اور پھر چودہ برس کی عمر تک بلگرام ہی میں رہے۔

چودہ برس کی عمر تک اپنے دادا سے فارسی پڑھتے رہے اور اس علم کی تکمیل انھیں سے کی۔ اسی اثنا میں تحصیلی مڈل اسکول میں بھی تعلیم پاتے رہے اور ماتحت درجۂ اردو مڈل تک یہ تعلیم بھی حاصل کی لیکن جب خاندان اجتہاد کے مجتہد العصر شمس العلما مولوی سید محمد حسین

---

[1] بلگرام صوبۂ اودھ میں علم اور شرافت سیادت کے لئے مشہور قصبہ ہے۔ اس لفظ کی ترکیب - بیل - بیائے موحدہ مکسور و یائے تحتانی معروف سے ہے جو ایک قوم ٹھاکروں کی ہے اور قبل اسلام اس مقام پر قابض تھے۔ اور گرام درگراون ہندی میں گاؤں کو کہتے ہیں۔

آنریبل سید حسین عماد الملک سلمہ اللہ اور انکے بھائی ڈاکٹر سید علی شمس العلما مرحوم اسی خاک پاک میں پیدا ہوئے۔

عرف جناب مولوی علن صاحب مرحوم کے ساتھ اُن کی بڑی ہمشیر کی شادی ہوئی تو اپنی ہمشیر کے ساتھ ۱۸۹۲ء میں لکھنؤ آئے۔ اور انگریزی تعلیم کے لئے اپر پرائمری چرچ مشن برانچ اسکول واقع جوہری محلہ لکھنؤ میں نام لکھایا اور پہلی ترتیب کے موافق پانچویں درجہ تک اسی اسکول میں انگریزی پڑھی۔

گو بلگرام میں مولوی سید کرار علی پیش نماز بلگرامی سے عربی شروع کی تھی مگر عربی پڑھنے کا شوق لکھنؤ آکر ہوا چنانچہ مولوی مرزا ابوتراب کشمیری ساکن وزیر گنج لکھنؤ سے صرف ونحو اور شرح تہذیب تک منطق پڑھی۔ اور قطبی و سلم جناب علن صاحب مجتہد مرحوم سے۔ عربی کی تعلیم اتنی ہی ہے۔ لیکن ادب عربی میں بوجہ ضرورت بہت سی کتابیں دیکھنا پڑیں۔

برانچ اسکول کی تعلیم ختم ہونے کے بعد لوئر مڈل انگریزی کی تعلیم چرچ مشن ہائی اسکول میں اور مڈل انگریزی کا امتحان امریکن مشن سینٹینیل ہائی اسکول گولا گنج سے دیا اور ۱۸۹۹ء میں انگریزی مڈل کا امتحان پاس کیا۔ (اس زمانہ میں مڈل کا امتحان سرکاری ہوا کرتا تھا اور سرٹیفکٹ ملا کرتا تھا) اسی زمانہ میں راجہ امیر حسن خاں صاحب نے ایک ہائی اسکول

(بقایا حواشی صفحہ ۶۹) لے مولوی سید دلدار علی صاحب غفراں مآب عراق عرب سے مجتہد ہو کر نواب سعادت علیخاں کے عہد شاہی میں لکھنؤ تشریف لائے نواب مذکور نے سات گاؤں معافی میں عطا کئے اُن کے بعد اُن کے بیٹے سلطان العلما مولوی سید محمد صاحب مجتہد اور اُن کے جانشین ہوئے اور اُن کے بعد ملک العلما مولوی سید بندہ حسین اور اُن کے بعد اُن کے بیٹے سید ابو الحسن عرف بچھن صاحب شمس العلما اور اُن کے بعد مولوی سید علن صاحب شمس العلما مجتہد ان کے جانشین ہوئے۔ لکھنؤ کے فرقہ شیعہ و سنی میں انکا تبحر علم معقول مسلم تھا علن صاحب نے ۱۹۰۱ء میں ۲۰ رجب کو انتقال کیا۔

ہز ہائنس نواب سید حامد علی خاں صاحب والی ریاست رام پور بالعموم ان کی تقلید فرماتے تھے اور دو سو روپیہ ماہوار ۱۸۹۸ء سے وقت انتقال تک ریاست سے اُن کو ملا ہوتا رہا۔

خاندان اجتہاد بھی سادات نقویہ میں ہے۔

اور اصلی باشندے قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی کے ہیں۔ جو صوبہ اودھ میں ہے۔

شاہان اودھ کو وقت تخت نشینی غفران مآب اور سلطان العلما تاج پہنایا کرتے تھے۔

رفاہ عام اسکول کے نام سے لکھنؤ میں کھولا پری پریٹری انٹرنس کلاس کی تعلیم اسی اسکول میں پائی اور پھر سینٹینل ہائی اسکول کے انٹرنس کلاس میں جاکر نام لکھایا۔ اسی زمانہ (۱۸۹۲ء) میں انٹرنس کلاس کی ماہانہ فیس تین روپیہ ماہوار ہوگئی جس کے ادا کرنے کی استطاعت اِن میں نہ تھی چھ ماہ انٹرنس میں پڑھکر تعلیم انگریزی مجبوراً ترک کرنا پڑی۔

۱۸۹۳ء میں تلاش معاش سید رضا حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر بلگرامی کے پاس سہارنپور گئے انھوں نے اپنے لڑکوں کی تعلیم ان کے سپرد کی اور عدالت کلکٹری میں امیدواروں میں نام لکھوا دیا ایک سال کے قریب سہارنپور میں رہے۔ چونکہ جناب چھن صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جناب علن صاحب رفاہ عام ہائی اسکول کے ٹرسٹی تھے اس لئے ۱۸۹۴ء میں سہارنپور سے انھیں بلوا کر انگریزی اپر پرائمری کلاس کی تعلیم کے لئے مدرس مقرر کیا ۱۸۹۶ء میں اس اسکول سے انگریزی نکالدی گئی۔ اور عربی کے تین درجے مولوی و مولوی عالم و مولوی فاضل مع درجات ابتدائی اور فارسی کے تین درجے منشی و منشی عالم و منشی فاضل مع درجات ماتحت جنکا امتحان پنجاب یونیورسٹی میں اب بھی ہوتا ہے کھولے گئے۔ اور سید صاحب کو جناب علن صاحب نے درجہ منشی فاضل کا مدرس مقرر فرمایا۔

اسی سال امتحان منشی بعد اسپیشل ٹسٹ ان انگلش پنجاب یونیورسٹی کا ایک ساتھ دیا اور دونوں میں کامیاب ہوئے اور ۱۸۹۷ء میں بحالت مدرسی امتحان منشی عالم فارسی و مولوی عربی دیا اور کامیاب ہوگئے۔ اور ۱۸۹۸ء میں امتحان منشی فاضل دیا۔ ہنوز نتیجہ شائع نہیں ہوا تھا کہ نواب[1] میر مہدی حسین صاحب ماھ داماد نواب تاج محل صاحبہ نے اپنے مقدمہ کی پیروی کے لئے

[1] نواب صاحب بھی خاندان شاہی کے تھے اور زوجہ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے داماد تھے ماھ انکا تخلص تھا امیر مرحوم کے شاگرد تھے۔ انکا دیوان چھپا ہوا ہے۔ انکو خلاق المعانی کہنا نامناسب نہوگا مرثیہ ایسے کہے کہ لکھنؤ والوں کو انیس و دبیر کے گھر کے سوا انکا تیسرا گھر ماننا ہی پڑا۔ افسوس کہ یہ مراثی نہ انھوں نے چھپوائے اور نہ ان کی اولاد چھپوانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ انکے مراثی قابل دید ہیں۔ اور دماغ خاص قسم کا پایا تھا۔

کلکتہ بھیجدیا۔ سید صاحب مدرسہ سے چھٹی لیکر ایک سال تک اِس مقدمہ کی پیروی کرتے رہے
(یہ مقدمہ نواب پیارے صاحب ولد اسد الدولہ نواب اچھے صاحب کے مخالف چلایا گیا تھا۔
دعویٰ یہ تھا کہ نواب خاص محل صاحبہ زوجہ واجد علی شاہ آخری شاہ اودھ کی کل جائداد
منقولہ از قسم جواہرات و نوٹ پر نواب پیارے صاحب نے بیجا قبضہ کر لیا ہے ڈیڑھ کروڑ کا دعویٰ تھا۔
اور خاص محل کے پوتے نواب ننھے مرزا صاحب سے مول لیکر جناب ممدوح نے چلایا تھا۔
اور لندن تک سے جیت لیا۔ پانچ لاکھ تینتیس ہزار کی ڈگری ملی۔)
کلکتہ ہی میں امتحان منشی فاضل کی کامیابی کی اطلاع ہوئی۔ ایک سال بعد پھر اسی مدرسۂ
عالیہ اسلامیہ اسکول میں درجہ منشی فاضل کو تعلیم دیتے رہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کی ابتدا میں
جناب علن صاحب (رفاہ عام ۱۲) نے خفا اور ناراض ہو کر رسمی شپ سے استعفا دیا ان کے تتبع میں
شاداں نے بھی استعفا دیدیا۔
اسی بیکاری کے زمانہ میں ان کے چچا کی لڑکی کے ساتھ ۲۳۔ رمضان کو ان کی شادی ہوئی
جس کو ان کے والدین نے قرار دیا تھا۔ تین بچے پیدا ہوئے اور تینوں کم عمری میں مرگئے۔
اب اس وقت شاداں کی عمر ساٹھ سال کی ہے اور اولاد کوئی نہیں ہے۔
۶۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء کو مولوی فرخی صاحب اُستاد حضور پُرنور کی تحریک سے انکو لکھنؤ سے
بلوایا گیا۔ اور مدرسۂ عالیہ رام پور میں پرشین پروفیسری کے عہدہ پر تقرر کیا گیا۔
اِن کی تحریک سے درجات منشی۔ و منشی عالم۔ و منشی فاضل مدرسۂ عالیہ میں کھولے گئے۔
اُس وقت سے ابتک درجہ فاضل کو تعلیم دے رہے ہیں سنہ ۱۹۱۲ء میں چرچ مشن کالج
اندور کے پرشین پروفیسر مقرر ہوئے مگر حکام سررشتہ تعلیم ریاست رام پور نے اِن کی
قدردانی کی اور اجلاس ہمایوں سے اضافہ کرا کے انھیں روک لیا گیا۔ ان کی کارگزاری
اور لیاقت سے حکام بہت خوش ہیں چنانچہ ایک پروانہ خوشنودی بھی عطا ہوا ہے۔
لکھنؤ کی ملازمت میں لکھنؤ میں اور رام پور کی ملازمت میں رام پور میں بہت سے طلبہ نے

ان سے تعلیم پاکر پنجاب یونیورسٹی کا امتحان منشی فاضل پاس کیا ہے اور گورنمنٹ ہائی اسکولوں اور کالجوں میں ہیڈ مولوی اور پروفیسر ہیں جن میں سے بعض کے نام لکھے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے شاگردان	نام مدرسہ	عہدہ مع مقام
۱	حامد حسن قادری بچھرانوی	مدرسۂ عالیہ رامپور	پرخیین پروفیسر اسسٹنٹ کالج بڑودہ۔
۲	عبد الهادی رام پوری	"	نوئیس ہائی اسکول بھوپال۔
۳	عبد العزیز آسیف میمن	"	پروفیسر مشن کالج پیشاور۔
۴	سید محمد تقی لکھنوی	لکھنؤ	مدرس درجہ منشی عالم مدرسۂ عالیہ رام پور۔
۵	مرزا محمد ہادی عزیز	"	شاعر مشہور لکھنؤ۔
۶	سید یوسف مسیح اشہر	مدرسۂ عالیہ رامپور	ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول مظفر نگر۔
۷	سید محمود حسن	"	ہیڈ مولوی جارج اسکول مظفر نگر۔
۸	بنے خاں رام پوری	"	سکنڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں۔
۹	محمد نبی خاں رام پوری	"	ہیڈ مولوی اسٹیٹ ہائی اسکول رام پور۔
۱۰	عزیز اللہ خاں رام پوری	"	سکنڈ مولوی اسٹیٹ ہائی اسکول رام پور۔
۱۱	طالب حسین خاں مرحوم	"	ہیڈ مولوی جوبلی ہائی اسکول لکھنؤ۔
۱۲	نواد حسین زید پوری	"	ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول شاہ جہاں پور۔
۱۳	مرزا محمد ہادی کشمیری	لکھنؤ	ہیڈ مولوی کدار ناتھ ہائی اسکول موراداں۔
۱۴	سید علی کشمیری	لکھنؤ	ملازم کلکٹری لکھنؤ۔

اسی طرح ملازم اور غیر ملازم گورنمنٹ منشی فاضل پاس قریب سو شاگردوں کے ہوں گے۔ نہایت منکسر اور متواضع آدمی ہیں۔ فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں کبھی غصہ آتے کسی نے نہیں دیکھا۔ رام پور کے بعض باسواد آدمی کہتے ہیں کہ اگر خیالات فلسفیانہ نہ ہوتے تو ہم ولی ماننے کے لئے طیار تھے۔ اکثر گفتگو صوفیانہ اور فلسفیانہ کرتے ہیں یہ بھی اُن کا بیان ہے

کو تہذیب نفس میں عرصہ دراز سے کوشاں ہوں۔
اگرچہ خاندان تشیع میں ان کی ولادت ہوئی مگر مسلمانوں کے مسلمات کے خلاف اکثر گفتگو کرنے کی وجہ سے سنّی اور شیعہ ان کو لامذہب سمجھتے ہیں۔ یہ مسئلہ اور عقیدے کے علل و اسباب کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ ان کا بیان ہو کہ ہر انسان اپنی عقل کی وجہ سے مکلف ہو جو بات اُس کی سمجھ سے باہر ہو وہ اُس کا مکلف نہیں ہو سکتا کیونکہ مجبور معذور ہوتا ہے۔ اور ایسی بہت سی باتیں ہیں جنکا ذکر فضول ہو۔
ٹھیٹ ہندوستانی وضع میں رہتے ہیں باوجود انگریزی تعلیم کبھی جدید وضع اختیار نہیں کی چہ جائیکہ یوروپین لباس۔ جسمانی توجہ بہت کم ہو۔
بعد ترک تعلیم انگریزی ۱۹۰۵ء میں شاعری کی طرف توجہ کی اور جناب سید محمد اصطفےٰ الدعو بہ لڈن صاحب خورشید لکھنوی سے تلمذ اختیار کیا جو خود خاندان اجتہاد سے تھے اور جناب ماہر کے رشتہ کے بھائی اور داماد بھی تھے۔
لکھنؤ کے اس زمانہ کے مشہور اساتذہ میں سے تھے۔ فن عروض میں دستگاہ کامل رکھتے تھے چنانچہ ایک رسالہ "افادات" اس فن میں ان کی تصنیف سے مطبوعہ موجود ہے۔
ان کے شاگرد رشید بکثرت موجود ہیں۔ ان کو تلمذ سید محمد جعفر صاحب اَمید لکھنوی سے اور اُن کو آغا جو صاحب ھندی لکھنوی سے تھا جو ریاست کے ملازم بھی تھے اور اُنکو نواب عاشور علی برادر نواب سعادت علی خاں بادشاہ اودھ سے تلمذ تھا۔ نواب عاشور علی خاں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ جناب خورشید کا کلام ہر صنف نظم میں غیر مطبوع اُنکی اولاد کے پاس موجود ہو۔ مرثیہ پڑھنے پٹنہ گئے وہیں ہیضہ سے ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا۔
شاداں کلام سادہ با جذبات و موثر اور زیادہ تر درد انگیز پسند کرتے ہیں اور اسی قسم کا کلام کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آٹھ سال تک شاعری بھی کی لیکن اُس کو غیر ضروری سمجھ کر ترک کر دیا۔ اس عرصہ میں سوائے صنف غزل کے دیگر اقسام نظم میں کچھ نہیں کہا ہے۔

بعد انتقال جناب مولوی علن صاحب عالی جناب نواب رام پور بالقابہ نے اُن کے بڑے بیٹے سید محمد عرف بڑے آغا مرحوم کو سو روپیہ ماہوار وظیفہ معین فرماکر عراق تعلیم دینی حاصل کرنے کے لئے بھیجا تو کچھ اعزا بڑے آغا مرحوم کے لکھنؤ سے روانہ بمبئی ہوے اور کچھ اعزا اُن کے رام پور ہیں تھے اُن کو رام پور سے لیجا کر شاگردان کو لکھنؤ والے قافلہ سے بمبئی میں ملا دینا تھا۔ لیکن جب بمبئی پہونچے تو لکھنؤ والا قافلہ روانہ ہوچکا تھا اسلئے شاداں کو کربلا تک جانا پڑا اور کربلا میں وہاں کے فاضل طلب سے ثبوت وغیرہ پر تاقیام کربلا مباحثے رہے۔

درہ نادرہ جو فارسی درسیات میں ایک مشہور مشکل کتاب ہے اس کی مبسوط شرح لکھی ہے۔ جسکا دیباچہ مطبع سعیدی رام پور میں چھپا ہے علاوہ اسکے رسالہ فلسفہ زبان و فلسفہ خواب و تنقید مثنوی گلزار نسیم و مضمون بلینک ورس و نثر مرجز و شرح فن معمی و معمیات حدائق البلاغت بھی چھپ گئے ہیں۔ و شرح معمائے جامی و شرح نورس ظہوری و شرح تاریخ وصاف غیر مطبوع ہیں۔

مولوی حکیم ایوب خاں

ولد مولوی ہزار میر اخوندزادہ ولد عبدالمجید خاں رام پور میں اخون خیلون کے محلہ میں پیدا ہوے۔ اپنے والد سے اور علمائے رام پور سے عربی اور طب حاصل کی نہایت اچھی استعداد اور ذہین طبیعت تھی۔ حکیم احمد علی لکھنوی۔ حکیم احمد اخوندزادہ رام پوری حکیم کفایت اللہ امروہوی سے طب پڑھی۔ مطب بہت اچھا تھا۔ عین شباب میں انیس سال کی عمر میں تقریب ۱۲۷۱ھ ہجری انتقال ہوا۔ اخون خیلون کے محلہ میں اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوے۔

حافظ سید محمد ایوب

بزرگ خاص رام پور کے باشندے تھے جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر

مغفور کے عہد میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ رام پور کے صاحب خدمت ہیں جامع مسجد کی بنیاد رکھنے کے وقت یہ بھی شریک تھے۔ اور ان کے مکانات متصل بازار عثمان گنج میں تھے۔ نہایت پرہیزگار اور بہت شب زندہ دار تھے۔ سلسلہ قادری میں کسی صاحب سے بیعت تھی۔ انکی اطلاع میں سیما بلال شاہ تھے جنکا انتقال ہوگیا اب سید تہور حسین متخلص جلد وئسی خاندان کی یادگار ہیں۔ سید صاحب موصوف سے خاندان کا پتا لگایا تو ان سے صرف یہ معلوم ہوا کہ سید محمد ایوب و حافظ سلیمان حافظ سید عبدالغفار کے چچازاد بھائی تھے۔

حکیم بایزید

ولد شاہ رحمت اللہ ولد حافظ برخوردار قدسی (عربی کے عالم متبحر اور طب میں ارسطوئے وقت تھے۔ آپ شاہ عبدالکریم عرف ملا فقیر اخوند کے بے ماد بھائی تھے۔ شاہ صاحب کو درویشی میں کمال تھا تو آپ کو طب میں وہی مرتبہ حاصل تھا۔ طب حکیم قطب الملۃ والدین مولانا فخرالدین میرٹھی۔ حکیم قاضی ثناء اللہ بریلوی شاگرد نواب علوی خاں اور حکیم کبیر علی خاں انصاری سنبھلی سے حاصل کی۔ نواب علوی خاں کی خدمت میں بھی حاضر رہے ان سے مطب کیا اور طب پڑھی۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ مل بالیہ میں ابتدا مدت سے عاری تھے۔ اور ابلہ فریبی سے اس کو عار جانتے تھے۔ آپ نے طب کے ساتھ دستکاری کو جمع کیا۔ کابل کے نواح میں بہت سیاحت کی۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں[1] صاحب بہادر کے ہمرکاب سرہند میں رہے۔ وہاں طاعون شدید پیدا ہوا اور ہزاروں آدمی مرگئے۔ آپ نے پیاز اور سرکہ سونگھنے کو بتایا اس تدبیر سے بہت سے لوگ مرض سے محفوظ رہے۔ ایک[2] سال سردی کے موسم میں رام پور میں طاعون ہوا۔ نواب حسن علی خاں بہادر مع اپنے رفقاء خلیفہ محمد اکرم۔ احمد نظر خاں انصاری۔ محمد خاں رجھڑ۔ محمد مراد علاقہ بند محمد فاضل کلانوت۔ اور شیخ نادر علی کے مبتلا ہوئے۔ آپ کے علاج سے سب اچھے ہوگئے

---

[1] فصول فیض اللہ خانی ورق ۲۶۹ [2] فصول فیض اللہ خانی ۲۸۱

کچھ دنوں حافظ رحمت خاں کی رفاقت میں بھی رہے۔ اخیر میں رام پور ہی میں قیام رہا۔ مگر علاج کے لئے لوگ الموڑہ اور بریلی وغیرہ میں بھی بلاتے تھے ملک محمد خاں خٹک ساکن پریوا سے بہت دوستانہ تھا ان کے ہاں عورتوں کی بھی آمد ورفت تھی نصول فیض اللہ خانی فارسی میں امراض راس سے کل امراض کو لکھا ہے۔ اور اپنے مطب کے واقعات ذکریا رازی کی طرح لکھے ہیں ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ برادر میاں نعمت اللہ کو اسہال بواسیری کا دورہ بلاسپور میں ہوا عظیم خاں حاکم بلاسپور نے میانے میں ڈال کر رام پور بھیجا والدہ محمد عارف۔ احمد اور بہنیں رونے لگیں۔ عبد الصمد بھانجا روتا ہوا آیا اور میرے علاج سے وہ بالکل اچھے ہو گئے۔ نواب محمد علی خاں بہادر کو ایک سال پیچش ہو ئی۔ حکیم احمد علی۔ حکیم محمد یار خاں۔ حکیم محمد امان۔ مرزا عاشور بیگ وغیرہ معالج تھے۔ اخیر میں آپ نے اور حکیم احمد علی نے علاج کیا صحت ہوگئی۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے حکیم احمد علی کو ایک سو روپے ایک دستار۔ ایک تھان شروع گجراتی اور دو تھان ڈھاکہ کے ڈوریے کے عطا کئے۔ اور حکیم بایزید کو پانچ سو روپے نقد۔ ایک بادامی رنگ کا دوشالہ۔ دو تھان جھولہ شاہجہاں پوری کے دو تھان ڈوریہ ڈھاکہ۔ دو دستاریں۔ دو تھان شروع گجراتی کے۔ اور پچاس بیگھہ پختہ اراضی بشارت نگر میں عطا کی۔

آپ محمد شفاعت خاں۔ اور سید عبد اللہ شاہ بغدادی کے بھی معالج تھے۔ نواب مصطفیٰ خاں ولد حافظ رحمت خاں کی بیوی کو چند سال سے درد سر بھی تھا۔ پیلی بھیت اور بریلی میں میر عوض علی کو چک۔ حکیم پیر محمد معصر بھاگی رت اور معصر بشوہر کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا رام پور میں مریضہ کو لائے۔ حسب الحکم جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر علاج آپ نے شروع کیا چند روز میں آرام ہو گیا۔ آپ نے جراحی کا فن اپنے چھوٹے بھائی میاں نعمت اللہ حرمت خاں بونیر وال۔ اور بہادر شاہ خاں کو سکھایا ملا جمال خاں اکوزی۔ ملا محمد اشرف خاں کمال زئی۔ ملا منور خاں رجڑ ملک زئی آپکے شاگرد تھے۔ محمد عارف

آپ کے بیٹے تھے۔ جنکی عمر ۱۲۰۰ھ ہجری میں ۱۹ سال کی تھی ایک بیٹے کا نام احمد تھا۔
حکیم بایزید کی سنہ وفات کا پتا نہیں چلا۔

تصانیف حکیم بایزید | فصول فیض اللہ خانی مشہور بہ اقتباس العلاج۔ فارسی زبان میں ہے۔
اپنے بیٹے میاں سعید احمد کے لئے بارہ سو دو ۱۲۰۲ھ میں لکھی۔ اور نواب فیض اللہ خاں بہادر کے نام پر معنون کی۔ فن طب میں اس جامعیت کی کتاب کم ہوگی علاج کے ساتھ حکایتیں بھی لکھی ہیں۔ یہ نسخہ نہایت بدخط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ کاتب نسخہ مصنف کا شاگرد یا مرید ہے۔ اور کتاب ۱۲۶۱ھ میں اصل مسودہ دستی مصنف سے نقل کی ہے۔ ابتدا میں فہرست مضامین بھی موجود ہے۔ پانچ سو چھیاسی ورق ہیں ہر صفحہ میں ۱۲ سے لیکر ۲۴ سطریں ہیں۔
کتابت کی تقطیع ۱۰½ انچ × ۴½ انچ ہے۔ اور کتب خانۂ ریاست رام پور میں فن طب فارسی میں ۲۲۰ نمبر پر درج ہے۔ فصول فیض اللہ خانی کے دیباچہ میں مصنف نے اپنی تصانیف ذیل بھی لکھی ہیں۔

جرائب النعمت در فن جراحت بنابر تعلیم میاں نعمت اللہ برادر خود تصنیف ۱۱۸۵ھ ہجری۔
فوائد النعمت در بیان علاج آتشک تصنیف اخیر سال ۱۱۸۵ھ ہجری۔
رسالہ در معالجات حاملہ ابتدائے قرار نطفہ سے ولادت تک تصنیف ۱۱۸۶ھ ہجری۔
قرابادین نافع الامراض تصنیف ۱۱۹۰ھ ہجری۔
مقالات طب۔ خزانۃ العلاج ابتدا ۱۲۰۲ھ ہجری۔
ریاض العمل جدید تصنیف ۱۲۰۳ھ ہجری۔

میاں بادشاہ

یہ عالم[1] بے بدل تھے۔ برسوں تلاش خدا پرستی میں اکثر سالک اور مجذوبوں کی خدمت کی لیکن مدعا حاصل نہیں ہوا۔ رام پور میں حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

[1] مع الکرامات فارسی امام الدین خاں۔

اور بد عا بیان کیا۔ آپ کے ہاں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ایک بچے سے کہا کہ میاں بادشاہ کو تلقین کرو۔ میاں بادشاہ کو خیال ہوا کہ بھلا لڑکا کیا علم باطن سے آگاہ ہوگا۔ مگر عقیدہ درست تھا۔ اُس لڑکے کی توجہ سے حالت متغیر ہوگئی۔ حافظ صاحب نے اپنے ہاں کی امامت ان کے سپرد کی اور یہ گویا خلافت کا مقدمہ تھا۔

مجاہدہ پہلے ہی کر چکے تھے صرف توجہ تام درکار تھی۔ چند روز میں خلیفہ کردیا۔ رام پور میں انتقال ہوا متصل مزار حافظ جمال اللہ صاحب ایک قبرستان میں قبر ہے۔ گرد مختصر چاردیواری ہے پنجشنبہ کو لوگ وہاں بھی فاتحہ خوانی کو حاضر ہوتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ان کے قبر کے سرہانے جس کو دفن کیا اُس کی قبر ٹیڑھی ہوگئی۔ سیف الدین خاں کے متوسلین نے اس کا تجربہ بھی کرلیا۔

ملا بدرالدین

قوم[۵۱] افغان۔ فقہ اور اصول میں مداخلت تھی۔ اور تمام علمائے افاغنہ میں حسن تقریر میں ممتاز تھے سالکا زمانہ بھی جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کا ۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ عہد ہے۔ اکثر امرا کی مصاحبت اور وکالت کرتے تھے اور زمانہ موافق تھا۔ ان کے بڑے بیٹے محمد انور خاں نے معتمد الدولہ کے دور دورہ میں لکھنؤ میں خوب نام پیدا کیا۔ جن کا ذکر حرف الف میں ہو چکا ہے۔

پیر برخوردار

کہتے[۵۲] ہیں یہ بزرگ سید ابراہیم حسینی ابچشتی خلیفہ شیخ محمد صادق گنگوہی کے خلفا میں سے تھے۔ سید ابراہیم صاحب کا مزار مراد آباد محلہ پیرزادہ گان میں ہے۔ اُنکا انتقال تیئیسویں جمادی الآخر ۱۰۸۰ھ کو ہوا ہے۔ پیر برخوردار صاحب کی قبر مقبرہ جناب نواب سید فیض اللہ خاں بہادر سے جانب شمال تھوڑے فاصلہ پر بیرون شہر رام پور ہے۔

---

۵۱ روزنامچہ عبدالقادر خاں۔ ۵۲ انوار العارفین فارسی۔ ۵۳ تاریخ اصغری ۸۰۔

مزار پر چھوٹا گنبد ہی۔ کوئی آدمی ان کے سلسلہ کا نہیں معلوم ہوتا۔ تاریخ چوتھی ماہ شوال کو ریاست کی طرف سے سالانہ فاتحہ عرس ہوتا ہی۔

مولوی حکیم بخش اللہ امروہوی

شاہ ابن کی اولاد سے تھے۔ نامور طبیبوں میں شمار تھا۔ رام پور میں بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر ملازم تھے۔ پھر ان کے صاحبزادے۔ نواب سید محمد کریم اللہ خاں صاحب بہادر کے ملازموں میں داخل ہوے۔ حکیم صاحب موصوف دو واسطوں سے حکیم علوی خاں کے شاگرد تھے۔ حکیم علیم صاحب امروہوی نے انھیں سے فن طب حاصل کیا تھا۔

ملا بشارت خاں

ولد ملا حجاب خاں اخوند۔ قوم رزڑ پٹھان۔ ملا حجاب خاں بعہد عالی جناب نواب سید علی محمد خاں بہادر غفراں مآب افغانستان سے آنولہ میں آئے اور گھوڑوں کی تجارت کی غرض سے باہر گئے تھے۔ جب واپس آئے تو روپیہ ساتھ تھا۔ آنولہ کے باغات میں آکر مفقود الخبر ہو گئے ملا بشارت خاں کے افغانستان میں باپ کے واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ خود آنولہ میں آئے اور پھر ہمرکاب جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں بہادر رام پور میں آکر مقیم ہوے۔ افغانستان میں علوم عربیہ کی خوب تحصیل کی تھی۔ اچھے پایہ کے عالم تھے۔ زبان پشتو تھی پشتو زبان میں چند کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ایک کتاب مولوی جعفر علی خاں کو اُن کی اولاد نے دیدی تھی باقی کا پتا نہیں۔ اخیر عمر میں رام پور میں نکاح کیا۔ ۲۰ شوال سنہ بارہ سو اڑسٹھ ہجری (۱۲۶۸ھ) کو انتقال کیا۔ اور حضرت پور دروازہ کے باہر ملنگ شاہ کے تکیہ میں دفن ہوے جواب دریاے کوسی میں آگیا۔ مولوی محمد نور خاں اور مولوی علی احمد خاں دو فرزند رشید یادگار چھوڑے۔

سلہ تحریر مولوی عبد اللہ خاں مرحوم۔

مولوی بشارت حسین

یہ نام تذکرہ علمائے ہند میں موجود ہے۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس نام کا کوئی مدرس مدرسہ رام پور میں نہ تھا۔

مولوی بشارت اللہ اخوند

ولد نواب سحاب خاں غازی۔ آپ سلطان المجاہدین جہاں شاہ خاں علی شر خیل فاتح بیت المقدس کی اولاد میں سے جاتے ہیں۔ روہیلکنڈ کے افاغنہ آپ کو نیر سے اس لئے ہمراہ لائے تھے کہ آپ کے فیض قدم سے فتح نصیب ہو گی کٹھیر میں تسلط کے بعد لوگوں نے درخواست کی کہ آپ آنولہ میں قیام فرمائیں آپ نے اس شرط سے قیام منظور کیا کہ کوئی فعل نامشروع نہو۔ چنانچہ اسکا وعدہ ہو گیا چند روز کے بعد آپ کو ایک جگہ گانے بجانے کا حال معلوم ہوا۔ اسی وقت آنولہ سے چلدئے۔ بریلی آئے تو حافظ رحمت خاں نے روکنا چاہا مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں بہادر باصرار تمام رام پور لے آئے۔ محلہ کنڈہ میں مکانات بنائے۔ اب تک وہ آراضی آپکی اولاد کے قبضہ میں موجود ہے۔ آپ سورہ مزمل اور چہل اسماء میں سے چند اسماء کے عامل زبردست تھے یہ آپ کی برکت ہو کہ اس وقت تک اولاد میں علم اور درویشی کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کی قبر محلہ کنڈہ میں تالاب کے کنارہ ہو۔ عبداللہ اخوند آپ کے فرزند تھے۔

مولوی بشارت اللہ

ابن مفتی محمد سعد اللہ۔ قوم شیخ ربیع الآخر کی دسویں تاریخ بارہ سو بہتر ہجری (۱۲۷۲ھ) کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ محمد ظفر اسم تاریخی ہے۔ فارسی۔ عربی۔ اور طب اپنے والد حکیم محمد ابراہیم خاں لکھنوی اور عبدالکریم خاں رام پوری سے پڑھیں۔ طلبا کو بھی پڑھایا نہایت ذکی اور ذہین ہیں۔ اگر افکار زمانہ فرصت دیتے تو علامۂ وقت ہوتے۔ اول مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس ہوئے۔ پھر چند روز کو متولی مزار نواب خلد آشیاں ہو گئے۔

رام پور میں کوئی قدر دان نہ رہا اس لئے بھوپال چلے گئے۔ بیگم صاحبہ بھوپال کی آپکے خاندان پر نظر پرورش ہے۔ وہاں ۱۹۱۵ء میں محکمہ وکالت میں اسسٹنٹ پولیٹکل سکرٹری تھے اب پنشن ہو۔ بسم اللہ کی تفسیر فارسی میں لکھی ہو۔ ایک فرزند حمید اللہ ہیں عربی نہیں پڑھی ہو۔ الحمد للہ کہ آپ کا پوتا مولوی اسد اللہ ولد رشید اللہ مرحوم تمام علوم سے فارغ ہو کر درس علوم عربیہ اور وعظ میں مصروف ہو

مولوی سید مفتی بشیر الدین

ولد سید عبد اللہ عرف ننھے میاں۔ از اولاد سید عبد الرزاق صاحب خلف اکبر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم۔ شاہجہاں پور کے غلزئی محلہ میں پیدا ہوئے۔ نواب سید احمد علی بہادر کے عہد میں رام پور میں آئے۔ اور مفتی شرف الدین صاحب اور مولوی حیدر علی صاحب وغیرہ سے فارسی اور عربی علوم حاصل کئے۔ شافعی مذہب تھا۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ حضرت شاہ مشیر علی صاحب خلف سید شاہ غلام علی صاحب مالوی۔ قادری۔ رزاقی سے بیعت تھے۔ ریاست رام پور میں مفتی عدالت فوجداری رہے اور نہایت دینداری سے اس خدمت کو انجام دیا۔ رام پور میں اول محلہ جیانی میں رہتے تھے اخیر میں کوچہ فرنگن میں قیام فرمایا۔ ربیع الآخر یا جمادی الاول کی پچیسویں تاریخ اٹھارہ سو بانوے عیسوی (۱۸۹۲ء) کو انتقال فرمایا۔ اور سرائے دروازہ کے باہر مٹھا شاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے۔ اولاد میں سے سید غلام غوث کا رامپور میں انتقال ہوا۔ سید احمد علی مہاجر مدینہ میں فوت ہوئے۔ ایک فرزند حیدر آباد میں ہیں۔

شاہ بغدادی

نام سید عبد اللہ عرف بنے میاں ہو۔ ان کا نسب گیارہ واسطوں سے سید عبد العزیز فرزند حضرت غوث الاعظم سے ملتا ہو۔ ان کے سلسلہ کے مرید کہتے ہیں کہ جس وقت دہلی میں بغداد سے تشریف لائے ہیں تو مولانا فخر الدین۔ مرزا مظہر جان جاناں ظفر علی شاہ

شاہ آبادانی۔ میران نانو۔ اور میر فتح علی نے اِن کی پالکی کو کندھا دیا ملا فقیر اخوند کے مریدین بھی کہتے ہیں کہ ملا فقیر اخوند نے بھی پالکی کو کندھا دیا تھا کہتے ہیں کہ کچھ ایسا تصرف تھا کہ جس شہر میں گزر ہوتا تھا لوگ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔ رام پور میں تشریف لائے تو نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر شہر سے باہر گئے۔ اور اُن کی پالکی کو اُٹھایا۔ رام پور میں قیام کے بعد نواب سید فیض اللہ خاں صاحب نے موضع آغاپور جاگیر میں دیدیا تھا۔ یوں بھی فتوحات کثیر تھی۔ جو کچھ آتا تھا۔ فقرا اور ساکین کو دیتے تھے۔ ایک نہایت عالیشان مسجد بنائی۔ تعمیر مسجد کی حالت میں ایک روز گھبرا کر حجرہ سے نکل آئے اُن کا تکیہ کلام تھا (آنا بابا) حجرہ سے نکل کر معماروں سے کہا آنا بابا فوراً پاڑ پر سے اُتر آؤ۔ جب لوگ کام سے علیحدہ ہو گئے مسجد گر گئی۔ اِس کے بعد دوبارہ تعمیر کرائی یہ مسجد اب تک اچھی حالت میں ہی۔ دیگر مساجد شہر کی طرح ریاست سے ہر تیسرے سال اُس کی مرمت ہوتی ہی۔

یکشنبہ کے دن چودھویں محرم بارہ سو سات (۱۲۰۷ھ) کو انتقال کیا۔ رام پور میں اپنی مسجد کے آگے دفن ہوئے۔ مزار پر پختہ گنبد ہی۔ اور نہایت وسیع احاطہ بنا ہوا ہی مزار پر قدم رسول بھی نصب ہی۔ اس احاطہ میں مکانات بھی تھے۔ اب گر گئے ہیں اب خام مکان بنا کر مجاور رہتے ہیں۔ یہ محلہ بغدادی صاحب کے مزار کے نام سے موسوم ہی۔ احاطہ میں بہت مزارات ہیں۔ بغدادی صاحب کے تین خلیفہ تھے۔ ایک مولوی امجد علی دوم مولوی نثار احمد بریلوی۔ سوم شمس الضحیٰ اکبر آبادی۔ حافظ شاہ جمال اللہ علیہ سے آپکے مریدوں کا کچھ نزاع بھی ہوا تھا۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

دریغا حسرتا قطب معظم — چراغ دودمانِ غوث اعظم
گرامی گوہر دریائے پُرنور — کہ نامش سید عبداللہ مشہور
یکشنبہ دہ و چار از محرم — بروں زد خیمہ از آفاق عالم

درین غم با ہزاراں آہ و حسرت — طلب کردم زدل تاریخ رحلت
بدل گفتا سروشِ رحمتِ حق — جناں را روح پاکش داد رونق

انیس العاشقین محمد اخلاق قادری مخلی محمد شاہ بادشاہ نے سنہ ۱۲۱۲ھ میں تصنیف کی ہے۔ اس میں زیادہ مدح آپ کی ہے۔ اِس کتاب کے اخیر میں میرامجد علی الجعفری قادری کی نظمیں عربی۔ فارسی اور اُردو کی بھی آپ کی مدح میں ہیں۔ کتب خانہ میں یہ کتاب موجود ہے۔ شاہی زمانہ میں مخلی خطاب خواجہ سراؤں کا تھا۔

شاہ یقا

پیپل والے گھیر میں مکان تھا۔ عقد نہیں کیا۔ ان کے بھائی نمو اخوندزادہ صاحبِ اولاد تھے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ بیعت کس سے تھے۔ مگر شرع کے نہایت پابند تھے۔ ایک مختصر سا مکان تھا۔ اس میں رہتے تھے ناس اپنے ہاتھ سے بناکر فروخت کرتے تھے۔ خود بھی سونگھتے تھے۔ گھر میں مکا اور جو۔ بو لیتے تھے۔ اُس کو اپنے ہاتھ سے پیس کر خود ہی پکاکر کھاتے تھے۔ کبھی کسی سے کچھ نہیں لیا۔ لوگ مرید بھی تھے۔ اور معتقدین تو بہت تھے۔ کسی بارسوخ شخص نے کہا کہ آپ بہت عسرت سے بسر کرتے ہیں سرکار میں نام لکھا دیا جائے۔ فرمایا میرا نام تو خدا کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ جناب نواب فردوس مکان کے غسل صحت میں پچاس روپے آپ کو بھیجے گئے قبول نہیں کئے۔ بارہ سو اکیاسی یا بیاسی ہجری میں (سنہ ۱۲۸۱ھ یا سنہ ۱۲۸۲ھ) انتقال ہوا۔ اور اپنے مکان مسکونہ میں دفن ہوے۔ اب یہ مکان فروخت ہوگیا ہے۔ قبر موجود ہے۔ ان کے خاندان اور مریدین میں سے کوئی اب باقی نہیں ہے۔

ملا بہاء الدین

پنجاب کے رہنے والے تھے۔ کتب صرف و نحو حافظ غلام نبی صاحب سے پڑھیں۔ دیگر کتب اور علمائے رام پور سے حاصل کیں۔ اخیر عمر میں درویشی غالب آگئی تھی۔ مولوی نظام الدین صاحب کی کوٹھی کے متصل جو مسجد ہے۔ اُس میں ذرا سی لنگوٹی لگائے

ہوئے تنہا بیٹھے رہتے تھے۔ ایک شخص اپنے گھر سے کھانا لاتا تھا وہی کھاتے تھے۔
انتقال کو بیس بائیس سال ہوئے اُسی مسجد کے متصل دفن ہیں۔

حافظ بہادر علی خاں

ولد کرامت علی خاں قوم پٹھان بونیر وال ساکن محلہ گھیر سیف الدین خاں۔ ان کے
بزرگ ولایت سے غالباً نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں آئے۔
ابتدا ًقرآن شریف حفظ کیا۔ تھوڑی فارسی پڑھی۔ طبیعت ابتدا سے تنہائی پسند تھی۔
لوگوں سے بات چیت کرنا بھی ناگوار تھا۔ خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کی
کثرت سے بالکل استغنا تھا۔ آٹھ بھائی تھے۔ اور سب اِن کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے۔
پان کثرت سے کھاتے تھے۔ بھائی کی لکڑی کی تجارت میں کام کرتے تھے اور دوکان پر بیٹھکر
مال بیچتے تھے۔ بازار میں منھ چھپاکر نکلتے تھے۔ بظاہر کسی سے اُن کو بیعت نہ تھی۔ البتہ
جناب بیرنگ شاہ صاحب لھسوی والے کے مزار سے محبت تھی۔ اگر کوئی شخص ان کے لئے
ایک پیسہ صرف کرتا تو جب تک دو پیسے سے بدلہ نہ کرلیتے چین نہیں آتا تھا۔ پوشاک بھی انکے
بھائی اچھی مہیا کردیتے تھے۔ گھنٹوں خاموش بیٹھے رہتے۔ گھر پر لوگ جاکر دق کرتے تھے۔
مکان کے دروازہ پر جلی قلم سے یہ شعر لکھکر لگا دیا تھا۔

روزِ محشر کہ جانگداز بود　　　اولیں پرسش نماز بود

جب زیادہ دیر کسی کو ہو جاتی تو کہتے آپ اِس شعر کو پڑھتے ہیں گھر میں کام کو جاتا ہوں۔
یہ کہکر چلے جاتے۔ زنانہ مکان میں تنہا ایک کوٹھری میں رہتے۔ گرمی۔ سردی۔ برسات۔
تینوں موسم اُسی کوٹھری میں بغیر پنکھے کے گزارتے تھے۔ نماز روزہ کے سخت پابند تھے۔
چند لوگوں سے بہت خلوص تھا۔ اور بے تکلف اُن سے ملتے تھے۔ اویسیہ مذہب محض تلاوت
قرآن شریف کی وجہ سے حاصل تھا۔ شادی نہیں کی ملنے والوں کو دین کی پابندی کی تاکید
کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال سے پیچش کی شکایت ہوئی اور جاتی رہی ناتوانی بڑھتی رہی

وہ ابہت اصرار سے ایک دو بار پی لیتے ۔غفلت مرض میں بھی کلام شریف کی تلاوت جاری تھی۔ اخیر مرض موت میں انتقال سے چار پانچ روز پہلے ایک دو مخلصوں سے فرمایا کہ میاں فرشتے میرا رزق ڈھونڈھتے ہیں مگر نہیں ملتا۔ افسوس کہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۳ء کو رات کے گیارہ بجے انتقال فرمایا اور ۲۹۔ اپریل کو جناب میاں امیر شاہ صاحب مرحوم کے احاطۂ مزار میں دفن کیا۔

مولوی سید بہادر علی

ابن مولوی سید جمال علی صاحب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ علوم عربی و فارسی کی تکمیل اپنے چچا مولوی امام علی صاحب سے کی اور نسخ کی خوشنویسی اپنے دوسرے چچا سید عنایت علی صاحب سے حاصل کی آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن شریف بعض بعض جگہ موجود ہیں ۔شاگرد بہت سے تھے ریاست کے اہل خاندان بھی بہت سے شاگرد تھے۔ نواب جنت آرام گاہ کے رفقا میں داخل تھے۔ ان کے ہمرکاب لکھنؤ وغیرہ مقامات میں بھی رہے علاوہ اور داد دہش کے چار آسامیاں فوج میں بھی عطا ہوئی تھیں پچاس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ کوچہ صیقل گراں کی مسجد کے آگے دفن ہوئے۔

بھورے میاں

نام کمال الدین خاں ولد غلام حسین خاں ابن مولوی غلام جیلانی خاں رسالہ دار حضرت شاہ درگاہی صاحب کے خلفا[۱] سے تھے۔ رات دن ذکر و شغل میں معروف رہتے تھے۔ شادی بھی نہیں کی۔ شاہ درگاہی صاحب کا مزار خود بنوایا اور ہر سال انکا عرس کرتے تھے۔ چوتھی رمضان سنہ بارہ سو چوراسی ہجری (۱۲۸۴ھ) کو وفات ہوئی۔ اور محلہ پل پختہ میں گنبد دار مزار موجود ہے۔ جسکو انکے خلیفہ میاں نذیر علی صاحب نے

---

[۱] انوار العارفین۔

تعمیر کرایا ہو۔ حافظ جمال اللہ صاحب کو آپ کے والد سے اسقدر الفت تھی کہ حافظ جی[1] کے نام سے اُن کو پکارا کرتے تھے جو اپنا لقب تھا۔ بھورے میاں کی دو برس کی عمر تھی کہ یکایک سخت علیل ہو گئے۔ غلام حسین خاں صاحب نے جاکر حالت عرض کی حافظ صاحب تشریف لائے اور فرمایا حافظ جی یہ تو اچھا خاصہ ہے۔ تم مطلق اندیشہ نہ کرو یہ ابھی نہیں مریگا۔ بلکہ اپنی عمر طبعی کو پہونچیگا۔ اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوگا۔ اور میری بھی ایک عمدہ خدمت اِس سے انجام پائیگی۔ چنانچہ آپ اچھے ہو گئے اور بہت عمر ہوئی اور اپنے پیر اور دادا پیر کے مزاروں کی درستی کرائی۔

آپ ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہر دن رہے جایا کرتے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ جب[2] میں آپ کو دیکھتا تو مثل ماہ تاباں کے پاتا۔ اور بہت سے تارے آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہوتے۔ اس کے بعد آپ میری نظروں سے غائب ہو جاتے اور جگہ خالی مجھے نظر آتی۔ تو آپ ہنس کر فرماتے کمال الدین تو مسند کی طرف کیا دیکھتا ہو۔

مصر بھولا ناتھ

جناب[3] نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) یہ بھی حکیموں میں تھے۔

پیر بیرام خاں خٹک

یہ بزرگ بعہد نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) ولایت سے آئے۔ زیادہ حالات معلوم نہیں ہوے۔ آدمی مقدس۔ اور مخیر تھے۔ نہایت مالدار تھے۔ باون مسجدیں اور ایک سو کنویں بنوائے۔ بلاسپور کے مکانات تحصیل بھی انکے بنائے ہوئے ہیں فی الحال فراش خانہ کے سامنے جو مسجد ہے اِنہیں کی بنوائی ہوئی ہے ایک مسجد چھتے والی

---

[1] مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین اُردو مؤلفہ مولوی مرزا محمد عبدالستار بیگ سہسرامی مطبوعہ۔
[2] مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین۔ [3] فصول فیض اللہ خانی ورق ۵۶۴۔

جو چاندی خانۂ قدیم کے دروازہ کے برابر تھی - ایک مسجد احمد شاہ خاں خنگ والی جواب احاطۂ عدالتہائے صدر میں آگئی ہے - ایک مسجد کٹ گنیا میں ہے - اور مسجدوں کا حال تحقیق نہیں ہوا - اِن کے مکانات بھی اِس جگہ تھے جہاں اب عدالتہائے صدر واقع ہیں ذکور اولاد میں کوئی باقی نہیں ہے - اِن کی دختر کی شادی مولوی ناصر خاں ولد نجابت خاں سے ہوئی تھی جنکے بطن سے حکیم احمد خاں فاخر خاں پیدا ہوئے - پیرجی کا اصلی نام ابراہیم خاں تھا عرف میں پیر بیرام خاں مشہور ہو گئے - سنہ رحلت معلوم نہیں ہوا - آپ کا مزار غلام حیدر خاں کے تکیہ میں متصل مکان حافظ اسد علی خاں ہے -

امام سید تراب علی شاہ

آپ کے والد کا حال معلوم نہیں - زبانی روایت ہے کہ سید سالار مسعود غازی کے لشکر کے امام تھے - قصبۂ بلاسپور کی آبادی کی جگہ لڑائی ہوئی - اُس میں آپ شہید ہوئے - کہتے ہیں قوم کے سید - عالم اور درویش تھے - آبادی قصبۂ بلاسپور سے گوشۂ غرب جنوب ملحق آبادی مزار ہے - اور وہیں گنج شہدا ہے - اہل بلاسپور کو آپ سے بہت عقیدت ہے - سال میں ایک بار بلا تعین تاریخ عُرس ہوتا ہے -

مولوی جعفر علی خاں

ولد مولوی اکبر علی خاں خانزادہ اکوزی حاجی خیل ساکن محلہ پھلوار و چوک محمد سعید خاں کتب عربی درسیہ مولوی محمد نور - مولوی نور النبی - سید حسن شاہ محدث مولوی محمد حسن امروہی سے پڑھیں - اپنے والد سے بھی علوم پڑھے - مرتے وقت تک سوا درس و تدریس کے کوئی مشغلہ نہ تھا - نہایت قانع متقی - پرہیز گار اور سادہ مزاج تھے - ان کے اتقا کی کثرت سے لوگ اُن کو وہابی کہتے تھے - چوک محمد سعید خاں کی مسجد میں جماعت اور نماز کا اہتمام اُن کی برکت سے ہے - تقریبًا کل محلہ ان کے فیض سے نمازی ہو گیا - نماز کے اوقات سنت نبوی کے موافق تھے - صبح کی نماز اندھیرے میں ہوتی تھی مگر اُنکی برکت سے

جس قدر نمازی اُس مسجد میں ہوتے تھے شہر کی کسی مسجد میں نہیں ہوتے تھے۔ اگر کوئی شیرینی لاکر فاتحہ دلانا چاہتا تو کبھی فاتحہ نہیں دیتے تھے۔ لوگ سخت وسست کہتے تھے۔ مگر کبھی کسی کو جواب ترش بھی نہیں دیا۔ بشیر علی خاں جوان بیٹا اکلوتا مر گیا۔ لیکن حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ ریاست رام پور میں جو مقام ٹانڈا ہے۔ اُس میں تمام بنجاروں کو نماز اور روزہ کا پابند کر دیا۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں ملازم تھے۔ پچھتر سال کی عمر میں تیرہ سو پچیس ہجری میں (سنہ ۱۳۲۵ھ) رام پور میں انتقال کیا۔ ایک فرزند ڈاکٹر مختار علی خاں وٹنری ڈاکٹر زندہ اور متقی ہیں۔ مختار علی خاں کے فرزند نے علوم عربیہ اور فارسی کی خوب تکمیل کی ہے۔

مولوی جلال الدین

قوم[1] پٹھان مولوی محمد کے شاگرد تھے۔ وعظ و پند پر ہمت مصروف تھی کسی امر کو کرنا منظور ہوتا تو پہلے یہ کوشش کرتے کہ سب کا اجماع اُس پر ہو جائے۔ اس ہوس کی بدولت رنجش پر نوبت آجاتی تھی آخر کو یہ ہوا کہ سنت ابوذر رضی اللہ عنہ اُن پر جاری ہوئی اور شہر سے نکالے گئے۔ اور نہایت عسرت میں انتقال ہوا۔ اِن کا زمانہ بھی تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا ہے۔

مولوی جلال الدین احمد خاں تخلص جلال

ولد حاجی رحیم الدین خاں قوم افغان محلہ بنگلہ آزاد خاں میں رہتے تھے رام پور میں ۲۵۔ شوال سنہ ۱۲۵۲ھ کو پیدا ہوئے۔ کتب فارسی مولوی غیاث الدین و شیخ احمد علی سے پڑھیں۔ عربی دیگر علمائے رام پور سے حاصل کی۔ مختلف مقامات پر ملازمت کی اخیر عمر میں صاحبزادہ زین العابدین خاں صاحب بہادر عرف کلن خاں کے ہاں جے پور میں ملازم تھے۔ بحالت ملازمت جب رام پور تشریف لاتے تو راقم کے والد کے پاس مقیم ہوتے تھے۔ اُن سے نہایت اتحاد تھا۔ بہت باوقار، کم سخن۔ اور بافہم تھے۔

[1] روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔ [2] روزنامچہ میں یہی عبارت ہے۔

عربی۔ فارسی میں اعلیٰ استعداد تھی۔ صوم وصلوٰۃ کے سخت پابند تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کبھی کبھی نظم بھی لکھتے تھے۔ جے پور سے ترک تعلق کے بعد رام پور میں خانہ نشین رہے۔ رام پور میں اور جے پور میں سیکڑوں شاگرد ہیں حضرت شاہ سعید احمد صاحب مجددی دہلوی سے بیعت تھے۔ شعبان کی گیارھویں تاریخ تیرہ سو تیرہ ہجری (۱۳۱۳ھ) کو انتقال فرمایا اور شاہ ولی اللہ صاحب کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ مولوی سراج الدین احمد خاں رام پور میں اور حافظ معز الدین خاں نائب بخشی فوج جے پور میں۔ دو فرزند زندہ موجود ہیں۔

مولوی شیخ جلال الدین تخلص جلال

ولد مولوی شرف الدین صدیقی صاحب علم وفضل تھے۔ اپنے والد سے تعلیم علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا ایسے قانع اور متوکل تھے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ بذل نفس وبال ہیں انتخاب۔ مولوی غلام جیلانی رفعت کی صحبت میں مذاق درویشی کی لذت اُٹھائی ستر برس کا سن پایا بارہ سو بائیس ہجری (۱۲۲۲ھ) میں اکیسویں ذیقعدہ کو انتقال فرمایا کبھی نظم فارسی بھی لکھتے تھے

مولوی جلال الدین نابینا

ولد مولوی کمال۔ آپ کے علم وفضل کی رام پور میں بڑی شہرت ہے بچپن ہی میں آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اُسی حالت میں علوم وفنون کی تکمیل کی۔ ہر فن میں کامل تھے۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ان کی تعریف بہت سنی ہے۔ ملاقات کا آرزومند ہوں۔ رام پور ہی میں انتقال ہوا ۱۲۵۸ھ تک زندہ تھے۔

مفتی[۱] اسد اللہ خاں محمدی ولد مفتی کریم قلی خاں صدر الدولہ میں پور، ساکن جونپور نے کتب معقول شرح سلم وغیرہ آپ سے پڑھی تھیں۔ مفتی موصوف تیرہ سال مفتی عدالت

---

[۱] حدائق دیم تجلی نور مطبوعہ۔

ضلع فتحپور اور پھر قاضی القضاۃ صدر آگرہ اور پھر صدر الصدور دیوانی عدالت کے ہوگئے تھے۔ یکم جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو جونپور میں انتقال کیا اور محلہ چتر ساری میں دفن ہوئے۔

مولانا سید جمال الدین

ابن مولوی سید کفایت علی۔ قوم کے سید۔ اصلی وطن لاہور ہے آپ کے والد کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک درویش کی دعا سے مولانا سید جمال الدین اور ایک بھائی میاں کمال الدین پیدا ہوئے۔ علوم عقلی و نقلی حدیث و تفسیر دہلی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے پڑھے۔ شاہ عبد العزیز آپ کے ہم سبق تھے۔ درویشی کا خیال ہوا تو مولانا فخر الدین دہلوی سے بیعت کی۔ اور خلافت پائی۔ مرشد نے دہلی سے رخصت کر دیا۔ اور رام پور میں قیام کا حکم دیا۔ دہلی سے مراد آباد آئے۔ مراد آباد میں سید احمد صاحب کے خاندان میں شادی ہوئی جنکا مزار متصل دریائے رام گنگ جامع مسجد رستم خاں دکھتی کے شادی کے بعد رام پور میں آئے یہاں عام و خاص آپ کے معتقد ہوگئے۔ نہایت منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے۔ مسلمان۔ ہندو۔ شیعہ۔ سنی سب ہی حاضر خدمت ہوتے تھے۔ منشی جانکی داس آنجہانی دیوان صدر رام پور ایک بار حاضر خدمت ہوئے۔ فرمایا جس کو معبود حقیقی جانتے ہو اُس کی یاد سے غافل نہ رہنا کوئی بھی شخص حاضر ہوتا تو تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ بھنگی کے ساتھ بھی یہی برتاؤ تھا۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر مرحوم والی رام پور کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ اور اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ پیر زنجیر کے مزار کے پاس مکان تھا۔ اور دیوار بیچ ریاست کے زنانہ مکانات تھے۔ جب عمارت کی توسیع ہوئی تو دوسرے محلہ میں چلے گئے۔ پیر زنجیر کا مزار اور اُسکی مسجد کا اب نشان باقی نہیں ہے۔ مولانا فخر الدین دہلوی کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ دہلی جاتے مولانا دریائے ہنڈن تک استقبال کو آتے۔ اور دہلی سے نہ اترنے دیتے۔

آپ کے مرشد کے صاحبزادہ میاں کالے صاحب رام پور آئے دس کوس سے استقبال کیا۔

شہر کے دروازہ سے اُن کی پالکی کو کندھا دیا آپ کے معتقدین میں سے جنگی خاں لکڑ لے والے اور جسقدر امرا تھے سب نے پالکی کاندھے پر اُٹھائی۔

مولانا قاری عبدالرحیم نے بیان کیا کہ میں اپنی صغیرسنی میں اپنے والد مولوی عبدالماجد کے ہمراہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے دیکھکر آپ نے فرمایا آؤ حافظ عبدالرحیم۔ والد نے عرض کیا ابھی تو قرآن ناظرہ بھی نہیں پڑھا ہو فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ حافظ ہوجائیگا یہ اُن کی برکت تھی کہ قاری عبدالرحیم کی قرأت اور حفظ کی ہر زبان پر داستانیں ہیں۔
جب کسی مسلمان کی میت کی اطلاع ہوتی نماز جنازہ میں شریک ہوتے۔ آخر عمر میں ضعف شدید ہوگیا تھا۔ اُس وقت ڈولی میں بیٹھکر جاتے تھے۔ آپ کی تکلیف کی وجہ سے لوگوں نے میت کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تھا۔

سُنا ہو علوم ظاہری کا بھی درس فرماتے تھے۔ اور نسبت باطنی میں تو ہزاروں فیضیاب ہوے۔
آپ کے خلفا میں شاہ جی غلام رسول خاں نہایت مرتاض آدمی تھے اور انکے انتقال سے اس سلسلہ کا گویا خاتمہ ہوگیا۔
صاحب تواریخ عجیبہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بحالت صاحبزادگی جناب نواب سید محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ نواب احمد علی خاں بہادر کا حکم ہو شہر سے چلے جایئے۔ مولانا نے اپنی ایک ٹوپی منگا کر دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے معزز اور مکرم آؤگے خاطر جمع رکھو۔ نواب صاحب نے عرض کیا جو ٹوپی آپ پہنے ہیں یہ عنایت ہو۔ چنانچہ وہی ٹوپی دیدی۔ اور پھر وہ رئیس ہوکر رام پور آے۔ مولانا نے ایک سوتین سال کی عمر میں اُنتیسویں جمادی الاولیٰ سنہ بارہ سو اکتالیس ہجری (۱۲۴۱ھ) کو انتقال فرمایا۔
آپ کے مرشد کی تاریخ وفات رضی اللہ عنہ (۱۲۰۱ھ) ہو اور آپکی تاریخ رضی اللہ عنہم ہو۔ یہی تاریخ مزار پر کندہ ہو۔ آپ کے انتقال کی خبر سے تمام شہر کو صدمہ عظیم تھا۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر نے فرمایا مقبرہ کے واسطے جو باغ پسند ہو لیلیا جاوے

بریلی دروازہ جہاں مزار ہے یہ سرکاری باغ بہت وسیع تھا۔ نہایت عالیشان دروازہ اور پختہ چار دیواری تھی جواب بھی کسی قدر باقی ہے۔ اس باغ میں مدفن قرار پایا۔ تمام شہر کے امرا۔ علما درویش اور غربا جنازہ کے ساتھ تھے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر بھی جنازہ کے ساتھ تھے۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے بیروں شہر بریلی دروازہ کے باہر نماز جنازہ ہوئی۔ نواب احمد علی خاں بہادر نے آپ کو قبر میں اُتارا اور کہا افسوس ایسا درویش پچاس برس تک میری زیر دیوار رہا مگر میں نے قدر نہ جانی۔

مولوی جمال احمد مجددی

ولد میاں غلام احمد مجددی۔ کرم خاں کے باغ کے متصل رہتے تھے۔ مولانا محمود عالم صاحب سے کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا ولی النبی قدس سرہٗ کی بہن منسوب تھیں اس لئے میاں ضیاء النبی کے گھر میں سکونت اختیار کی۔

کلکتہ کے کسی جھگڑے میں دریائے شور کو بطریق سزا بھیجے گئے وہاں سے رہا ہو کر رام پور آئے تو نواب خلد آشیاں نے بیس روپیہ تنخواہ کر کے مدرسۂ عالیہ میں مدرس کر دیا۔ اصول فقہ خوب پڑھاتے تھے۔ اور تمام علوم کی تکمیل کامل تھی۔ نہایت مقدس بزرگ تھے۔ رام پور میں محرم کی انیسویں تاریخ سنہ بارہ سو اٹھانوے ہجری (۱۲۹۸ھ) کو انتقال فرمایا۔

سید محمد جمال شاہ تخلص مظلوم

ولد سید قطب شاہ فقیہ ابن سید خواجہ نور۔ ابن سید حسن۔ ابن سید صدر الدین۔ ابن سید عبد الخالق ابن سید امیر محمد عرف پیر بابا ابن سید مصطفی ابن سید علی ترمذی عرف پیر بابا۔ حسین الحسینی۔ آپ کے والد بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) رام پور میں تشریف لائے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سید اعظم الدین ہے اور آپ کے ہی خاندان سے تھیں۔ آپ رام پور میں تقریباً ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بی بی شمس النسا بنت مولانا فقیہ الدین خلف مولانا جمال الدین

مرحوم سے شادی ہوئی۔ اکتساب علوم فارسی اور عربی اپنے والد اور دیگر اساتذہ رام پور سے کیا۔ اپنے والد سے طریق باطنی میں کمالات حاصل کیے۔ مگر آپ کے والد نے طریقہ خلافت جاری نہیں رکھا تھا۔ اس لئے مولانا نصیر الدین عرف میاں کالے صاحب سے خلافت پائی۔ اور سلسلہ تعلیم باطنی شروع کیا۔ زہد۔ تقویٰ۔ مجاہدہ اور ریاضت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ امرا کے دروازہ پر کبھی نہیں گئے محلہ راج دوارہ میں گوشۂ تنہائی میں زاویہ نشین تھے۔ ترویج طریقہ باطنی میں کوشاں تھے۔ مریدین کو ہمہ وقت یادِ الٰہی کی تاکید تھی اور اسکے خلاف گفتگو اور تحریر سے ملال ظاہر فرماتے تھے۔ آپ کے تیرہ مکتوبات فارسی مرج البحرین میں چھپے ہیں اُن سے آپ کی محبت الٰہی کی حالت واضح ہوتی ہے۔ بہت لوگوں کو راہ ہدایت بتائی۔ آپ کے خلفا میں سید اسد علی شاہ رام پوری۔ سید وزیر علی شاہ۔ سید امیر علی شاہ پیرجی احمد شاہ رام پوری مشہور ہیں۔ آپ کا مکان خرمے والی بغیا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ آپ کی برکت ہے کہ آپ کے مکان میں خرمے کے درخت ہیں اور نہایت لذیذ پھل دیتے ہیں۔ نظم اُردو بھی کبھی لکھتے تھے اور اُس میں واردات قلبی کا اظہار ہوتا تھا۔ اپنے مکانات اور دکانات کے کرایہ پر گزر تھی۔ خورمولی کے پھلنے کے موسم میں جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کی طرف سے پھلوں کی حفاظت کا نہایت اہتمام ہوتا تھا۔ تھوڑے سے پھل نواب صاحب کے لئے روز جایا کرتے تھے شباب میں مزاج میں نہایت غصہ تھا۔ اور سپاہیانہ وضع سے رہتے تھے۔ اکثر خانہ جنگیاں ہوئیں۔ نواب فردوس مکان کی ولیعہدی میں ان کے اردلی کے سواروں میں ملازم تھے۔ اچھے سپاہی اور پورے سوار تھے۔ دوشنبہ کے دن وقت ظہر شعبان کی اٹھائیسویں تاریخ بارہ سو چھیانوے ہجری (سنہ ۱۲۹۶ھ) کو انتقال فرمایا۔ اور اپنے والد کے برابر اپنے خرموں کے باغیچہ میں دفن ہوئے۔ عہد جناب نواب سید محمد مشتاق علی خاں صاحب بہادر عرش آشیاں میں (سنہ ۱۳۰۴ھ تا سنہ ۱۳۰۶ھ) گنبد مزار کا پختہ بن گیا۔

اب اور بھی عمارتیں خدام نے بنائی ہیں۔ آٹھ اولادیں لاولد فوت ہوگئیں۔ فی الحال ایک فرزند میاں مشتاق صاحب زندہ ہیں اور صاحب ارشاد ہیں۔

مولوی جمال شاہ خاں صرفی ونحوی

ولد اخون زادہ محمد نور خاں ولد ملا ملوک۔ مفتی شرف الدین کے داماد ہیں۔ علوم معقول ومنقول میں علمائے رام پور خصوصاً مفتی شرف الدین سے تلمذ تھا۔ مدت تک مدرسۂ عالیہ میں مدرس رہے۔ کسی وجہ سے رام پور سے ملازمت ترک کرکے گوالیار گئے۔ اور مولوی عبدالعزیز خاں رام پوری ناظم ریاست گوالیار کو پڑھاتے رہے۔ پھر رام پور میں واپس آئے۔ یہاں کچھ دنوں صاحبزادہ باقر علی خاں بہادر مرحوم کے ہاں انکے نواسوں کی تعلیم پر ملازم رہے۔ ان سے بھی بہت فیض ہوا۔ حکیم عبدالرشید خاں مدرس اول مدرسۂ طبیہ دہلی نے بھی ان سے پڑھا تھا۔ صرف اور نحو میں بے مثل تھے عروض وقافیہ بھی خوب جانتے تھے۔

ملا ملوک کا گھیر اب تک مشہور ہے۔ اور یہ خاندان صاحب املاک جائداد تھا۔ انتقال کو تقریباً چالیس سال ہوئے۔ موٹے کلن کی کنیا والے قبرستان میں دفن ہوئے۔

تین اولادیں تھیں۔ صاحب علم کوئی نہیں ہوا۔

مولوی سید جمال علی

حضرت امام موسی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بارہہ میں پیدا ہوئے املاک عطیہ شاہی سے بسر ہوتی تھی۔ بعد جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر مولوی سید امام علی صاحب وسید عنایت علی صاحب۔ آنولہ میں آئے۔ نواب صاحب بہادر ممدوح نے بہت عزت فرمائی اور اُن کے ہر طرح کفیل رہے۔ جب رام پور دارالحکومت ہوا تو یہاں آئے اور پیر زنجیر کی زیارت کے پاس سکونت اختیار کی یہ مقام اب داخل قلعۂ معلی ہے رنگ محل کے متصل پیر زنجیر کا مقبرہ گنبد دار تھا۔ اب کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ جب توسیع قلعہ میں یہاں کے مکانات آگئے تو سید صاحب محلہ دینہ عنایت خاں میں صیقل گروں کے کوچہ میں جنے لگے۔

فارسی کے ماہر تھے۔ عربی میں بھی دخل تھا۔ خط نسخ کے اعلی درجہ کے خوشنویس تھے
چھیانوے برس کی عمر ہوئی۔ عبداللہ خاں کے باغیچہ کے متصل کھنی کے درخت کے نیچے
دفن ہوئے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہوئی۔

حافظ شاہ جمال اللہ

ولد سید سلطان شاہ معروف بہ سید محمد روشن۔ لاہور کے مضافات میں ایک قصبہ گجرات
شاہ دولہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں پیدا ہوئے نسب آپ کا حضرت سید عبدالقادر جیلانی
تک پہونچتا ہے۔ آپ نے خود اپنا حال مولوی غلام حسین خاں خلف مولوی غلام جیلانی خاں
سے اس طرح بیان کیا کہ بچپن ہی میں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ اور سید عبدالقادر جیلانی
قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا تھا اُسی وقت سے طبیعت میں ولولہ اور بیخودی پیدا ہوگئی۔
ایام طفلی میں گھر سے نکل کر وزیر آباد (پنجاب) میں آیا وہاں ایک شخص عالم باعمل اور
صالح تھے اور اُن سے کرامتیں بھی سرزد ہوتی تھیں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ
قرآن شریف اُن سے حفظ کیا۔ ایک روز وہ بزرگ فرمانے لگے جمال اللہ تمھارا حصہ ہندوستان
میں امانت ہے وہاں جاؤ اور حصہ لو تم سے ایک عالم کو فائدہ ہوگا۔ وزیر آباد سے دہلی آیا
شاہجہاں آباد سے باہر ویرانہ میں ایک مسجد تین در کی تھی دو در بند تھے ایک کھلا ہوا تھا
اُسی ویران مسجد میں ٹھہر گیا۔ اور علم فقہ پڑھنا شروع کیا۔ روزانہ دو ختم قرآن شریف کے
کرتا تھا اور باقی اوقات میں پڑھتا تھا۔ اور اُستاد کی خانگی خدمت کرتا تھا۔ رات میں
چکی پیستا تھا تیسرے روز اُستاد کے اصرار سے تھوڑے جو کھالیتا تھا میرے اُستاد ہمیشہ مجھے
مرید ہونے کے لئے نصیحت کرتے تھے۔ مگر میں تو خود بینی کو خدادانی سمجھے ہوئے تھا اور
کہتا تھا کہ جو میں ریاضت کرتا ہوں اِس سے زیادہ درویشی میں کیا ریاضت ہوگی۔ اور
دوسروں سے التجا کرنا کیا فائدہ۔ ایک رات کو یہ اتفاق ہوا کہ میں اپنی ویران مسجد میں
تلاوت قرآن شریف کر رہا تھا دروازہ مسجد کا بند تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا جمال اللہ

تلاوت قرآن بڑی عبادت ہی مگر بغیر بیعت ہوے ولایت حاصل ہونا محال ہے۔ اور پھر وہ شخص غائب ہوگیا۔ دروازہ بدستور بند تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا اُسی وقت دوڑا ہوا اپنے اُستاد کی خدمت میں گیا اور یہ حال بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ ابھی چلیے اور مجھے بیعت کرا دیجیے۔ انھوں نے فرمایا رات کے وقت باہر جانے میں اندیشہ ہی۔ دن نکلے تو چلیں۔ بہزار دشواری خدا خدا کر کے رات گزاری۔ صبح کو وہ مجھے اپنے پیر مولانا شاہ قطب الدین مولوی محمد اشرف حیدر حسین کی خدمت میں لے گئے ان کی صورت دیکھکر میں بیتاب ہوگیا۔ مولانا نے میرے استاد سے میرے معاد و معاش کے حالات دریافت کئے اُستاد نے سب حال عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ فقہ پڑھتے ہیں ارشاد ہوا کہ جبکہ شادی ہی نہوگی تو مسائل حیض سے کیا فائدہ۔ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ نکاح میرے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر مجھے فرمایا آج شب کو استخارہ کرنا تاکہ جو امر ظاہر ہو اسکے موافق کیا جائے۔ میں نے استخارہ کیا خواب دیکھا مگر یاد نہ رہا میں صبح کو حاضر ہوا حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار کے پائیں میں تشریف رکھتے تھے۔ چوبیس برس سے اسی مزار کی جاروب کشی کرتے تھے۔ مجھسے خواب کی بابت کچھ استفسار نہیں کیا اور بیعت فرمالیا۔ اُس روز سے میں نے یہ معمول رکھا کہ صبح سے شام تک میں خدمت میں کھڑا رہتا تھا۔ البتہ مراقبہ کے وقت حکماً بیٹھ جاتا تھا۔ یہ حال تو خود حافظ صاحب کی زبانی ہی۔ مگر دیگر احباب کا بیان ہی کہ بارہ برس اسی طرح محنت و ریاضت کی۔ ایک روز مولانا نے حافظ صاحب سے کہا کہ کثرت مجاہدہ سے اب تم کو کمال عطا ہوگیا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ دست غیب یا کیمیا بھی تم کو بتا دیں۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ میری خواہش تو مرشد سے سوائے مرشد کے اور کچھ نہیں ہی۔ یہ سنکر مولانا نے اُٹھکر گلے سے لگایا اور خلافت عطا کی جو لباس پہنے ہوے تھے وہ عطا کیا۔ اپنے خلفائے قدیم کو فرمایا اب حافظ صاحب سے بھی تم اجازت لو۔ اور حافظ صاحب کو حکم دیا کہ شہر میں جاکر افاغنہ کی تربیت کریں۔ مولانا کو افغانوں سے خاص اُنس تھا اور اُن کی والدہ بھی پٹھانی تھیں حافظ صاحب

مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں آئے اور ایک مدت تک بہادر جنگ خاں کی زیر رسالہ داری جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے ملازم رہے۔ اور لباس سپہ گری میں درویشی کو چھپاتے تھے۔ مگر دہلی سے اُن کے پیر برابر تاکید فرماتے تھے کہ طریقہ کو رائج کریں ایک روز بازار میں کھڑے تھے نواب صاحب کے دروازہ پر نئے نواز نئے بجا رہا تھا۔ اُس کی آواز سے جوش و خروش پیدا ہوگیا۔ اُسی حالت میں آپ رسالہ دار کے گھر کو چلے۔ راہ میں جس پر نظر پڑی وہ بیہوش ہوگیا۔ اس کرامت سے شہر میں عام شہرت ہوگئی۔ ہزاروں پٹھان اور دیگر قوم کے آدمی خدا پرست ہوگئے اور انتقال تک حالت صلح و جنگ و قیام و گریز میں برابر پٹھانوں کے شریک حال رہے۔

انتقال ۳۔ صفر ۱۱۹۰ھ کو ہوا۔

حافظ رحمت خاں اور اُن کی بیٹی خدیجہ بیگم بھی مرید تھی۔ ان کی دعا سے خدیجہ بیگم کا مرض جذام جاتا رہا۔ ملا فدا ایک عالم متبحر تھے اور حافظ صاحب کے خلیفہ تھے لکھنؤ میں تلقین فرماتے تھے۔ لال ڈھانگ کے ہنگامہ میں بھی حافظ صاحب جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے لشکر کے ساتھ تھے۔

ایک شخص قاضی سند نامی نے سید عبداللہ صاحب بغدادی کو حافظ صاحب کی طرف سے بھڑکایا۔ اور ایک جماعت بغرض فساد حافظ صاحب پر چڑھ کر آئی۔ مگر ہنگامہ فرو ہوگیا۔ لوگ کہتے ہیں حافظ صاحب کو کتوں کے شکار کا شوق تھا۔ موضع بیٹھی واقع تحصیل سوا ہو کر شکار کے لیے جاتے تھے۔ حضرت[1] شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ بھی رام پور میں جناب حافظ صاحب سے ملے تھے۔ گرمی کا موسم تھا حافظ صاحب نے تربوز عنایت کیا۔

شاہ صاحب نے عرض کیا میں گرمی محبت اور حرارت مودت کی طلب میں آیا ہوں۔

آپ کے خلفا میں سے شاہ درگاہی جنکا مزار رام پور میں ہے۔ میاں سیف اللہ شاہ جو

---

[1] درالمعارف مولانا رؤف احمد صفحہ ۲۳۶۔

قصبۂ سرسی تحصیل سنبھل ضلع مراد آباد میں رہتے تھے اور بہت سے لوگ مشہور ہیں۔ حاجی صاحب نامی ایک بزرگ حافظ صاحب کے مزار کی خدمت کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد شاہ درگاہی صاحب نے عمر خاں کو خدمت مزار پر مقرر کیا شاہ درگاہی صاحب نے پختہ احاطہ اور درویشوں کے رہنے کے واسطے پختہ مکانات اور گنبددار مزار بنوایا۔ تھوڑی سی آراضی حاجی صاحب متولی مزار نے خرید کر وقف کردی ہے جس کی آمدنی ساڑھے تین سو روپے سالانہ کی ہے اُس سے مصارف عرس وغیرہ ہوتے ہیں۔ عرس میں ریاست سے بھی مدد ملتی ہے۔ متولیوں کا عزل ونصب ریاست کے اختیار میں ہے صاحب نسبت کوئی متولی یا خادم مزار نہیں ہے مصارف کا حساب صیغۂ اوقاف ریاست کے اعلیٰ عہدہ دار کو سالانہ دکھایا جاتا ہے۔

ملا جہانگیر

قوم پٹھان۔ مولوی باب اللہ کے شاگردوں میں سے بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) زندہ تھے۔

مولوی حبیب احمد

ولد حافظ محمد شاہ خاں۔ قوم پٹھان۔ محلہ کھاری کنویں میں مکان ہے ۲۷۔ رمضان ۱۲۹۱ھ کو رامپور میں پیدا ہوئے۔ اول اپنے والد سے قرآن شریف حفظ کیا اور فارسی پڑھی۔ پھر مدرسۂ عالیہ اور دیگر اساتذہ سے علوم عربیہ پڑھکر سند تکمیل حاصل کی۔ مولوی حکیم غلام حیدر ولد مولوی حکیم احسن سے کچھ کتابیں طب کی پڑھیں۔ اور حکیم حسین رضا خاں مرحوم لکھنوی سے کل کتب طبیہ درسیہ عربی کی حاصل کیں خوشنویسی نستعلیق کی مولوی الٰہی بخش مرجاں رقم رامپوری سے سیکھی مُہرکنی میں منشی محمد جان ولد مولوی الٰہی بخش مرجاں رقم کے شاگرد تھے ریاست میں مُہرکنی پر ملازم تھے۔ ابتدائے عمر سے لہو ولعب سے متنفر اور علمی تجسس کے شائق تھے۔ تیراکی بھی بدرجۂ اوسط تھے۔ لباس اور عادات سے شان طالب علمی ظاہر تھی بیہودہ مشاغل میں کبھی شریک نہیں ہوتے تھے۔ اکثر اوقات طلبا کو حسبتاً للہ ابتدائی کتابیں پڑھاتے تھے۔ جب آپ کے والد کا انتقال

ہوگیا تو ماں کی خدمتگزاری کے خیال سے عقد نہیں کیا اپنے اساتذہ کا نہایت ادب کرتے تھے۔ افسوس کہ اکتالیس برس سات مہینے کی عمر میں ربیع الآخر کی ستائیسویں تاریخ تیرہ سو اکتیس (۱۳۳۱ھ) ہجری کو طاعون سے انتقال ہوا اور بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔

محمد حبیب الرحمٰن تخلص حبیب

ولد نیاز حسین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں سنہ بارہ سو چھیاسٹھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حکیم عبد الکریم خاں مرحوم سے اکثر کتب درسیہ عربی پڑھیں۔ نہایت دیندار اور متقی تھے۔ فارسی اور اُردو نظم میں مرزا حسین علی خاں شاداں کے شاگرد تھے۔ ریاست کی ملازمت ترک کرکے دہلی میں دواخانہ ہندوستان میں ملازم ہوئے۔ دہلی سے علیل ہوکر آئے اور رام پور میں ۱۴ شعبان ۱۳۳۲ھ کو انتقال ہوا۔

مولوی حبیب احمد تخلص حبیب

ابن شاہ رؤف احمد رأفت رام پور میں ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے۔ بعد تحصیل علوم اپنے والد ماجد سے بیعت کی۔ عالم کامل تھے۔ اور زہد و ریاضت میں فرد تھے۔ شعر و سخن کا بھی ذوق تھا۔ تذکرۂ آثار الشعراء اردو میں آپ کا تخلص رویت لکھا ہے۔ اور کلام فارسی کا نمونہ بھی درج کیا ہے۔ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے استاد تھے۔

جمادی الاولی کی پچیسویں تاریخ بارہ سو باسٹھ ہجری (۱۲۶۲ھ) کو شہر بھوپال میں عین شباب میں ہیضہ سے انتقال ہوا۔ آپ کی وفات سے اہل بھوپال کو نہایت ہی ملال رہا۔ آپ کی تاریخ رحلت ہے۔[1]

مرد چو آں رویت عالی نہاد | شد دل احباب بہ آلام جفت
ملہم غیبی پے سال وفات | رویت مرحوم بفردوس گفت

---

[1] انتخاب یادگار۔

مولوی حافظ حبیب النبی تخلص رفعت

ابن[۱] مولوی ضیاء النبی مرحوم رام پور میں سنہ ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی جمال اور مفتی شرف الدین سے کتب درسیہ پڑھیں۔ تفسیر و حدیث کی سند مولوی نور الاسلام سے لی۔ مدرسۂ عالیہ کلکتہ سے بھی سند حاصل کی اور اُس مدرسہ میں ملازم بھی تھے۔ مولوی غلام جیلانی رفعت سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے والد کے نام سے گھیر اور مسجد اب تک معروف ہیں۔ مولانا ولی النبی قدس سرہٗ آپ ہی کے فرزند گرامی تھے۔ اُردو نظم کی طرف بھی کبھی توجہ فرماتے تھے۔ کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں موجود ہے۔

قصیدہ طحاویہ کی آپ نے بزبان اُردو بسیط اور مدلل شرح لکھی ہے۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ اپنے والد کے زمانہ میں کم عمر تھے۔ ذہن رسا ہے۔ اگر امیر (ریاست) کی توجہ اُن پر ہوئی تو امید ہے مثل اپنے باپ کے نامور ہوں گے۔ یہ انکا قول صحیح ہو گیا۔ گو ریاست نے مدد نہیں کی مگر اپنی ہمت سے شہرت حاصل کی۔ ترپن برس کی عمر ہوئی۔ رجب کی چوتھی تاریخ بارہ سو اکسٹھ ہجری میں (سنہ ۱۲۶۱ھ) کلکتہ میں انتقال ہوا۔

مولوی حبیب الرحمٰن خاں

ولد مولوی محمد حیات خاں قوم پٹھان رام پور میں قلندر خاں کے گھیر میں سنہ ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کتابیں خلیفہ شیخ احمد علی سے پڑھیں اور خوب دستگاہ حاصل کی۔ عربی کی صرف و نحو حافظ صدیق سے پڑھی شوق تعلیم باطنی کا دامنگیر ہوا میاں احمد علی شاہ نقشبندی رام پوری سے بیعت کی۔ اور ذکر و شغل میں بہت محنت کی۔ پولس میں جمعدار تھے۔ مگر اپنے اوقات کے پابند تھے۔ بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ کسی کو مرید نہیں کیا۔ زہد و تقویٰ میں تمام عمر بسر کی۔ دوشنبہ کے دن بائیسویں جمادی الآخر کو سنہ بارہ سو اٹھانوے ہجری میں (سنہ ۱۲۹۸ھ) انتقال فرمایا۔ اور گھیر قلندر خاں

---

[۱] انتخاب یادگار۔

میں متصل باغیچہ نادر شاہ خاں صاحب دفن ہوئے شمس الرحمٰن خاں ایک فرزند موجود ہیں پلٹن میں ملازم ہیں۔

مولانا حبیب اللہ شاہ

ولد حضرت شاہ خاں ابن مولوی زبردست خاں قوم پٹھان رام پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا سے علوم عربیہ کی تحصیل کی چند سال تک طلبا کو پڑھایا۔ مثنوی مولانا روم کے ایک شعر پر طلبا میں مباحثہ ہوا آپ کے سامنے بھی یہ معاملہ آیا مطلب حل نہیں ہوا۔ اُسکے حل کے لئے آگرہ۔ دہلی۔ اور لکھنؤ کو علما کے پاس گئے۔ والد ہمراہ تھے۔ کہیں مدعا حاصل نہیں ہوا۔ لکھنؤ سے گوالیار کو گئے۔ اور شاہ محمد غوث گوالیاری کے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں شعر کا مطلب حل ہوا اور وہیں قیام کا ارادہ کرلیا۔ والد سے کہا آپ سمجھ لیں کہ ایک لڑکا تھا مر گیا۔ اب مجھے آزاد کردیجیے۔ آپ کے والد وہاں چھوڑ کر چلے آئے بہت مدت تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔ جب مرشد نے اجازت دی تو رام پور آئے محلہ گکنندہ میں مکان تھا اپنے محلہ کی مسجد کے حجرہ میں مقیم ہوئے گھر نہ گئے۔ ایک بار کسی معاملہ میں اہل محلہ سے ناراض ہوکر موضع درّو علاقہ ترائیں ضلع نینی تال کو چلے گئے۔ اور کئی برس تک ادھر اُدھر پھرتے رہے۔ پھر رام پور آئے۔ تو بیرون نواب دروازہ جہاں آپ کا مزار ہے ویرانہ میں باغیچہ کے قریب ٹھہر گئے۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے وہ قطعۂ اراضی تمام وکمال عطا فرمادیا لوگوں نے درخت لگادئے مکان بھی بن گیا اکثر جذب غالب رہتا تھا۔ اُس میں بھی شرع کی پابندی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ جو کوئی آتا اُسکو ڈھیلے مارتے۔ چند مخصوص آدمی تھے جو خدمت میں جا سکتے تھے۔ یہ عادت تھی کہ جمعہ کے دن غسل کرتے اور نماز جمعہ باجماعت وہاں ادا کرتے مسجد کے لئے ایک چبوترہ خام بنا ہوا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک وعظ فرماتے۔ بعد نماز مغرب باغ کے جو فصلی میوے ہوتے حاضرین کو

تقسیم کرتے اور لوگوں کو رخصت کر دیتے۔ پھر جمعہ سے پہلے کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ مولوی علی احمد خاں پر خاص توجہ تھی ان کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا غوث علی شاہ جن کا مزار کرنال میں ہے ایک بار حاضر ہوئے ان کو بھی ڈھیلے مارے۔ غوث علی شاہ نے عرض کیا میں مرشد کے حکم سے آیا ہوں پھر منع نہ کیا اور پاس بلالیا۔ آپ کی کرامتیں بہت مشہور ہیں اور آپکے دیکھنے والے بہت سے لوگ زندہ ہیں۔ پچھتر برس کی عمر پائی۔ مرنے سے تین روز پہلے آمد و رفت کی عام اجازت دیدی تھی۔ شب و روز لوگ آتے جاتے تھے۔ گیارھویں رجب کو سنہ بارہ سو اٹھاسی ہجری (۱۲۸۸ھ) میں صبح کے چار بجے انتقال فرمایا۔

ملا حبیب اخوند

راج دوارہ محلہ میں پیلو والی مسجد کی شمالی سیڑھیوں کے متصل کچا مزار آپ کا ہے۔ بڑے عالم دین تھے۔ اور قصیدہ بردہ کے عامل تھے۔ اسی محلہ میں رہتے تھے۔ مولوی عبدالمجید خاں وکیل کے دروازہ کے سامنے مکان تھا۔ دو پوتے تھے مگر ناخواندہ۔ اب ایک پڑوتا ہے مگر جاہل ہے۔

مولوی سید حبیب شاہ

ولایتی تھے۔ رام پور میں کتب فقہ مفتی سعد اللہ صاحب اور میاں حسن شاہ وغیرہ علمائے رام پور سے پڑھیں۔ شرف الدین خاں کے گھیر کی مسجد میں رہتے تھے۔ نہایت مقدس آدمی تھے رام پور میں شادی بھی کرلی تھی۔ اور یہیں انتقال ہوا ۳۵ یا چالیس برس انتقال کو ہوئے۔

سید حسن رضا

ولد سید حسن شاہ ولد سید شاہ محمد محسن ولد قاضی میر حیدر۔ ہمایوں کے عہد میں قاضی میر حیدر اور میر عسکری مدینہ سے آکر قصبۂ کاکو میں مقیم ہوئے۔ ہمایوں نے اِن کے علم و کمال کی حالات سنکر قاضی میر حیدر کو بریلی کا عہدۂ قضا دیا۔ آپ کے بعد سید شاہ محمد محسن آپ کے فرزند کو اکبر نے ۳۰ جلوس میں بتاریخ ۱۷ رجب موضع ملا پور اور موضع دیو ہر یا پر گنہ بریلی

نسلاً بعد نسلاً بطور جاگیر عطا کیے۔ آپ عالم فاضل اور درویش کامل تھے بریلی کے محلہ ذخیرہ میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کے دو فرزند ہوے۔ ایک سید حسن شاہ دوسرے سید جمال علی۔ سید حسن شاہ بھی نہایت مقدس اور عالم تھے۔ ریاست رام پور سے ان کو پچاس روپے ماہانہ ملتا تھا سید حسن شاہ کے دو بیٹے ہوے۔ ایک میر مولائی جو لاولد انتقال کر گئے دوسرے سید حسن رضا جنکا یہ تذکرہ ہے۔ سید حسن رضا نے فارسی اور سنسکرت میں خوب کمال پیدا کیا۔ انگریزی قانون بھی پڑھا۔ برٹش گورنمنٹ میں سررشتہ داری سے ملازمت شروع کرکے ڈپٹی کلکٹری تک ترقی کی خط نسخ نہایت خوب لکھتے تھے۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوے قرآن شریف وتفی بعض مساجد رام پور میں موجو ہیں۔ پچاس سال تک نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔ نہایت متورع اور دیندار تھے حسن سیرت کے ساتھ قدرت نے حسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے طلب فرما کر ۷۔ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو تحصیل سوار میں تحصیلدار کر دیا ۱۸۸۰ء میں بحالت تحصیلداری یکم شوال کو تحصیل ملک میں انتقال فرمایا۔ جنازہ رام پور میں آکر احسن خاں ٹھیکہ دار کی مسجد میں دفن ہوا۔ سید اکرام علی اور سید احسن رضا وصغیر السن لڑکے چھوڑے۔

سید اکرام علی جوان ہو کر لاولد مر گئے۔ سید احسن رضا ریاست میں ملازم ہیں۔ مگر وہ علم وفضل اسلاف کا نہیں ہے۔

حکیم حسین رضا خاں

ولد حکیم محمد حسن رضا خاں لکھنوی تقریباً ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوے مختلف علما سے عربی کتابیں پڑھیں معقول شمس العلما مولانا عبدالحق خیر آبادی سے۔ ریاضی مولانا عبد العلی خاں رام پوری سے اور طب اپنے والد سے پڑھی۔ کتاب کے مطالعہ کے نہایت شائق تھے اکثر اوقات کتب بینی میں صرف کرتے تھے طلبا کو پڑھاتے تھے علم میں اپنے بھائی سے افضل تھے۔ درس بہت اچھا تھا۔ اور طلبا کی تسکین خاطر بخوبی کر دیتے تھے۔

مطب کی رونق بھائی کے مطب سے کم تھی مگر معالجہ میں نہایت غور اور خوض سے توجہ کرتے تھے مریض کے حال کہنے پر نسخہ تجویز نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ خود نبض اور قارورہ سے تشخیص کر کے نسخہ دیتے تھے۔ ۲۳۔ جون ۱۸۷۱ء کو بعہد جناب نواب کلب علی خان بہادر خلد آشیان رام پور میں ملازم ہوئے۔ ۲۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو بعہد نواب سید مشتاق علیخاں صاحب بہادر عرش آشیان ترقی تنخواہ کی ہوئی ۱۸۹۳ء میں کونسل ایجنسی کے لیے انتظام میں آنریری مجسٹریٹ ہوئے۔ یکم ستمبر ۱۸۹۵ء میں اعلیحضرت بندگان حضور پرنور نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ نے اور ترقی فرمائی۔ بائیس برس کی ملازمت کے بعد رام پور سے ترک تعلق ہو گیا۔ اور لکھنؤ جا کر اپنا مطب اور حلقہ درس جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر رام پور آ گئے اور یہاں پر مطب شروع کیا۔ کتابوں کے جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ کتب کا ذخیرہ انکی اولاد کے پاس ہی یکم ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کو رام پور میں انتقال کیا اور میاں محمد عاشق صاحب کے مزار میں بلاسپور دروازہ میں دفن ہوئے۔ پانچ فرزند لائق یادگار چھوڑے حکیم ہادی رضا خاں فرزند اکبر کا مطب لکھنؤ میں اچھا ہے شاگرد بھی بہت سے ہیں۔

حکیم حاجی حسن رضا خاں لکھنوی

ولد حکیم حاجی علی رضا خاں لکھنوی ۱۸۱۴ء میں لکھنؤ کے جھوائی ٹولہ میں پیدا ہوئے نو سال کی عمر تک قرآن شریف اور اردو نوشت و خواند میں مصروف رہے پھر کتب عربیہ علمائے فرنگی محل مثل مولانا عبدالحلیم وغیرہ سے پڑھیں۔ طب اپنے پھوپھا حکیم مولوی محمد یعقوب لکھنوی سے پڑھی۔ اور ان کے مطب میں بیٹھے۔ بعد تکمیل پانچ سال تک لکھنؤ میں اپنا مطب جاری رکھا۔ اکثر محلات شاہی شاہزادگان لکھنؤ اور اودھ کے راجوں کا علاج کیا۔ آپ کے کمال کی شہرت کی وجہ سے راجہ مان سنگھ قائم جنگ تعلقدار اجودھیا نے اپنا طبیب خاص مقرر کیا۔ تین برس تک وہاں ملازم رہے۔ وہاں کے قیام میں

حکیم شفاء الدولہ فیض آبادی بھی مشکل علاجوں میں آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ راجہ لال مادھو رئیس امیٹھی راجہ اجودھیا سے مانگ کر لیگئے۔ راجہ صاحب بنارس علیل تھے۔ راجہ مان سنگھ نے آپ کو وہاں بلوایا۔ اور آپ کے علاج سے راجہ صاحب کو صحت ہوگئی۔ دس برس تک وہاں ملازم رہے۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیان نے مسند نشینی کے بعد آپ کو بنارس سے طلب فرماکر سو روپے مقرر کردئے۔ حج کو اپنے ساتھ لیگئے۔ اور تادم واپسیں یہیں رہے۔ علاج میں اللہ تعالیٰ نے دست شفا عطا کیا تھا۔ اخلاق وسیع تھے۔ تہجد گزار پابند شریعت تھے امیر و غریب سب پر یکساں توجہ تھی۔ آپ کے شاگردوں میں حکیم سجاد موہانی حکیم مرزا محمد مہدی لکھنوی۔ حکیم کمال الدین مدرس لکھنوی۔ حکیم راجہ رائے درین بہادر لکھنوی فیض آباد میں حکیم سلطان علی حکیم راحت حسین۔ حکیم عبدالشکور بنارس میں حکیم بنارسی داس۔ حکیم عبدالقیوم۔ حکیم محمد سلیمان۔ حکیم رضا علی۔ حکیم ابن حسن۔ حکیم آل نبی۔ حکیم ولی اللہ۔ حکیم عبدالمجید معروف ہیں رام پور میں آپ کے دونوں صاحبزادے حکیم احمد رضا خاں اور حکیم حسین رضا خاں اور حکیم حیدر علی خاں رام پوری۔ حکیم فتح علی خاں رام پوری۔ اور حکیم خورشید حسن مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قرابادین فارسی۔ شرح رسالہ اسحٰق بن سلیمان اسرائیلی رسالہ علاج ذکور والاناث فارسی اور ایک رسالہ استخراج مزاج نسخہ میں ہے آپ کے پوتے حکیم محمود رضا خاں کا بیان ہے۔ کہ قرابادین ان کے چچا حکیم حسین رضا خاں کے پاس تھی۔ شرح رسالہ اسحٰق بن سلیمان اسرائیلی حکیم حیدر علی خاں مستعار لیگئے تھے۔ وہ ضائع ہوگئی۔ بقیہ رسائل حکیم محمود رضا خاں کے پاس موجود ہیں۔ اُن کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ چند رسائل ناتمام نامعلوم الاسم بھی ہیں۔ آپ کے دو لڑکے حکیم احمد رضا خاں اور حکیم حسین رضا خاں تھے جن کا انتقال ہوگیا۔

حکیم صاحب نے بحالت ملازمت ریاست رام پور ۱۸۷۵ء میں مرض سل سے بھوول

رخصت لکھنؤ جاکر انتقال فرمایا اور لکھنؤ محلہ جھوائی ٹولہ میں دفن ہوے۔

مُلّا حسام الدین

قوم کے سید بریلی دروازہ میں رہتے تھے۔ تمام کتب درسیہ کے عالم تھے نہایت متقی اور پرہیزگار اور حسن ظاہری میں بھی بے مثل تھے۔ جناب نواب سید غلام محمد خان صاحب بہادر مرحوم کی خدمت میں رہتے تھے اور نواب صاحب کو ان کے حال پر کمال توجہ تھی مثل اولاد کے جانتے تھے ہمیشہ سفر وحضر میں خدمت میں رہے۔ بعد انتقال نواب ممدوح نادون سے سورت چلے گئے۔ سورت میں ملا کہراؤں کے نام سے مشہور تھے اُنکے بیٹے سید جلال الدین رام پور میں آگئے تھے۔ نواب جنت آرام گاہ نے علی غول میں رکھ لیا تھا۔ پلنگ کے پہرہ پر مقرر تھے۔ باپ اُن سے ناخوش تھے۔ کہ رام پور میں کیوں گئے۔ نواب خلد آشیاں ۱۹۰۳ء میں زیارت حرمین کے لیے بمبئی پہونچے۔ تو ملّا حسام الدین نے حاضر خدمت ہوکر ایک تلوار پیش کی اور کہا یہ عطیہ جناب نواب سید غلام محمد خاں صاحب بہادر مرحوم کا ہے نواب صاحب نے تین سو روپے دیئے وہ واپس کر دیے۔ اور عرض کیا کہ آپ تو میری اولاد کے مثل ہیں۔ سُنا ہے ۱۳۲۰ھ یا ۱۳۲۱ھ میں سورت میں انتقال ہوگیا۔ اہل سورت نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آتے تھے۔

شاہ جی حسام الدین

ابتدائے[1] عمر میں شاہ غلام حسین مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے فقرا اور مہمانوں سے نہایت محبت تھی۔ اکثر لوگ ملنے کو جاتے تھے۔ صاحب تذکرہ انوار العارفین کے والد اور صاحب تذکرہ کے پیر اُن سے ملنے کو گئے۔ تو شاہ جی نے فرمایا کہ رات خواب میں میرے پیرو مرشد نے فرمایا کہ توشہ تیار رکھو توشہ کے کھانے کے قابل لوگ آرہے ہیں۔ آٹھویں محرم بارہ سو پچاس (۱۲۵۰ھ) کو انتقال فرمایا اور

---

[1] انوار العارفین

اپنے وطن موضع بھٹ پورہ میں جو بلاہل پور کے متصل رام پور سے دس کوس ہے۔ دفن ہوئے ان کے مکاشفہ کے بہت سے حالات مشہور ہیں۔

مولوی حسن شاہ

مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب رئیس حبیب گنج بھیکم پور کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ابتدائے فارسی کتابیں خان صاحب نے آپ ہی سے پڑھیں تھیں۔ بلند بالا۔ قومی اندام خوبصورت آدمی تھے۔ اور تحریر کی ابتدائی مشق بھی آپ ہی سے کی تھی ۱۲۹۴ھ یا ۱۲۹۵ھ ہجری میں چلے آئے تھے۔ دو ایک بار پھر بھی بھیکم پور گئے تھے۔ آخر عمر میں ثقل سماعت ہو گیا تھا عربی کی استعداد بھی تھی۔ سنہ ۱۳۰۱ھ یا ۱۳۰۲ھ میں بھیکم پور گئے تھے اس کے بعد سے حال معلوم نہیں ہوتا۔ انتخاب یادگار میں مولوی شیخ محمد حسن حرمت تخلص خلف و شاگرد مولوی غلام محی الدین خاں عشقی کی نسبت لکھا ہے کہ نواب عبدالشکور خاں رئیس بھیکم پور کے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ اُن کی حالت کی تصدیق کے لئے مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب کو عریضہ لکھا وہاں سے مولوی سید حسن شاہ نام معلوم ہوا۔

سیّد حسن شاہ

فرزند اکبر سید علی شاہ ترمذی۔ سید علی شاہ صاحب بعہد جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر غفران مآب (۱۱۳۲ھ تا ۱۱۶۲ھ) ترمذ سے آئے اور آنولہ میں مقیم ہوئے۔ نواب صاحب ممدوح کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ کل سرداروں سے سالانہ رقم آپ کو دلاتے تھے۔ اور کل ملازمین سے سال میں ایک دن کی تنخواہ دلائی جاتی تھی سالہا ایک لاکھ سے زیادہ رقم ملتی تھی۔ سید جلیل شاہ خلف میاں حسن شاہ نے ۶۔ ربیع الاول ۱۲۴۱ھ میں ایک محضر تیار کرایا تھا جس پر قاضی غلام رسول اور مفتی شرف الدین کی تصدیق کی مُہریں ثبت ہیں ان میں تفصیل موجود ہے اور وہ محضر اب تک انکے خاندان میں باقی ہے۔ مگر سید علی شاہ صاحب اپنے پاس کوئی زر نقد نہیں رکھتے تھے۔

سب فقرا اور مساکین کو تقسیم کردیتے تھے نہایت پابند شرع اور بزرگ سیرت تھے۔ سید علی صاحب کا انتقال آنولہ میں ہوا اور جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر کے مزار کے چبوترہ پر دفن ہیں۔

سنہ ۱۱۶۲ھ میں فرخ آباد والوں نے آنولہ پر یورش کی تو جناب نواب سید سعداللہ خاں صاحب بہادر کو سید حسن شاہ صاحب گود میں لیکر ہاتھی پر بیٹھے آپ کی برکت سے فرخ آبادوالوں کو شکست ہوئی۔ اور نواب صاحب بہادر ہر طرح محفوظ رہے جس وقت جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر رام پور تشریف لائے۔ تو سید حسن صاحب کو بھی مع اہل وعیال رام پور لے آئے۔ اور بہت اعزاز واکرام سے رکھا۔ جناب سید احمد علی خاں صاحب بہادر آپ سے مرید ہو گئے۔ اور علاوہ سالانہ عطیات کے ساڑھے تین سو روپے ماہانہ تنخواہ مقرر کردی۔ سید حسن شاہ کا انتقال نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کی حیات میں ہوا۔ نواب صاحب ممدوح نے ایک نہایت خوش نما عمارت بیرون شہر موضع نانکار میں بنائی اس میں سید صاحب دفن ہیں۔ نواب صاحب ممدوح بھی حسب وصیت اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہیں۔ سید صاحب کے دیگر خاندان کے لوگ بھی اسی عمارت میں مدفون ہیں۔

نواب صاحب نے اپنے مرشد کے سپرد سرگروہی فقرائے ریاست کی خدمت بھی سپرد کردی تھی۔ درویشوں کے کل معاملات دیوانی اور فوجداری سید صاحب طے کرتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد سے اس وقت تک یہ تنخواہ تمام وکمال سید صاحب کی اولاد پر منقسم ہے اور مثل جاگیر کے حصۂ شرعی اولاد ذکور اور اناث کو ملتا ہے۔ سید حسن شاہ صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک سید جلیل شاہ دوسرے سید مرتضیٰ شاہ اب اُن دونوں کی اولاد موجود ہے۔ مگر وہ رنگ فقر و درویشی کہیں نہیں ہے۔

اس خاندان کی تاریخی عظمت کا پتا اس سے چلتا ہے کہ فرخ آباد والوں کی جنگ میں

والی ریاست کو خود لیکر ہاتھی پر بیٹھے مگر کسی مورخ نے اور حالات علم وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں لکھے۔ یہاں تک کہ تاریخ رحلت بھی نہیں ملی۔

مولوی سید حسن شاہ صاحب محدث

ولد میاں سید شاہ صاحب ولد میاں سید شاہ محمد صاحب احفاد حضرت جلال بخاری رام پور میں محلہ زینہ عنایت خاں میں غالباً ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے وقت کل نو برس کی عمر تھی۔ آپ کی والدہ کے چچا مولوی ابراہیم شاہ ابن مولوی سیف الدین تھے۔ شیخ علی بخش صاحب سے فارسی پڑھی۔ خط نسخ میں بھی کمال حاصل کیا دیگر علماے شہر سے صرف ونحو غایت درجہ کی کوشش سے حاصل کی۔ مفتی شرف الدین صاحب اور مولوی غفران صاحب اور مفتی سعد اللہ صاحب سے کتابیں پڑھیں۔ حدیث شریف کے شوق میں دہلی کا ارادہ کیا مگر اُسی زمانہ مین مولوی عالم علی صاحب مرادآباد میں دہلی سے پڑھکر آگئے تھے اُن سے حدیث حاصل کرنے کا قصد کیا مگر اس معاملہ میں متردد تھے کہ دہلی جاکر شاہ اسحٰق صاحب سے حدیث حاصل کرون یا مرادآباد میں مولوی عالم علی صاحب سے پڑھون۔ ایک روز خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور میں عرض کیا کہ میں جانتا ہون جو کام کرون حضور سے دریافت کرکے کیا کرون حکم ہوا اچھا خواب کے بعد حدیث کا شوق بڑھ گیا۔ چھ برس مرادآباد میں رہ کر صحاح ستہ مؤطا۔ اور دیگر تصانیف شاہ ولی اللہ صاحب کی سند مولوی عالم علی صاحب سے حاصل کی بوجہ ملاقات سابقہ ٹونک کو نواب وزیر الدولہ بہادر کے پاس گئے۔ شاہ صاحب کو اوائل عمر سے بانک۔ پٹا۔ اور دیگر سپاہیانہ ورزشون کا بھی شوق تھا۔ اس لیے نہایت تکلف کی صحبت رہی۔ نواب وزیر الدولہ نے ٹونک میں رکھنا چاہا مگر آپ نے یہ عذر کیا کہ میں نے حدیث پڑھی ہے اور یہ آرزو ہے کہ تا زندگی اپنے مکان پر

اس خدمت کو انجام دون۔ اللہ تعالی کے فضل سے ایسا ہی ہوا۔ ہمیشہ نہایت عسرت سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ نواب خلد آشیاں نے وظیفہ مقرر کردیا تھا صاحبزادہ محمد رضا خان صاحب اور صاحبزادہ علیم اللہ خاں صاحب بھی خدمت کرتے تھے۔ نہایت سادگی سے زندگی بسر کی۔ اپنے نفس پر تنگی کر کے کتابین فراخ حوصلگی سے خریدین۔ اور جمع کیں۔ انکسار اور تواضع میں بے مثل تھے مولوی حکیم عبدالرشید خاں صاحب ان کے شاگرد کا بیان ہے کہ تین حکایتیں شاہ صاحب نے مجھسے اسطرح بیان کین

حکایت اول۔ فرماتے تھے کہ باجوڑی ٹولہ محلہ کی ایک عورت نے آکر بیان کیا کہ میری جوان لڑکی ہے اُس پر جن کا اثر ہے اور وہ بالکل برہنہ ایک مکان میں پڑی رہتی ہے۔ کوئی جاتا ہے تو مارتی ہے۔ نجاست کا بھی ہوش نہیں ہے میں کھانا دور سے ڈال دیتی ہوں۔ یہ حال سُنکر میں نے کہا کہ مجھے اس میں کوئی دستگاہ نہیں ہے میرا ایک شاگرد ملا احمد ولایتی تھا اُس نے کہا کہ میں علاج کروں گا چلئے میں نے کہا کہ اگر ہو سکے تو جرأت کرو ورنہ مجھے بھی ذلت ہوگی۔ ملا احمد نے اصرار کیا اور ہم دونوں اُس عورت کے مکان پر پہونچے جس مکان میں جن زدہ عورت تھی اُسکے دروازہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اندر سے عورت نے ڈپٹ کر آواز دی کہ ملا احمد اگر اندر قدم رکھا تو گردن توڑ دون گا۔ ملا سہم گیا اور بہت نادم ہوا اپنی کتابیں مجھے دیں اور کہا کہ میاں صاحب میں تو اب جاتا ہوں۔ اب جب منہ دکھاؤں گا جب اُس عورت کے علاج پر قدرت حاصل کرلوں گا۔ دو تین مہینے کے بعد ملا احمد میرے پاس آئے اور کہا اب میں اُس عورت کا علاج کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں بھی ملا احمد کے ساتھ اُس عورت کے مکان پر گیا اب جسوقت ملا احمد نے دروازہ میں مکان کے قدم رکھا تو اندر سے نہایت ہی گڑگڑا کر آواز آئی کہ ملا احمد میری توبہ ہے۔ مجھے معاف کر اب کبھی ادھر نہیں آؤنگا پھر ایک شیشہ منگا کر اسکو بند کیا اور دریا کے کنارہ دفن کر دیا۔ وہ عورت اچھی ہوگئی ملا احمد نے پھر اپنا واقعہ بیان کیا

کہ ولایت میں مجھے ایک عامل نے عمل بتایا تھا مگر اول کے امتحان میں وہ ناقص نکلا۔ اس لیے میں پھر کابل کو گیا اور وہاں اپنے اُستاد سے تکمیل کرکے آیا۔ اُستاد نے وہیں مجھے پورا پتا اُس عورت کے محلہ وغیرہ کا پتا دیا۔

حکایت دوم۔ فرماتے تھے نواب خلد آشیاں نے ابوداؤد کا نسخہ نہایت خوش خط اور مطلا و مذہب لکھوایا۔ اور مجھے اور مولوی ارشاد حسین صاحب کو حکم دیا کہ تم دونوں اس کی تصحیح کرو۔ مولوی صاحب تو بڑے تنخواہ دار تھے وہ کیوں تکلیف کرتے میں ہی ان کے مکان پر جاتا تھا اور خود ہی اس کی تصحیح کرتا تھا۔ مولانا صاحب کو حدیث کی تکمیل نہ تھی۔ مجھے ایک روز شوخی سوجھی۔ ایک حدیث پر میں نے کہا مولوی صاحب اس کا ترجمہ کیجیے۔ وہ ترجمہ غلط تھا۔ میں نے کہا یہ ترجمہ درست نہیں ہے اس پر وہ اصرار کرنے لگے۔ پھر فرمایا تم ترجمہ کرو میں نے ترجمہ بیان کیا تو فرمایا جائز ہے کہ یہ غلط ہو۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہاں جواز اور عدم جواز کی بحث نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث ہے ابوداؤد کی شرح منگا کر دیکھ لیجیے۔ غرضکہ میں خود ہی اسی وقت اپنے مکان سے شرح لایا تو میرے موافق ترجمہ اور مطلب تھا۔ پھر ساکت ہو گئے۔

حکایت سوم۔ فرماتے تھے کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی شہرت سُنکر ہم بھی لکھنؤ اُن سے ملنے کو گئے۔ مولوی صاحب نہایت تواضع سے ملے اور اپنا کتبخانہ دکھایا۔ احادیث کی کتابوں میں سے میں نے ایک کتاب اُٹھا کر دی اور کہا میری آرزو ہے کہ آپ کچھ پڑھیں اور میں سنوں ایک دو صفحہ پڑھنے کے بعد ایک حدیث کا ترجمہ میں نے کہا یہ درست نہیں ہے۔ فرمایا تم خود ترجمہ کرو۔ جب میں نے ترجمہ کیا تو نہایت خوش ہوئے اور کہا واقعی یہی صحیح ہے۔ ان دونوں حکایتوں کو بیان کرکے فرمایا کہ کوئی علم اور فن جب تک نہیں آسکتا جب تک کہ اُستاد سے سبقاً سبقاً کتاب نہ پڑھے۔ محض قوت استعداد سے مطالب حاصل نہیں ہوتے ہیں اُس میں اُستاد کی ہمیشہ حاجت رہتی ہے۔

نقیر جی معظم خاں - مرتضیٰ خاں جمعدار جو ٹونک میں دفن ہیں - اور مولانا غلام جیلانی صاحب بلاسپوری سے بیعت تھے - طریقۂ نقشبندیہ میں شاہ عبدالمغنی صاحب مجددی - شاہ احمد سعید صاحب مجددی شاہ عبدالغنی صاحب مجددی شاہ مظہر صاحب مجددی - مولوی شاہ عبدالرشید صاحب مجددی سے بھی صحبت رہی - جن شاگردوں نے صحاح ستہ کی پوری تکمیل کی ہو - اُن کے اسما حسب ذیل ہیں - میاں محمد شاہ صاحب فرزند - مولوی جعفر علی خاں رام پوری - حکیم اظہر الدین امروہوی - حافظ غلام محی الدین شاہجہاں پوری - مولوی سید محمد علی نواسہ مولوی جمال الدین صاحب - میاں صاحب شاہ ولایتی - کٹھر والے میاں صاحب - اور حافظ محمد عمر خاں صاحب رام پوری - اور بعض کتب حدیث میں شاگردوں کی کوئی انتہا نہیں ہو - ان میں سے ملا سیف الدین ولایتی - مفتی عبدالقادر خاں صاحب مفتی رام پور - حکیم محمد حسن خاں - حکیم محمد حسین خاں - حکیم احمد رضا خاں - حکیم حسین رضا خاں - مشہور ہیں - راقم کے والد سے نہایت درجہ اتحاد تھا - سات آٹھ برس کامل روزانہ مغرب کے وقت تشریف لاتے تھے - اور بعد نماز عشا تشریف لیجاتے تھے - اگر کمزور ہوتے تو میرے والد پالکی بھیجدیا کرتے تھے - میرے والد کے ہاں روزانہ بموجودگی جناب شاہ صاحب و دیگر ہم مشرب علما مثنوی مولانا روم کا دور ہوا کرتا تھا - اور باہم رد و قدح ہوتی تھی پنجشنبہ کی شب میں صفر کے مہینے کی بائیسویں تاریخ تیرہ سو بارہ ہجری (۱۳۱۲ھ) کو انتقال فرمایا اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار کے احاطہ میں جمعہ کے دن دفن ہوئے منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی نے کیا خوب تاریخ کہی ہو -

تاریخ رحلت میاں حسن شاہ صاحب محدث

زہے سید حسن شاہِ محدث عارفِ کامل — کہ جاں برکف پئے دیدارِ محبوبِ خدا رفتہ

سنینِ عمرِ ہشتاد و شش آمد و اندریں مدت — بسر در درس و تدریسِ حدیثِ مصطفیٰ رفتہ

چنیں باید احادیثِ رسول اللہ را خادم — کہ ہر کس گفت وقتِ رفتنش مخدومِ ما رفتہ

چو از ماہِ صفر آمد شبِ بست و دوم ناگہ — کمر بہرِ سفر بربست وزیں دارِ فنا رفتہ

بہ یک جست از سرِ ناسوت در لاہوت خود افگند — زہے شانِ اُولوالعظمی کجا بود و کجا رفتہ
شبِ آدینہ رحلت کرد و روز جمعہ شد مدفوں — بہ عیدالمومنیں در بارگاہِ کبریا رفتہ
دعائے مغفرت سیکرد در دنیا پئے ما یا — گمانم اینکہ اکنوں ہم پئے ایں التجا رفتہ
بہ دار العیش رفتہ شادماں ما ز ہجرانش — چہا گوئیم کہ بر دلہائے احبابش چہا رفتہ

آمیرآمد چنیں سالِ وصالِ عاشقِ صادق
اُویس از مصطفیٰ آباد سوئے مصطفیٰ رفتہ ۱۳۱۳ھ

مولوی حسین شاہ خاں تخلص نامی

ولد کلو خاں قوم پٹھان۔ رام پور میں تقریباً بارہ سو سینتیس ہجری میں (۱۲۳۷ھ) پیدا ہوئے۔ فارسی عربی کتابیں علمائے رام پور سے پڑھیں صاحبزادہ باقر علی خاں بہادر مرحوم کے رفقا میں تھے۔ مدرسہ عالیہ سرکار رام پور میں بھی فارسی کے مدرس رہے سیکڑوں شاگرد ہوئے۔ فارسی کی استعداد بدرجۂ کمال تھی۔ فارسی نظم میں شیخ احمد علی مرحوم سے تلمذ تھا۔ ۴-۲- اگست ۱۸۹۳ء کو انتقال ہوا۔

حسین علی خاں تخلص خیالی و شاداں

ابن زین العابدین خاں نبیرۂ مرزا اسداللہ خاں غالب وطن دہلی ہے۔ رام پور میں بوجہ ملازمت قیام رہا۔ بہت سے شاگرد تھے۔ شاعری کا رات دن شغل تھا۔ فارسی میں خیالی اور اُردو میں شاداں تخلص تھا کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں ملاحظہ ہو۔ بارہ سو نوے ہجری تک زندہ تھے۔

مولوی حسن علی خاں تخلص حسن

ولد سید محمد خاں قوم پٹھان تقریباً بارہ سو بیالیس ہجری (۱۲۴۲ھ) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ فارسی خلیفہ احمد علی سے اور عربی دیگر اساتذہ سے پڑھی لیکن درس تمدریس زیادہ تر فارسی کی تھی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے محلہ آزاد خاں کے بنگلہ

کے متصل راجوں کی مسجد کے پاس مکان تھا۔ دو بیوہ بہنیں صاحب ولاد تھیں اُن کی وجہ سے شادی نہیں کی معلم گری سے معاش تھی۔ راقم کے ہاں برسوں تعلق رہا راقم کے برادرانِ بزرگ نے آپ ہی سے پڑھا۔ راقم نے بھی ابتدائی کتابیں فارسی کی پڑھیں۔ کبھی آپ کی زبان سے کریہ لفظ نہیں سُنا۔ شہر میں ہزاروں شاگرد ہیں۔ گاہے گاہے فارسی نظم بھی لکھتے تھے۔ شاگردوں سے تحفہ قبول کرنے میں بھی تکلف فرماتے تھے۔ گھر میں دو بیریاں قلمی تھیں اُن کی حفاظت کرتے اور شاگردوں کو تقسیم فرماتے تھے۔ عید بقر عید میں بھی شاگردوں کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا کرتے تھے۔ شب بیدار پابند صوم وصلوۃ۔ اخیر عمر میں درس بھی بند کر دیا تھا۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ پچیس چھبیس برس ہوئے کہ انتقال فرمایا۔ راجوں کی مسجد کے سامنے قبر ہے اور اُس پر کھپریل کا سائبان کسی نے بنا دیا ہے۔

مولوی حفظ اللہ

ابن مولوی شیخ کرامت اللہ عباسی۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تحصیل علوم کے لئے رام پور آئے۔ یہاں مولانا علام جیلانی رفعت اور مولوی محمد سلیم اللہ وغیرہ سے کتابیں پڑھیں۔ درس تدریس کا مشغلہ تھا۔ مولانا رستم علی سے بھی علم حاصل کیا۔ اور ان کے مرید اور خلیفہ تھے بموضع ستورا تحصیل بلاسپور ریاست ہذا میں رہتے تھے۔ رام پور میں بھی آتے جاتے تھے۔ شاعری کا بھی ذوق تھا۔ فارسی حفظ اور اُردو میں بندہ تخلص تھا کلام نظم کا نمونہ تذکرۂ انتخاب یادگار میں موجود ہے آپکی تصانیف سے بیت المعرفت۔ فارسی شرح ظہوری۔ آداب الصبیان۔ انشائے فیض رساں۔ مثنوی اُردو در بیان معراج ہیں۔ انشائے فیض رساں بہت بار چھپی ہے۔ اور ہندوستان میں بکثرت رائج ہے سنہ ۱۳۱۵ھ میں بیت المعرفت کا ایک نسخہ نہایت مشکل سے دستیاب ہوا اور کتب خانۂ ریاست کے لیے میں نے خرید لیا مولانا نہایت عابد زاہد متقی اور پرہیزگار تھے۔ پچاس برس کی عمر میں جمادی الاخری کی ۷، ۲ تاریخ جمعہ کے دن سنہ ۱۳۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔ موضع ستورا میں پختہ قبر موجود ہے۔

کیفیت تصانیف بیت المعرفت

زبان فارسی ۔صفحات ۲۷۶۔ تقطیع جلد ۱۳ × ۸ انچ تقطیع کتابت ۸ × ۴ انچ سطر فی صفحہ ۱۵۔ نام تاریخی بیت المعرفت (۱۲۳۲ھ) ابتدا کتاب۔

بیا ساقی ازاں پرمے ایاغ — فروزے برسر راہم چراغ
مگر دیں تیرہ زندانِ تباہی — شود روشن مرا راہِ الٰہی

قربان آں دلربائے سخن اقرب فرما کہ از قرابہ قلوب مقربان ہیب سنگ حوادث شادور داشتہ۔

مؤلف نے اپنا نام صفحہ ۸ میں حفظ اللہ عباسی الہاشمی القادری لکھا ہے۔ مؤلف دیباچہ میں لکھتا ہے مدت سے ارادہ تھا کہ حالات و خوارق و عادات شاہ بلاقی صاحب رونق بخش بلدہ مراد آباد کے لکھوں۔ اب یہ اجازت و ایمائے غلام احمد صاحب فرزند و مرید حافظ محمد امین (دھنور ضلع بجنور۔ یوپی) و مولوی رستم علی صاحب رام پوری اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔

اس کتاب میں حالات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و احوال اصحاب کرام و ذکر دوازدہ امام۔ حقیقت چار پیر اور چودہ خانوادہ۔ کیفیت ائمہ مذاہب اربعہ۔ حالات و معجزات غوث الثقلین۔ تذکرہ اولیائے سلسلہ قادریہ۔ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری۔ تذکرۃ الاولیا عطار۔ نفحات الانس۔ مدارج النبوۃ۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق دہلوی۔ سفینۃ الاولیا دارشکوہ۔ کرامات الاولیا نظام الدین احمد بن صالح صدیقی الحسنی۔ ترجمہ صواعق محرقہ اور دیگر رسائل سے لکھے ہیں۔

اور ذکر حضرت شاہ بلاقی و حافظ محمد امین اوراق مجموعۂ صفات اسم باسمی میاں ہلال اللہ سے انتخاب کر کے لکھا ہے۔ اور نام تاریخی بیت المعرفت (۱۲۳۲ھ) رکھا۔

صفحہ ۵ سے صفحہ ۳۱ تک حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

صفحہ ۳۱ سے صفحہ ۸۴ تک خلفائے اربعہ کے حالات۔

صفحہ ۸۴ سے صفحہ ۱۰۹ تک چار پیر اور چودہ خانوادوں کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۰۹ سے صفحہ ۱۴۰ تک حالات مختصر دوازدہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

صفحہ ۱۴۰ سے صفحہ ۱۵۹ تک ازواج مطہرات و اولاد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔
صفحہ ۱۵۹ سے صفحہ ۱۶۸ تک حالات ائمۂ اربعہ۔
صفحہ ۱۶۸ سے صفحہ ۳۴۸ تک حالات بزرگان سلسلۂ قادریہ تا حالات شاہ بلاقی مرادآبادی و حالات حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہم۔
صفحہ ۳۴۸ سے صفحہ ۳۷۶ تک حالات مولانا رستم علی رام پوری۔
ختم کتاب پر یہ قطعہ ہے:

بیا ساقی کہ دور آخریں است | دم آخر زوال درکمیں است
مے باقی بجام بیکس افگن | غم فانی زبیش من پس افگن

یہ نسخہ سنہ ۱۹۱۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ معمولی نستعلیق خط ہے۔ مگر نہایت غلط لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا منقول عنہ بھی نہایت غلط ہے۔ کتب خانہ ریاست رام پور میں فن سلوک فارسی میں درج ہے۔ کتاب کا نام بیت المعرفت تاریخی ہے جس سے سنہ بارہ سو تینتیس ہجری (سنہ ۱۲۳۳ھ) نکلتے ہیں
تشریح الحروف منظوم فارسی۔ مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ سنہ ۱۲۵۹ھ۔

حکیم محمد حکمت اللہ خاں

ولد حکیم کفایت اللہ خاں قریشی صدیقی امروہہ ضلع مرادآباد محلہ کوٹ میں اٹھارہ سو چوالیس عیسوی میں (سنہ ۱۸۴۴ء) پیدا ہوئے۔
کتب فارسی مولوی عبد الرحمٰن ساکن امروہہ محلہ گنگوری سے پڑھیں۔ علوم عربیہ حافظ غلام نبی صاحب رام پوری اور مولوی محمد حسین ساکن امروہہ محلہ نقشی سے پڑھے۔
کتب طبیہ حکیم علی حسین خاں لکھنوی ملازم ریاست رام پور سے پڑھیں۔ اور انہیں سے مطب بھی کیا۔ خاندانی جائداد کافی تھی۔ اِس کے علاوہ نواب فردوس مکان کے اخیر عہد میں ریاست میں بزمرۂ اطبا ملازم ہوئے۔ نواب عرش آشیاں کے عہد میں جنرل اعظم الدین خاں کی اہلکاری میں ترک ملازمت کرکے چلے گئے۔ اور امروہہ اور

مراد آباد میں مطلب کرتے تھے۔ راقم کے خاندان سے نہایت اتحاد تھا۔ بہت سیر چشم اور دوست پرور تھے۔ رام پور کی ملازمت میں آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ بغیر آٹھ دس آدمیوں کے کھانا نہیں کھاتے تھے تنخواہ ریاست تو اِن کے ملازمین کے لیے بھی غالبًا کافی نہ تھی۔ بہت غیور اور خوددار تھے۔ مزاج میں غصہ بہت تھا۔ شاگردوں میں آپکے بھتیجے حکیم فرحت خاں زندہ موجود ہیں اور گھر پر مطلب کرتے ہیں۔ مولوی اظہر الدین ساکن قصبہ اومری مراد آباد میں مطلب کرتے ہیں۔ مولوی آلِ حسن ساکن امروہہ محلہ شفاعت پوتہ انتقال کر گئے۔ ستمبر کی انیسویں تاریخ انیس سو چھ عیسوی (۱۹۰۶ء) کو امروہہ میں انتقال فرمایا اور اپنے خاندانی گورستان میں دفن ہوئے۔ اولاد میں کوئی نہیں ہو۔ حکیم فرحت اللہ خاں و عظمت اللہ خاں بھتیجے وارث ہوئے۔

مولوی حافظ حمید النبی تخلص مجروح

ولد مولوی حبیب النبی رفعت۔ اپنے بڑے بھائی مولوی رشید النبی سے کسب کمال کیا شوال کی دسویں تاریخ بارہ سو اسی ہجری (۱۲۸۰ھ) کو رام پور میں انتقال کیا۔ عربی کتب پر بھی عبور تھا۔ محلہ جھنڈہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولوی سید حیدر علی

اول مولوی عبد الرحمٰن قہستانی دکھنی سے اور ثانیًا مولوی غلام جیلانی رفعت سے تکمیل علوم کی۔ مولوی جیلانی نے اپنی لڑکی منسوب کر دی تھی۔ اس لیے یہ بھی مولوی صاحب موصوف کے پاس محلہ راجدوارہ میں رہتے تھے۔ کہتے ہیں شاہ عبد العزیز دہلوی سے سند علم حدیث بھی حاصل کی تھی اور معقول بھی ان سے پڑھی تھی۔ بلکہ کل علوم کے مع فن طب کے عالم تھے۔ اخیر عہد جناب نواب سید احمد علی خاں بہادر (۱۲۲۵ھ تا ۱۲۵۶ھ) میں ٹونک میں گئے۔ اور وہاں نہایت عزت پائی۔ نواب وزیر الدولہ رئیس ٹونک۔ انکے شاگرد تھے۔ مدات دن درس علوم و طبابت سے کام تھا۔

علوم میں بے مثل تھے۔ اِن کی تصانیف میں سے صیانۃ الاساس عن وسة الخناس[1] دو اور رسالہ رفع الیدین فارسی مشہور ہیں۔ یہ آخری رسالہ مولوی محبوب علی دہلوی کے رد میں لکھا ہے۔ ٹونک میں انتقال کیا۔

مولوی فضل حق خیرآبادی سے امکان نظیر میں مباحثہ بھی رہا۔ نواب صدیق حسن خاں مؤلف ابجد العلوم کہتے ہیں کہ اس مباحثہ میں دونوں کی تحریریں بہ نظر انصاف دیکھی جائیں۔ تو حق پر مولوی حیدر علی پائے جاتے ہیں۔ نواب موصوف کی بعض کتابوں پر تقریظیں لکھی ہیں۔ اور نواب کے والد سے۔ اُن کی بہت دوستی تھی۔ ہمیشہ خط کتابت رہتی تھی۔ سنہ ۱۲۳۰ھ میں کلکتہ کو گئے۔ اور کچھ دنوں وہاں مقیم رہے۔ طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ اور رات دن درس و تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ مولوی محمد عمران ولد ملا غفران رام پوری بھی ساتھ تھے۔ ٹونک میں انتقال فرمایا۔

مولوی محمد حیات خاں اخوندزادہ

آپ پیرزادہ جلال الدین کے ہمراہ ولایت سے آئے تھے۔ پیرزادہ صاحب کی مسجد کے امام تھے۔ علم عربی فقہ کا بخوبی تھا۔ اُسی محلہ میں اعظم الدین خاں کے مکان کے قریب دفن ہیں۔ مولوی قیام الدین فرزند یادگار چھوڑا۔ ایک سند مورخہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۲۳۶ھ میں آپ کی عمر ساٹھ سال کی لکھی ہے۔ اُس وقت تک زندگی کا پتہ چلتا ہے۔

میاں حیدر شاہ صاحب

ولد میاں سید شاہ صاحب ولد میاں سید شاہ محمد صاحب حفاد حضرت جلال بخاری رام پور میں پیدا ہوے ان کی شادی مولانا رستم علی صاحب کی دختر سے ہوئی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر مرحوم نے تنخواہ میں کچھ کمی کرنی چاہی تو ترک ملازمت کر کے بھوپال چلے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ سنہ رحلت معلوم نہیں ہوا۔

---

[1] ابجد العلوم [2] رسالہ تجہیز و تکفین مسلمان کی مولفۂ مولوی محمد عمران۔

مولوی حیدر علی خاں

خلف[1] انور خاں افغان کھٹیر کے امرا میں مشہور تھے ان کا طریقہ دل بیار دوست بکار کا تھا۔ تہذیب نفس میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مولوی محمد کے شاگرد تھے۔ انکا زمانہ تیرھوی صدی ہجری کی ابتدا کا ہے۔

حکیم حیدر علی خاں تخلص حیدر

ابن میاں عبید شاہ قوم افغان ابازی گدون۔ مولانا میاں امیر شاہ کے حقیقی بھتیجے (۱۲۴۷ھ) سنہ بارہ سو سینتالیس ہجری میں رام پور میں پیدا ہوئے محلہ کٹھرہ میں رہتے تھے۔ فارسی اور علوم عربیہ مدرسۂ عالیہ رام پور اور دیگر اساتذہ شہر سے پڑھے۔ طب میں حکیم حسن رضا خاں لکھنوی کے شاگرد تھے۔ نہایت نیک اور پابند وضع تھے۔ رمل اور نجوم میں کامل مہارت تھی۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں (۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء) ریاست میں چند روز ملازمت کی۔ کچھ دنوں صاحبزادہ کلب حسن خاں بہادر اور صاحبزادہ صفدر علی خاں بہادر کے ملازم رہے اپنے مکان پر مطب کرتے تھے۔ دوست آشناؤں سے کبھی نذرانہ علاج کا نہیں لیا۔ نماز روزہ کے نہایت پابند اور خلاف شرع امور سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ گفتگو نہایت سنجیدہ تھی اور جلد جواب نہیں دیتے تھے۔ فقیر کے حال پر نہایت عنایت تھی صابر اور شاکر ایسے کہ کبھی کسی شخص پر اظہار حالت نہیں ہوا۔ بیرونجات میں بھی معالجہ کے لئے بلائے جاتے تھے۔ مگر نہ کبھی کسی سے نذرانہ طے کیا۔ نہ کوئی عذر کیا۔ جو دیا وہ لے لیا۔ نہایت غیور تھے۔ ہمیشہ مکلف لباس پہنتے تھے۔ مجھسے فرماتے تھے کہ مجھے ایک صاحب نے درود کی ترکیب بتائی۔ اسکو مقررہ طریق سے بارہ سال میں ختم کیا۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کسی سے دریافت کیا یہ کون ہیں۔ جواب ملا خزانۂ غیب کے خزانچی ہیں۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ عسرت بہت ہے۔ اُنھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے

---

[1] روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

ایک روپیہ روز مقرر کر دیا ہے۔ کہتے تھے اُس روز سے یہ حالت ہے کہ سال بھر میں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک روپیہ روز سے آمدنی کا حساب کم پڑتا ہو۔ اور زیادتی بہت ہو جاتی ہے۔ تا دم مرگ سفر اور حضر میں بعد نماز عشا روزانہ درود شریف کا ورد تھا۔

اعلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ نے رمل کے متعلق دو تین بار طلب فرمایا۔ حاضر ہو کر امور دریافت طلب کا جواب عرض کر دیا پھر کبھی حاضر دربار نہیں ہوے۔ راقم نے بہت اصرار کیا کہ حاضری دربار سے فائدہ ہوگا۔ کہنے لگے کہ خدا کے سوا کسی سے آرزو نہیں ہے۔ اور امرا کی درباداری میں ایمان مشکل سے سلامت رہتا ہے۔ اگر امرا کے خلاف طبع بات کہی جائے تو اُنہیں ناگوار ہو۔ اور اگر موافق کہی جائے تو اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سچ یہ ہے کہ اہل اللہ میں جو باتیں ہوتی ہیں وہ سب اُن میں موجود تھیں۔

ابتداے عمر میں شاعری کا بھی شوق کیا۔ مگر نعت میں کہتے تھے۔ اور حضرت امیر مینائی کو کلام دکھاتے تھے۔ انتخاب یادگار میں دو شعر لکھے ہیں سنہ تیرہ سو انتیس ہجری (۱۳۲۹ھ) میں ہیضہ سے انتقال ہوا۔

انتقال کے دن شب میں دست اور قے شروع ہوے صبح کی اذان سن کر رو بہ قبلہ ہو کر نماز کے لئے ہاتھ باندھ لیے۔ اُسی حالت میں انتقال ہوا۔ غسل کے وقت ہاتھ کھولے گئے۔ میاں سبحان شاہ کے احاطۂ مزار میں دفن ہوے۔

دو لڑکے حکیم سبحان علی خاں اور سلطان علی خان یادگار چھوڑے۔ دونوں کو طب جبور کرا دیا تھا۔ اور مطب بھی کراتے تھے۔ سلطان علی خاں فرزند اصغر کا انتقال ہو گیا حکیم سبحان علی خاں سلامت ہیں۔ مطب کرتے ہیں۔ درویشی اور عزلت گزینی طبیعت پر غالب ہے۔ حکیم سبحان علی خاں کا بیان ہے کہ آپ کے والد کی تصنیف سے ایک رسالہ رمل میں اور ایک رسالہ مجربات طبیہ میں موجود ہے۔

مولوی خلیل احمد سرہندی

ان کے نام ایک خط خلیفہ غیاث الدین عزت نے دہلی کو بھیجا ہے اور لکھا ہے کہ آپ جیسے رام پور گئے کوئی خط نہیں لکھا۔ ارادہ دہلی کی حاضری کا تھا۔ مگر آپ نے خود واپسی کا ارادہ عنقریب کیا ہے اس لیے ارادہ سفر ملتوی کر دیا یہ خط منشآت عزت میں ہے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

مولوی خلیل الرحمٰن سواتی

ولد ملا عرفان رام پور میں پیدا ہوئے۔ ان کا مکان محلہ گویا تالاب میں تھا۔ وہاں اب بھی ملا عرفان کی مسجد مشہور ہے۔ کتابیں مولوی غلام جیلانی رفعت سے پڑھیں مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ نعم البدل پدر ہیں اور علاوہ فضائل موروثی کے فنون ریاضی۔ تاریخ۔ علوم ادبیہ اور تحریر فارسی اور طب سے مناسبت ہے۔ آخر عہد نواب امیر الدولہ بہادر میں ٹونک میں گئے۔ اور ملازم ہوگئے۔ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ میں مولوی حیدر علی سے کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ اسلئے کہ مولوی حیدر علی عامل بالحدیث تھے۔ اور مولوی خلیل الرحمٰن ولایتی سخت مقلد تھے۔ اس لئے باہم بحث ومباحثہ کی وجہ سے رنج ہوگیا۔ وہ رام پور آئے اور پھر جاورہ کو گئے اور وہاں ملازم ہوگئے۔ جاورہ ہی میں انتقال ہوگیا۔ فرزند کلاں حکیم مولوی عبدالرب تھے۔ ان کا بھی جاورہ میں انتقال ہوگیا۔ ان سے چھوٹے مولوی عبدالحق تھے۔ ان کی آمد ورفت ٹونک میں بھی تھی۔ پورے عالم تھے۔ جاورہ میں انتقال ہوا۔ حکیم مولوی عبدالعلی ان سے چھوٹے تھے۔ ان کا انتقال ٹونک میں ہوا۔ ان سے چھوٹے مولوی حکیم عبدالعزیز تھے۔ ان کا انتقال بھی ٹونک میں ہوگیا۔ مولوی عبدالرب کے بڑے بیٹے مولوی عبدالحی عالم تھے۔ اور مسجد جاورہ کے امام تھے۔ نوجوان جاورہ میں انتقال کر گئے۔ جس زمانہ میں ٹونک سے رام پور آئے جناب نواب سید یوسف علی خاں بہادر فردوس مکاں کا زمانہ تھا۔ نواب صاحب اہل علم کے قدردان تھے۔

اُن سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں ہر چیز قرآن شریف سے نکالتا ہوں۔ یہ ذکر نواب صاحب نے مولوی فضل حق خیرآبادی سے کیا۔ انھوں نے فرمایا آپ اِن سے فرمادیں کہ معجون فلاسفہ کے اجزا تو قرآن سے نکالدیجیے۔ چنانچہ دوسری ملاقات میں یہی سوال کیا۔ مولوی خلیل الرحمن سخت پریشان ہوئے اُن کو بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اشارہ مولوی فضل حق کا تھا۔ اس لئے ایک روز نواب صاحب کے سامنے مولوی فضل حق سے اصول میں گفتگو کرنے لگے مولوی فضل حق کھینچ تان کر اُن کو منطق میں پکڑ لائے۔ اور بند کر دیا۔ اُسی روز سے مولوی فضل حق نے کتب اصول کو دیکھنا شروع کیا۔

مولوی عبدالرب جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں کچھ زمانہ تک مفتی عدالت دیوانی بھی رہے۔ فقیہ۔ اور طبیب اور عالم تھے۔ عبدالمجید خاں وکیل ان کے داماد ہیں۔ مولوی خلیل الرحمن کی تصنیف سے حاشیۃ الدوار علی الدائر کا نام سنا ہے۔ اور ایک مختصر کتاب[۱] جس کا نام (تحقیق جواب لاشکال المسمی بجذر الاصم) ہے۔ فن منطق میں مطبوع ۱۲۶۸ھ دیکھی گئی مولوی رضا علی خاں ولد محمد کاظم علی خاں بریلوی نے آپ سے ٹونک میں کتابیں پڑھی تھیں۔

ملا خواص

قوم پٹھان۔ یہ بزرگ بھی جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں تھے۔ فیصلہ جائداد پیرزادہ اعظم الدین خاں ساکن محلہ کٹرہ مورخہ ۱۴۔ ربیع الاول ۱۲۱۵ھ میں آپ کے فرزند محمد علی کے مہر میں یہ ولدیت لکھی ہے۔ مولوی عبدالقادر خاں غمگین بارہ سو چودہ ہجری میں لکھتے ہیں کہ میں نے اُن کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اُن کے بیٹے کی بہت تعریف کی ہے۔ غالباً انتقال بارھویں صدی ہجری کے اخیر میں ہوا۔

مولوی خیر محمد

ولد حافظ نور محمد قوم پنجابی رام پور میں پیدا ہوئے۔ محلہ ٹھوٹیر پنجابیاں میں مکان تھا۔

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی صفحہ ۶۴۔

مولوی حفظ اللہ ستورہ والے اور دیگر علمائے شہر سے فارسی و عربی حاصل کی۔ مولوی حافظ غلام نبی آپ ہی کے شاگرد تھے۔ صاحبزادہ علی اصغر خاں بہادر جنرل نے اپنی جائداد موقوفہ سے دس روپے ماہانہ مقرر کر دیا تھا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ سلسلہ درس بہت وسیع تھا۔ سیکڑوں طلبا نے فیض پایا۔

رجب کی پندرھویں تاریخ چہارشنبہ کے دن قریب بارہ بجے دن کے سنہ ۱۲۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔ بعد نماز عصر محلہ ٹھوڑ میں مسجد کے پاس دفن کیا۔ مفتی سعد اللہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے ایک فرزند حافظ محمد مہربان صاحب جو علوم درسیہ سے فارغ ہیں۔ زندہ ہیں اور جلد بندی سے گزراوقات کرتے ہیں۔

قطعہ تاریخ وفات از حافظ امیر اللہ شاگرد صاحب تذکرہ

آنکہ با خیر محمد نامور ——— ہمچو نام نامی خود فخر دیں
حافظ و حاجی و زاہد متقی ——— عالم و علامۂ یا علم الیقیں
شد و صالش ولے ویلا حسرتا ——— در فراقش یک جہاں اندوہگیں
سال تاریخش ز قرآں و حدیث ——— فی نجات اللہ اِن المتقیں ۱۲۹۲ھ

شاہ درگاہی علیہ الرحمۃ

خلف[۱] میاں شاہ لال صوبہ لاہور میں دریائے چناب کے کنارے قصبۂ بہلول پور میں پیدا ہوئے۔ علوی سید ہیں سلسلۂ نسب حضرت حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچتا ہے۔ سات پشت سے برابر اس خاندان میں خدا رسیدہ ہوتے آئے ہیں۔ جواہر علویہ مصنفۂ شاہ رؤف احمد میں آپ کی پیدائش تخت ہزارہ میں سنہ ۱۱۱۰ھ میں لکھی ہے۔ میاں شاہ لال صاحب کی کشف و کرامت اُس نواح میں مشہور رہی۔

شاہ درگاہی بچپن سے وارستہ مزاج تھے۔ کسی عزیز و قریب سے اختلاط نہ تھا۔

---

[۱] مجمع الکرامات فارسی امام الدین خاں۔

میاں شاہ لال کی بھی یہی حالت تھی کہ ہمیشہ صحرا میں رہتے تھے۔ اپنے بیگانہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اکثر وقت عبادت میں بسر ہوتا تھا۔ جنگل سے لکڑیاں اپنے سر پر لائے اور فروخت کر کے قوت لایموت کی قدر رکھ لیا۔ ایک دن میاں شاہ لال کو سکھوں نے شہید کر دیا۔ شاہ درگاہی کو پہلے بھی کوئی تعلق خاطر عزیزوں سے نہ تھا۔ اب بالکل آزاد ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور قصبۂ ونالہ[۱] میں پہونچے۔ وہاں ایک سید آپ کے کھانے پینے کے کفیل ہو گئے بلکہ اپنی لڑکی سے نکاح بھی کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہیں کیا۔ اُس زمانہ میں مرہٹوں کی فوج پنجاب سے ہندوستان کی طرف واپس آ رہی تھی۔ شاہ درگاہی بھی سپاہیوں کے ساتھ ہو گئے۔ لشکر میں ایک نیک شخص متکفل ہو گیا اور پدرانہ شفقت کرنے لگا۔ جب گنگا کے کنارے لشکر پہونچا وہاں مقام بلہت[۲] میں لشکر سے جُدا ہو کر رہ گئے کچھ دنوں ایک مداری سلسلہ کے فقیر سے بھی فیض حاصل کیا اور وہیں کے قیام میں ایک سید صاحب سے از اول تا آخر قرآن شریف پڑھا۔ اور ہر وقت تلاش ایسے فقیر کی تھی جس سے تسلی خاطر ہو اتفاق سے حافظ شاہ جمال اللہ صاحب بطریق سیر و شکار اس طرف گئے اور حضرت شاہ بدرالدین کے مزار میں مقیم ہوئے۔ وہیں شاہ درگاہی صاحب آپ سے بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ وہیں رہے۔ لیکن بالکل بیہوش اور مست رہتے تھے۔ مگر نماز پانچوں وقت کی قضا نہ ہوتی تھی اٹھارہ برس تک اُسی جنگل میں اسی طرح بسر کی کہ غذا میں درختوں کے پتے تھے۔ اور آرام کے لئے زمین تھی۔

حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کا پھر اُس طرف گزر ہوا تو اُس وقت سے مستی زائل ہونی شروع ہوئی۔ اور موضع گکرالہ واقع ضلع بدایوں میں رہنے لگے۔ گکرالہ سے آنولہ کو گئے۔ اور وہاں سے رام پور میں آئے اور یہیں انتقال کیا۔

شاہ رؤف احمد مجددی جواہر علویہ میں لکھتے ہیں کہ وطن سے نکل کر جو تھائی کلام اللہ

[۱] قلمی نسخہ مجمع الکرامات میں یوں ہی لکھا ہے غالبًا بٹالہ کا نام ہے۔ [۲] مجمع الکرامات میں یوں ہی لکھا ہے

کسی سے پڑھا۔ اور نماز درست کی۔ کئی سال تک حالتِ بیخودی میں بسر کی۔ پھر بدایوں
میں سلطان العارفین کے مزار پر آئے اور وہاں حافظ جمال اللہ قدس سرہٗ سے بیعت کی۔
جب رام پور میں آئے تو محلہ کنڈہ میں قیام کیا۔ کچھ دنوں کے بعد حاجی صاحب خاں صاحب
نور اللہ مضجعہ کے مکان پر قیام کیا۔ صاحب خاں کا مزار رام پور میں مشہور ہے کچھ دنوں
نواب احمد خاں خلف نواب الہ یار خاں ابن نواب علی محمد خاں کے مکان پر مقیم رہے۔
اخیر میں شاہ بیگم صاحبہ کے محلوں میں رہے۔ اور اُسی سرزمین میں اب مزار ہے۔
مشہور خلفا میں سے ملا محمد یار میاں محمد شاہ۔ شاہ کمال الدین۔ مولوی محمد نعیم۔ میاں
نعیم شاہ۔ شاہ حبیب۔ عبد الوہاب۔ اور میاں غلام حسین۔ اور امام الدین جنّاں
کتاب مجمع الکرامات ہیں۔ شاہ ابو سعید بھی آپ کے خلیفہ ہیں۔
میاں صاحب جیلی عین شاہ گویا شاہ درگاہی صاحب کے خانساماں تھے۔ اور شاہ مداری گویا ناز پروردہ
تھے۔ شاہ درگاہی ہمیشہ اظہار کرامت سے گریز کرتے تھے رحم دل ایسے تھے کہ اگر راہ میں قصاب
یا کوئی اور شخص جانور ذبح کرتا ہوتا تو اُس جانور کو چھڑا دیتے تھے۔ حلم ایسا تھا کہ خدام
گستاخیاں اور نافرمانیاں کرتے تھے مگر آپ معاف کر دیتے تھے۔ اکثر حاجتمند حاضر ہوتے
تھے اور آپ کی دعا سے مقاصد پورے ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات حالت استغراق میں
رہتے تھے۔ نماز کی تکبیر سے ہوشیار ہوتے تھے نماز پڑھی اور پھر مراقبہ میں
بیٹھ گئے۔ لباس میں ایک کفنی پہنتے تھے۔ اور غذا میں ترکاریاں ہوتی تھیں۔
ایک روٹی سے زیادہ غذا نہ تھی۔ حقہ پیتے تھے۔ اگر کوئی روپیہ پیسا جیب میں
لیکر آتا تو فرماتے ہوئے دنیا آتی ہے۔ کبھی روپیہ پیسا نہیں لیتے تھے۔
پیر و مرشد نے جب فرمایا کہ تم نہ لیا کرو ہمارے پاس بھیجدیا کرو تو خدام کو اجازت
دیدی تھی کہ ایک تھیلی میں رکھ لیا کرو۔ اُس تھیلی کو لکڑی میں باندھکر اپنے پیر
کے پاس لیجاتے تھے۔

عمر[^] بھر بازار کی مٹھائی۔ گھی۔ اور دولتمندوں کے گھر کا کھانا نہیں کھایا۔
ایک بار نماز میں حالت وجد پیدا ہوئی۔ پوری جماعت مست ہو گئی۔ بلکہ اہلِ محلہ کی بھی یہی حالت تھی۔ آپ کے خلفا اور مریدین بہت تھے۔ چودھویں جمادی الآخر بارہ سو چھبیس ہجری (۱۲۲۶ھ) کو رام پور میں انتقال فرمایا۔ ایک وسیع احاطہ میں گنبد دار پختہ مزار بہت شاندار بنا ہوا ہے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے۔ ریاست سے بھی امداد ملتی ہے۔ متولیوں کے عزل و نصب میں بھی ریاست کو دخل ہے۔ متولیوں میں یا خدام میں اب کوئی صاحب باطن نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صاحب مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین نے تاریخ انتقال ۱۵۔ جمادی الآخر لکھی ہے۔

حکیم دوست محمد خاں

ابن غوث محمد خاں قوم افغان بڑیچ۔ آپ کی پیدائش سنہ بارہ سو اکیاون ہجری (۱۲۵۱ھ) میں جھجر میں ہوئی۔ آپ کے والد ریاست جھجر کے نائب تھے جھجر کی خرابی کے بعد رام پور آئے۔ اور محلہ گوجر ٹولہ میں قیام کیا۔ فارسی کتابیں مولوی معز اللہ خاں اور خلیفہ شیخ احمد علی رام پوری سے پڑھیں۔ عربی دیگر اساتذہ رام پور سے پڑھیں۔ طب حکیم کفایت اللہ امروہوی اور حکیم نیاز احمد خاں رام پوری سے حاصل کی۔ انگریزی میں چند موضع زمینداری کے تھے۔ نہایت آسایش اور عزت سے زندگی بسر کی۔ اُن کے والد کے نام سے گھیر غوث محمد خاں گوجر ٹولہ محلہ میں اب تک مشہور ہے۔ کسی کی ملازمت نہیں کی آپ نے ایک کتاب اپنے تجربات کی لکھی ہے۔ وہ چھپی نہیں ہے۔ اور اُن کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ سنہ تیرہ سو ایک ہجری (۱۳۰۱ھ) میں انتقال کیا۔ اور گوجر ٹولہ میں اپنے والد کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ ایک فرزند فتح محمد خاں یادگار چھوڑے۔

[^]: جواہر علویہ شاہ رؤف احمد۔

ملا دوست محمد خاں

رام پور کے رہنے والے تھے۔ یہاں سے جاورہ کو گئے۔ حضرت نور خاں مدار المہام جاورہ آپ کے فرزند تھے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

حکیم دوست محمد خاں

جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) تھے اور حکیم بایزید کے ہمعصر تھے۔

حکیم درویش محمد

جناب نواب سید احمد علی خاں بہادر کے ملازم تھے ۱۲۳۳ھ میں انتقال کیا۔ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ مجھ سے فرماتے تھے کہ وہ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔

تاریخ وفات از عنبر شاہ خاں عنبر

آں مسیحائے زماں عیسی قدسی انفاس	کہ نشایند نجم ماتم اوا فلاطوں
شیخ درویش محمد کہ ارسطا طالیس	بہر حکمت شدہ از مدرسۂ اومنموں
چوں دل نازک اواز مطب دہر آشفت	رخت بربست ازیں منزل و شد خلد دروں
بہر تاریخ وفاتش جگر عنبر کرد	وائے۔ از۔ رحلت درویش محمد۔ بیروں

۱۲۳۳ھ

سید ذوالفقار علی

ولد سید فتح علی صاحب سید حسنی نبیرۂ سید عبدالرزاق صاحب خلف حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہم شاہجہاں پور کے جھنڈا محلہ میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں اپنے بھائی سید فضل احمد سے شاہجہاں پور میں عربی کتابیں اور طب پڑھی فارسی دیگر اساتذہ سے حاصل کی۔ بریلی میں ہمراہی مولوی سلطان حسن خاں مولوی احمد خاں سے

سلہ فشدل فیض اللہ خانی ورق ۱۰۔ سلہ نشاۃ عزت۔ سلہ تشریق الخیال عنبر۔

صرف و نحو اور معقول پڑھی۔ مولوی عبد الجبار صاحب۔ مولوی فضل احمد صاحب مولوی شیخ امانت صاحب شاہجہاں پوری۔ اور مولوی محمد حسن صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ کتب علوم کے بعد بریلی میں امتحان منصفی دینے آئے۔ عین امتحان میں حکم ہوا کہ پرچہ چوری گئے ہیں۔ اس لئے امتحان اِس سال نہیں ہوگا۔

آپ بطریق سیر رام پور چلے آئے یہاں آتے ہی تپ محرقہ اور یرقان قبل از سابع ہوگیا حکیم کفایت اللہ صاحب معالج تھے۔ امید زیست نہ تھی اس شدت مرض میں اپنے دادا سید غلام حسن صاحب کو خواب میں دیکھا کہ موضع اجیت پور واقع رام پور کے میدان میں سر و پا برہنہ دوڑ رہے ہیں اور داڑھی گرد آلود ہے۔ آپ نے عرض کیا حضرت کا کیوں یہ حال ہو فرمایا تم نے امتحان منصفی دینے کا ارادہ کیا اور ملازمت انگریزی کا سامان جمع کیا۔ اس لیے یہ حال ہو۔ اب تم ارادہ ملازمت انگریزی نہ کرنا۔ اور تم میرے ساتھ اپنے دادا کے پاس چلو۔ اُسی حالت خواب میں معلوم ہوا کہ شاہجہاں پور میں حضرت سید علی صاحب کے مزار پر حاضر ہوں۔ مزار کے اندر سے آواز آئی کہ خدا تمہارا ہمیشہ مددگار اور کفیل ہی۔ اور کچھ دیگر فرمایا ہمیشہ یہی ملے گا۔ پھر خواب سے آنکھ کھلی تو نہ بخار تھا نہ مرض تھا۔ صرف ضعف باقی تھا۔ اُسی وقت کل قانونی کتب کو تلف کر دیا۔ اور توبہ کی کہ اب کبھی انگریزی نوکری کا قصد نہ کروں گا۔ حضرت سیادت علی صاحب سے خلافت ملی تھی اپنے خاندان کے دو تین آدمیوں کو مرید کیا۔ اور آپ کے پیر و مرشد کے پوتے سید شاہ غلام جیلانی صاحب ہانسوی رام پور تشریف لائے۔ تو آپ کو مرید کیا اور خلافت دی اور کہا یہ آپ کے دادا صاحب کی امانت ہی۔ اور غالباً مجھے اس لیے سپرد کی تھی۔ کہ آپ کم عمری میں یتیم ہوں گے۔ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ یہ آپ کا حصہ ہی۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ چند رباعیاں اور کچھ نعتیہ شعر اُن کے خاندان میں موجود ہیں۔ ریاست رام پور میں محکمہ صدر میں ملازم تھے۔ اور موروثی

جائداد بھی تھی۔ نہایت متقی پرہیزگار۔ اور خداترس آدمی تھے۔ میرے پیرو مرشد جناب منشی محمد رشد علی خاں صاحب فرماتے تھے۔ کہ اوائل عمر میں سید صاحب کے مکان کے متصل میں کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ نماز کا پابند نہ تھا۔ ایک روز سید صاحب نے مجھسے فرمایا کہ صاحبزادہ تم نماز کی پابندی کیوں نہیں کرتے۔ مجھپر اس کا ایسا اثر ہوا کہ پابندی شروع کی میں نماز جلد جلد ادا کرتا تھا۔ ایک روز فرمایا نماز آہستگی سے ادا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے نماز کا اہتمام عمدہ طریق پر کیا۔ اور اُسی زمانہ سے مجھے خداپرستی کی لاگ لگ گئی۔

شعبان کی اٹھائیسویں تاریخ اٹھارہ سو ترانوے (۱۸۹۳ء) کو جمعہ کے دن انتقال فرمایا اور بیرون سرائے دروازہ تکیہ میں مناشاہ کے دفن ہوے۔ آپ کے ایک صاحبزادے میاں سید کرم احمد صاحب زندہ ہیں۔ اپنے والد کے قبرستان میں جو خام مسجد تھی اُسکو پختہ بنالیا ہے اکثر آپ وہاں رہا کرتے ہیں۔ نہایت نیک نہاد ہیں۔

محمد رشد علی خاں

ولد مظفر علی خاں۔ ولد غلام سولی خاں۔ ولد شمس الدین خاں ہزاری منصبدار محمد شاہی۔ ولد فخر الدین خاں المخاطب بہ درویش علی خاں ہزاری منصبدار محمد شاہی۔ ولد غلام محی الدین خاں دوہزاری منصبدار محمد شاہی ولد محمد درویش علی خاں پنج ہزاری منصبدار فرخ سیری ولد شیخ عبدالحکیم المخاطب حکیم علی خاں دوہزاری منصبدار فرخ سیری۔ قوم شیخ ساکن امروہہ درویش علی خاں پنج ہزاری نوجوان ایک لڑائی میں مارے گئے اور اُن کی نعش امروہہ میں دفن ہوئی۔ مقبرہ پختہ بنا ہوا ہے۔ ان کے عہد میں اس خاندان میں ثروت اور حکومت نے ترقی کی اودھ کے تسلط روہیلکھنڈ کے وقت امروہہ کے امرا نے تبدیل مذہب و رحاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قایم رکھا۔ اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا۔ اس لیے کثیر حصہ جاگیروں کا ضبط ہوگیا۔ جو کچھ بچا تھا وہ بھی غدر ۱۸۵۷ء کے وقت تک دس بارہ ہزار ماہانہ کی آمدنی کے قریب

اِس خاندان کے بنی اعمام میں موجود تھا جو ۱۸۵۷ء کے غدر میں تلف ہو گیا۔ مظفر علی خاں کی شادی سنبھل محلہ کوٹلہ میں دولت مند خاندان میں ہوئی تھی۔ اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ اس لئے مظفر علی خاں کی بیوی ایام حمل میں سنبھل میں انتظار ولادت میں رہیں۔ سنبھل میں محمد رشد علی خاں ماہ شوال بارہ سو پینسٹھ ہجری (۱۲۶۵ھ) میں پیدا ہوئے آپ کا نام رشد علی خاں تاریخی ہے۔ بعد وفات امروہہ اور سنبھل دونوں جگہ بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم شروع ہوئی تھی کہ ۱۲۷۳ھ میں غدر شروع ہو گیا۔ ہندوستان کے دولتمند امرا شاہی زمانہ کے رسم و رواج کے خوگر تھے جہاں کہ شریف اور رذیل میں فرق رکھا جاتا تھا۔ انگریزی حکومت نے قانون مساوات جاری کیا۔ رذیلوں نے شرفا کے مقابلہ شروع کئے۔ یہ باتیں امروہہ میں بہت ہوئیں۔ تھانہ دار اور تحصیلداروں نے شرفا کو ذلیل کیا۔ آپ کے دو چچازاد بھائی بھی زخم رسیدہ تھے ۱۸۵۷ء کے غدر نے موقع دیا۔ تھانہ دار کو ذلیل کیا۔ اور دل کے بخار نکالے شہر کے اوباشوں نے تھانہ اور تحصیل پر حملہ کر دیا۔ جب انگریزی تسلط شروع ہوا اور دار و گیر ہونے لگی تو وہ دونوں گھر سے یہ کہکر نکل گئے کہ اب ہم منھ نہ دکھائیں گے۔ پھر ان کا کوئی پتا نہ چلا۔ آپ کے والد مظفر علی خاں روپوش ہو گئے۔ آپ کے چچا حکیم بشارت علی خاں جو نہایت جید عالم اور کامل طبیب تھے اور بہت ضعیف اور عمر رسیدہ تھے۔ اور ولایت علی خاں بیگناہ گرفتار ہوئے اور قتل کیے گئے۔ جائدادیں ضبط ہوئیں۔ اور یہ پھولا پھلا باغ اُجڑ گیا۔ اب آٹھ سال کی عمر میں مع اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے رام پور آئے۔ اور یہیں مقیم رہے۔ معافی نامہ مشتہر ہونے کے بعد مظفر علی خاں آپ کے والد حاضر ہو گئے۔ جو جائداد آپ کی والدہ کے نام تھی وہ بچ رہی۔ اُس کی آمدنی بھی ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ تھی۔ آپ کے والد پھر امروہہ میں رہنے لگے۔ اور آپ کی ہمشیرہ کی شادی راقم الحروف کے چھوٹے چچا عبد العلی خاں مرحوم سے ہوئی جن کے فرزند شوکت علی خاں بی۔ اے۔ پنشنر ڈپٹی محکمہ افیون اور محمد علی خاں

(آکسن) مالک اخبار کا مریڈ اور ہمدرد ہیں معمولی فارسی کی نوشت و خواند کے بعد آپ کی شادی سیوہارہ ضلع بجنور میں داروغہ عباس علی میونسپل افسر لکھنؤ و نجف علی تحصیلدار بارہ بنکی کی بہن سے ہوئی - آپ کے والد نے پانچویں رسالہ سواران میں دفعداری پانچ سو روپے کو خرید کر کے رام پور میں آپ کو ملازم کرا دیا۔
والد بھی امداد کرتے تھے۔ گذر بخوبی ہوتی تھی - نوکر چاکر اندر باہر موجود تھے خوش لباس خوش پوشاک تھے - مگر ابتدا سے منہیات شرعیہ سے اجتناب تھا - ایک روز اتفاق سے منصور کا اردو نظم قصہ ہاتھ میں آگیا - اس کو پڑھتے ہی عشق الٰہی کا جذبہ ہوا - بغیر کسی کی تحریک اور تعلیم کے تہجد شروع کر دیا اور کلمہ شریف کا ذکر جہر اس کثرت سے شب کو کرتے تھے کہ نماز کی چوکی پر سے بیہوش ہو کر گر جاتے تھے۔
آپ کے چچازاد بھائی حافظ عباس علی خاں ولد دلدار علی خاں ولد غلام مولیٰ خاں مولانا فخرالدین احمد معروف حکیم بادشاہ صاحب الہ آبادی کے خلیفہ تھے۔
اُنھوں نے یہ حالت مجاہدہ اور عشق دیکھکر کہا کہ تم میرے مرید ہو جاؤ - آپ نے کہا مجھے عذر نہیں ہے لیکن اگر آپ سے میری تسکین خاطر نہوئی تو میں دوسرے سے رجوع کرونگا - حافظ صاحب نے کہا اگر ایسا ہوا تو میں خود تمھیں دوسری جگہ پہونچا دونگا۔
غرضنکہ حافظ صاحب سے بیعت ہوے - پانچ چھ مہینے میں وہ استعداد حاصل ہوئی کہ حافظ صاحب نے خلافت عطا کی - اور اپنے مرید کو انکے حلقۂ ذکر میں بیٹھنے کا حکم دیدیا - حافظ عباس علی خاں کی خلافت کے بعد دو تین سال بعد آپ نے حافظ صاحب سے کہا ابھی میری تسکین خاطر نہیں ہوئی - اب وعدہ پورا کیجیے۔
حافظ صاحب نے آپ کو لیجا کر حضرت مولانا ولی النبی مجددی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کر دیا - مولانا ولی النبی صاحب کا اُس زمانہ میں قیام زیادہ تر خانقاہ حضرت غلام علی دہلوی میں رہتا تھا - اور سال میں تین چار مہینے رام پور میں قیام ہوتا تھا

جب آپ ایک ماہ تک روزانہ حاضر ہوتے رہے۔ تو مولانا نے ایک روز دریافت کیا تمہارا کیا مقصود ہے۔ عرض کیا اللہ کا طالب ہوں۔ فرمایا اچھا صبح و شام آیا کرو چنانچہ آپ دونوں وقت حاضر ہوتے۔ بعد نماز صبح اور بعد نماز مغرب حلقہ مراقبہ ہوتا تھا۔ باقی اوقات میں اپنے مکان پر یہ حالت تھی کہ مولانا کی خدمت سے واپس آکر اپنے مکان میں ایک کوٹھری میں بند ہو جاتے تھے۔ اُس کوٹھری میں ایک طاق تھا جس میں آدمی بمشکل بیٹھ سکتا تھا۔ طاق کے اندر بیٹھکر ذکر کیا کرتے تھے۔ دن کے گیارہ بجے کھانے کے لئے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو نکل آئے اور کھانا کھاکر پھر وہیں جا بیٹھے ظہر کی نماز پڑھکر تلاوت قرآن شریف۔ اور دلائل الخیرات ہوتی تھی۔ عصر پڑھکر اپنے مرشد کے ہاں چلے جاتے تھے۔ شب کو دس بجے سوتے تھے۔ اور دو بجے سے اُٹھکر عبادت میں مصروف ہوجاتے تھے۔ جب مرشد دہلی میں ہوتے تب بھی آپ ایک وقت مرشد کے مکان پر جاتے اور مسجد میں تھوڑی دیر بیٹھکر چلے آتے چھٹا اور پانچواں رسالہ سواران ایام غدر سے میرے خاندان کے سپرد تھا جمعدار اور رسالہ دار دونوں میرے خاندان کے ہوتے تھے۔ یہ رسالے جناب نواب خلد آشیاں کے خاص تھے۔ اور دیگر افواج سے اُن کو کوئی تعلق نہ تھا۔ موتوفی۔ بحالی۔ وردی۔ گھوڑا سامان سب معاملات براہ راست نواب صاحب سے طے ہوتے تھے۔ جنرل علی اصغر خاں جنرل اعظم الدین خاں دونوں کو ان رسالوں کے انتظام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میرے والد۔ میرے تینوں چچا۔ میرے دونوں برادران بزرگ۔ اِن رسالوں میں رسالدار اور جمعدار رہے۔ خود راقم الحروف بھی چھٹے رسالہ میں جمعدار تھا۔ ۱۸۸۷ء میں جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کا انتقال ہوا۔

جنرل اعظم الدین خاں بہادر نے اِن رسالوں کا معائنہ کرکے حکم دیا کہ جن کی بڑی بڑی داڑھیاں ہیں وہ اپنی اسامیوں کا انتظام کریں ورنہ موقوف ہو جائیں گے۔

آپ نے حضرت مولانا ولی النبی صاحب سے عرض کیا کہ اب اسامی فروخت کرنے کا

موقع آگیا ہی۔ فرمایا نہیں تم سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔ چنانچہ آپ نے نہ خضاب لگایا نہ اسامی فروخت کی بدستور ملازم رہے۔ رسالہ میں تغیر تبدل ہوا۔ اس وقت تک قواعد پریڈ کچھ نہیں کرتے تھے۔ اب حکم ہوا کہ ننگی پیٹھ پر گھوڑوں کی سواری اور کودائی سیکھو۔ یہ کام شروع کیا۔ کئی بار گھوڑے سے گرے۔ ایک مرتبہ ہنسلی ٹوٹ گئی۔ ایک دفعہ ٹانگ ٹوٹی۔ ایک بار ہاتھ میں ایسی چوٹ آئی کہ اُلٹے ہاتھ کی اُنگلیاں ٹیڑھی ہوگئیں مفصلات کی نوکری پر جانے لگے۔ لیکن ان تمام حالات میں نماز تہجد اور ذکر و اذکار سے غفلت نہیں ہوئی۔ اخیر میں آپ کی تبدیلی پولس کے سواروں میں ہوئی۔ وہاں بھی برابر خدمت انجام دی۔ یا وہ زمانہ تھا کہ گھر میں اندر باہر نوکر چاکر تھے۔ اب موروثی جائداد بھی نہ رہی۔ صرف تنخواہ پر گذر تھی۔ گھوڑے کا دانہ لیکر خود پسین کو جاتے تھے۔ افسروں کی سخت کلامی اور تشدد کو سہتے۔ کبھی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ آتا خدمت سرکار سے فرصت ملتی تو اللہ کے طالبوں کو بھی تعلیم فرماتے تھے بعض اوقات فاقہ ہو جاتا تھا۔ مریدین کچھ لاتے تو غربا سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ خوشحال کا ہدیہ قبول کرتے۔ اور اکثر کسی حاجتمند کو دیتے تھے۔ اپنی ذات پر کم صرف کرتے تھے۔ انتقال سے پانچ سال پہلے اپنی اسامی کو چار سو روپے میں فروخت کر دیا۔ وہ روپیہ راقم کے پاس رکھدیا۔ ہر مہینے پر آٹھ سات روپے لیکر صرف کرتے تھے۔ سائل کے سوال کو کبھی رد نہیں کیا۔ اگر اپنے پاس یا گھر میں کچھ نہوتا تو قرض لیکر خوشی سے دیتے تھے۔ بیمار کی عیادت کرتے تھے۔ اور میت کے جنازہ میں ضرور شریک ہوتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تشدد فرماتے۔ جن گھروں میں شادی بیاہ میں ناچ ہوتا اُن کے گھر کا کھانا نہ خود کھاتے اور نہ گھر والوں کو کھلاتے۔ قرض خواہ کو نرم باتوں سے جواب دیتے تھے اور تقاضے پر ملال نہیں ہوتا تھا۔ عفو قصور میں بڑے دلیر تھے۔ لوگونکو بھی اسپر آمادہ کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کے دربار میں جب راقم کی رسائی ہوئی۔ راقم سے فرمایا کہ میرا ذکر نہ کرنا میں نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ اتفاق سے جناب صاحبزادہ محمد علی خاں صاحب بہادر عرف چھٹن صاحب نے حضور میں ذکر کیا۔ راقم سے بھی حال دریافت فرمایا اور حکم ہوا کہ اُن کو دربار میں لاؤ۔ میں نے عرض کردیا کہ اِس معاملہ میں میں کچھ عرض نہیں کرسکتا ہوں۔ دوسرے ذریعہ سے حضور میں طلبی ہوئی۔ راقم سے فرمایا تیری کیا رائے ہو جاؤں یا نہ جاؤں میں نے عرض کیا جو رائے مبارک ہو بہتر ہی۔ میرے ناقص خیال میں جانے میں کوئی نقصان نہیں ہی۔ فرمانے لگے میں بے پڑھا لکھا آدمی آداب دربار سے ناواقف کیا باتیں کروں گا اور پھر یہ بھی ہی کہ مجھے طلب دنیا نہیں اور حضور پر نور کا بھی کوئی مطلب متعلق نہیں اس لیے میری حاضری بے سود ہی۔ دوبارہ کی طلبی پر مجھسے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب حضور مجھے یاد نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سنہ ۱۲۸۶ھ میں آپ کو حضرت مولانا ولی النبی صاحب نے خلافت عطا فرمائی۔ خلافت نامہ کی نقل حسب ذیل ہی:۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید الکونین ورسول الثقلین وعلیٰ آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔ امابعد کمترین ولی النبی اظہار مینماید کہ عزیزم میاں رشد علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تا مدت مدید کسب طریقہ صوفیہ صافیہ نمودند و اوراد و اشغال و مراقبات معمولہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ پرداختند بعنایت او سبحانہ جل شانہٗ از نسبت ایں خاندان بہرہ ور گردیدند پس ایشاں را اجازت تعلیم و تعلم طریقہ دادہ ہر کہ خواہد از ایشاں اخذ طریقہ نماید و توجہات برگیرد۔

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا تابعا للحق معرضا عن الدنیا ومقبلا علی الاٰخرۃ وشاغلا باللہ علی الدوام اٰمین۔ اللھم اٰمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

خلافت نامہ کے ساتھ تبرکات میں حضرت مرزا جان جاناں علیہ الرحمہ کی ایک جوتی حضرت شاہ احمد سعید صاحب کی ایک چادر اور ٹوپی اور کرتہ اور عمامہ عطا فرمایا جو آپ کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ جب تک حضرت مولانا ولی النبی صاحب زندہ رہے۔ لوگوں کو بہت کم بیعت کرتے تھے۔ اور اکثر اپنے مرشد کی خدمت میں پہونچا دیتے تھے۔ مرشد کے انتقال کے بعد بہ تکلف بیعت کر لیتے تھے۔ انتقال سے ایک سال پہلے مکہ معظمہ کے حج اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔ اور اپنے مریدین کو جناب توشہ خاں صاحب رام پوری اپنے خلیفہ کے سپرد کر گئے تھے۔ انتقال سے تین مہینے پہلے راقم سے فرمایا کہ ہم نے سوا سو روپیہ اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔ میں نے عرض کیا ارشاد کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کا اپنا مال ہے۔ فرمایا مصلحت یہی ہے۔ راقم سرکار کے کمپ میں شہر کے باہر مقیم تھا۔ پنجشنبہ کے دن کمپ میں تشریف لائے اور جناب صاحبزادہ محمد علی خاں بہادر عرف چھٹن صاحب سے بھی ملے۔ اُنھوں نے کہا کہ سرکار کی بیگم صاحبہ علیل ہیں۔ آپ صحت کے لیے دعا کیجیے۔ جواب دیا کہ ایک ہفتہ بعد کچھ جو کچھ ہوگا ظاہر ہو جائے گا۔ وہاں سے واپس تشریف لائے۔ شب جمعہ میں حرارت ہوئی جمعہ کے دن مجھے معلوم ہوا کہ حرارت گو شدید نہیں ہے مگر غفلت ہے یہ حال میں نے صاحبزادہ محمد علی خاں صاحب بہادر سے بیان کیا۔ وہ فرمانے لگے غضب ہوا وہ زندہ نہ بچیں گے اس لئے کہ مجھ سے کہا تھا کہ ایک ہفتہ کے بعد جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہو جائیگا۔ علالت میں ہوش بھی ہو جاتا تھا۔

عید اضحیٰ کے دن آدمیوں پر سہارا دیکر مسجد میں تشریف لائے اور بیٹھکر نماز ادا کی یہ مسجد راقم کے مکان کے قریب ہے اور اس مسجد سے بہت انس تھا مسجد میں فرمایا کہ لاؤ کنوئیں کا پانی بھی پلادو پھر خدا جانے کیا اتفاق ہو۔ پانی پیکر بہت خوش ہوئے۔

اُس روز حرارت بالکل نہ تھی بقر عید کے دوسرے دن بھی طبیعت درست تھی۔ اول شب میں طبیعت بہت ہی اچھی تھی۔ رات کے دو بجے اپنے دونوں لڑکوں اور

ہمشیر کو بلا کر کہا یسین شریف پڑھو۔ پھر اور قرآن شریف پڑھوایا اور سنتے رہے۔
اسی حالت سماع قرآن شریف میں ذی الحجہ کی بارھویں تاریخ پیرہ سو اٹھائیس ہجری (۱۳۲۸ھ) کو صبح کے چار بجے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے کیمپ میں آدمی نے جا کر اطلاع کی فوراً آیا اور انتظام تجہیز و تکفین شروع کیا آپ کی ہمشیرہ نے فرمایا تمہیں کوئی ضرورت اہتمام کی نہیں ہے۔ علالت میں جب میں آئی تو مجھ سے فرمایا کھونٹی میں جو تھیلی لٹک رہی ہے اس میں سے خرچ کرو چنانچہ اُسی میں سے خرچ ہو رہا ہے سوا سو روپے تھے اس وقت میں سمجھا کہ یہ سامان اپنی بت کا کیا تھا۔ جسکی اطلاع مجھے تین مہینے پہلے دے چکے تھے دفن کے متعلق گفتگو تھی کہ کہاں دفن کیا جاوے۔ حضرت مولانا ولی النبی صاحب کے چھوٹے صاحبزادہ میاں حسیب النبی صاحب آئے اور فرمایا ہمارے والد کے برابر دفن کا انتظام کیا جائے۔ اس لئے کہ دو مہینے ہوے۔ آپ نے مجھ سے استدعا کی تھی کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو مجھے اپنے والد کے قدموں میں دفن کرنا۔ غرضکہ شہر میں آپ کے انتقال کی خبر سے شور ہو گیا اور آپ کے مرشد کے برابر آپ کو گھیر میاں ضیاء النبی صاحب میں دفن کیا۔
آپ کے دو صاحبزادے ہیں بڑے مرشد علی خاں جن کو خود تعلیم طریقہ دی تھی۔ اور دوسرے ارشاد علی خاں۔ بڑے خانہ نشین ہیں۔ اور نوشہ خاں صاحب سے تکمیل طریقہ کی ہو گئی۔ صاحب اجازت ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے چھوٹے بھی اپنے والد سے داخل طریقہ ہیں اور ملازمت کے خالی اوقات میں نوشہ خاں صاحب سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس وقت رام پور میں نوشہ خاں صاحب مرجع طریقۂ نقشبندیہ کے ہیں اور کثرت سے اللہ کے طالب فیضیاب ہو رہے ہیں اللھم زد فزد۔
جناب منشی صاحب نے مولوی اشرف علی بنگالی کچھاڑوی اور نیاز محمد خاں عرف ننھن خاں رام پوری اور نوشہ خاں صاحب کو خلافت عطا فرمائی۔ راقم الحروف برسوں حاضر خدمت رہا۔

اگر واقعات تمام و کمال لکھوں تو دفتر ہو جائے صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔
ایک روز میں حاضر خدمت ہوا۔ تھوڑی دیر میں فرمایا کیا تم نے شراب پی ہے۔
عرض کیا یہ تو کبھی نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا کہ میرے مکان تک آنے میں
کسی شخص سے کوئی بات کی تھی۔ عرض کیا بیشک فلاں سے باتیں کر کے آیا ہوں۔
درحقیقت وہ شخص شرابی تھا۔ روزانہ ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں۔

مولوی حافظ رفیع الحسن

ولد مولوی شریف الحسن ولد مفتی غلام حسین رام پور میں پیدا ہوئے علوم درسیہ
عربی و فارسی اپنے والد سے پڑھے۔ سنا ہے حیدر آباد دکن میں محکمہ محاسبی میں ملازم تھے۔
اور وہاں محلہ وبیر پورہ میں متصل موتی نالہ رہتے تھے۔ کہتے ہیں انتقال ہوگیا۔
ایک لڑکا یادگار ہے اور ناخواندہ ہے۔

مولوی ریحان حسین

ولد حضرت مولانا ارشاد حسین مغفور۔ رام پور میں کھاری کنویں محلہ میں شوال
سنہ ۱۳۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ فارسی و عربی مولانا شاہ سلامت اللہ
اعظم گڈھی۔ مولانا عبدالغفار خان رام پوری حافظ اسد علی خاں و حافظ امداد علی
سے حاصل کئے۔ اپنے مدرسہ میں تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں۔ اپنے اسلاف کے قدم
بقدم ہیں۔ ریاست سے وظیفہ ملتا ہے۔ اور کچھ جائداد بھی ہے۔

میاں مولوی رشید النبی تخلص فرحت

ابن حبیب النبی۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ اولاد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
سے تھے۔ علوم فارسی اور عربی میں کامل تھے۔ مدرسہ[1] عالیہ کلکتہ میں مدرس رہے۔
اور ضلع ہوگلی کے مفتی بھی تھے۔ نظم فارسی میں حافظ اکرام احمد خاں ضیغم سے

---

[1] تذکرہ شمع انجمن۔

مشورہ کرتے تھے۔عربی نظم بھی لکھتے تھے۔عین جوانی میں بارہ سو چوہتر ہجری (سنہ ۱۲۷۴ھ) میں بمقام ہوگلی انتقال کیا۔

مولوی سید رفیع الدرجات تخلص نزہت

ولد حکیم[1] میر ضیاء الدین عبرتؔ سا۔ابن سید علاء الدین شاہجہاں آبادی آپ رام پور میں پیدا ہوئے۔یہیں فارسی اور عربی علوم حاصل کئے فاضل اجل نہایت پرہیزگار اور درویش صاحب حال تھے۔نواب سید نصر اللہ خاں بہادر کے ہاں کارپرداز تھے۔اور ان کے صاحبزادہ کفایت اللہ خاں بہادر کے ندیم تھے۔ایک روز کفایت اللہ خاں صاحب نے کچھ روپیہ طلب کیا۔آپ نے فرمایا خزانہ بند ہی وہ اصرار کرتے رہے۔اس وقت آپنے یہ آیت پڑھی۔اذا جاء نصر اللہ والفتح۔اس فقرہ پر کفایت اللہ بہت خوش ہوے۔ سنا ہی مولوی سید احمد مدرس مدرسۂ عالیہ کلکتہ نے مسٹر مکان سکرٹری نواب گورنر جنرل سے اُن کی زبان دانی کا تذکرہ کیا۔وہ بہت مشتاق ملاقات ہوے۔لارڈ ڈلہوزی جب رام پور آئے سکرٹری مذکور ساتھ تھے۔وہ سید صاحب کے مکان پر ملنے گئے۔اور ان سے ملازمت کی درخواست کی مگر سید صاحب نے قبول نہیں کی۔فارسی کلام ذوقی رام حسرت کو دکھاتے تھے۔اُردو بطور خود کہتے تھے۔ستر برس کی عمر پائی۔ماہ ربیع الاول کی پانچویں تاریخ پنجشنبہ کے دن بارہ سو پینسٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۵ھ) میں رحلت فرمائی۔کہنہ عیدگاہ دروازۂ شہر کے چکر کی سڑک کے کنارہ مزار ہی۔

مولوی سید رستم علی

ابن سید مولوی محمد اسمٰعیل ابن سید محمد اسحٰق۔آپ کے والد سید محمد اسمٰعیل بلدہ نہٹہ[2] بھکر میں محلہ ڈھاکہ کمہاری عرف محلہ میران کے رہنے والے تھے۔معانی کثیر تھی۔

---

[1] انتخاب یادگار۔ [2] تواریخ عجیبہ مصنفہ مولانا نثار علی رام پوری بہت غلط لکھی ہوئی ہی یہ عبارت بعینہٖ نقل ہی۔

صادر و وارد کی مہمانداری خوب کرتے تھے ۔ نواب منصور علی خاں ولد نواب شجاع الدولہ کا بھی اُس طرف گزر ہو گیا تھا ۔ اور آپ کے مکان پر مقیم ہوئے تھے ۔ سید محمد اسمٰعیل تحصیل علم کے لئے الہ آباد چلے آئے ۔ کوڑا جہان آباد میں شادی ہو گئی ۔ اور سرائے چھپراگھاٹ میں سکونت اختیار کی جو الہ آباد سے تین کوس ہی ۔ نہایت بزرگ ورباوقعات تھے ۔ شاہ عالی گوہر کو آپ سے عقیدت تھی اور الہ آباد میں آپ کے پیچھے چند بار نماز جمعہ پڑھی ۔ تیغ حیدری مصنفہ حشمت علی خاں جہاں نور دیں لکھا ہی ۔ کہ جوان صالح میر رستم علی نے اپنے نانا میر حاتم علی ساکن کوڑا جہان آباد کی طرف سے رستم علی نام پایا ۔ اور اپنے دادا کی طرف سے محمد یعقوب بن سید مولانا محمد اسمٰعیل بن محمد اسحٰق بن میر محمد یوسف بھاکری نام پایا ۔ اور یہ نجیب تر اولاد سید جعفر ثانی میں امام عاشر حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہم سے ہیں ۔ اور مولانا محمد اسحٰق معتمد بزرگان بھکر سے سجادہ نشین بافضیلت متمول داخل دفتر علی داہن میں ایک لاکھ بیگھ زمین کہتے ہیں جو اس دفتر میں داخل ہی سادات بھکر سے وہ مستند ہی اور جو کوئی اس دفتر میں داخل نہیں وہ غیر مستند ہی ۔ مولانا رستم علی کوڑا جہان آباد میں پیدا ہوئے ۔ آپ کی بارہ سال کی عمر تھی کہ آپ کی والدہ بی بی نور کا انتقال ہو گیا ۔ علوم و فنون عربی کی تکمیل کے ساتھ تکمیل باطنی کا شوق ہوا پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد کی وساطت سے پیر محمد عیان ساکن بلدۂ پٹھنہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی پیر محمد عیان مرزا گھسیٹا قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے ۔ پیر محمد عیان نے فرمایا تمہارا حصہ گنیھر میں ہی ۔ جس وقت آپ کے والد شاہ عالی گوہر کے ساتھ شاہ جہان آباد کو روانہ ہوئے ۔ آپ تحصیل علم کے لئے فرخ آباد آگئے وہاں تحصیل سے فارغ ہو کر رام پور کو روانہ ہوئے ۔ راہ میں سنا کہ مولوی سید اسمٰعیل آپ کے والد کا لاگڈھو مکیسر میں انتقال ہو گیا ۔ اور خواجہ گنج بخش کے مزار میں دفن ہوئے جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر

کے عہد میں ۱۱۹۱ھ تا ۱۲۰۱ھ رام پور آئے مولوی نور عالم[1] اور مولوی امام بخش سے اکثر کتابیں پڑھیں کتب معقول مولانا بحر العلوم سے حاصل کیں۔ اکیس برس کی عمر میں کل علوم سے فارغ ہوے۔ دستار بندی کے جلسہ میں پگڑی کا پہلا پیچ مولانا جمال الدین نے باندھا۔ علم وفضل میں بہت شہرت تھی اس کے ساتھ اتقا بھی بے مثل تھا۔ آپ کے تلامذہ میں سے مولوی فقیہ الدین ولد مولانا جمال الدین۔ مولوی سید محبوب علی مدفون مراد آباد۔ مفتی شرف الدین۔ مولوی عبد الرحیم خاں۔ مولوی عبد القادر چیف صدر الصدور۔ مولوی بزرگ علی۔ مولوی سید سنبر علی رام پوری۔ مولوی محمد سعید لکھنوی۔ مولوی حفیظ اللہ وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف سے انکار پر سبع رسالہ ہے۔ جو مولوی اسمٰعیل لندنی کے مباحثہ میں لکھا ہے۔ رسالہ الف الضیع حاشیہ میر زاہد۔ اور حاشیہ صدرا ہے۔ حافظ محمد امین نہٹوری (ضلع بجنور۔ یو۔ پی۔) سے بیعت ہوے۔ مولانا جمال الدین کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ رام پور میں چالیس برس زندہ رہے۔ کسی امیر کے دروازہ پر نہیں گئے۔

جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے زمرۂ علما میں وظیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ وہی گزران کا ذریعہ تھا۔ مسجد عثمان خاں والی میں جو صفدر گنج سے جانب غرب وجنوب ہے۔ نماز پڑھتے تھے اور وہیں طلبا کو پڑھاتے تھے۔ امرد سے مصافحہ نہیں کرتے تھے اور نہ صورت دیکھتے تھے۔ مولانا جمال الدین کے صاحبزادے مولوی فقیہ الدین آپ کے سالے تھے۔ اور آپ سے پڑھتے تھے۔ کسی نے کہدیا داڑھی منڈاتے ہیں۔ اُسی روز سے منع کر دیا کہ میرے ہاں نہ آئیں۔ اگر نامحرم عورت کا بدن میں ہاتھ لگ جاتا تھا فوراً تپ ہو جاتی تھی۔ ہر ایک شاگرد کو تنہا تنہا پڑھاتے تھے۔ تیسرا آدمی ہوتا جس کے لئے جسقدر وقت مقرر تھا اُسی قدر وقت میں پڑھاتے تھے۔ اگر کسی طالب علم کو باتیں کرنا ہوں تو سبق ترک کر کے باتیں کر سکتا تھا۔

حافظ محمد امین ساکن نہٹور ضلع بجنور خلیفہ شاہ بلاقی مراد آبادی (المتوفی ۱۲۰۱ھ) سے بیعت تھے۔ اور صاحب اجازت تھے آپ کے بھی خلفا بہت برگزیدہ تھے۔ مولوی حفظ اللہ

[1] جنت المعرفت فارسی مولوی حفظ اللہ۔

آپ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ اُنھوں نے بیت المعرفت فارسی کتاب بزرگوں کے حالات میں لکھی۔
اُن سے فرمایا میرا حال نہ لکھنا عرض کیا جس قدر لکھا ہو اُس کو معاف کیجیے۔ فرمایا صرف میرا نسب
اور سلسلہ بیعت لکھنے کا مضائقہ نہیں اگر اس سے زیادہ لکھا تو مجھے رنج ہوگا۔
نواب نصر اللہ خاں بہادر نائب جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر بہت معتقد تھے
اُنھوں نے دو جاگیروں کی سندیں لکھوا کر بھیجدیں۔ اپنے نام کی سند واپس کردی آپ کے
فرزند اکبر مولوی عبد العلی خاں نے اپنے نام کی سند لیلی موضع بلکھیڑہ واقع تحصیل بلاسپور
اب تک آپ کے خاندان میں موجود ہو مولانا جمال الدین اپنے مرشد مولانا فخر الدین
دہلوی کا سالانہ عرس کرتے تھے۔ قوالی ہوتی تھی اُنھوں نے آپ سے مکان اس تقریب
کے لئے مانگا صاف انکار کردیا۔ جمعہ کے دن ذیقعدہ کی اکیسویں تاریخ بارہ سو چالیس ہجری
(سنہ ۱۲۴۰ھ) کو انتقال فرمایا۔ اور جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے
مقبرہ سے جانب شرق دفن ہوئے تریسٹھ برس کی عمر ہوئی۔ مولوی عبد العلی۔ مولوی
محبوب علی۔ حافظ غلام علی اور حافظ مولوی منیر علی چار فرزند یادگار چھوڑے۔

حکیم سید رحیم الدین

ولد سید امام الدین ساکن آنولہ۔ رامپور میں پیدا ہوئے کتب عربی وطب رامپور میں
پڑھیں۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی طبیب تھے کھجوروں والے باغیچہ کے متصل رہتے تھے۔
رامپور میں انتقال ہوا۔

سید رسول کاکا

ولایتی تھے۔ صاحب کشف وکرامات اور مجذوب تھے۔ ان سے خرق عادات وکرامات
سرزد ہوتے تھے۔ محلہ راج دوارہ میں رہتے تھے۔ مولوی غلام جیلانی رفعت والی
مسجد کے صحن میں اِن کا مزار ہو۔ کسی سے سوال وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ جب بھوک
لگی جس کے گھر میں چاہا چلے گئے۔ اور کھانا کھالیا۔ ان کا زمانہ جناب سید نواب

فیض اللہ خاں صاحب بہادر کا عہد ہے (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ)

مولوی رشید النبی مجددی

ابن مولوی حبیب النبی بن شاہ ضیاء النبی - مولانا ولی النبی کے بڑے بھائی تھے عالم متبحر تھے - مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں معاون سوم تھے - علامۂ طحاوی کی کتاب العقاید کی اردو میں مبسوط اور مدلل شرح لکھی ہے - ہوگلی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے - سبعہ معلقہ کی فارسی شرح ۱۳۱۶ھ میں تین مہینے میں لکھی - کلکتہ میں ٹائپ میں چھپی ہے - خاتمہ میں مولوی احمد کبیر - مولوی عجیب احمد - مولوی یار علی - اور اپنے بھائی مولانا ولی النبی کی استعانت کا شکریہ ادا کیا ہے - دوسو ہتی صفحہ کی کتاب ہے -

ملا رفیع اللہ خاں اخون زادہ

ابن مولوی عبید اللہ اخون سواتی - بعہد نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر سوات سے آئے رام پور میں الف خاں کے گھیر میں قیام ہوا یہیں شادی کی رفیع اللہ خاں رام پور میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی - اور دیگر اساتذہ رام پور سے علوم و فنون حاصل کر کے مدرسۂ عالیہ ریاست میں بیس روپے کے نوکر ہو گئے - اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے - ریاست نے دس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا - رام پور میں مسجد جامع آپ کی دستار بندی کا پہلا جلسہ ہوا - جس میں تمام علمائے رام پور جمع تھے بارہ سو بیاسی ہجری (۱۲۸۲ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا - اور الف خاں کے گھیر والی مسجد کے شمال میں اپنے والد کے برابر دفن ہیں - آپ نے دو فرزند یادگار چھوڑے - ایک مولوی ہدایت اللہ خاں دوسرے حافظ عنایت اللہ خاں -

شاہ رؤف احمد مجددی تخلص بہ رافت

والد[۱] کا نام شعور احمد ہے - چودھویں محرم بارہ سو ایک ہجری (۱۲۰۱ھ) کو مصطفیٰ آباد

[۱] جواہر علویہ -

عرف رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا نے تاریخی نام رحمان بخش رکھا۔ حضرت شاہ ابوسعید علیہ الرحمتہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ اور ان سے چار پانچ سال عمر میں چھوٹے ہیں ح علوم عقلی سے فارغ ہوئے حضرت شاہ درگاہی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے دار المعارف میں صفحہ ۲۴۴ میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ قریب بلوغت شاہ درگاہی صاحب سے بیعت کی کم زیادہ بارہ سال تک خدمت میں حاضر رہا۔ اور ریاضت و مجاہدہ بطور جنید بغدادی بقدر طاقت وامکان کیا شاہ صاحب کی خانقاہ میں بھی طریقہ تھا پھر خرقۂ خلافت پایا اور جنگو نکو مرید بھی کیا شاہ صاحب کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ جواہر علویہ میں ظاہر کیا ہے معلوم نہیں ارادہ پورا ہوا یا نہیں بارہ سال کے قریب شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ ایک بار شاہ صاحب دہلی میں تھے۔ شوق میں پیدل دہلی پہونچے۔ اُسی زمانۂ ذوق و شوق میں ایک مثنوی اسرار غیب اور غزلیات کا ایک دیوان لکھا۔ شاہ صاحب آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ تجھے میں اپنے سینے میں رکھنا چاہوں۔ شاہ صاحب سے نقشبندیہ۔ قادریہ۔ چشتیہ۔ صابریہ۔ نظامیہ۔ سہروردیہ۔ کرویہ۔ اور مداریہ طریقوں میں اجازت ملی۔ سند مصافحہ اپنے خالو سراج المتورعین امام المحدثین حضرت سراج احمد مجددی سے حاصل کی۔ سند حدیث مسلسل بھی مولانا سراج احمد سے پائی۔ حرز یمانی کی سند حضرت احمد سے قصیدۂ غوثیہ کی اجازت مولانا محمد ارشد سے۔ ختم خواجگاں کی اجازت حضرت شاہ درگاہی صاحب اور حضرت شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی سے قصیدۂ بردہ۔ بانت سعاد و حصن حصین و دیگر اعمال کی اجازت مولانا سراج احمد سے ملی۔ حزب البحر کی اجازت علاوہ شاہ درگاہی اور شاہ غلام علی قدس اللہ سرہما کے مع دیگر اعمال کے شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی نوشہ کی اجازت شاہ عبدالحق ردولوی کی روحانیت سے پائی۔ ایک روز رمضان میں بمقام جے پور آپ حضرت غوث الثقلین کا نام پڑھ رہے تھے۔ اس وقت مکاشفہ میں اجازت آپ نے اپنے اسم کی عطا کی۔ بعد انتقال حضرت شاہ درگاہی آپ کو حصول نسبت مجددیہ کا شوق ہوا۔

اور آپ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا تم نے جو کچھ حاصل کیا ہی وہ موجود ہی۔ لیکن طریقۂ تعلیم ہر ایک شخص کا جدا ہوتا ہی اِس لیے لطیفہ قلب سے تم کو از سرِ نو توجہ دوں گا۔ مجاہدہ خوب خوب ہو چکا تھا۔ نہایت جلد مراقبۂ لاتعین تک جو ستر ھواں۔ دائرہ ہی سلوک طے کرا کر اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اور دو مہینے اُن سے اپنے سامنے اپنے دیگر مریدین کو توجہ دلائی۔ دار المعارف میں آپ صفحہ ۲۵۹ پر لکھتے ہیں کہ آخر جمعہ ماہ صفر ۱۲۳۲ھ میں مجھے رام پور کو رخصت کیا اور چاروں طریقوں کی اجازت دوبارہ عطا فرمائی سات مہینے آپ رام پور رہے۔ شوال ۱۲۳۲ھ میں شاہ صاحب نے خط لکھکر آپ کو دہلی طلب کیا۔ اور آپ کی تربیت فرماتے رہے۔ اور تحریری اجازت نامہ جمادی الآخر بارہ سو تینتیس ۳۳ ہجری (۱۲۳۳ھ) میں دیکر رخصت کر دیا۔ آپ جب سرونج واقع ریاست ٹونک میں پہونچے تو اپنے کشف و وجدان کے مطابق ایک رسالہ مراتب الوصول نامی لکھکر حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ شاہ صاحب نے اپنے خط میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔

اخیر[1] میں جاکر بھوپال میں مقیم ہوئے بھوپال سے بارادۂ حج کعبۃ اللہ کو روانہ ہوئے۔ جہاز[2] میں پینسٹھ برس کی عمر میں ذیقعدہ کی پچیسویں تاریخ بارہ سو چالیس ہجری (۱۲۴۰ھ) کو یکایک انتقال[3] آپ کا یلملم کے مقابل ہوا۔ اور بیر علی میں دفن ہوئے جس کو یلملم بھی کہتے ہیں۔ تفسیر[4] رؤفی بزبان اُردو بارہ سو انتالیس (۱۲۳۹ھ) میں لکھنا شروع کی اور بارہ سو اڑتالیس ہجری (۱۲۴۸ھ) میں ختم کی بمبئی میں دو جلدوں میں طبع ہوئی ہی۔ کتاب دار المعارف میں ملفوظات شاہ غلام علی صاحب کے جمع کیے ہیں۔ اور وہ چھپ گئی ہی۔ سنا ہی اُردو فارسی کلام کا دیوان بھی ہی۔ اُردو شاعری میں قلندر بخش جرأت سے تلمذ تھا۔ نثر اُردو میں ایک معراج نامہ لکھا تھا۔ مثنوی یوسف زلیخا اُردو میں

[1] تذکرہ علمائے ہند۔ [2] انتخاب یادگار۔ [3] رسالہ شاہ عبدالغنی فارسی [4] تذکرہ علمائے ہند۔

لکھی تھی۔ کتاب جواہر علویہ بزبان فارسی لکھی جس میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے حالات مفصل اور کل سلسلوں کے مجمل لکھے ہیں اُس میں اپنا نسب نامہ اور کچھ حالات بھی لکھے ہیں۔ فارسی کا نسخہ مجھے نہیں ملا۔ اِس کا اُردو ترجمہ تاجران کتب قومی واقع منزل نقشبندیہ کوچہ گلی زُبیاں لاہور نے طبع کرایا ہے۔ وہ مجھے مل گیا چھپائی اور ترجمہ میں نہایت غلطی ہے ۱۲۳۲ھ و ۱۲۳۳ھ میں ایک رسالہ مراتب الوصول خانقاہ دہلی میں لکھا تھا۔ اور حضرت شاہ غلام علی صاحب نے اُس کو پسند فرمایا۔ رسالہ صادقہ مصدوقہ بزبان فارسی ریاست رام پور میں قلمی اڑتالیس صفحہ کا موجود ہے۔ اس کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ رسالہ مراتب الوصول کی تحریر کے بعد مجھے شاہ علی قدس سرہٗ نے سرونج بھیجدیا وہاں سے میں نے رسالہ شاہ صاحب کو بھیجا اور شاہ صاحب کا خط خاتمہ پر نقل کیا ہے۔

شاہ صاحب نے صادقہ مصدوقہ اپنے خط میں لکھا ہے۔ آغاز رسالہ کا یہ ہے۔

الحمد للہ الذی جعل الاولیا خلفاء الانبیا۔ معلوم نہیں کہ یہی رسالہ مراتب الوصول ہے یا دوسرا رسالہ ہے۔

سلوک العارفین فارسی یہ رسالہ دو سو بیس صفحہ کا چھوٹی تقطیع پر کتب خانۂ ریاست رام پور میں موجود ہے۔ اس کتاب کو بائیس فصول اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔ اور طریقۂ نقشبندیہ کے سلوک کو تفصیل سے لکھا ہے۔ آغاز کتاب "حمد بیحد و تنزیہ بیقیاس مرجوئے راکہ بر جوں پر توہ بیچونی انداختہ" شراب رحیق فارسی۔ یہ چودہ صفحہ کا رسالہ کتب خانۂ ریاست رام پور میں موجود ہے۔ نقشبندی۔ قادری۔ چشتی طریقہ کے اذکار و اشغال لکھے ہیں۔

ارکان الاسلام نو صفحہ کا رسالہ مطبع نظامی کانپور میں ۱۲۹۷ھ میں شائع ہوا ہے۔ تاریخ رحلت میں اختلاف ہے۔ عبدالغفور خاں نساخ نے ذیل کی تاریخ میں

لہ دار المعارف صفحہ ۶۰ سو۔

بارہ سو انچاس ہجری لکھے ہیں۔

رافت آن قبلۂ ارباب کمال | از جہاں رفت بسوئے جنت
بہر تاریخ رحیلش نساخ | شد رقم۔ قدوۂ جنت رافت
(۱۲۴۹ھ)

حافظ محمد زبیر

۱۲۱۴ھ میں زندہ تھے۔ اساتذہ سے جس طرح کہ کتابیں پڑھیں تھیں اسی طرح بے کم و بیش طلبا کو پڑھاتے تھے۔

مولوی زبردست شاہ

فیصلہ جائداد پیرزادہ اعظم الدین خاں ساکن محلہ کٹرہ مورخہ ۲۴۔ ربیع الاول ۱۲۵۱ھ پر آپ کی مہر ہے۔ اور حال نہیں معلوم ہوا۔

حکیم محمد ساجد خاں

نواب فیض اللہ خاں بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) کے ملازم تھے مردان خاں جمعدار کے گھیر میں رہتے تھے۔ اُن کی کتاب معالجات سے صاحب فصول فیض اللہ خانی نے مضامین اخذ کئے ہیں۔ حکیم موصوف نے بوستاں۔ زلیخا اور سکندر نامہ کی شرح بھی لکھی تھی۔ یہ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ ریاست میں ملازم تھے۔

مولوی سعید الدین خاں

ولد مولوی رشید الدین خاں دہلوی۔ ایک عرصہ تک رام پور میں مفتی رہے۔

مولوی سراج احمد مجددی

ولد شاہ محمد مرشد گیارہ سو چہتر ہجری (۱۱۷۴ھ) میں سرہند میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے ساتھ رام پور آئے۔ بڑے عالم فاضل اور صاحب نسبت تھے خصوصاً علم حدیث میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ خاندان مجددیہ کے نسب میں ایک کتاب جامع و نافع مسمی بہ ہدایۃ الرشدین لکھی۔

۱؎ روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں قلمی۔ ۲؎ فصول فیض اللہ خانی قلمی تصنیف ۱۲۰۳ھ۔

علم حدیث میں چند تصنیفیں ہیں۔ صحیح مسلم کا فارسی ترجمہ کیا۔ جامع ترمذی کا ترجمہ ہو کر
شائع ہو گیا ہے۔ لکھنؤ میں پنجشنبہ کے دن ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ بارہ سو تیس ہجری
(۱۲۳۰ھ) کو رحلت ہوئی۔ تابوت لکھنؤ سے لاکر رام پور میں آپ کے والد ماجد کے حظیرہ میں
دفن کیا۔ آپ کے دو فرزند[۱] تھے۔ بڑے کا نام ابو محمد عرف غلام حسین اور دوسرے کا
نام سراج الرحمٰن ہے۔

تصانیف۔ بادم اللذات دار الغرور فی ترجمہ شرح صدور بزبان فارسی اخیر سے ناقص قلمی
کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔ ایک سو اٹھاسی صفحہ میں ہے۔ دیباچہ میں مترجم نے لکھا ہے۔
کہ اگر عمر نے وفا کی تو شرح اشتراط الساعۃ اور بدور السافرہ فی احوال الآخرہ۔ کا ترجمہ شروع کروں گا۔
رسالہ در ذکر شرب و طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ فارسی نہایت مختصر تقطیع کلاں ۴ صفحہ کا
کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔ برہان التاویل فی شرح الاکلیل۔ ترجمہ فارسی صحیح مسلم
از ابتدائے کتاب تا کتاب الزکوٰۃ چھ سو بارہ صفحہ پر نوشتہ دست مترجم روز یکشنبہ سوم
ذی الحجہ سنہ ایک ہزار دو سو سترہ ہجری۔ اور کتاب الصوم سے تا ختم باب فضل عتق الوالد
نوشتہ دست مترجم روز دوشنبہ دہم جمادی الاولیٰ سنہ بارہ سو اٹھارہ ہجری تین سو آٹھ
صفحوں پر کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔ یہ دونوں حصہ ایک جلد میں ہیں۔ اور کتاب البیوع
سے کتاب التفسیر تک نوشتہ دست مترجم علٰحدہ جلد میں ہے۔ مگر اس کے اخیر میں دو تین ورق
کم ہیں۔ اس جلد کے صفحات چار سو ستر ہیں۔ ترجمہ فارسی ترمذی نوشتہ دست مصنف
۱۴۳۴ صفحات کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔ مترجم نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ترجمہ صحیح مسلم کے بعد میں نے
یہ ترجمہ ذی الحجہ کی پندرھویں تاریخ بارہ سو بیس ہجری (۱۲۲۰ھ) کو شروع کیا اور ذی الحجہ کی سولھویں تاریخ
(۱۲۳۲ھ) کو یکشنبہ کے دن ختم کیا۔ مترجم نے اُن احادیث کی بھی سند لکھدی ہے جو اصل کتاب میں
بطریق تعلیق مذکور تھیں۔ کہیں کہیں کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔

---

[۱] روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

رسالہ الحکیم النبانی تحریم الغنا فارسی - نوشتہ دست مصنف - چھوٹی تقطیع کے چونسٹھ صفحہ پر لکھا ہوا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی - رام پور کے قیام کے زمانہ میں تصنیف کیا ہی - کحل العینین فی رویۃ النیرین فارسی - نوشتہ دست مصنف چھوٹی تقطیع پر ۴۰ صفحہ کا رسالہ کتب خانۂ ریاست رام پور میں موجود ہی - اس رسالہ میں یہ بحث ہی کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے یا قلب سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا - تصنیف روز شنبہ سلخ ربیع الآخر ۱۲۰۸ھ - رسالہ در فضیلت ذکر خفی نوشتہ دست مصنف تقطیع خرد پر ۴۴ صفحہ کا رسالہ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی -

میاں سراج شاہ

سادات بونیر سے تھے - نہایت بڑے عالم تھے - فقیہ اصولی تھے پیلو والی مسجد کے شمال میں غسل خانہ کے عقب میں چھوٹے سے حظیرہ میں مزار ہے - اتقا ایسا تھا کہ گھر کے دروازوں کی کنڈیوں میں کپڑا لپٹا رہتا تھا - تاکہ صدا کان میں نہ آئے - غیر محرم عورت پر نظر پڑنے کی یہ احتیاط تھی کہ اپنے مکان میں غیر عورتوں کو نہیں آنے دیتے تھے - اِن کے دو بیٹے تھے - ایک سید غفران دوسرے صابر شاہ عرف بھولے شاہ دونوں علم سے بے بہرہ تھے - دھونکل سنگھ اہلکار جناب نواب سید احمد علی خاں بہادر کے قتل کا باعث سید غفران ہوے تھے سید غفران کے پاس مستاجری تھی سرکاری روپیہ باقی تھا - دھونکل سنگھ نے اُن کو گرفتار کرکے سر پر پیسا رکھا - اور اُس پر گھڑے میں بغیر بجھا ہوا چونا بھر کے پانی ڈالا - پیسا کھوپڑی میں بیٹھ گیا - اِس صدمہ سے اُنکا انتقال ہوا - سادات نے محمدی جھنڈا کھڑا کیا کئی ہزار مسلمان جمع ہوکر دھونکل سنگھ کے قتل کو چلے - نواب احمد علی خاں کو خبر ہوئی - اُنھوں نے سید غفران کے ورثا کو بلاکر تسلی و تشفی کی اور روپیہ معاف کردیا - مگر سیدوں کے دلوں سے یہ رنج نہ گیا - نواب سید احمد علی خاں کی علالت شدید کے موقع پر چند آدمیوں نے جاکر دھونکل سنگھ کو قتل کردیا -

ملا سراج الدین

قوم پٹھان۔ ملا جہانگیر کے داماد تھے۔ نہایت خوش بیان تھے ۱۲۳۱ھ کے قریب زندہ تھے۔

حکیم مولوی سراج الدین خاں

ولد مولوی قطب الدین خاں وکیل جاورہ۔ رام پور میں محلہ گڑھ جلال الدین خاں میں متصل مسجد مکان تھا۔ تعلیم و تربیت کی مفصل حالت معلوم نہیں ہوئی۔ ریاست جاورہ میں ڈیڑھ سو روپیہ کی تنخواہ پر اطبا میں ملازم تھے۔ جاورہ ہی میں انتقال ہوا۔ غالباً تیس سال انتقال کو ہوئے۔

مولوی سراج الدین احمد خاں

ولد جلال الدین احمد خاں۔ ساکن قدیم بنگلہ آزاد خاں حال محلہ شاہ آباد دروازہ رام پور میں ذی الحجہ کی بارھویں تاریخ بارہ سو پینسٹھ ہجری (۱۲۶۵ھ) کو پیدا ہوئے۔ کتب فارسی اپنے والد سے پڑھیں۔ اور علوم عربی جناب مولوی ارشاد حسین صاحب سے حاصل کئے۔ عالم ہونے کے ساتھ ہی نستعلیق کے خوشنویس بھی تھے۔ مرد متین اہلیت شعار پابند صوم و صلوٰۃ اور نہایت مہذب تھے۔ کلام قلیل اور بلیغ ہوتا تھا۔ نہایت ہی گمنامی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ سوائے اپنے کام کے کسی سے غرض نہیں تھی۔ ابتدا میں جے پور میں نائب مجسٹریٹ رہے۔ پھر رام پور میں فتاوائے عالمگیری کے ترجمہ میں ملازم ہوئے۔ یہ ترجمہ نواب خلد آشیاں بہادر نے اردو میں جناب مفتی محمد لطف اللہ کے زیر اہتمام شروع کرایا تھا۔ چوبیس سال سے انگریزی ہائی اسکول رام پور میں عربی کے مدرس تھے۔ کبھی کبھی[1] نظم فارسی اور اردو بھی لکھتے تھے۔ آٹھ دس سال ہوئے کہ انتقال رام پور میں ہوا۔

مولانا سعد اللہ خاں

ولد مولانا محمد گل خاں غالباً ان کی پیدائش رام پور کی نہیں ہے۔ علوم اپنے والد سے بھی

---

[1] انتخاب یادگار۔

پڑھے۔ دوسروں سے تعلیم کا حال معلوم نہیں ہوا۔ ان کا کوئی تعلق ریاست بین نہ تھا۔ خانہ نشین رہے۔ اور طلبا کو اپنے مکان پر پڑھایا کرتے تھے۔ نواب سید محمد علی خاں بہادر کے عہد میں رام پور میں انتقال ہوا۔ اور غریب شاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے جس کا اب کوئی پتا نہیں۔ دریائے کوسی میں آگیا۔ نواب نصراللہ خاں نائب ریاست نے بھی اِن سے پڑھا تھا۔ ان کے بیٹے حافظ عبدالقادر خاں تھے۔ جو کار بیچیول میں ریاست میں ملازم تھے۔ نہایت متشرع آدمی تھے۔ اِن کی دس برس کی عمر تھی۔ اور پہلی محراب سنائی تھی کہ باپ کا انتقال ہوگیا۔ عبدالقادر خاں ناخواندہ تھے۔ عبدالقادر خاں کے بڑے بیٹے حافظ عبدالحمید خاں علوم عربی و فارسی میں صاحب استعداد ہیں۔ حافظ عباس علی مرحوم امروہوی سے طریقہ نقشبندی میں بیعت ہیں۔ فی الحال ٹونک کو وطن بنالیا ہو۔ دوسرے بیٹے عبدالقادر خاں کے عبدالصمد خاں ناخواندہ ہیں۔

مفتی محمد سعد اللہ

ابن مولوی نظام الدین۔ مراد آباد واقع ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے کسرول محلہ میں مولسری والی مسجد کے عقب میں مکان تھا۔ قوم شیخ۔ رجب کی سترھویں تاریخ بارہ سو انیس ہجری (۱۲۱۹ھ) کو مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا انتقال ہوا تو صغیر السن تھے بڑے بھائی نے تربیت اور تعلیم شروع کی۔ بھاوج کی معمولی شکایت پر بڑے بھائی صاحب نے کچھ ایسی سختی کی کہ آپ گھر سے نکل کر مفقود الخبر ہوگئے۔

شہروں شہروں پھر کر مسجدوں میں رہکر علم حاصل کیا۔ رام پور میں فی الحال جو مسجد فراش خانہ کے سامنے ہے۔ یہاں بھی قیام رہا اور مولوی محمد نور خان سے پڑھا۔ نجیب آباد میں مولوی عبدالرحمٰن قہستانی سے شرح جامی۔ متن متین اور دیگر کتب پڑھیں ۱۲۳۵ھ میں بزمانۂ سلطنت اکبر شاہ ثانی دہلی میں مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولانا محمد اسحٰق محدث دہلوی، اخوند شیر محمد ولایتی، مولوی صدرالدین خاں صدر اعلیٰ سے اکثر درسیات

بڑھے۔ مولانا ظہور اللہ لکھنوی۔ مرزا محمد ہاشم علی محدث لکھنوی۔ تلمیذ شاہ ولی اللہ ملا حسن لکھنوی۔ شیخ جمال مکی۔ مولوی محمد حیات پنجابی دہلوی۔ مولوی محمد اشرف لکھنوی۔ مولوی محمد اسمٰعیل مراد آبادی۔ مولوی محمد ظہور اللہ لکھنوی۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی اور دیگر اساتذہ سے علوم و فنون کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہو کر لکھنؤ میں سنہ ۱۲۴۳ھ میں پہونچے۔ اُس وقت اعزہ کو پتا دیا۔ سنہ ۱۲۴۵ھ میں مراد آباد سے لوگ گئے اور گھر کو لائے۔ فقیر کی والدہ کی حقیقی پھوپی سے شادی ہوئی۔ فقیر نے خود آپ کی بیوی صاحبہ سے سنا کہ شادی کے بعد بھی رات بھر مطالعۂ کتب میں گزرتی تھی۔ چھت میں ایک رسی لٹکا رکھی تھی۔ شب کو وہ رسی سر کے بالوں میں باندھ لیتے تھے۔ تاکہ نیند نہ آئے۔ شادی کے بعد لکھنؤ میں مدرسۂ شاہی کے مدرس ہوئے۔ پھر تاج اللغات ترجمہ قاموس کے دفتر میں ملازم رہے۔ اس کے کچہری کوتوالی میں مفتی کے عہدہ پر ترقی پائی۔ انتیس سال ملازمت لکھنؤ کی کی۔ شیخ جمال مکی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ بارہ سو ساٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۰ھ) میں ربیع الآخر کی دوسری تاریخ یکشنبہ کے دن لکھنؤ میں آپ سے اور مولوی محبوب علی مرحوم مراد آبادی سے شاہ پیر محمد کے ٹیلہ والی مسجد میں توحد جمعہ پر مناظرہ ہوا تھا مفصل کیفیت مفتی صاحب کے فتویٰ اشاعۃ الجمعہ مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ سنہ ۱۲۶۲ھ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ مولوی شاہ علی مرحوم ولد مولوی محبوب علی مرحوم نے اِس مناظرہ کو اپنی کتاب ازالۃ الفرقہ در رد اشاعۃ الجمعہ مطبع زبدۃ الاخبار آگرہ سنہ ۱۲۶۶ھ میں دوسرے الفاظ سے شایع کیا ہے سنہ ۱۲۷۰ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

فقیر نے اکثر رسائل آپ کے ہاتھ کے نقل کیے ہوئے دیکھے۔ اس وقت کتابیں نایاب تھیں۔ جہاں جو کتاب ملی نقل کر لی۔ ایک سو سے متجاوز آپ کے نقل کئے ہوئے کتب و رسائل ہوں گے سلطنت لکھنوی کی خرابی کے بعد غدر سے پہلے نواب یوسف علی خاں بہادر فردوس کان نے رام پور میں بلا کر عہدۂ قضا و افتا دیا اور حاکم مرافعہ کیا۔ نواب فردوس مکاں

آپ کے شاگرد تھے۔ انتقال تک اسی عہدہ پر مامور رہے۔ حج وزیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ شاگردوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ مولانا رحمت اللہ وباجربکہ۔ ملا نواب مہاجر۔ ملا محمد بخت ولایتی۔ مولوی حکیم عبدالکریم خاں رام پوری۔ مولوی حکیم علی حسین خاں لکھنوی۔ حکیم محمد ابراہیم لکھنوی۔ مولانا ہادی علی لکھنوی۔ مولانا انور علی لکھنوی۔ مولانا شاہ عبدالغفار کانپوری۔ مولانا شاہ عبدالحق کانپوری۔ حکیم فرزند علی شاہجہاں پوری۔ مولوی حکیم احمد سعید امروہوی۔ حکیم شبیر علی امروہوی۔ مولوی فریدالدین کاکوروی۔ مولوی عبدالملک رام پوری ثم الٹونکی۔ مولانا مفتی دوست محمد ولایتی مفتی ریاست ٹونک مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ فارسی وعربی علوم وفنون میں ایک بے مثل بزرگ تھے۔ کہتے ہیں اس جامعیت کا آدمی اس وقت تک اور کوئی نہیں ہوا۔ آپ کی نظم ونثر عربی وفارسی مشہور ہے۔ فارسی میں آشفتہ تخلص ہے۔ آپ کی تصانیف کثیر ہیں۔ مجھے جو نام معلوم ہوئے وہ لکھتا ہوں۔ فتاوائے سعدیہ۔ اس کا ایک ٹکڑا چھپا ہے۔ قول المانوس فی صفات القاموس عربی مطبوع۔ حاشیہ صدرا عربی غیر مطبوع۔ عروض وقافیہ عربی مطبوع۔ شرح عروض وقافیہ مطبوع۔ شرح فصول اکبری فارسی مطبوع۔ شرح سہ نثر ظہوری فارسی غیر مطبوع۔ رسالہ طہر متخلل مطبوع۔ حاشیہ بالابدہ فارسی مطبوع۔ زاد السبیل الی دار الخلیل۔ عقود الاجیاد۔ رسالہ منہ فی وجود الغنہ قرات فارسی مطبوع۔ رسالہ تجوید پانچ ہزار تراکیب بسم اللہ فارسی مطبوع۔ درایۃ الاصول عربی مطبوع۔ شرح قاموس عربی مطبوع۔ نور الصباح فی اغلاط الصراح۔ خلاصۃ النوادر تجوید۔ نوادر البیان فی علوم القرآن۔ ہدایۃ النور فیما یتعلق بالاظفار والشعور۔ رسالہ قوس قزح۔ رسالہ نسبت سبع عرض شیعہ مسمّی بمفید البیصرہ۔ شرح ضابطہ تہذیب۔ رسالہ تناسخ۔ رسالہ تشبیہ۔ میزان الافکار شرح معیار الاشعار۔ حاشیہ شرح سلم حمد اللہ۔ حاشیہ شرح چغمینی۔ غایۃ البیان فی تحقیق السبحان۔ القول الفصل فی ہمزۃ الوصل۔ رسالہ تحقیق علم واجب۔ مفید الطلاب

فی خاصیات للابواب۔ رسالہ لامیہ عربی وفارسی ۔نوادر الوصول فی شرح الفصول ۔شرح خطبہ قطبی۔ ترجمہ فقہ اکبر امام اعظم۔ وصیت نامہ۔ رسالہ در حالات امام اعظم۔ ترجمہ حقیقۃ الاسلام ۔خلاصۃ النوادر فارسی ۴۶ صفحہ کا مطبوع رسالہ ہی مطبع کا نام نہیں ہے۔ اشاعۃ الجمعہ بزبان فارسی۔ فتوی درباب دتوحد جمعہ مطبوع مطبع محمدی لکھنؤ سنہ ۱۲۔۔ھ۔ نور ایضاح فی اغلاط الصراح فارسی۔ خیر المسہل مسئلۃ الطہر المتخلل عربی۔ رسالہ علم الواجب تعالی عربی ۔التنویہ بالتشبیہ فارسی وجوہ تراکیب تسمیہ فارسی۔ یہ پانچوں رسائل مطبع علوی لکھنؤ میں یکجا طبع ہوے ہیں۔ نوادر الوصول فی شرح الوصول۔ فارسی ۔نوادر الوصول تاریخی نام ہو جسکے اعداد ۱۲۵۹ ھ ہیں ۔یہ کتاب لکھنؤ کے قیام کے زمانہ میں تصنیف کی تھی۔ چند اجزا چھپے تھے ۔کہ سلطنت کا انقلاب ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۲۹۴ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں ۲۸۴ صفحہ پر چھپی ہی۔

زاد السبیل الی دالخلیل اردو۔ سفر حج میں ۱۲۸۰ھ میں تصنیف کی مناسک حج اور مقامات متبرکہ کا ذکر ہی مطبع مصطفائی لکھنؤ میں چھپی ہی۔ ترجمہ فقہ اکبر حامل المتن اردو ۱۲۵۶ھ میں طبع ہوا ہے۔

مولانا کا کل کتب خانہ وقفی آپ کے پوتے مولوی فضل اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اور تحقیق معلوم ہے کہ کتابیں خراب ہو رہی ہیں ۔اس کتب خانہ میں اس وقت بھی آٹھ سو کتابیں موجود ہیں۔ اخیر عمر میں رام پور کی ملازمت سے ترک تعلق کا ارادہ تھا ریاست بھوپال نے عہدہ قضا کے واسطے طلب کیا تھا اسباب سفر کی درستی ہو رہی تھی۔ رمضان کی چودھویں تاریخ بارہ سو چورانوے ہجری (۱۲۹۴ھ) کو رام پور میں انتقال کیا۔ اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوے۔ مولوی لطف اللہ اور مولوی بشارت اللہ دو فرزند یادگار چھوڑے۔

مولوی سعید الدین محمد مجتبیٰ خاں

ابن مولوی عماد الدین خاں۔ فارسی کی کتابیں مولوی صدر الدین۔ مولوی محمد نواز دہلوی

اور سید حسن علی شاگرد امام بخش صہبائی سے پڑھیں۔ منقول و معقول اپنے والد سید حسن علی۔ مولوی تفضل حسین۔ مولوی عبد الحق جونپوری۔ اور مولوی عبد العزیز پوربی سے پڑھی۔ انجیری رڑکی کالج اور اندور اسکول میں سیکھی۔ زبان مرہٹی اور انگریزی کی تکمیل اندور رزیڈنسی کے ہائے اسکول میں کی۔ علم طب اپنے والد اور حکیم تفضل حسین و حکیم محمد اعظم خاں رام پوری سے حاصل کیا اور مطب بھی کیا۔
بعد تکمیل علوم اندور میں مناصب جلیلہ پر کام کیا۔ مصاحبت۔ سول انجیری۔ تحصیلداری پولٹکل سفارت مجسٹریٹی۔ سول ججی۔ اکاؤنٹنٹ جنرلی صوبہ۔ اور جنرل ممبری کاونسل آف ایجنسی کے مختلف عہدوں پر سرفراز ہوے۔ سات سو روپے تک تنخواہ پائی۔ اب ریاست اندور سے پنشن پاتے ہیں۔ راقم الحروف کے تعلقات آپ سے موروثی ہیں۔ خود اس فقیر کو آپ کی خدمت میں چھتیس سال سے نیاز حاصل ہو۔ اس وقت تک ایک ہی وضع سے دیکھا۔ آپ کی زبان سے کبھی کسی کی نسبت ناملائم کلمہ نہیں سنا۔ اخلاق کی یہ حالت ہو کہ خردوں سے بھی بزرگانہ برتاؤ ہے۔ باوجود ملازمت کی خدمات کے غربا اور دوستوں کے معالجہ میں بھی مصروف رہتے ہیں تشخیص بہت اچھی اور رائے نہایت صائب ہو۔ اپنے ہم وطنوں کی اصلاح کا گویا۔ دل میں ہر وقت ورد ہو۔ تجارت کی طرف سے نہایت رغبت ہو جس طرح اردو ہو اسی طرح فارسی عربی انگریزی اور مرہٹی ہو۔ نہایت منکسر المزاج اور جواد ہیں۔ آپ کی خدمتوں کا ریاست اندور نے نہایت خوبی سے اعتراف کیا۔ عموماً ہندور یاستیں ملازموں کے حق میں بہت مفید ہیں۔ مگر اندور نے سب سے زیادہ نمایش حاصل کی۔
آپ کو زیارت حرمین کا شوق ہوا تو ریاست اندور نے دو سال کی تنخواہ پیشگی دی اور اسکے علاوہ مصارف راہ کے لئے ریاست نے ہزار روپے دئے۔ یکم جون ۱۹۱۲ء کو اس سفر کو روانہ ہوے۔ اور دسمبر ۱۹۱۲ء میں واپس آئے۔ اس سفر میں مصر۔ شام۔ ایشیائے کوچک قسطنطنیہ۔ بلغاریہ۔ سرویہ۔ سٹریا۔ جرمنی۔ ہالینڈ۔ بلجم۔ انگلینڈ۔ فرانس۔

سوئٹزر- رلینڈ- اٹلی- مدینۂ طیبہ- مکۂ مکرمہ کی سیر کی- اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے یہ سفرنامہ مطبع دبدبۂ سکندری ریاست رام پور میں طبع ہوگیا ہے- سفرنامہ میں جو باتیں ممالک اسلامیہ کے نظم و نسق کی بابت لکھی ہیں وہ نہایت ضروری اور لابدی ہیں- اور اصلاح حال کے واسطے علاج شافی بتایا- اور رائے صائب دی ہے- سلمہ اللہ تعالیٰ- ایک کتاب آپ کی الانسان قلمی ہے- ایک کتاب انگریزی میں اکونٹ کوڈ قواعد جانچ حساب کے متعلق لکھی ہے- وہ بھی طبع نہیں ہوئی ہے- جلال الدین محمد مصطفیٰ عرف محمد ضیا آپ کے فرزند رشید اندور میں ملازم ہیں-

حکیم سعید الرحمٰن خاں

ولد حبیب الرحمٰن خاں قوم پٹھان فتح خاں کے گھیر میں مکان ہے- تقریباً ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے- آپ کے جد امجد حکیم عبد الرحمٰن خاں ولد حکیم شاہ نواز خاں ساکن محلہ لال مسجد مشہور اطبا سے تھے- آپ کی پرورش آپ کے ماموں مولوی حکیم عبد الرشید خاں طبیب خاص نواب صاحب بہادر رام پور نے کی- انھیں سے ابتدائے درس کی فارسی و عربی کتابیں پڑھیں- پھر آپ کے ماموں نے دہلی میں حاذق الملک حکیم عبد المجید خاں مرحوم- حکیم واصل خاں مرحوم اور حکیم حاذق الملک محمد اجمل خاں کے شاگردوں میں داخل کیا- مدرسۂ طبیہ دہلی میں تعلیم کی تکمیل اور دہلی کے مسلم الثبوت حکماء مذکورۂ بالا کے مطب میں بیٹھے ۱۳۱۳ھ میں مدرسۂ طبیہ دہلی سے سند طبابت حاصل کی- اور پھر بھی وہیں مطب میں حاضر رہے- کچھ دنوں ریاست رام پور کے یونانی شفاخانہ میں طبیب رہے- چند سال ریاست کے کتب خانہ میں ملازم رہے اور اپنا مستقل مطب بھی جاری رکھا- اگست ۱۹۰۶ء سے دادوں ضلع علی گڈھ کے جاگیردار کے ہاں ملازم ہیں- ابتدائے عمر سے زہد اور تقویٰ ہے- مزاج میں نہایت نرمی ہے- معالجہ خاص توجہ سے کرتے ہیں- یہ سب اثر ان کے ماموں کی فیض صحبت کا ہے-

ملا سعید خاں

جناب نواب سید فیض اللہ خاں بہادر مرحوم کے عہد میں بخشی فوج تھے۔ اب جدید گنج کی پشت پر جو مسجد مفتی بشیر الدین صاحب والی مشہور ہے یہ ان کی بنائی ہوئی ہے۔ ایک مسجد بزریا ملا ظریف میں بنائی اور ایک مسجد محلہ مدرسہ میں لب راہ بنائی جہاں ملا بہار الدین مدفون ہیں۔ بڑے متقی اور عابد تھے ان کے بیٹے کی نسبت کسی نے شراب خواری کی اطلاع کی۔ بندوق بھر کے گھر میں رکھدی اور کہدیا کہ اب اگر گھر میں قدم رکھا تو گولی ماردوں گا۔ سال انتقال تحقیق نہیں ہوا۔

مولوی سعید احمد خاں

ولد عزیز احمد خاں قوم پٹھان رام پور میں بنجو خاں کے گھیر میں پیدا ہوے۔ ابتدائی اردو مڈل اسکول رام پور میں تعلیم پائی۔ پھر کتب فارسی و عربی درس نظامیہ کی مولوی عطاء اللہ خاں۔ مولوی عبد الرزاق خاں۔ اور مولوی عبد الغفار خاں۔ اور دیگر علمائے رام پور سے پڑھیں۔ باپ غریب آدمی اور ناخواندہ تھے اپنے شوق سے علوم عربیہ کی تکمیل کی۔ نہایت حلیم الطبع بُردبار۔ اور فہمیدہ تھے ۱۹۰۳ء میں ریاست کے مڈل اسکول اردو میں مدرس سویم تھے۔ جوہر قابل تھے۔ وہاں سے جنوری ۱۹۰۶ء میں محرری توشہ خانہ پر تبادلہ ہوا۔ محرری کے کام کے سوا پیش کاری اجلاس پرائیوٹ سکرٹری کا بھی کام اچھی طرح انجام دیتے تھے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ افسوس ۱۸۔ جنوری ۱۹۱۵ء کو وقت شام بعارضۂ طاعون نوجوانی میں انتقال فرمایا۔ اور ۱۹۔ جنوری کو موٹے کلن کے تکیہ میں دفن ہوے۔ اولاد کوئی نہیں ہے ضعیف باپ موجود ہیں۔ مگر ان کے گھر میں شرع کی پابندی کا یہ لحاظ ہے۔ کہ مرد و عورت کسی نے منھ سے آواز نہ نکالی ضعیف باپ کو لوگ ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ آنسو جاری تھے۔ مگر زبان سے اُف نہیں کی۔

منشل ارتھمیٹک اُردو کے دو حصے اور بحث الدواب دو مختصر رسالے تصنیف کئے۔ جو رام پور کے شتہ تعلیم کے کورس میں داخل ہیں۔

مولانا حافظ سلامت اللہ

مولانا ارشاد حسین مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ اصلی وطن ضلع اعظم گڈھ ہے۔ رام پور میں آکر مولانا موصوف کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔ اور مرید بھی ہو گئے۔ تمام علوم وفنون میں کامل تھے۔ اور اپنے مرشد سے خلافت بھی پائی۔ ہر ہفتہ وعظ کہتے تھے۔ نہایت برگزیدہ، متورع اور پابند اوقات تھے۔ امرا سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ نہ کبھی سے ملے۔ غربا پر بیحد شفقت تھی۔ داڑھی منڈوں سے مصافحہ اور سلام علیک نہیں کرتے تھے۔ منھ پھیر کر نکل جاتے تھے۔ مولانا خواجہ احمد کے مدرسہ میں تعلق تھا۔ مکان پر بھی مستعد اور پابند شرع طلبا کو پڑھاتے تھے۔ آمدنی بہت قلیل۔ اکثر جو کی روٹی پر گزران تھی۔ اور اور اہل محلہ کی عسرت میں دستگیری کرتے تھے۔ بہت کم سخن اور متین بزرگ تھے۔ مولوی عبد الغفور مدار المہام ریاست نے سات آٹھ سو روپے بھیجے کہ مستحقین کو تقسیم کر دیں۔ روپیہ واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ مجھ سے یہ خدمت نہیں ادا ہو سکتی۔

۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ کو جمعہ کے دن انتقال ہوا۔ مولانا ارشاد حسین مرحوم کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ یہ کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں۔

بلاغ المرام اُردو۔ رد غیر مقلدین میں ۱۳۰۲ھ میں مراد آباد میں چھپی ہے۔ احکام الملة الحقہ فی تحقیق قاطع اللحیۃ اُردو۔ ۱۳۰۴ھ میں تصنیف کی ۲۸ صفحہ پر پٹنہ میں چھپی ہے۔ التحفۃ المنصفۃ والہدیۃ الاحمدیہ فی ادلۃ سماع الموتیٰ وحیاتہم السرمدیہ اُردو۔ مطبوعہ ہے۔

مولوی سلام اللہ

مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں۔ کہ شیخ عبد الحق دہلوی جہانگیری کی اولاد سے تھے۔ جملہ علوم سے مناسبت تام تھی۔ اور تمام کتب غیر درسیہ پر مثل کتب

درسیہ کے قادر تھے۔علوم منقول۔حدیث۔رجال۔تاریخ۔لغت۔ادب سب میں کامل تھے۔اور عربی زبان میں مطالب علمیہ کو لکھنے میں ید طولی تھا۔فی الحال (۱۳۱۴ھ) مولوی نور الاسلام ان کے جانشین۔سلامت طبع۔رسائی فکر اور اصابت رائے میں مغتنمات روزگار ہیں۔مولوی سلام اللہ مرحوم نے محلی شرح موطا عربی میں تصنیف کی اور کتابخانہ رام پور میں موجود ہے۔ان کا مزار بغدادی صاحب کے مزار کے احاطہ میں مسجد کے قریب جانب جنوب واقع ہے۔

ملا سلطان اخوند

قوم کے میمند کابل سے فقہ و حدیث پڑھکر رام پور آئے۔مولوی حسن صاحب لکھنوی سے کتب معقول پڑھیں۔رام پور میں سرکاری مدرسہ میں ملازم ہو گئے۔انکی شادی مقام شیر گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی میں ہوئی ان کے بیٹے طرہ باز خاں اور جرہ باز خاں وغیرہ ہوے۔طرہ باز خاں عالم ہوے۔ضلع کابر میں انکو سرکار نواب سید فیض اللہ خاں بہادر سے آراضی ملی تھی۔قیام رام پور میں تھا۔یہیں انتقال ہوا۔ان کی اولاد شیر گڈھ میں اب بھی موجود ہے۔

ملا سیف الدین خاں تخلص بلخی

ابن سعد احمد خاں وطن بلخ ہے۔بارہ سواڑسٹھ ہجری میں وطن سے نکلے مدت تک پشاور میں اکتساب علوم کرتے رہے۔بارہ سو اسی ہجری (۱۲۸۰ھ) میں رام پور آئے۔اور مدرسۂ عالیہ میں عربی کے مدرس ہو گئے۔علم خوب تھا۔عربی نظم بھی لکھتے تھے۔مدرسہ سے خارج اوقات میں حسبۃً للہ طلبا کو بہت محنت سے پڑھاتے تھے۔شاعری میں مولوی اسمعیل سمرقندی سے تلمذ تھا۔محلہ کٹ کنیاں میں رام پور میں الیاس خاں کے مکان پر رہتے تھے۔بیمار ہو کر غالبا تیرہ سو پانچ ہجری (۱۳۰۵ھ) میں۔رام پور میں انتقال ہوا۔

ملا سیف الدین اخوند

قوم کے باجوڑی پٹھان قصبۂ شہی علاقہ باجوڑ ملک افغانستان میں سنہ ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے کتب عربیہ وطن میں پڑھیں سنہ ۱۱۸۰ھ میں دہلی تشریف لائے۔ کتب درسیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور مولانا فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھیں۔ اور مولانا فخر الدین سے بیعت بھی کی۔ بارہ سو ہجری (سنہ ۱۲۰۰ھ) میں مولانا فخر الدین کا انتقال ہوا۔ تو یہ بہت گھبرائے اور بارہ سو ایک ہجری (سنہ ۱۲۰۱ھ) میں رام پور تشریف لائے۔

جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر طاب ثراہ نے قدر دانی فرما کر جمعداری کا عہدہ عطا کیا اور نواب سید محمد علی خاں بہادر ولیعہد کی خدمت میں متعین کیا۔ ولیعہد بہادر نے ان کی دیانت اور تقوے کو دیکھ کر اپنی جاگیر کی تحصیل وصول پر ان کو مقرر کر دیا آپ اکثر علاقہ میں رہتے تھے۔ بارہ سو تین ہجری میں رام پور میں اپنی قوم کی عورت سے نکاح کیا۔ علوم ظاہری کی طرف توجہ کم تھی۔ اپنے پیر کے عاشق تھے۔ اور خلیفہ بھی تھے۔ نواب سید محمد علی خاں بہادر کے انتقال کے بعد نوکری ترک کر کے لباس درویشی اختیار کیا۔ چھ برس تک اجمیر میں چلہ کشی کی۔ نواب نصر اللہ خاں بہادر کی نیابت کے زمانہ میں اخون صاحب کے بڑے بیٹے محمد شاہ خاں اجمیر سے لے آئے۔ نواب صاحب موصوف خوب واقف تھے۔ انھوں نے بلا خدمت دس روپے ماہانہ مقرر کر دیا۔ نواب سید احمد علی خاں بہادر نے با اختیار ہو کر موروثی خدمتی ہونے کی وجہ سے خدمت دینی چاہی۔ مگر آپ نے منظور نہیں کی۔ اخون صاحب اپنے خاندان میں سیف زباں اور مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ باوجود خلافت کے مرید بہت کم کرتے تھے۔ مولانا جمال الدین پیر بھائی تھے۔ ان سے بہت اتحاد تھا۔ مولوی محمد منیب خاں خدمت میں بہت رہتے تھے اور قرآن شریف انھیں سے پڑھا تھا۔ بارہ سو پینسٹھ ہجری (۱۲۶۵ھ) میں انتقال فرمایا۔ اور حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔

ملا سید ولی اخوندزادہ

ولایت سے رام پور میں آکر احمد شاہ خاں خٹک کی مسجد میں جو اب احاطہ صدر عالیہ کے صحن میں ہے۔ مقیم ہوئے۔ مولانا محمود عالم سے کتب درسیہ بالاستیعاب ختم کیں۔ اسکے بعد مولوی عبدالعلی خان سے ریاضی پڑھی۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں مدتوں تدریس کی۔ اس کے بعد آغا جو لکھنوی کے پاس اُن کے پڑھانے پر ملازم رہے۔ پھر نواب خلد آشیاں نے نواب علاء الدین خاں والیِ لوہارو کی خدمت میں بھیجدیا وہاں انھوں نے تیس روپے ماہانہ پر اپنے لڑکوں کی تعلیم پر رکھا۔ رام پور میں ہی عقد کیا صاحب اولاد ہیں۔ اور زندہ ہیں۔

اخوند سید احمد

قصبۂ نگراہا علاقہ جلال آباد ملک کابل کے رہنے والے تھے۔ قوم کے پٹھان خوگیانی طائفہ سے تھے۔ سنہ ۱۲۰۱ھ میں اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔ اور وطن میں صرف ونحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ مولانا محمد حسن عرف حافظ دراز صاحب پشاوری کے تبحر کا شہرہ سنا تو شوق تحصیل علم میں عزیزوں سے چھپکر پشاور آئے۔ اور مولانا حافظ دراز صاحب موصوف سے سبق شروع کر دیا۔ اسی زمانہ میں ایک بزرگ شیخ عبدالمجید سیالکوٹ کے رہنے والے پشاور میں آئے۔ لوگ ان سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اخوند صاحب بھی اُن سے قادری طریقہ میں بیعت ہوگئے۔ اور ذکر واشغال شروع کیے۔ اس واقعہ سے دو سال کے بعد شیخ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ادھر حافظ دراز صاحب علیل ہوکر اپنے وطن ہشت نگر کو جس کو افغان شش نغر کہتے ہیں۔ چلے گئے۔ اخوند صاحب کی طبیعت وہاں گھبرائی۔ اور دہلی چلے آئے۔ دہلی میں شاہ عبدالقادر صاحب سے حدیث اور اخوند شیر محمد اور مولوی محمد حیات دہلوی سے اور کتب درسیہ پڑھیں حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے نقشبندیہ طریقہ میں بیعت ہوئے۔ دہلی میں تقریباً پانچ برس

قیام کیا۔ وہاں سے رام پور تشریف لائے۔ آپ کے آنے سے چار مہینے بعد سنہ ۱۲۲۵ھ میں نواب نصر اللہ خاں بہادر نائب ریاست کا انتقال ہوا۔ جو کتابیں باقی رہی تھیں وہ رام پور میں مفتی شرف الدین مرحوم اور مولوی نور الاسلام مرحوم سے تمام کیں۔

محلہ نالۂ پار میں ایک مکان میں رہتے تھے معقولات اور ریاضیات کے سوا علوم منقولی خصوصاً فقہ اور اصول حسبۃً للہ پڑھاتے تھے۔ تدریس ظاہری کی نسبت تصفیہ باطنی میں مصروفیت زیادہ تھی۔ ان کے حالات اور واردات کی بنا پر اگر قطبِ وقت کہیں تو بجا ہو۔ علوم عربی کی تکمیل کے بعد تصوف کی کتب کی طرف توجہ ہوئی تو مثنوی مولانا روم کو میاں رفیع الدرجات علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ نہایت عسرت سے توکل پر بسر تھی۔ کبھی کسی سے حاجت بیان نہیں کی۔ جو کسی نے نذر کیا۔ اُس کے لینے میں عذر نہیں کیا۔ میر مجاور علی خدمتی خاص حضرت نواب خلد آشیاں کو درد سر ہوا۔ مرض کو طول ہوا۔ میر مجاور علی نے اخوند صاحب کا ذکر حضور میں کیا۔ نواب صاحب نے اُن کو بُلایا۔ اخوند صاحب کے دم ڈالنے سے درد سر جاتا رہا۔ اُس روز سے ریاست سے دس روپے ماہانہ مقرر ہو گئے۔ سال میں تین دعوتیں اپنے ملنے والوں کی کرتے تھے۔ اور ڈیڑھ سو دو سو آدمیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ مولوی منیب خاں جن کے ذریعہ سے یہ حالات لکھے گئے ہیں اخوند صاحب کے شاگرد ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنی کتابوں کی بابت مجھے وصیت کی تھی۔ کہ بعد انتقال تم لے لینا۔ مگر اتفاق کی بات کہ ان کے انتقال کے وقت مولوی منیب خاں لکھنؤ میں تھے بعد انتقال سب کتابیں مال لاوارث کی حیثیت سے سرکار میں داخل ہو گئیں۔

اخوند صاحب نے شادی نہیں کی۔ شاگرد بہت تھے۔ منجملہ اُنکے مولوی محمد حسن مولوی کمال۔ مولوی لطف علی شاہ ساکنانِ بہار۔ مولوی ظہور الحق رام پوری۔ مولوی محمد منیب خاں رام پوری۔ مولوی جمال شاہ خاں رام پوری۔ مولوی مفتی لطف اللہ رام پوری۔ مولوی ہدایت اللہ خاں رام پوری۔ اور اخوند زادہ عبد العزیز خاں رام پوری

مشہور ہیں۔ بارہ سو پچاسی ہجری (۱۲۸۵ھ) میں انتقال فرمایا۔ محلہ نالہ پار کی اُس مسجد کے حجرہ میں جہاں نماز پڑھا کرتے تھے دفن ہوئے۔

حاجی سید سعادت علی

نوگانوں[1] ضلع مراد آباد کے سادات میں سے تھے۔ بچپن میں ان کے والدین حج کو ساتھ لیکر گئے۔ راہ میں ماں کا انتقال ہوگیا۔ واپسی میں باپ کا بھی انتقال ہوگیا۔ حجاج ہمسفر کے ساتھ اپنے گاؤں میں آئے۔ تمام خاندان شیعہ تھا۔ وطن چھوڑ کر مراد آباد آئے۔ اور سید خاں کی مسجد میں قیام کیا۔ قدرے صرف و نحو پڑھکر رام پور میں آئے۔ اور علوم ظاہری بقدر ضرورت پڑھے۔ اور اُسی زمانۂ طالب علمی میں میاں نعیم شاہ کے مرید ہوئے۔ اور ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہوگئے۔ سخت سخت محنتیں اُٹھائیں۔ مگر شیخ کے دامن کو نچھوڑا۔ اخیر میں خلافت مل گئی۔ پیر و مرشد کے انتقال کے بعد کئی آدمیوں کو مرید کیا۔ اور بعض کو اجازت بھی دی۔ نہایت استقامت سے اپنے شیخ کی مسجد میں رہتے تھے اور اہلِ دنیا سے غرض نہ تھی عقد بھی کر لیا تھا۔ ان کے تقدس اور برکات کی بہت شہرت تھی۔ رمضان کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو اٹھتر ہجری (۱۲۷۸ھ) میں انتقال کیا اور اپنے شیخ کی قبر کے پائین دفن ہوئے۔ ایک لڑکا چھوڑا تھا۔ سنا ہے میاں وہ سلامت ہیں اور علاقہ کی ملازمت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

حافظ سید سلیمان

یہ بزرگ حافظ سید ایوب کے چھوٹے بھائی تھے۔ رام پور ہی میں پیدا ہوئے۔ اپنے بھائی سے بہت چھوٹے تھے۔ بھائی کے انتقال کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ ایک عرصہ تک لکھنؤ میں رہے۔ پھر محلہ دوگانواں میں بیٹھ رہے۔ سوائے نماز جمعہ اور جنازہ کے باہر نہیں نکلتے تھے حکیم یعقوب صاحب لکھنوی جھوائی ٹولہ لکھنؤ کے اور معززین نہایت

---

[1] انوار العارفین۔

معتقد تھے۔ حکیم علی حسین خاں لکھنوی اور حکیم محمد حسن خاں لکھنوی بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک بار قدسیہ محل سے بادشاہ لکھنؤ ناراض ہو گئے۔ حافظ صاحب سے تعویذ منگایا اللہ تعالیٰ نے صفائی کرا دی۔ اُس روز سے وہ بہت خدمت کرتی تھیں۔ مشہور ہی کہ حکیم یعقوب لکھنوی کا تقرب قدسیہ محل کی سرکار میں آپ ہی کی توجہ سے ہوا۔ لکھنؤ ہی میں انتقال کیا۔ اور محلہ دوگانواں میں پختہ مزار ہے

سید شاہ صاحب

ولد شاہ محمد صاحب احفاد سید جلال بخاری سے تھے۔ جنگ دوجوڑہ میں (۱۲۰۸ھ) ان کے دو بھائی اور والد شہید ہوئے۔ اس وقت اُن کی عمر بارہ سال کی تھی۔ نواب سید قاسم علی خاں بہادر خلف نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے ان کی کفالت فرمائی۔ میاں قطب شاہ والد ماجد میاں سید جان سے ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اپنے محلہ کی مسجد زینہ عنایت خاں میں درس دیا کرتے تھے۔ ریاست رام پور نے عہدۂ جمعداری عطا کیا۔ گھوڑوں کی تجارت بھی کرتے تھے۔ آپ کا مزار ملا باقر کے تکیہ میں عبداللہ خاں مرحوم کے باغیچہ کی دیوار کے نیچے ہے۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے ایک میاں حیدر شاہ دوم میاں حسن شاہ محدث۔

حکیم شاہ اعظم خان

ولد رحمی خاں عرف روزی خاں ولد اسمٰعیل خاں اکوزی۔ اِنکی پیدائش ریاست رام پور کی ہو جس طرح کہ بہٹیل سپاہی تھے۔ اسی طرح حکیم حاذق تھے۔ فن طب حکیم سعدالدین خان عرف شبو اخوندزادے۔ شاگرد حکیم باز خاں تلمیذ حکیم ثناء اللہ خاں بریلوی سے حاصل کیا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد جمعداری کا عہدہ بھی ملا۔ اخیر میں بوجہ علالت یہ عہدہ اپنے بھائی محمد نور خاں کو دلا دیا۔ اور خود کام چھوڑ دیا۔ تقریباً بارہ سو پینتالیس ہجری (۱۲۴۵ھ) میں انتقال ہوا۔ حکیم محمد اعظم خاں

مشہور و معروف طبیب ایک فرزند یادگار چھوڑا۔

مولوی سید شہاب الدین

ابن مولوی سید علیم الدین۔ ابن مولوی سید بہاؤ الدین۔ والد کی طرف سے نسب بخاری اور ماں کی طرف سے قادری ہیں۔ بزرگوں کا قدیمی وطن شاہجہاں پور رہا بارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن اور کتب نحو سے فارغ ہوئے۔ اپنے والد سے منطق اور فقہ پڑھکر خیرآباد میں شمس العلما مولانا عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قطبی شرح شمسیہ اور شرح عقائد نسفی قراءۃ و سماعتہ پڑھیں شمس العلما کی علالت کی وجہ سے سبق موقوف ہوئے تو بھوپال جاکر مولوی عبدالحق کابلی قاضی ریاست سے کتابیں پڑھیں۔ سید شیخ حسین عرب محدث سے کتب حدیث حاصل کیں۔ کئی سال تک بھوپال میں قیام رہا۔ رام پور واپس آکر عقد نکاح کیا اور اجمیر کے مدرسۂ چشتیہ میں مدرسی پر ملازم ہوگئے۔ ملازمت کے زمانہ میں حصول فن طب کا شوق ہوا۔ رام پور میں جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب حاذق الملک سے طب شروع کی۔ اور مطب کیا۔ اجمیر کی ملازمت ترک کردی۔ اب پندرہ سولہ سال سے ریاست رام پور کے دفتر نکاح خوانی کے نگراں اور قاضی شہر و علاقہ ہیں حسن صورت اور سیرت دونوں جمع ہیں۔ نہایت پرہیزگار اور کم سخن ہیں۔

حکیم شاہ باز خان

رام پور کے رہنے والے تھے۔ حکیم ثناء اللہ بریلوی کے شاگرد تھے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے اطبا میں سے تھے[1]

سید شاہ سرفراز عرف حقیقت اللہ دبھورے میاں

ولد میر سید شاہ نیاز۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

---

[1] فصول فیض اللہ خانی ورق ۱۷

دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے مرشد شاہ عبدالواحد کے ساتھ بریلی میں آئے اور وہاں سے بلاسپور میں آکر قیام کیا۔ علم ظاہری اور باطنی میں اپنے مرشد سے فیض پایا۔ اور خلیفہ ہوئے۔ جب تک مرشد زندہ تھے۔ وہی کفیل تھے۔ مرشد کے انتقال کے بعد اکثر امرا اور والیان ریاست رام پور نے ملکیں اور زمینیں دیں۔ مخلوق کی رجوع بہت تھی۔ اتقا اور پرہیزگاری میں مشہور تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے اس وقت رسالہ نور الانوار اور رسالہ اسرار قادریہ فارسی میں آپ کے خاندان میں قلمی موجود ہیں۔ اور بھی رسائل تھے۔ مگر اب انکا پتا نہیں ہو۔ بارہ سو ستائیس ہجری (۱۲۲۷ھ) میں وفات پائی اور اپنے مرشد کے مزار میں دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ ایک مولانا سید غلام جیلانی۔ دوسرے سید غلام محی الدین۔ تیسرے سید ابوالحسن۔ چوتھے صاحبزادے نو عمر لاولد مر گئے۔ اول الذکر صاحبزادوں کی اولاد موضع کھوندلپور کے کھیڑہ پر جو قصبہ بلاسپور کے پاس ہی موجود ہی۔

شاہ عبدالواحد

قوم کے پٹھان تھے۔ والد کا نام معلوم نہیں۔ آپ دہلی سے آکر بریلی میں مقیم ہوئے پھر قصبہ بلاسپور تحصیل ریاست رام پور میں آبادی سے ملحق جانب شمال بھکرہ ندی کے کنارے قیام فرمایا۔ آپ عالم بھی تھے۔ اور درویش بھی تھے۔ جلال اس قدر تھا کہ لوگونکو قریب جانے کی جرات نہوتی تھی۔ سید ابوالحسن سید ابہار کے خلیفہ تھے۔ بلاسپور میں سید میر شاہ سرفراز عرف سید حقیقت اللہ و بھورے میاں آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔
اور آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے۔ جب بلاسپور میں آئے تو اپنے ساتھ اناج کا تخم بھی لائے تھے۔ اپنے ہاتھ سے جوت کھود کر کے قوت لایموت پیدا کرتے تھے۔ اور وہی غذا تھی جو لوگ نذر پیش کرتے وہ دوسروں کو دیدیتے تھے۔ نکاح نہیں کیا۔ بارہ سو چھ ہجری (۱۲۰۶ھ) میں انتقال ہوا اپنے جائے قیام میں دفن ہوئے۔ مزار کے گرد پختہ چار دیواری موجود ہے۔

شاہ محمد پیر مجذوب

بن حضرت شاہ محمد مرشد مجددی۔ آپ کی ولادت سرہند میں غالباً ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔ اپنے والد کے ساتھ رام پور آئے۔ اکثر آپ حالت جذب میں رہتے تھے۔ بارہ سو بیس اور تیس ہجری (۱۲۲۰ھ و ۱۲۳۰ھ) کے درمیان میں وفات ہوئی۔ اپنے والد کے پہلو میں دفن ہیں۔

سید شاہ محمد

سید جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے۔ جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں فوج میں ملازم تھے۔ مرد مقدس اور پابند وضع تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے ایک پائندہ شاہ۔ دوم اکبر شاہ۔ سوم سید شاہ۔ اول الذکر دونوں صاحبزادوں میں سے ایک صاحب عالم تھے۔ زینہ عنایت خاں کے محلہ میں رہتے تھے۔ اور جو مسجد زینہ عنایت خاں کی لب راہ بلندی پر ہے۔ اس میں درس دیا کرتے تھے۔ دوجوڑہ کی جنگ (۱۲۰۸ھ) میں شاہ صاحب تینوں بیٹوں کو لیکر روانہ ہوئے۔ بڑے بیٹے نے کہا کہ گھر پر بھی کسی کو رہنا چاہیے۔ فرمایا ہندوستان کی ولادت نے تمہاری ہمت میں کمزوری کردی ہے۔ گھر کا خدا حافظ چنانچہ تین بیٹوں کے ساتھ شریک جنگ ہوئے اور شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہر ایک شخص اپنی کمر میں دو دو اشرفیاں باندھے بیٹوں نے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ اگر مارے گئے تو جو کوئی آکر کمر ٹٹولے محروم نہ رہے۔ اور اگر زخمی ہوکر بچے تو علاج کے کام آئیں گی۔ دوجوڑہ کی جنگ میں جب فوج چلی تو سید صاحب مغموم تھے۔ پٹھانوں نے کہا کہ آپ تو رنجیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں تو خوشی ہے۔ فرمایا لڑائی تو خوشی کا مقام نہیں سکتا مجھے اس کا غم ہے فتح ہوئی تو خیر ورنہ تم سب بھاگو گے۔ اور ہم نہیں بھاگیں گے۔ جس وقت دوجوڑہ کی لڑائی بگڑی شاہ صاحب مع پائندہ شاہ اور اکبر شاہ اپنے بیٹوں کے شہید ہوئے۔ سید شاہ صاحب کا سن اُس وقت بارہ سال کا تھا۔

وہ خیمہ پیدہ گئے تھے۔ اہل محلہ نے کہا کہ اب گھر چلو کہنے لگے والد آئیں گے تو چلیں گے۔ مگر لوگوں نے سمجھا کر وہاں سے ساتھ لیا۔ اور دولت نامی غلام کے ساتھ شہر میں واپس آئے۔ نواب قاسم علی خاں بہادر ولد نواب سید فیض اللہ خاں بہادر ان کے کفیل ہوگئے۔

مولوی شاہ نواز خاں

ولد غلام حسین خاں۔ قوم پٹھان۔ محلہ گھیر میاں خاں متصل خسرو باغ مکان تھا۔ اساتذہ رام پور سے کتب درسیہ پڑھیں۔ فارسی میں بہت اچھی استعداد تھی۔ معلم گری کرتے تھے۔ بہت طلبا کو پڑھایا۔ تیرہ سو اکیس ہجری (۱۳۲۱ھ) کے قریب انتقال ہوا عیدگاہ دروازہ قدیم کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ مولوی محمد شفیع خاں آپ کے فرزند کو بھی فارسی میں دستگاہ ہے اور حیات ہیں۔ نواب فردوس مکاں کو آپکی طرف بہت التفات تھا۔ پانچ بیگہ زمین بطور مدد معاش عطا کی جسکا پروانہ ذیل میں درج ہے:۔

"متصدیان حال و استقبال بلدہ رام پور پرگنہ شاہ آباد لکھنؤ سرکار مضاف صوبہ دار الخلافۃ شاہ جہاں آباد بدانند۔ موازی پنج بیگہ خام اراضی واقع دروازہ عیدگاہ در وجہ مدد معاش شاہ نواز خاں ولد غلام حسین خاں نسلاً بعد نسلاً بطناً بعد بطناً معاف و مرفوع القلم نمودہ شد باید کہ از حاصل آں نوعے مزاحمت نہ رسانند و مشار الیہ و من یقوم پروانہ صرف ضروریات خود نمودہ بدعائے دولت مشغول و موظف باشند۔ محررہ بتاریخ پنجم مارچ ۱۸۵۷ء"

حکیم شاہ نواز خاں

فرزند ملا محمد نظام الدین خاں ولایتی افغان یوسف زئیوں میں سے سالارزئی متوطن ملک باجوڑ قصبہ گنگر رام پور میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیات رام پور میں حاصل کیے۔ اپنی والدہ کی علالت میں طب حاصل کرنے پر توجہ کی ابتدا میں حکیم محمد شعور اخوند زادہ سے استفادہ فن طب میں کیا۔ پھر اس کی تکمیل اور مطب حکیم مولوی حیدر علی اور حکیم بابو بدیع کی

خدمت میں کی۔ ذریعہ معاش تجارت تھی۔ پھر ملا محمد الیاس خاں مصاحب نواب سید احمد علی خاں بہادر کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ تو سرکار سے پندرہ روپے وظیفہ مقرر ہو گیا۔ اور دس بسوہ زمینداری موضع ملمو پورہ ضلع مراد آباد میں بھی تھی۔ اُنھتر ۶۹ سال کی عمر میں تپ محرقہ صفراوی لاحق ہوئی۔ حکیم محمد علی حسین خاں لکھنوی سے اتحاد بہت تھا۔ وہی معالج تھے اِسی مرض میں آٹھویں روز انتقال کیا۔ متصل دیوار شمالی احاطہ مزار ملا سبحان شاہ اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حکیم محمد عبدالرحمن خاں مرحوم۔ واحد نور خاں۔ اور حکیم عبد الرحیم خاں تین فرزند یادگار چھوڑے۔

ملا نظام الدین خاں نے حکیم شاہ نواز خاں کو وصیت کی تھی۔ کہ ہم نے طب اس لئے نہیں پڑھائی ہے کہ اِس سے دنیوی فائدہ حاصل کیا جائے۔ معاش کافی ہے۔ کبھی اِس کا خیال نہ کرنا۔ مخلوق خدا کی خدمت کرنا۔ اگر اتفاق زمانہ سے دنیوی مصیبتیں آجائیں تو اسوقت اسکا خیال رکھنا کہ علما اور سادات اور اہلِ خدمت مثل دھوبی حجام وغیرہ سے کبھی علاج میں کوئی رقم نہ قبول کرنا۔ چنانچہ مرتے وقت تک یہی طریقہ اُنکا تھا۔

مولوی شاہ ولی خاں

پیلی بھیت کے رہنے والے۔ عالم با عمل۔ محدث اور فقیہ تھے۔ رام پور میں شاہ غلام رسول خاں کی دختر سے عقد ہوا۔ اور رام پور ہی میں رہنے لگے جس قدر کام تھے سب موافق شرع شریف کے تھے۔ مقدس صورت کرتہ پہنے ہوئے۔ پاؤں میں گھیتلا پیلا جوتا ہوتا تھا۔ اپنے خسر سے سماع اور قوالی پر ہمیشہ جھگڑا کرتے تھے۔ شاہ صاحب قوالی سنتے تھے۔ یہ اُسکو حرام جانتے تھے۔ رام پور ہی میں انتقال ہوا۔ عبداللطیف خاں وکیل اور عبدالعزیز خاں اور ایک اور لڑکا تھا۔ سب مر گئے۔ کوئی صاحب علم نہوا۔ عبدالعزیز خاں کا ایک لڑکا تحصیل عربی میں مصروف ہے اور ہو نہار ہے۔

مفتی شرف الدین

قوم سید علوی۔ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ رام پور میں آکر علم وفضل میں وہ شہرت حاصل کی کہ علماء رام پور کا سلسلہ علم آپ تک منتہی ہوتا ہے۔ نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر (۱۲۰۹ھ تا ۱۲۵۶ھ) نہایت عزت کرتے تھے۔ عہدہ قضا آپ کے سپرد تھا۔ موضع بگڑکا اور پائندہ نگر واقع حضور تحصیل بطور معافی دئے تھے جواب تک ان کے خاندان کے قبضہ میں ہیں۔ ملا احمد ولایتی کے ہاں شادی کی۔ نواب سید احمد علی خان بہادر ایکبار دیوانے بن گئے۔ کچھا کے باغ میں قیام تھا۔ نواب صاحب کے متعلق جو انتظام اہلکاروں نے تجویز کیا۔ اس میں مفتی صاحب بھی شریک تھے سب کے خیالات سنکر نواب صاحب نے اصلی حالت اختیار کرلی۔ مفتی صاحب بھی مثل دیگر اہلکاران گرفتار ہوے۔ مگر آپ کے ولایتی شاگرد قید سے نکال کرلے گئے۔ رام پور سے لکھنؤ اور کلکتہ کا سفر کیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد رام پور آئے۔ بارہ سو چھپن ہجری (۱۲۵۶ھ) میں کلکتہ سے رام پور کو جاتے ہوے فتح پور ہنسوہ میں حکیم احسان علی خاں برادر مولوی رحمٰن علی خاں صاحب تذکرہ علماء ہند کے مکان پر ٹھہرے تھے صاحب تذکرہ نے لکھا ہے۔ کہ میانہ قد۔ سیاہ رنگ۔ سفید ریش۔ نحیف الجثہ۔ ضعیف القویٰ تھے۔ فتح پور ہنسوہ میں مفتی شرف الدین کے داماد مولوی محمد سعید کی قبر سید شاہ راجی قدس سرہ کے درگاہ میں ہے وہاں فاتحہ خوانی کی غرض سے قیام کیا تھا۔ ان کی تصانیف میں سے سراج المیزان در منطق۔ شرح سلم تا الا یجد ولا یتصور اور بعض فتاوی مشہور ہیں۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے جو کچھ پڑھا اُنسے پڑھا ہے۔ اگر اُن کی پوری پوری تعریف کروں تو اغراق پر لوگ محمول کرینگے۔ اکثر علوم میں یدطولیٰ ہے افتا میں ابویوسف زمانہ ہیں۔ جو طالب علم ان کی خدمت میں جائیگا پھر اُسکو اور جگہ لطف علم نہ آئیگا۔ نواب صدیق حسن خاں ابجد العلوم میں لکھتے ہیں۔

۱؎ تذکرہ علماء ہند۔ ۲؎ ابجد العلوم عربی صفحہ ۹۲۸۔

کہ یہ شرفی الدین تھے شرف الدین نہ تھے۔ اول الذکر نام میرے والد نے رکھا ہی۔ اور سنتہ رسول اللہ سے سب سے زیادہ بعید مخلوق الٰہی میں یہ شخص تھا باوجودیکہ حواشی اور شروع کتب درسیہ کے محفوظ تھے۔ اہل بدعت کی مدد اور سا اہل حق (غیر مقلدین) کا آزار اپنی خرافات سے کیا کرتے تھے۔ محب دنیا تھے۔ آپ کے دو فرزند قابل مولوی ظہور الحق۔ اور مولوی مظہر جمیل یادگار چھوڑے دو آپ کی لڑکیاں تھیں۔ ایک مشتاق خاں ٹھیکہ دار مرحوم کے نانا کو منسوب ہوئیں۔ اور دوسری مولوی جمال شاہ خاں صرفی نحوی کو منسوب ہوئیں۔ آپ کا مؤلفہ رسالہ علم فرائض بزبان فارسی جو بیس صفحہ پر کتب خانہ میں موجود ہی۔ دیباچہ میں لکھا ہی۔ کہ ۱۲۵۱ھ میں جہال کی افترا پردازی سے خانہ نشین ہونا پڑا۔ اُس زمانہ میں یہ رسالہ لکھا۔ اصل مسودہ مصنف کے ہاتھ کا ہی۔ جابجا ترمیم شدہ ہی۔ حل الاشکال فارسی قلمی۔ اصل تصنیف مفتی صاحب کی ہی۔ ۱۲۸۶ھ میں مولوی مظہر حق ولد مفتی ظہور الحق ولد مفتی شرف الدین نے مسودہ کو صاف کر کے جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کے نام پر معنون کیا۔ ۱۹۴ صفحہ کی کتاب کتب خانۂ ریاست میں تقطیع کلاں پر موجود ہی۔

مولوی حافظ شریف الحسن

ولد مفتی غلام حسین۔ ولد مولوی نصیر الدین ولد مولوی خیر محمد۔ مولوی شیر محمد دہلی سے رام پور میں بعہد نواب سید فیض اللہ خاں بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) آئے اور رشتہ داری مرزا فیاض بیگ کے خاندان میں ہوئی۔ مولوی شریف الحسن رام پور میں پیدا ہوے۔ علوم فارسی و عربی کی یہاں بھی تحصیل کی اور باہر جاکر بھی تکمیل کی۔ ملکات معافی سے بہت اچھی طرح گزر ہوتی تھی۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں مدرس بھی تھے۔ صغر سنی سے ریاست سے پانچ روپے ماہا بوجہ مفتی غلام حسین بلاخدمت ملتا تھا۔ رام پور میں مستاجری بھی شروع کی اُس میں نقصان ہوا تو حیدرآباد دکن

چلے گئے۔ وہاں مدرسۂ شاہ علی پنڈا میں ملازم ہوگئے۔ علم خوب تھا۔ اور اچھا پڑھاتے تھے سنہ ۱۳۱۲ھ کے قریب حیدرآباد میں انتقال ہوا اور ورنگر میں دفن ہوئے مولوی رفیع الحسن اور لطیف الحسن دو فرزند یادگار چھوڑے۔

مولوی شیر محمد علوی

نواب سید فیض اللہ خاں بہادر کے عہد (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) میں تھے۔ مولوی[1] عبدالرحمٰن موحد لکھنوی نے ان سے رام پور میں شرح چغمنی پڑھی تھی۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اُن کو نہیں دیکھا۔ لیکن انکے تعلیقات اکثر کتابوں پر دیکھے۔ جو کچھ ان کے لوح دل پر ہے وہی زبان قلم پر ہے۔ اور ان کے پوتے حافظ غلام حسین زبردست فاضل ہیں۔

حکیم شعور اخوندزادہ

نام سعیدالدین خاں ہے۔ مگر آپ کی شہرت شعور اخوندزادہ کے نام سے ہے ان کی کمالات کی بہت سی داستانیں مشہور رہیں۔ اور لوگ نہایت عزت سے یاد کرتے ہیں۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) دربار کے طبیبوں میں ملازم تھے۔

سید شیدی میاں مجذوب

یہ بزرگ قصبہ بلاسپور میں شیدی میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ زبانی روایات کے موافق یہ معلوم ہوا کہ حبش کے شاہزادوں میں سے تھے۔ میانہ قد۔ دوہرا جسم۔ فربہ اندام۔ رنگ سیاہ فام۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ اُن میں سرخ ڈورے۔ موٹی ناک۔ اور موٹے لب سر اور داڑھی کے گھونگر والے بال۔ اس حلیہ سے خود معلوم ہوتا ہے کہ حبشی الاصل تھے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ قرآن تھے۔ لوگ کہتے ہیں اگر کوئی کتاب سامنے رکھ دیجاتی پڑھ لیتے تھے۔ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] انوار الرحمٰن لتنویر الجنان مولوی نور اللہ مطبوعہ صفحہ ۲۷۔

گورے کالے پہ کچھ نہیں موقوف　　　اُس کے ملنے کے رنگ اور ہی ہیں

حضرت سید غلام جیلانی کو جب دیکھتے سروقد کھڑے ہو جاتے اور یہ شعر پڑھا کرتے۔

آنے سے تجھ صنم کے دل شاد ہو گیا　　　اُجڑا ہوا محلہ آباد ہو گیا

ہر وقت جذب کی حالت رہتی تھی۔ بالکل برہنہ جسم۔ صرف ایک لنگوٹا۔ کھنچا ہوا۔ اور کمر میں بطور کمر بند تسمہ لگا رہتا تھا۔ لوگ ہر قسم کی چیز آپ کے سامنے لیجاتے۔ مگر التفات نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی شخص نے کھلایا تو چار لقمہ سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ حضرت سید غلام جیلانی سفر میں ہوتے تو یہ اُن کے مکان پر جاتے اور ان کے باغ میں بیٹھکر کچھ کھا لیتے تھے۔ بلاسپور میں جس مقام سے آئے اُس کا حال نہیں معلوم ہوا۔ لوگوں نے مشہور کر دیا ہی کہ سات سو برس کی عمر تھی۔ واللہ اعلم۔ تمام اطراف بلاسپور کے لوگوں کو آپ سے عقیدت تھی اور بہت سی کرامتیں بیان کی جاتی ہیں۔ سید بدرالدین صاحب مجذوب جنکی قبر قصبہ بلاسپور سے شرق کی جانب دریائے بھکڑا کے کنارے ہے۔ اور ساہو شاہ صاحب مجذوب جو موضع بشارت نگر تحصیل بلاسپور کی سڑک کے کنارہ مدفون ہیں۔ اُنکی نسبت بیان ہی کہ شیدی میاں سے فیض یاب تھے۔ رجب کی چوبیسویں تاریخ بارہ سو ساٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۰ھ) میں آپ کا انتقال ہوا عین آبادی قصبہ بلاسپور میں مزار ہی یہی جگہ قیام گاہ تھی۔

ملا صدرالدین

ولد[۱] ملا سراج الدین قوم پٹھان۔ نہایت ذکی تھے۔ اور تقریر اچھی تھی سنہ ۱۲۱۴ھ میں زندہ تھے۔

میاں صادق شاہ مجذوب

آپ کے خاندان اور قومیت کی نسبت کوئی پتا معلوم نہیں ہوا تحصیل بلاسپور

---

[۱] روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں غمگین۔

ریاست رام پور میں بحالت جذب رہتے تھے۔ رام پور سے جو سڑک بلاسپور کو گئی ہے۔ بلاسپور کی آبادی سے ملحق اس کے کنارہ قیام تھا اب اُسی جگہ آپ کا پختہ مزار ہے زبانی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بہت معتقد تھے اور اکثر خرقِ عادات صادر ہوتے تھے۔ اب بھی لوگ مزار کا ادب کرتے ہیں۔ آپ کے انتقال کو ایک سو سال سے کچھ زیادہ زمانہ گزرا ہے۔ اولاد کا بھی کوئی حال معلوم نہیں ہوا۔

مولوی صدر الدین خاں

ابن مولوی نظام الدین خاں۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد۔ حافظ شبراتی رام پوری۔ مولوی حافظ محمد صدیق رام پوری۔ مولوی منیر علی رام پوری مفتی صدر الدین دہلوی۔ اسد اللہ خاں غالب اور مولوی امام بخش صہبائیؔ سے علوم متداولہ حاصل کئے۔ ابتدا میں بعہدۂ ڈپٹی اسسٹنٹ مقام اجین مالوہ اجے گڑھ۔ دناگو وریاستہائے بندیل کھنڈ میں بماتحتی اندور ایجنسی سنٹرل انڈیا ملازم رہے ۱۸۵۷ء کے غدر میں پانچویں رجمنٹ کے افسروں اور ایک لیڈی کو اپنی جان خطرہ میں ڈال کر بچایا اور کانپور کے گیریزن کیمپ میں پہونچایا۔ اور وہاں سے رام پور آئے۔ یہاں بھی غدر میں نواب ولیعہد سید کلب علی خاں صاحب بہادر کی ماتحت فوج میں کام کیا۔ جناب نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں نے ۲۱۔ جمادی الاول بارہ سو بیاسی ہجری (۱۲۸۲ھ) کو اپنی مسند نشینی کی اطلاع کا خریطہ کرنل ولیم فریڈرک ایڈی صاحب ایجنٹ گورنر جنرل راجستان کو ہمیر گڈھ میں آپ کے ہاتھ بھیجا تھا مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر[۱] نے گورنمنٹ سروس سے علیحدہ کرا کر اپنے مصاحبوں میں رکھ لیا۔ اور پولیٹکل وکیل بنایا۔ مہاراجہ کے آپ ہم عمر تھے۔ اور صغر سن میں ساتھ رہے تھے۔ وہ بہت قدر دانی کرتے تھے۔ دنیوی عیش و عشرت کے تمام مرحلے طے کر کے حج بیت اللہ کو گئے۔ اور حج سے

[۱] بموجب تحریر مولوی محمد مجتبیٰ خاں ممبر کونسل اندور۔

مشرف ہوکر بحالت سفر ۹- ستمبر سنہ اٹھارہ سونوے- (۱۸۹۰ء) کو بمبئی میں لاولد انتقال فرمایا- اور وہیں دفن ہوے- آپ کی تصنیف سے انشار بے نظیر قلمی آپکے خاندان میں موجود ہے-

حکیم صغیر علی انصاری تخلص مروت

ابن حکیم کبیر علی انصاری سنبھلی- رام پور میں علوم وفنون حاصل کئے- پیدائش سنبھل کی ہے- اپنے والد سے رام پور ہی میں طب حاصل کی- مصطفیٰ خاں عرف بجو خاں ابن ستقیم خاں (جنکا گھیر مشہور ہے) کے ہاں ملازم رہے- وہ ایک شاعر دوست آدمی تھے- اُردو شاعری میں بھی کمال پیدا کیا- مرزا رفیع سودا کے روش پر کہتے تھے- دو ایک داستانیں میرحسن کی مثنوی کے طرز پر لکھی ہیں- میرحسن اور قلندر بخش کو کلام دکھاتے تھے- تذکرہ ریاض الفصحا مصحفی مصنفہ ۱۲۳۶ھ میں اسی قدر حال لکھا ہے-

(مصطفیٰ خاں عرف بجو خاں ابن ستقیم خاں ابن شیخ کبیر نہایت معزز عہدہ دار ریاست تھے شیخ کبیر نواب سید علی محمد خاں بہادر اور نواب سید فیض اللہ خاں بہادر کے عہدہ دار تھے- بریلی میں مزار ہے- ستقیم خاں رسالہ دار نے ۱۷- شعبان ۱۱۹۵ھ کو انتقال رام پور میں کیا اور بریلی میں باپ کے برابر دفن ہوے- ان کو بیس ہزار روپے سالانہ تنخواہ ملتی تھی- ان کے انتقال کے بعد اسی عہدہ رسالہ داری پر مصطفےٰ خاں عرف بجو خاں کا تقرر ہوا)-

مولانا صفی القدر

مولانا صفی الدین- مشہور بہ صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ- بن سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد مجددی سرہندی- نہایت[1] دانشمند- علوم حدیث وفقہ میں متبحر تھے- اسی طرح علوم باطنی میں کامل تھے- دنیا اور اہل دنیا سے غرض نہ تھی-

[1] تذکرہ علماے ہند-

نواب نصر اللہ خاں نائب نواب سید احمد علی خاں نے کوشش کی کہ بخشی گری فوج قبول کریں مگر منظور نہیں کی۔ ہمیشہ مطالعۂ کتب حدیث و تفسیر اور اوراد و ذکر میں معروف رہتے تھے۔ نماز[1] تہجد کے لئے تمام گھر کے آدمیوں کو بیدار کرتے تھے۔ جس کسی کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے فوراً منع فرماتے۔

پچیسویں شعبان کو بارہ سو چھتیس (۱۲۳۶ھ) میں لکھنؤ میں وفات ہوئی وہیں مزار ہے۔ صاحب تذکرہ علماے ہند نے یوم پنجشنبہ ۵۔ شعبان ۱۲۳۶ھ میں وفات لکھی ہے یہ غلطی ہے۔

صاحبزادہ ضابطہ خاں

صاحبزادہ عنایت حسن خاں صاحب کا بیان زبانی صاحبزادہ علیم اللہ خاں صاحب بہادر مرحوم ہے کہ یہ بزرگ نواب نصر اللہ خاں نائب نواب سید احمد علی خاں بہادر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اور کشف و کرامات میں شہرۂ آفاق تھے۔ سال میں تین چار مہینے کے لئے جنگل میں تنہا چلے جاتے تھے۔ اور سید غلام مرتضیٰ سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ جنکا مزار گنبد دار بریلی دروازہ کے متصل گوجروں کے محلہ میں ہے۔ اور ضابطہ خاں کا مزار موضع بھیٹ پورہ میں ہے جو بلاسپور کے قریب ہے۔ صاحبزادہ میاں جان خاں بہادر مرحوم کا بیان ہے کہ وہ ضابطہ اخون کہلاتے تھے۔

حکیم سید ضامن علی جلال

ولد اصغر علی ولد سید حسین علی نکہاں لکھنوی۔ لکھنو میں پُل آہنی کے پرلے پار محلہ میں بارہ سو پچاس ہجری (۱۲۵۰ھ) میں پیدا ہوے۔ نواب آصف الدولہ کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ فارسی بدرجۂ کمال اور عربی تھوڑی پڑھی تھی۔ کہ نظم اُردو کا شوق ہوا۔ میر علی اوسط رشک کے شاگرد ہوے۔ خوب شہرت پائی۔ سخن طرازی کے شوق میں کتب عربی بھی پیش نظر تھیں۔ فن عروض کو تو ایسا جانتے تھے۔ گویا اُس وقت

---

[1] مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ مولانا منظر۔

اُن کا مثل نہ تھا۔ تحقیق لغات میں بھی کامل تھے۔ بارہ سو بہتر ہجری میں جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں بہادر فردوس مکاں نے طلب فرمایا۔ خلد آشیاں کی حیات تک دربار کا زیور تھے۔ دربار میں یہی سب سے علمی اور زبان کی تحقیق میں لوگ جھوک کرتے تھے۔ نواب خلد آشیاں کی رحلت کے بعد شیخ حسین میاں رئیس مانگرول نے بلالیا اور پچاس روپے کا وظیفہ گھر بیٹھے مقرر کردیا۔

اعلیٰ حضرت بندگان حضور پُرنور جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہ نے طلب فرماکر تنخواہ جاری فرمادی۔ اکتوبر کی بیسویں تاریخ انیس سو نو عیسوی (سنہ ۱۹۰۹ء) کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ آپ کا کلام اور کتابیں چھپکر مشتہر ہو چکی ہیں۔

شاہ ضیاء النبی مجددی

ولد شاہ عنایت النبی بن شاہ سلطان المشائخ۔ بن شیخ عصمت اللہ بن محمد یعقوب بن حضرت خازن الرحمتہ۔ خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم ولادت آپ کی سنہ گیارہ سو ساٹھ اور ستر ہجری کے درمیان میں سرہند میں ہوئی۔ سکھوں کے تیسرے حملہ کے وقت یہ بھی اپنے خسر مولانا محمد مرشد کے ہمراہ رام پور آئے۔ اور نہایت زہد و ورع سے بسر کرنے لگے۔ گزر اوقات جلد بندی سے تھی۔

نواب نصر اللہ خاں کو خاص عقیدت تھی۔ عہدۂ بخشی اُنھوں نے دیا۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ عدالت۔ بخشی گری۔ وکالت امور دام سرکار لکھنؤ و انگریزوں میں کوئی فروگزاشت نہیں کی۔ علوم ریاضی میں ہندسہ ہیئت۔ اصطرلاب۔ مناظرہ۔ اور جرثقیل کا رواج رام پور میں اِن کی بدولت ہوا جس قدر اقتدار بڑھا اُسی قدر فروتنی زیادہ ہوئی۔ سنا ہے ایک روز ہاتھی پر سوار جاتے تھے کسی شخص نے جلد باندھنے کو کہا۔ ہاتی روک کر کتاب لے لی۔ کوئی صاحب سال میں کچھ غلہ آپ کو دیا کرتے تھے بخشی ریاست ہو جانے پر اُنھوں نے غلہ نہیں دیا

آپ خود گئے اور چادر میں باندھکر خود لائے۔ مرض موت میں طاقت نشست و برخاست نہ تھی۔ یکایک پلنگ پر سے اُترکر نیچے باادب بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اِس پلنگ کو قیام سے مشرف فرمایا۔ توشک پر جو چادر بچھی ہوئی تھی اُس پر قدم شریف کے نشان صندل سے بنوائے۔ اور اشکوتیرگار کھوادیا۔ وہ توشک اور چادر اب تک اُن کی اولاد میں موجود ہی۔ اِس واقعہ سے سترہ روز کے بعد بارہ سو پندرہ ہجری میں رام پور میں انتقال کیا۔ بڑے پیر صاحب کے جھنڈے پر متصل دالان مسجد جانب جنوب خطیرہ میں دفن ہیں۔

سرائے پختہ کے قریب مسجد اور گھیر آپ کے نام سے مشہور ہی۔ اس محلہ کے اندر کے سب مکانات آپ کے تھے۔ اور مسجد بھی آپ کی بنوائی ہوئی ہی۔

تاریخ وفات از عنبر شاہ خاں عنبر

چوں ازیں دارِ فنا کرد بجنت رحلت	آن ضیاء النبی کاشف اسرار الٰہ
بدعا۔ صدر نشیں باد بہ بزم جنت ۱۲۱۵ھ	جستم از ہاتفِ غیبی سنِ فوتش گفتہ

حکیم میر ضیاء الدین تخلص عبرت

ابن سید علاء الدین۔ شاہجہاں آباد کے رہنے والے تھے۔ مگر رام پور ہی میں پرورش پائی۔ حکیم حاذق تھے۔ معالجہ کرتے تھے۔ محمد مصطفیٰ خاں عرف بنجو خاں (جن کا گھیر مشہور ہی) کے پاس اطبا میں ملازم تھے۔ فن شعر میں نواب محبت خاں خلف حافظ رحمت خاں کے شاگرد تھے۔ بدمادت اُردو میں منظوم لکھنا شروع کی۔ پوری نہونے پائی تھی کہ انتقال ہوگیا۔ میاں سید حسن شاہ صاحب کے مرید تھے۔ جن کا مزار نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر نے بنایا ہی۔ بدماوت میں اپنے پیر اور جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کی تعریف لکھی ہی۔ دیوان عبرت فارسی جس میں غزلیں اور رباعیات ردیف وار ہیں ۲۱۴ صفحہ کا قلمی کتب خانہ

ریاست میں موجود ہی۔ اس میں ایک رباعی نواب ابوالمنصور خاں کی مدح میں بھی ہی۔
ذیل کی غزلوں کی سرخیوں پر لکھا ہی:۔

غزل طرح مشاعرہ ہشتم۔ دوازدہم ربیع الاول سنہ ۱۲۴۰ھ۔

محلہ کونسا ہوویگا وہ کیسا مکان ہوگا
خدا جانے ہمارا یار ہرجائی کہاں ہوگا

غزل طرح مشاعرہ دویم۔ دوازدہم رجب المرجب سنہ ۱۲۳۹ھ۔

لالۂ رخ کو جو وہ زلف سے وارکتے ہیں
ہم بھی داغ دل محزوں کو کھلا رکھتے ہیں

غزل طرح مشاعرہ دوازدہم۔ شہر رجب المرجب سنہ ۱۲۴۰ھ۔

اشک بازی میں ہمارے جو اثر پیدا ہو
نخل اُمید میں فی الفور ثمر پیدا ہو

غزل طرح مشاعرہ اول۔ دوازدہم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۹ھ۔

وہ شکل رشک حور جو ہم سے نہاں نہ تھی
ہرگز عیاں تو اپنی یہ آہ و فغاں نہ تھی

غزل طرح مشاعرہ سوم۔ دوازدہم شہر شعبان المعظم سنہ ۱۲۳۹ھ

خنجر تلے جو ایک نگہ اُس کی دید ہے
قربانیوں کو ذبح کا دن روز عید ہے

غزل طرح مشاعرہ چہارم۔ دوازدہم شہر شوال سنہ ۱۲۳۹ھ

جبہہ سائی سے منور ہو جبیں تھوڑی سی
اُسکے کوچہ میں جو ہاتھ آئے زمیں تھوڑی سی

غزل طرح مشاعرہ پنجم۔ دوازدہم ذیقعد سنہ ۱۲۳۹ھ

ظالم مرے گریہ کی تجھے کچھ بھی خبر ہے
دریا مری آنکھوں سے رواں آٹھ پہر ہے

غزل طرح مشاعرہ ششم۔ دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۹ھ

یاس و حسرت جو سرِ شام سے گریاں آئی
ہائے کیا آج کی شب پھر شبِ ہجراں آئی

غزل طرح مشاعرہ نہم۔ دوازدہم شہر ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۰ھ

قاتل سے کوئی کہدے یہ دل دادخواہ ہی
تقصیر میری کچھ نہیں اُس کا گناہ ہے

غزل طرح مشاعرہ یازدہم۔ دوازدہم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۴۰ھ

کہتا ہے ابر روتے ہوئے دیکھکر مجھے ۔۔۔ بے آبرو کرے گی تری چشم تر مجھے

غزل طرح مشاعرہ سیزدہم - دوازدہم شہر شعبان المعظم سنہ ۱۲۴۰ھ

خزاں میں گو بہارِ باغ مرغانِ چمن بھولے ۔۔۔ زوالِ حسن میں تجکو نہ ہم اے گلبدن بھولے

غزل طرح مشاعرہ چہاردہم - دوازدہم شہر شوال المکرم سنہ ۱۲۴۰ھ

یہ مرتبہ مجھے حاصل ہو اشک باری سے ۔۔۔ جھپکتی آنکھ نہیں ابر نو بہاری سے

غزل طرح مشاعرہ پانزدہم - دوازدہم شہر ذیقعد سنہ ۱۲۴۰ھ

اس زلف کی الفت میں یہ کچھ حال ہوا ہے ۔۔۔ دو روز کا جینا مجھے جنجال ہوا ہے

معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں کوئی باقاعدہ مشاعرہ ہوتا تھا۔ پدماوت کی تکمیل میر غلام علی عشرت نے سنہ ۱۲۱۱ھ میں کی ہے۔ اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ سات آٹھ سال انتقال کو ہو چکے۔ اس حساب سے آپ کی وفات سنہ ۱۲۰۴ھ کے قریب ہوئی ہوگی۔ دیوان میں جو غزلوں پر سنہ لکھے ہیں صاف عیاں ہے کہ غلط ہیں۔ کسی کاتب نے نقل کے وقت سنہ ۱۲۰۳ اور سنہ ۱۲۰۴ کو غلط پڑھا۔

مولوی طرۃ باز خاں

محلہ آزاد خاں کے بنگلہ پر مکان تھا۔ آپ کی علم و فضل کی داستانیں مشہور ہیں۔ رام پور میں کچھ دنوں وکالت کی۔ پھر علی گڈھ میں وکالت شروع کی۔ مولوی غلام حضرت خاں آپ کے فرزند تھے۔ اور کوئی حال آپ کا معلوم نہیں ہوا۔

مولوی محمد طیب عرب

بن شیخ محمد صالح الکاتب المکی بن شیخ محمد عبداللہ۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اپنی نانہال لامو (برٹش ایسٹ افریقہ) میں پرورش پائی۔ بچپن میں اپنے عزیزوں کے ساتھ سواحل کی خوب سیر کی۔ تجارتی سفروں میں مسقط وغیرہ گئے۔ اکثر فنون عربیہ مکہ معظمہ میں اپنے فاضل والد سے پڑھے۔ حاضر السن۔ ذکی الطبع۔ قوی الحافظہ۔

جلار الطبیعتہ ۔ ذوخلق حسن وفکاہتہ ۔ بامذاق عالم تھے ۔ جامع فنون معقول و منقول ۔ ہر فن میں کچھ نہ کچھ اطلاع رکھتے تھے ۔ خصوصاً علم معقول کے امام تھے ۔ تاریخ ۔ انساب عرب ومحاضرات میں وسیع معلومات اور اعلیٰ تحقیق تھی ۔ عربی انکی مادری زبان تھی ۔ کہتے تھے مجھے میرے استاد شمس العلما عبدالحق خیرآبادی ادیب کہا کرتے تھے ۔ اور اسی نام سے مشہور بھی تھے ۔ عرب میں صرف ونحو کی تکمیل کے بعد تقریباً پچیس سال کی عمر میں ہندوستان آئے ۔ بمبئی میں تجارت شروع کی ۔ وہاں اتفاق سے ایک منطقی مولوی سے بحث ہوگئی مسئلہ دینی تھا آپ نے اسکو ساکت کردیا اس نے کہا میں صدرا اور شمس بازغہ میں مناظرہ کرتا ہوں ۔ یہ اس فن سے واقف نہ تھے ۔ طبیعت میں منطق کے حصول کا جوش آیا ۔ رام پور میں شمس العلما عبدالحق خیرآبادی کی شہرت تھی ۔ اس لئے رام پور آئے ۔ جنرل اعظم الدین خاں نے اپنے ہاں رہنے کا انتظام کردیا ۔ دس روپے وظیفہ مقرر کیا ۔ مولانا ارشاد حسین اور مولوی عبدالغفار خاں سے بھی پڑھنا شروع کیا شمس العلما سے معقول کے فنون پڑھے ۔ تنقیح مسائل وتحقیق انہیں کا حصہ تھا ۔ انصاف پسند ایسے تھے کہ اگر طلبا کوئی غلطی پکڑتے تو فوراً معترف ہوجاتے اور اُن کی تعریف کرتے ۔ اکثر کہا کرتے تھے ۔ الحمدللہ کہ میں باوجود معقولی ہونے کے خالص مسلم ہوں ۔ بہت سے اکابر اس دریا میں غوطے کھا گئے اور ساحل تک نہ پہونچے ۔ دین منقول ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے باقی جنون اور وسواس ہے ۔
ایک زمانہ میں رام پور میں علم غیب پر رسالہ بازی شروع ہوئی ۔
راقم الحروف نے مولانا ہی سے دریافت کیا آپ کا کیا مسلک ہے فرمایا تحقیق کے لیے بہت سی باتیں دینی موجود ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں بحث ومباحثہ خطرناک ہے ۔ ان مباحث میں ہرگز شریک نہ ہونا چاہیے ۔
غزالی اور رازی کے علم کی تعریف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اُن کو معقول

اس قدر پسند تھی کہ ہر جگہ اس کو داخل کر دیا غزالی نے فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں متصوفین۔ اسماعیلیہ اور قرامطہ کے طریقہ کو حق بتایا ہے۔ مولانا تصوف کے متعلق کہتے تھے کہ یہ جوگیوں اور اشراقیوں کی نقل ہے اسلام سے اسکو تعلق نہیں ہے۔ احداث فی الدین اور تکلف ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو تفضیل دیتے تھے چونکہ خود علوی تھے شاید یہ وجہ ہو۔ اصول شیعہ کو غلط بتاتے تھے اور کہتے تھے شیخ حلی نے کتاب الالفین میں دو ہزار دلیلیں امامت پر پیش کی ہیں اگر مجھے ایک ہی دلیل ملجائے تو میں مسئلہ امامت کو تسلیم کر لوں۔

سیکڑوں شاگرد موجود ہیں۔ تلامذہ کو بہت محبت سے پڑھاتے تھے۔ اور خود کثرت سے تاریخ اور فنون مختلفہ کا مطالعہ کرتے تھے۔ دوستی کا نہایت پاس تھا۔ بقدر امکان احباب کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ رام پور میں شادی کی۔ بیٹے۔ بیٹیاں۔ نواسی۔ نواسے بڑا کنبہ ہو گیا۔ ریاست کے مدرسۂ عالیہ میں درجہ بدرجہ ترقی کر کے مدرس اعلیٰ ہو گئے۔ جب ریاست سے قطع تعلق ہو گیا تو حیدر آباد چلے گئے۔ وہاں مولانا عبد الجبار خاں آصفی نے اچھی طرح رکھا۔ حیدر آباد میں کامیابی نہوئی تو واپس آئے۔ ایک سال ندوۃ العلما میں رہے۔ وہاں اضافہ کی صورت نہ دیکھی تو رام پور چلے آئے۔ رام پور میں ساٹھ روپے تنخواہ مقرر ہو گئی۔ تیرہ سو تینتیس ہجری میں (۱۳۳۳ھ) میں طاعون نے ان کے گھر کا صفایا کر دیا۔ عالم داماد۔ بیوی بیٹی۔ دو جوان لڑکے یکے بعد دیگرے ہفتہ عشرہ کے اندر مر گئے۔

راقم الحروف اِن کی اہلیہ کی فاتحہ خوانی کو گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ جوان لڑکا اُسی وقت دم توڑ چکا ہے۔ اور دوسرا جوان لڑکا نزع میں ہے۔ مردہ کی نعش راقم کو خود دکھائی۔ کسی قسم کا ہراس اور توحش نہ تھا۔ نہایت صبر اور استقلال سے اِن مصائب کو برداشت کیا۔ خود ایک قطعہ میں اِس کا ذکر کرتے ہیں۔

وکنت امراءً مُغرًی بشوق وصبوة ۔۔۔ ولم یُنھنی شیب ولا فقد اسرتی

الی ان مضی عبد الجلیل وامُّہ ۔۔۔ وعبد العزیز واختہ واحبتی

فخصّت بی الذکری فلم ار غیرهم | وصاروا آماجی فی مغیبی وحضرتی
من الله ارجو اجرهم واحتسابهم | وبالله صبری واحتیا لی وقوتی

عبدالجلیل اور عبدالعزیز بیٹوں کے نام ہیں۔ اب صرف دو بیٹیاں اور نواسے باقی ہیں۔ اشغال وافکار دنیوی میں کچھ ایسا انہماک رہا کہ تالیف کا باقاعدہ سلسلہ قائم نہ رہا۔ تاہم ایک معتدبہ حصہ تالیفات کا چھوڑ گئے۔ منجملہ اِن کے یہ کتابیں موجود ہیں۔
الاحاجی الحامدیہ فن نحو۔ النفحۃ الاجلیہ فی الصلات الفعلیہ فن لغت۔ الصارم القرضاب۔ حاشیہ علی الشمسیہ۔ حاشیہ علی المفصل۔ المکالمہ فی اللغۃ الدارجہ موجودہ عربی بول چال۔ الملاطفہ فی الرد المقلدین عربی و اردو مباحثہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی۔ یہ سب کتابیں مطبوعہ ہیں۔ شرح سلم العلوم۔ رسالہ فی القراءۃ خلف الامام (یہ کتاب انکے ہاں سے غائب ہی) شرح لامیۃ العرب والرد علی الشنقیطی تقریباً ۲۲۵ صفحہ کی کتاب ہی ادبی تحقیقات ولطائف کا ذخیرہ ہی۔ تقدیم النقل علی العقل رد نیچریاں۔ کتاب معنی لا الہ الا اللہ رسائل علم الغیب یہ قلمی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے مضامین لکھے مگر تدوین کی مہلت نہ ملی۔ قصائد مدحیہ بھی بہت سے ہیں۔ دو روز کی علالت میں جمعہ کے دن ذوالقعدہ کی دوسری تاریخ سنہ تیرہ سو چونتیس ہجری (۱۳۳۴ھ) کو رام پور میں انتقال ہوا۔ چرخ والی مسجد کے قبرستان میں دفن ہوے۔ مولانا محمد بن یوسف سورتی انکے شاگرد رشید نے عربی میں مرثیہ اسّی شعر کا لکھا ہی جسکا آغاز یہ ہی۔

الا انما الدنیا بلاء ومعطبُ | فلیس سوی علیب بہا الدهر مطربُ
الا انما الدنیا رزایا وحسرۃٌ | ورزء ورامان لیس عنهن مذهبُ
لیبکِ ابا عبدالجلیل سمیدع | لکل معال بالکرات تقضبُ
ویبکیه علم الدین والشعر واللغی | وروضۃ آداب تستقی فتخصبُ
خلیل لعلم العرب علم ودرایۃ | وکالباهلی فی نطقه منصوبُ

واما علوم العقل فهو نقابها طوی قفرها والقوم حسری ولغب

اخیر کے شعر ہیں۔

علیك سلام الله ثم صلوته ورحمة تتری واهل ومرحب

ووافاك رضوان وحور ونعمة واكرمت فی دار الخلود نقرب

مولانا ظہور الحسین مجددی

بن مولوی نیاز اللہ بن مولوی عظمت اللہ بن مولوی رحمت علی بن مخدوم الملک ممتاز العلما مولانا اصغر علی بن مفتی ضیاء اللہ حقانی بن قاضی محی الدین احمد فخری۔ بن قاضی نور الملک صفوی بن قاضی نور الحق ممتازی بن مولانا مفتی عبد الفتاح فتح الملک بن مولانا شہاب الدین رازی بن مولانا امام رفیع الدین قاضی فاروقی سرہندی چشتی۔ یہی امام رفیع الدین مجدد الف ثانی کے جد قریب ہیں۔ یہاں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک دونوں نسب برابر ہیں۔ امام رفیع الدین اپنے وقت کے مشائخ میں بہت بڑے فاضل تھے۔ کہتے ہیں آپ کو چار سو بزرگوں سے خلافت ملی۔ اور اخیر خلافت سید جلال الدین بخاری سے ہیں سید صاحب کے خلیفہ اعظم اور امام نماز تھے۔ سرہند کی آبادی امام صاحب نے شروع کی اور اُن کی توجہ سے شہر کی بنیاد کی تکمیل ہوئی۔ امام صاحب کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ فیروز شاہ کے وزیر تھے۔ مزار سرہند میں ہے۔ امام صاحب کے مزار کی اینٹ لوگ انجاح مرام کے لئے لاکر گھر میں رکھتے ہیں۔ انھیں امام صاحب کی اولاد میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ہیں۔ ۱۱۷۰ھ میں سکھوں کی زیادتیوں نے اہل سرہند کو ترک وطن پر مجبور کیا۔ مولانا اصغر علی اپنے وقت کے عالم فاضل تھے۔ وزیر الممالک نواب قمر الدین خاں کے استاد تھے۔ نواب سید علی محمد خاں بہادر غفراں مآب کا پروانہ نقل کیا جاتا ہے جسمیں مولانا موصوف کے محامد ہیں۔

محمد شاہ باد
شاہ غازی

فرزندان نامدار و برخورداران کامگار و جمیع متوسلان جزو کل سرکار دولت مدار
بدانند فضیلت مآب جامع الکمالات صوری و معنوی اخوند صاحب قبلہ مولوی محمد اصغر علی
صاحب فاروقی الہاشمی بہ پیشگاہ اسکندر جاہ عتبہ سپہر رتبہ حضرت ظل سبحانہ خلیفۃ الرحمن
رمز شناس عالم حقیقی و مجازی محمد شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بنا بر عفو تقصیر
و جاں بخشی حضور پر نور سعی و کوشش بدرجۂ موفور بہ تقدیم رسانیدہ مصدر نیکنامی و دولت
خواہی از حد غایت شدند چوں استحقاق فضیلت پناہ کمالات دستگاہ بر ذمہ ہمت والا نہمت
بوجوہ ثابت و محقق است ۔ لہٰذا امر عالی شرف اصدار عز ایراد یافت کہ تمامی جاگیر یومیہ
اراضی مدد معاش و زمینداری از خریدہ مواضعات علاقہ رستم نگر عرف چمرہ وغیرہ کمالات
دستگاہ مع فرزندان متعلقان نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن از حضور پر نور واگذاشت در لوح القلم
دانستہ نوعے مزاحم و متعرض نشوند و مدام در غور و پرداخت اولاد فضیلت مآب ہمت
خود ہا کما ینبغی مصروف داشتہ شریک حصہ و ملک و مال متصور نمودہ یکے وجہ مغائرت
پندارند کہ موجب استرضائے حضور کرامت نشور خواہد شد۔ دریں باب تاکید اکید دانستہ
حسب المسطور عمل نمایند تخلف نخواہند ورزید۔ تحریر بتاریخ بست و ششم جمادی الاولی سنہ ۳۳ جلوس والا

مولانا ظہور الحسین کی ولادت ۱۸۵۵ء میں رام پور میں ہوئی اپنے والد سے فارسی
کی تکمیل کے بعد مولانا امداد حسین سے نحو۔ اور معقول کی ابتدائی کتابیں مولوی عبد العلی
ریاضی داں۔ مولوی نور النبی رام پوری سے پڑھیں۔ شمس العلما مولانا عبد الحق خیر آبادی
جب رام پور تشریف لائے تو اول سے اخیر تک معقول کی کتب پڑھیں۔ کتب دینیات
میں مولانا ارشاد حسین سے استفادہ کیا۔ بعض کتابیں مولانا مفتی سعد اللہ سے پڑھیں
سند صحاح ستہ اور احادیث مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے حاصل کی مولانا فضل الرحمن
کو حضرت شاہ عبد العزیز سے بلا واسطہ سند ملی تھی سکتے ہیں شمس العلما خیر آبادی کو آپ پر
اس قدر اعتماد تھا کہ بعض اپنے طلبا کو آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔ ۱۳۱۹ھ میں

شمس العلمائے اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پر نور ہز ہائنس نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کے حضور میں مدرسۂ عالیہ کے مدرسین کو بغرض امتحان پیش کیا۔ مولانا صاحب کے ترجمہ کی باری آئی تو آپ نے قاضی مبارک کے مقام (الکلیۃ والجزئیۃ قیل صفۃ العلم الخ) کی پوری عبارت پڑھوا کر مالہ اور ماعلیہ کے ساتھ ایسی تحقیق کی کہ شمس العلما حضور میں عرض کرنے لگے کہ قاضی پڑھانا اس کو کہتے ہیں شمس العلما نے ایسے الفاظ غالباً اور کسی کے لئے کبھی نہ کہے ہونگے۔

بیس سال تک مدرسۂ عالیہ میں نہایت عمدگی سے درس دیا۔ مدرسۂ عالیہ کے مدرسین میں اکثر آپکے شاگرد ہیں۔ تقریباً ہندوستان کے دینی مدارس میں ایسی جگہ کم ہوگی جہاں بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ کا کوئی شاگرد نہو۔

۱۳۲۲ھ میں رئیس اعظم رانڈیر ضلع سورت نے آپ کو بصد التجا بلایا۔ ایک جماعت علما اور دس ہزار علمار کے ساتھ آپکا استقبال کیا۔ وعظ کا جلسہ ہوا۔ علمائے اس جلسہ میں شمس العلما کا خطاب دیا۔ یہ قومی خطاب شاہی خطابوں سے کہیں زیادہ باوقعت ہے۔ مولانا کو پڑھانے کا اس قدر شوق تھا کہ تصانیف کی طرف مطلق توجہ نہ کی بعض مخلص شاگردوں کے اصرار سے حاشیہ افق المبین۔ شرح قاضی مبارک حامل المتن مع منہیات۔ شرح میر زاہد رسالہ مع منہیات و غلام یحییٰ۔ شرح حمد اللہ۔ شرح حکمۃ العین۔ تقریر مشتاق بالتکریر۔ ایک مفصل دوسری مختصر کتابیں تالیف کی ہیں۔ حاشیہ میر زاہد کے سوا سب کتابیں ناتمام ہیں۔ کوئی کتاب طبع نہیں ہوئی ہے۔ ریاست رام پور میں بمشاہرہ سو روپیہ ماہانہ ملازم تھے۔ کہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ کو انتقال فرمایا۔

اولاد ذکور میں دو فرزند ہیں۔ ایک مولوی نور الحسین جو تحصیل علم سے فراغ حاصل کر چکے اور بعض کتابیں بھی لکھی ہیں۔ سلک الجمان المعروف بطرب الخلان عن تراجم علمائے ہندوستان۔ رسالہ القول الالاظہر۔ رسالہ نور العین فی حکم زیارۃ سید الثقلین تالیف کر چکے ہیں

دوسرے فرزند سراج الحسین محمد احمد تحصیل علوم میں مصروف ہیں۔

مولوی ظہور الحق

فرزند اکبر مولوی مفتی شرف الدین رام پور میں پیدا ہوئے۔ اور اکتساب علوم فارسی اور عربی کا کیا۔ رام پور سے لکھنؤ گئے۔ اور عہدۂ جلیلہ پایا۔ پھر کشمیر گئے۔ وہاں اچھے عہدہ پر رہے۔ جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں کے عہد میں (۱۲۷۰ھ تا ۱۲۸۹ھ) رام پور میں مفتی عدالت ہو گئے۔ آپ کی شادی رسالدار حبیب اللہ خاں کی بہن سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں مولوی محفوظ الباری تحصیلدار ممالک متوسط ہیں۔ اب پنشن پاتے ہیں۔ اور ممالک متوسط میں ضلع ہوشنگ آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔ مولوی محفوظ الباری کی شادی علی حسین خاں پسر خاں حاکم بلاسپور کی دختر سے ہوئی۔ اور آپ کے فرزند مولوی اظہار الصادق موجود ہیں۔ مولوی ظہور الحق کا انتقال موضع کھرپا بڑہ معروف بہ میوہ گڑھ ضلع ہوشنگ آباد میں ہوا۔ آپ کی اولاد کو اب چنداں تعلق رام پور سے نہیں ہے۔

مولوی ظہور الحق

ولد مولوی ظہور الحسن ولد مفتی غلام حسین۔ ولد مولانا نصیر الدین۔ ولد حافظ شیر محمد بخاری رام پور میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی خوب تکمیل کی عربی بھی پڑھی مگر بدرجۂ اوسط۔ ابتدا سے نقش و تعویذ اور عملیات کا شوق تھا۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں بھی کچھ دن تعلق رہا۔ شاہ نظام الدین حسن بریلوی سے خلافت پائی۔ ابتدا میں اکثر لوگ شہر کے معتقد تھے۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کو بھی توجہ تھی۔ سو روپے تنخواہ مقرر تھی۔ بڑی شان و عظمت سے رہتے تھے۔ جائداد بھی کچھ تھی۔ شادی نہیں کی۔ عہد جناب نواب سید مشتاق علی خاں بہادر عرش آشیاں میں علم مجلسی سے دربار داری کی۔ مرتے وقت تک تنخواہ پائی۔ محکمۂ اسٹامپ میں

کچھ دنوں کام کیا۔ ۲۷۔ رمضان ۱۳۲۱ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کے بھائی منظر الحق کو علم عربی نہ تھا سب کتابیں اور جائداد کوڑیوں کے مول بہادی۔ آپ کی تصنیف سے رسالہ ہدیہ حامدیہ فی فرایض محمدیہ اُردو رام پور میں ۱۳۱۲ھ میں ۹۳ صفحہ پر چھپا ہے۔

مولوی ظہور الحسن

ولد مفتی غلام حسین رام پور میں پیدا ہوئے۔ علوم فارسی و عربی میں استعداد کامل تھی۔ حافظہ ایسا قوی تھا کہ کتاب کے صفحات کا حوالہ درس میں دیتے جاتے تھے۔ تقریباً ۱۲۹۹ھ میں انتقال ہوا اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔ مولوی ظہور الحق اور مولوی منظر الحق دو فرزند یادگار چھوڑے۔

عابد خاں عدالتی

قوم کے سواتی محلہ راج دوارہ میں رہتے تھے۔ مولوی غلام جیلانی رفعت سے علوم حاصل کئے تھے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں حاکم عدالت دیوانی ہو گئے۔ اسی لئے عدالتی کہلاتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ ایک محمد زاہد خاں تھانہ دار جو گلاب سنگھ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔ دوسرے طیب خاں رسالہ خاص کے رسالہ دار تھے۔ غدر میں انتقال کیا۔ تیسرے محمد صالح خاں محض ناخواندہ تھے۔ اول الذکر گو علوم عربی سے بے بہرہ تھے۔ مگر کچھ فارسی آتی تھی۔ اب محمد صالح خاں کا ایک بیٹا منظر حسن خاں ناخواندہ زندہ ہے۔

مولوی عالم علی

مولوی عالم علی ابن سید کفایت علی ابن سید فتح ساکن قصبہ نگینہ ضلع بجنور مقیم مراد آباد عالم[1] متبحر۔ حافظ۔ محدث۔ طبیب۔ اور قاری تھے۔ مولوی فرید الدین سہارنپوری۔ اعزاز ان رام پوری۔ حافظ شبراتی رام پوری۔ مولوی محمد رام پوری مفتی شرف الدین

---

[1] تذکرہ علمائے ہند۔

رام پوری۔ مولانا مملوک علی نانوتوی۔ مولانا محمد اسحٰق دہلوی۔ حکیم نصر اللہ خاں تلمیذ حکیم شریف دہلوی۔ حکیم غلام حیدر خاں دہلوی۔ مولوی نوازش علی نگینوی۔ مولو تہور علی نگینوی سے علوم حاصل کیے۔ ریاست رام پور سے تیس روپے ماہانہ پاتے تھے۔ رام پور میں بھی قیام رہا۔ نہایت متورع اور زاہد تھے۔ بہت سے لوگ مرید تھے۔ پابندی سنت کا سخت لحاظ تھا۔

پنجشنبہ کے دن عصر و مغرب کے درمیان میں بیسویں رمضان المبارک بارہ سو بچانوے ہجری کو بعمر ترسٹھ سال انتقال کیا۔ مادہ تاریخ رحلت یہ ہی۔

"بہ باغ جنان بعد سکن"

مراد آباد میں مدفن ہی۔ اولاد سب عالم اور متبع سنت چھوڑی۔

آپ کی تصانیف سے رسالہ ولا الضالین مطبع مجتبائی میں ۱۶ صفحوں پر طبع ہوا ہی عبارت فارسی میں ایک فتوی ہی۔ اور اُسکے حاشیہ پر رسالہ تحقیق الضاد مولوی محمد شاہ پنجابی کا ہی۔ طبع کے سنہ نہیں ہیں۔ رسالہ فضائل صیام فضائل رسول مقبول۔ رسالہ تعدد جمعہ۔ شرح ضابطہ۔ شرح تہذیب یزدی وغیرہ ہیں۔

حکیم مرزا عاشور بیگ

بعہد[1] جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) رام پور میں تھے حکیم بایزید کے ہمعصر تھے۔ مرزا صاحب[2] کی لڑکی اخون زادہ سعد الدین خاں باجوڑی کو منسوب تھی۔

ملا حاجی عجب گل خاں

معروف بہ حاجی گل خاں ولد معز اللہ خاں قوم افغان باجوڑی۔ ولایت سے بیس سال کی عمر میں سنہ بارہ سو بیس ہجری (۱۲۲۰ھ) میں رام پور آئے۔

[1] فصول فیض اللہ خانی ورق ۱۷۔ [2] فصول فیض اللہ خانی ورق ۱۲۸۔

مولوی جلال الدین نابینا۔ مفتی شرف الدین۔ اور حافظ شبراتی سے علوم و فنون پڑھے نہایت راست گو اور متقی تھے۔ امور خلاف شرع دیکھکر بلا خوف مانع ہوتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اپنے بیٹے مولانا عبدالحق۔ حقی وصفا کے ساتھ مراد آباد گئے۔ شب کو سرائے میں ٹھہرے۔ عشا کی نماز مسجد میں پڑھکر قیام گاہ پر واپس آئے۔ وہاں ایک شخص کے پاس رنڈی کو بیٹھا دیکھا۔ تلوار لیکر جھپٹ پڑے۔ اُس شخص نے بھاگ کر جان بچائی۔ سنہ بارہ سو چھتر (۱۲۷۶ھ) میں انتقال فرمایا۔

مولوی عبدالجبار خاں آصفی

ولد قاری عبدالرزاق خاں ولد مولوی حافظ محمد عبداللہ خاں عرف حافظ کلاں۔ رام پور میں تقریباً ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ رام پور میں اکتساب علوم کیا ابتدا میں حامی تخلص کرتے تھے۔ انتخاب یادگار میں دو شعر آپ کے اس تخلص کے ساتھ درج ہیں راقم السطور پر بزرگانہ عنایت تھی۔ خود جناب موصوف نے ۲۴۔ صفر ۱۳۴۲ھ کے خط میں جو حالات لکھے تھے نقل کرتا ہوں۔

"یہ فقیر اٹھارہ سال تک رام پور میں مقیم رہا۔ فارسی پڑھنے میں کچھ زمانہ بسر کیا۔ کچھ دنوں مولوی ولی محمد خاں صاحب رام پوری کی خدمت میں بعض کتب کا درس لیا۔ مولوی صاحب ممدوح اعلیٰ درجہ کے فارسی داں تھے۔ اور دیگر علوم پر بھی حاوی تھے۔ اُن کی عمر طالب علمی ہی میں بسر ہوئی۔ انشا اور شعر اُن کا طبعی طور پر تھا۔ اساتذہ کا تتبع کم کرتے تھے۔ نازک خیال تھے۔ مجکو اُن سے اصلاح سخن کا موقع نہ ہوا۔ صرف درس کا استفادہ ہوا۔ وہ زمانہ نواب مغفرت مکان کلب علی خاں مرحوم کا تھا۔ اُس وقت سے میں نے عربی کی جانب توجہ کی مولانا عبدالقادر صاحب ولایتی مفتی رام پور سے کنز الدقائق پڑھی۔

پھر بھوپال کے علوم کی شہرت نے مجھکو برانگیختہ کیا۔ وہاں اشرف نوع انسانی علامۂ روزگار صدر کیا۔

نواب سید صدیق الحسن خاں مرحوم صدر آرائے علوم وفنون تھے۔ امارت اُن کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ فقیر کے احوال پر نہایت درجہ شفیق تھے۔ کچھ مدت تک بھوپال میں مقیم رہا۔ اور علما کی درس گاہوں میں جاتا رہا۔ اتفاق سے میرے ایک عزیز نے حیدر آباد کے حالات لکھے۔ اور زیادہ تر ادب کی ترقی ظاہر کی۔ میں حیدر آباد پہونچا۔ سالار جنگ مختار الملک کا زمانہ تھا۔ اہلِ حجاز وعراق کا مجمع تھا۔ دواوین عرب اور کتب اہلِ ادب کے مطالعہ میں مصروف ہوا۔ بحمد اللہ شعر عربی میں کم اور نثر عربی میں بہت زیادہ معلومات پیدا ہوئی۔ یہاں پر علامۂ روزگار آیۃ من آیات اللہ بحر مواج علوم ادبیہ آقا سید علی طوبی تخلص شوستری کے حلقہ درس میں شریک ہوا یہ سید عالی نسب والا حسب اہل عراق کے نامور ادبا میں اعلیٰ پایہ رکھتے تھے۔ واللہ باللہ اُن کی معلومات لغوی اور شواہد کلام عرب قیاس سے باہر تھے۔ قریحہ ایسا تھا کہ قلم برداشتہ سیکڑوں اشعار عربیہ لکھدیتے تھے۔ اور یہی حال نثر عربی اور فارسی کا تھا۔ چنانچہ فقیر کی کتاب محبوب الکلام موسوم بہ سہ نثر آصفی نظام پر علامہ ممدوح نے برداشتہ قلم جو تقریظ لکھی ہے اُس سے اُن کی علمی پایہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ علامہ سید نعمت اللہ جزائری کے خاندان اور سادات نوریہ سے تھے۔ یہ مذہب امامیہ رکھتے تھے مگر کمال درجہ مہذب تھے۔ اُن کی وجہ سے اکثر اہلِ علم کے مجالس اور محافل میں کلام پیش کرنے کا موقع ہوتا تھا۔ عربیت میں فقیر سید علی خاں موسوی صاحب سلافۃ العصر وانوار الربیع کا تتبع کرتا ہے۔

قصائد عربیہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے تتبع میں لکھے ہیں۔ ایک قصیدہ بو فراس کے قصیدہ پر لکھا ہی۔ جو طبع ہو گیا ہی۔ دیوان متنبی۔ حماسہ مقامات حریری۔ مقامات بدیع الزماں۔ ہمدانی۔ اکثر طلبا کو پڑھاتا ہے۔ یہ علوم تو دنیا کے تھے اور دین سے بھی ان کا زیادہ تعلق ہی کہ ادب کا انحصار اکثر احادیث نبویہ اور اخبار صحابہ اور کتب سیر میں ہو چکا ہے۔ اور دنیا کے ارذل فن یعنی فارسی کی شاعری جو اِس زمانہ میں نہایت چشم حقارت سے دیکھی جاتی ہے۔ بمقتضائے طبیعت اُس کی تکمیل میں زیادہ وقت صرف ہوا۔ شعرا کا ہم طرح رہا۔ امرا کی مدح میں قصائد لکھے۔ شوکت بخا ی۔ شیخ علی حزیں۔ ظہیرائی تفرشی۔ مرزا صائب۔ مرزا عبد القادر بیدل رحمہم اللہ کے کلام سے ہمیشہ توغل رہا۔ طالب آملی کے قصائد اور غزل سے بہت کچھ لطف اُٹھایا۔

فقیر کی تصانیف سے اِس وقت کتب ذیل موجود ہیں۔ سہ نثر حقی محبوب الکلام ملا نور الدین ظہوری کے طرز پر مدح غفران مکاں نواب میر محبوب علی خاں نظام الملک آصف جاہ سے اسکو طبع ہوئے پچیس تیس سال کا زمانہ گزرا ہے۔ انصاف طلب ہی (یہ کتاب فارسی مطبع اخبار آصفی حیدر آباد دکن میں سنہ ۱۳۱۰ھ میں طبع ہوئی ہی۔ سہ نثر ظہوری کو سامنے رکھکر مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اِس زمانہ میں ایسے نفوس بھی ہیں)۔ مرات العروس بطرز حسن و عشق نعمت خان عالی ابھی طبع نہیں ہوئی ہی۔ پندرہ اجزا میں ہے۔ آثار الاقبال یہ عمارات دکن کے مختص حالات میں سات آٹھ جز کا رسالہ ہے۔ تاریخ دکن نا مکمل ہی۔ سلک گوہر تاریخ خاندان اسعرلی دھر اِس کتاب میں آفرینش آسمان و زمین اور ضرورت تمدن وغیرہ اور اکثر

نادر واقعات معتمدین صرف خاص کار نظام دکن لکھے گئے ہیں راے مرلی دھر قوم کایستھ سے ہیں۔ اکبرآباد کے رہنے والے ہیں۔ اِس وقت قدر قدرت اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر نظام الملک آصفجاہ کے صرف خاص میں صدر مدار المہام ہیں۔ فقیر کا اُن سے تعلق خدمت ہی۔ نظام سروری۔ صرف خاص اور دیوانی کے حکام کی مختصر تاریخ منظوم ہے۔ طبع نہیں ہوئی ہی کلیات نظم آصفی۔ زیر طبع ہی۔ اول کلیات میں قصاید ہیں۔ حمد اور نعت اور سلاطین دکن اور امراے ریاست حیدرآباد کی مدایح کا مجموعہ ہے ان قصاید میں تین قصیدے ایک ہی زمین میں ہیں۔ ایک نعت رسالتمآب علیہ السلام میں۔ دوسرا مدح جناب نواب سید حامد علی خاں صاحب بہادر رئیس رامپور۔ تیسرا مدح نواب میر عثمان علی خاں بہادر فرمانرواے دکن ہی۔ تذکرہ نویسی میں ایسے مقامات پر شاعری کی تلاش اور زور طبیعت کا اندازہ ہو سکتا ہی۔ خاکسار نے جن نامور شعرا کے تتبع کی تصریح کی ہی۔ اکثر قصائد انہیں کی روش پر لکھے ہیں۔ ملاحظہ کے وقت یہ امر منکشف ہو سکیگا کہ کلام کے مراتب کیا ہیں۔ (یہ کلیات اختر دکن پریس حیدرآباد میں طبع ہو رہا ہے۔ ۳۰۸ صفحات طبع ہو چکے ہیں۔)

دیوان غزلیات مکمل ہی ابھی طبع نہیں ہوا۔ رباعیات وغیرہ قطعات اسکے علاوہ ہیں۔ ارادہ ہی کہ تیس ہزار اشعار سے زیادہ کلیات نظم نہ رکھا جاے۔ بلکہ اور بھی مختصر رہے۔ کون دیکھتا ہی۔ عربی کے قصائد بعض کلیات فارسی میں شریک ہو کر طبع ہوے ہیں۔ عربی مکاتیب غیر مرتب ہیں۔ چند اجزا مبیضہ موجود ہی۔ طبع ہونے کا موقع نہیں آیا۔ یہ جتنے مولفات فقیر ہیں محض دردسر اور دنیا کی نمود کا سرمایہ ہیں۔ اس وقت میں

ایسے خیالات لاطائل تصور کئے جاتے ہیں۔ اب میں اپنی دینی خدمات کو ملاحظہ شریف میں پیش کرتا ہوں جنسے مجھکو بارگاہ واہب العطیات سے امید قوی ہو کہ اپنے حبیب اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے تصدق میں میرا خاتمہ بخیر فرمائیگا۔ نور الانوار شرح المنار اصول فقہ کا ترجمہ موسوم بہ جلاء الابصار دو جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے۔ اس ترجمہ میں حل کتاب اور مطالب شرح ومتن کا اختصار کے ساتھ التزام رکھا گیا ہے۔ (جلد اول اُردو مطبع مفید عام آگرہ میں مع فہرست مضامین نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر ۱۳۱۹ھ میں ۳۹۲ صفحہ پر اور جلد دوم اُردو اسی شان سے اُسی مطبع میں ۱۳۲۰ھ میں ۳۹۵ صفحہ پر طبع ہوئی ہے۔) شمائل الرسول۔ یہ مختصر کتاب جامع اقوال وافعال وصفات ذات ہمایوں وعام طرز معاشرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ عورتوں۔ بچوں۔ بڑوں سب کے لئے حرز ایمان ہے۔ (یہ کتاب اُردو ترجمہ وسائل الوصول الی شمائل الرسول مولفہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رئیس محکمہ حقوق بیروت کا ہے۔ مطبع مفید عام آگرہ میں ۱۳۱۷ھ میں خوشخط اور اچھے کاغذ پر ۲۰۷ صفحہ پر چھپا ہے) معجزات نبی الوریٰ یہ جلیل الشان کتاب خصائص کبریٰ مولفہ امام ہمام شیخ جلال الدین سیوطی کا اُردو ترجمہ ہے اسلام میں ایسی کتاب جامع معجزات وخصائص ذات نبوی علیہ وآلہ الکرام الصلوٰۃ والسلام آج تک جمع نہیں ہوئی بحر اسرار ہے پندرہ سو صفحوں سے زیادہ میں طبع ہوئی ہے اسکی دو جلدیں ضخیم ہیں۔ اس ترجمہ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جلشانہ کے کرم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے نواب ہمایوں دریادل میر عثمان علی خاں بہادر رئیس حیدرآباد نے ڈیڑھ سو روپے منصب میں جاری فرمایا ہے (جلد اول،

نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر ۴۴۷ صفحہ پر سنہ ۱۳۰۳ھ میں مطبع مفید عام آگرہ
میں چھپی ہو دیباچہ کے ۶۰ صفحے اور فہرست مضامین کے ۱۳ صفحے اور غلط نامہ
کے ۱۲ صفحہ اس سے علیحدہ ہیں۔ جلد دوم ۸۴۷ صفحہ پر شمس المطابع
حیدرآباد دکن میں ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی ہو۔ فہرست مضامین
کے ۴۲ صفحے علیحدہ ہیں۔ اس ترجمہ کے بعد خاکسار نے مواہب لدنیہ کا ترجمہ
شروع کر دیا ہو۔ اس وقت فتح مکہ کا احوال لکھا جاتا ہو اللہ تعالیٰ کے فیض عمیم
سے قوی امید تھی کہ یہ ترجمہ بھی زاد آخرت ہو۔ ان تالیفات کے علاوہ اشاعرہ
اور ماتریدیہ کے اختلافی مسائل میں ایک رسالہ بزبان اُردو ہو۔ ایک رسالہ
موسوم بہ شواہد النجوم ہو۔ قول فیصل بزبان فارسی یمین السلطنۃ وزیر دکن
کے اِس شعر کے باب میں ہے۔

سکہ زد از فضل یزدانِ زمن — میر محبوب علی خانِ دکن

سید مرتضیٰ فلسفی بلگرامی نے یزدانِ زمن کی ترکیب پر اعتراض کر کے
ایک رسالہ لکھا جس کا نام آب زر ہو۔ اِس کے جواب میں خادم نے
بایمائے یمین السلطنۃ ممدوح رسالہ مرتب کیا مگر طبع نہ ہو سکا باہم صلح ہو گئی۔
غرض چھوٹے چھوٹے رسالے مختلف علوم میں بہت سے لکھے ہیں۔ بعضے
ناتمام رہے بعض مکمل جن کی طبع کا موقع نہیں آیا۔ بلکہ شعر و انشا جن کے
ساتھ دلی رغبت تھی۔ دس پندرہ سال سے دینی خدمت کے مقابلہ میں
بیکار بلکہ بیہودہ خیال تصور کی گئی ہو۔ اور یہی خیال ہو کہ حتی الامکان
عمر عزیز دینی مشاغل میں صرف ہو تو اچھی زندگی ہو۔ امید ہو کہ جیسے اللہ
تعالیٰ نے دنیوی ضرورتوں سے نہایت درجہ فارغ البال کیا ہو۔ بطفیل
شافع محشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام آخرت کی عقوبات سے محفوظ رکھیگا

خاکسار کو اس وقت چار سو روپیہ تنخواہ ملتی ہی اڑھائی سو دفتری خدمت کے اور ڈیڑھ سو منصب کے محکمہ صدر المہامی صرف خاص سرکار نظام دکن میں اس وقت منتظم ہوں۔ اور اکثر علاقہ جات صرف خاص کا خاکسار سے تعلق ہی۔ جن حکام سے خدمات کا تعلق رہا وہ یہ نامور لوگ ہیں کرنل نواب افسرالملک کمانڈر انچیف افواج باقاعدہ سرکار عالی کی برگیڈ آفس میں اور ایڈ یکانی کے دفتر میں میر منشی کی خدمت دو سال تک دائمی۔ کرنل مارشل صاحب سکرٹری سرکار نظام کے دفتر میں دو سال سررشتہ دار رہا۔ نواب آصف نواز الملک معتمد صرف خاص کے دفتر میں پانچ سال تک کام کیا۔ نواب سرور جنگ معتمد پیشی سرکار نظام کے دفتر میں دو سال سررشتہ دار رہا۔ سرور جنگ بہادر کے بعد مولوی احمد حسین صاحب بی۔اے۔بی۔ایل کی خدمت میں آٹھ دس سال تک رہا۔ ان کے ذمہ پیشی غفرآن مکان نواب میر محبوب علی خاں فرمانروائے دکن کا کام تھا۔ انکے عہدے بدلتے رہے۔ کبھی پرسنل سکرٹری رہے۔ اور کبھی انڈر سکرٹری اور اب یہ صدر المہام پیشی نواب میر عثمان علی خاں بہادر فرماں روائے حیدر آباد ہیں۔ اسکے بعد بعہد غفران مکان صدر محاسبی صرف خاص میں منتظمی کا کام ڈیڑھ سال انجام دیا۔ پھر معتمدی صرف خاص میں لیا گیا۔ اب رائے مرلی دھر بہادر صدر المہام صرف خاص سے تعلق ہی۔ محکمہ معتمدی اور صدر المہامی میں منتظم ہوں۔ اور نہایت فارغ بالی سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ الحمد للہ علی کل حال۔

اولاد کی حالت یہ ہی کہ رام پور میں فیاض خاں جمعدار برادر سالار خاں کی نواسی میجر دولھا خاں صاحب اور عباس خاں کی ہمشیرہ زادی کے ساتھ فقیر کی شادی ہوئی تھی۔ اس بی بی سے چار لڑکیاں اور ایک

لڑکا پیدا ہوا تھا۔ لڑکا عین نشو ونما کی حالت میں راہی عدم ہوا۔
لڑکیوں سے ایک قبل شادی کے فوت ہوئی۔ دو لڑکیوں کی شادی
محمد خیر خاں برادر عادل شیر خاں ساکن شاہ آباد (تحصیل رام پور) کے
دو فرزندوں کے بعد ہوئی بڑی لڑکی کے دو نرینہ فرزند موجود ہیں۔
شوہر کا انتقال زمانۂ طاعون میں ہو گیا۔ اب بڑی لڑکی چندوسی میں
مقیم ہے۔ اس کے فرزند زیر تعلیم ہیں۔ منجھلی لڑکی مر گئی۔
حیدر آباد میں فقیر نے ثانی عقد کیا۔ یہ عورت نواب بہرام الدولہ شیر جنگ
کی نواسی ہے۔ جو روسائے فرخ آباد مئو سے تھے۔ اس کے بطن سے دو
لڑکیاں اور تین لڑکے موجود ہیں۔ بڑے کا نام عبدالوہاب خاں منجھلے کا
نام عبدالسلام خاں۔ چھوٹے کا نام عبداللہ خاں ہے۔ بڑا سیزدہ سالہ۔
منجھلا یازدہ سالہ۔ چھوٹا سہ سالہ ہے۔ ان کی تعلیم جاری ہے۔ مغل پورہ جو قدیم
محلہ ملک حیدر آباد کا ہے ۳۵ سال سے اس میں مقیم ہوں۔ مکانات
ذاتی ہیں۔ انتہی کلامہ۔
اگر میں خود ان بزرگ کے حالات لکھتا تو بھی اس خوبی سے بیان نہ کر سکتا۔ اس لیے
اصلی خط نقل کر دیا۔ آپ ہمہ تن خیر مجسم تھے۔ گو ذرایع آمدنی محدود تھے۔ مگر مہمان
کے لئے ہر وقت دستر خوان وسیع رہا۔ اور حاجت روائی میں دریغ نہیں ہوا۔
علامہ مولانا محمد طیب مکی مرحوم بھی اتفاق سے حیدر آباد پہونچ گئے تھے۔ عربوں کی
مہمان نوازی مشہور ہے۔ مگر وہ آپ کی مہمانداری کے بدرجہ غایت شکر گزار ہیں۔
حسن صورت حسن سیرت دونوں جمع تھے۔ علمی مشاغل کا کیا کہنا۔ خود تالیف آپ کی
لیاقت پر شاہد عادل ہیں۔ راقم صرف تذکرہ نگار ہے۔ تبصرہ نویس نہیں۔ اور نہ ایسی
لیاقت ہے کہ علما کے کلام پر تبصرہ کر سکوں بہر حال اس قدر ضرور کہوں گا کہ آج کل

ایسے متبحر اور علمی ذوق کے آدمی بہت کم ہوتے ہیں۔ فقیر راقم کے حال پر بزرگانہ عنایت تھی اور فقیر کے خاندان سے اتحاد دیرینہ۔ باوضع۔ خلیق اور دوست نواز تھے۔ ۲۴-ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کو حیدر آباد میں انتقال ہوا۔

مولوی عبدالحق خاں تخلص حقی وصفا

ابن محمد افضل خاں ابن محمد ظریف خاں قدرزئی وکمال زئی۔ سنہ بارہ سو اٹھتر ہجری (۱۲۷۸ھ) کے قریب رام پور میں پیدا ہوئے۔ فارسی مولوی ولی محمد خاں بسمل سے اور مدرسۂ عالیہ رام پور میں پڑھی۔ شرح جامی تک کتابیں مولانا ارشاد حسین مجددی کے مدرسہ میں پڑھیں۔ منطق۔ حکمت۔ اور اصول فقہ مولوی حکیم نظر علی ولد حکیم کرامت علی امروہوی سے حاصل کی۔ عین جوانی میں کہ پچیس سال کی عمر تھی۔ سماعت مطلق جاتی رہی۔ اور تبنجر کا دورہ پڑنے لگا۔ شعر وشاعری کا شوق تھا۔ فارسی میں حقی اور اردو میں صفا تخلص کیا کرتے تھے۔ اسیر۔ امیر مینائی۔ اور جلال لکھنوی کی خدمت میں کلام دکھاتے تھے۔ دو دیوان نعتیہ اور چار دیوان کلام عاشقانہ اردو میں اور ایک فارسی میں جمع کر چکے تھے۔ بیرونجات میں درس کی نوکری سے گزر کرتے تھے۔ عدم سماعت اور مرض تبنجر اور عسرت شدید نے بدحواس کر دیا تھا۔ افسوس کہ ۱۳۲۳ھ میں رام پور میں بحالت ترتیب کتاب ہذا انتقال ہو گیا۔

مولوی حافظ قاری عبدالحق

آپ کا آبائی وطن رام پور محلہ پنجابیاں ہے۔ علم تجوید کے ماہر اور عمدہ قاری تھے کتب فارسی کے علاوہ عربی صرف ونحو کی کتب درسیہ بھی جانتے تھے قرآن مجید کے متعلق معلومات متوافرہ رکھتے تھے مسائل فقہیہ اور ضروریہ میں بھی مہارت تھی۔ نہایت پرہیزگار اور خدا پرست تھے۔ یہ انکی دینداری کا ثمرہ ہے کہ مولانا فضل حق رام پوری۔ اور حکیم محمد نبی جیسے فاضل فرزند یادگار ہیں۔ تقریباً اسی سال کی عمر میں تیرہ سو انتیس ہجری (۱۳۲۹ھ) میں انتقال فرمایا۔

مولوی عبدالحق شمس العلما

ولد مولوی فضل حق خیرآبادی۔ دہلی میں بارہ سو چوالیس ہجری میں (سنہ ۱۲۴۴ھ)
پیدا ہوئے۔ سولہ برس کی عمر میں درسیات ختم کر لئے۔ پھر اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور
گئے۔ چند سال وہاں قیام رہا۔ بعد کو الور گئے۔ اور وہاں عمائدین ریاست میں داخل ہوگئے۔
الور میں آپ تھے کہ سنہ ستاون کا غدر ہوگیا۔ اور آپ الور سے دہلی چلے آئے۔ آپ کے
والد کالے پانی بھیجے گئے۔ اور آپ خیرآباد چلے گئے۔ اپنے وطن سے ریاست ٹونک
تشریف لے گئے۔ دو سال تک نہایت عزت اور عظمت سے وہاں رہے۔ ٹونک سے
کلکتہ گئے۔ آپ کی علمی شہرت ہندوستان میں خوب ہو چکی تھی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں
ملازم ہوگئے۔ سنہ ۱۸۷۱ء میں آپ[1] کلکتہ میں تھے۔ چند سال وہاں قیام کیا۔ مگر نازک مزاجی
نے وہاں زیادہ قیام نہ کرنے دیا۔ اپنی وضع کے سخت پابند تھے۔ جب قدیمی وضع میں
تغیر کرنے کا موقع آتا تو ترک تعلق کر دیتے تھے۔ اخیر میں ریاست رام پور میں آئے۔
جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے (سنہ ۱۲۸۲ھ تا سنہ ۱۳۰۴ھ)
وہ عزت کی کہ پھر آپ نے رام پور سے باہر قدم نہ رکھا۔ یہاں حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ کے
افسر رہے۔ علاوہ تنخواہ کے بھی سال میں نواب خلد آشیاں دو تین ہزار روپے کا قرض
ادا کر دیتے تھے۔ جو روپیہ آیا نوکروں کو دیدیا۔ جو حساب پیش کیا منظور کر لیا۔ کبھی
کسی رقم کی بابت سوال نہیں کرتے تھے۔ کارپرداز مالامال ہوگئے۔ غذا بہت تھوڑی
تھی۔ پان کثرت سے کھاتے تھے۔ صبح کے وقت ملنے والوں کا دربار لگا ہوتا تھا۔ طلبا
بھی کتابیں لئے بیٹھے ہیں۔ تصانیف کے کاغذ سامنے ہیں۔ دوستوں سے باتیں
بھی کرتے ہیں۔ اپنی تصنیف بھی جاری ہے۔ طلبا کو پڑھا بھی رہے ہیں۔ اکثر وہ طلبا
آتے تھے۔ جو پہلی سب کتابیں پڑھ چکے تھے۔ طلبا کے ساتھ بھی نازک مزاجی تھی۔

[1] روئداد اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ سال ہشتم۔

ناراض ہو کر سب کو نکال دیتے تھے۔ جس نے ایک سبق پڑھ لیا۔ وہ دروازہ چھوڑ کر نہیں جاتا تھا۔ مہینہ مہینہ بھر سبق نہیں ہوتا تھا۔ طلبا آپ کے ملنے والوں سے سفارش کراتے تھے۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی بدرجۂ کمال تھا۔ دوستوں کی پرورش غربا سے ہمدردی۔ ایثار مال سب کچھ حسنات جمع تھے۔ اسلامی جوش بدرجۂ کمال تھا۔ انگریزی لباس و طرز سے سخت متنفر تھے۔ بزرگان دین کے حالات پر اکثر رو پڑتے تھے۔ شاہ حاجی اللہ بخش تونسوی سے بیعت تھے۔ نواب خلد آشیاں کے انتقال کے بعد خیرآباد تشریف لے گئے۔ جنرل اعظم الدین خاں نے آٹھ مہینے کی رخصت بلا طلب دی۔ مگر آپ ختم رخصت کے بعد تشریف نہیں لائے۔ اُسی زمانہ میں حیدرآباد تشریف لے گئے۔ ریاست نے بہت اہتمام سے استقبال کیا۔ اور دو سو روپے ماہانہ بطور منصب مقرر کر دیا اعلیٰ حضرت بندگان حضور پر نور جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کے با اختیار ہونے پر ۲۳۔ مئی ۱۸۹۶ء کو رام پور آئے۔ حضور پر نور نے بھی چند سبق معقول کے پڑھے۔ اور وہی مراتب اور اعزاز قائم کر دئے۔ جو نواب خلد آشیاں کے عہد میں تھے۔ برٹش گورنمنٹ نے بلا طلب شمس العلما کا خطاب دیا۔ اس خطاب کی اُن کی شہرت علمی کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے۔ آپ کی تصانیف کو یہ رتبہ ملا کہ حجاز اور مصر میں بھی داخل درس ہیں۔

دوبارہ کے قیام رام پور میں دو سال کے بعد امراض جگر کی شکایت ہوئی وطن کو گئے۔ اور وہاں شوال کی تیئیسویں تاریخ تیرہ سو سولہ ہجری (۱۳۱۶ھ) کو انتقال ہوا۔ اور مخدوم شیخ سعد قدس سرہ کے مزار میں دفن ہوے۔ لوح مزار پر حضرت امیر مینائی مرحوم کی یہ تاریخ کندہ ہے۔

شمس العلما بہ ظلمت دہر — چوں تیر زابر تیرہ برجست
برلوح مزار آمیر بنویس — آرام گہ امام وقت است
۱۳۱۶ھ

آپ کی وفات کی خبر مصر میں پہونچی تو جامع ازہر میں ایک ہفتہ کی تعطیل ماتمی دگئی۔ آپ نے ایک فرزند رشید مولانا اسد الحق یادگار چھوڑے۔ تصانیف میں یہ کتابیں ہیں۔ حاشیہ قاضی مبارک مطبوعہ۔ شرح سلاسل الکلام۔ حاشیہ جدیدہ پر غلام یحییٰ۔ رسالۂ مفردہ فی تحقیق التلازم۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ۔ جواہر غالیہ۔ شرح مسلم الثبوت۔ تسہیل الکافیہ۔ شرح میرزاہد امور عامہ۔ حاشیہ حمداللہ۔ شرح سلم۔

مولوی عبدالحق

خلفؓ ملا محمد عمران رام پوری اپنے باپ کے شاگرد تھے۔ بارہ سو بانوے ہجری (۱۲۹۲ھ) میں ملک دکن میں انتقال کیا۔

حکیم سید عبدالخالق

ولد سید امام الدین۔ آپ کے باپ آنولہ سے رام پور میں آئے۔ اور آپ یہیں پیدا ہوئے۔ کنڈہ والے باغ کے قریب رہتے تھے۔ فارسی شیخ احمد علی سے پڑھی۔ فارسی میں اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی۔ اور اس کے استاد مانے جاتے تھے۔ صرف ونحو عربی حافظ غلام نبی سے اور اپنے بھائی حکیم رحیم الدین سے پڑھی۔ حکیم علی حسین لکھنوی سے کتب طبیہ پڑھیں اور انھیں کے ہاں مطب کیا۔ فارسی اور طب کا درس برابر رہا۔ نہایت پرہیزگار اور تہجد گزار آدمی تھے۔ ریاست میں زمرہ حکما میں ملازم تھے اور زنانہ محلات کا علاج کرتے تھے۔ اپنے انتقال سے پہلے حالت صحت میں ایک شخص سے کہا تھا کہ میں فلاں روز مروں گا۔ رام پور میں تقریباً تیرہ سو ہجری (۱۳۰۰ھ) بعد انتقال۔ اور اپنے محلہ کی سیدوں والی مسجد کے متصل فنائے مسجد میں دفن ہیں۔ پختہ مزار ہے۔ اولاد ذکور نہیں۔

عباس خاں تخلص عباس

صاحب تذکرہ تکملۃ الشعرا لکھتے ہیں کہ جوان وجیہ وقابل۔ اہل ہنر اور اہل دل کا

سلہ تذکرہ علمائے ہند۔

قدردان۔ وطن اصلی ضلع لاہور ہے۔ مدت سے کٹھیر میں آکر قیام کیا ہے اب رام پور میں قیام ہے۔ آدمی خوش خلق اور متواضع ہے۔ اکثر اردو شعر کہتا ہے۔ محمد قائم چاند پوری کا شاگرد ہے۔ تھوڑے روزوں سے فارسی میں بھی شعر کہتا ہے۔ طبیعت مناسب ہے۔ جو اشعار اپنے ہاتھ سے لکھ کر دئے وہ درج ہیں"۔

ملا عباس خاں تیراہی

کیت والی مسجد کے عقب میں رہتے تھے۔ عالم اور فقیہ معلوم ہوتے تھے صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ زمانہ وفات کا معلوم نہیں ہوا۔

حکیم عبدالرسول

حکیم[1] بایزید کے معاصر ہیں۔ قاضی سکند کو سوزاک ہوا اور اسی میں قاضی صاحب کا انتقال ہوا یہی حکیم اُن کے معالج تھے۔

ملا عبدالرحمٰن قوہستانی

رام[2] پور میں نواب فیض اللہ خاں بہادر کے عہد میں (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) تھے پہلے نجیب آباد میں رہتے تھے۔ اکثر علما کا سلسلہ تعلیم آپ تک منتہی ہوتا ہے۔

حکیم محمد عبدالرحمٰن خان

فرزند اکبر حکیم محمد شاہ نواز خاں رام پور میں پیدا ہوئے اور طب اپنے والد سے پڑھی۔ اور مطب بھی اُنھیں کی خدمت میں کیا۔ جمعدار فتح خاں کی دختر سے شادی ہوئی۔ اُسی محلہ میں رہتے تھے۔ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزی سواروں میں نشانچی ہو گئے۔ چونسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوا اور جمعدار فتح خاں کی قبر کے برابر محلہ فتح خاں کے گھیر میں دفن ہوئے۔ حبیب الرحمٰن خاں ایک فرزند یادگار ہیں۔

---

[1] فضول فیض اللہ خانی ورق ۳۰۵۔ [2] فضول فیض اللہ خانی ورق ۳۵۱۔

مولوی عبدالرحمٰن خاں

ابن مولوی حاجی عبداللہ خاں ابن مولوی حاجی محمد سعید خاں تیراہی۔ محلہ ٹھوڑ میں مکان تھا۔ فاضل بے بدل تھے۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ ہر مجمع میں مباحثہ کرتے تھے۔ اور نکتہ ابدالوقوع بہت فرماتے تھے۔ مدارس کو بھی گئے تھے۔ اسی طرح باطنی حالت بھی اولیاء اللہ میں شمار تھا۔ اولیاء اللہ میں شمار تھا۔ شاہ شاہ عبدالعزیز آپ کو فضیلت پناہ، فضیلت مآب، عزیز القدر، محبت دستگاہ لکھا کرتے تھے۔ بارہ سو چوبیس ہجری (۱۲۲۴ھ) میں انتقال کیا۔ اور اپنے محلہ کی مسجد میں دفن ہوئے۔ "لہ حسن الطاف خفیہ" تاریخ وفات ہے۔ مرحوم کے نام شاہ عبدالعزیز اور ان کے اعزہ کے جو خطوط آئے ہیں وہ تبرکاً نقل ہیں۔ ان خطوط سے بعض واقعات علمی بھی واضح ہونگے۔

خط شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ

فضائل مراتب گرامی قدر اخوان زادہ عبدالرحمٰن مع برادران سلمہم اللہ تعالیٰ۔
از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون اشتیاق مشحون مطالعہ نمایند۔
کہ الحمد للہ علی العافیۃ والمسئول من جنابہ الکریم ان یعفنا وایاکم۔
رقیمہ کریمہ ایشاں رسید۔ وعافیت معلوم شد شکر الٰہی بجا آوردہ شد۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔ رسالہ معہودہ بردکان محمد صالح رسانیدہ خواہد شد۔
برادر صاحب بزرگ شاہ محمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ در بلدہ لکھنؤ چھاؤنی نواب محمد افضل خاں می باشند۔ بخیریت اند۔ اکثر خطوط ایشاں می آیند خاطر جمع دارند دیگر بہمہ وجوہ خیریت است۔ مگر عمل کفار و غلبہ آنہا دریں بلاد و انسداد طرق معاش مسلمین خصوصاً زمرۂ فقراء و علماء بسیار ہمزہ میدارد حق تعالیٰ غلبہ اسلام و انفتاح ابواب جمعیت ظاہر و باطن نصیب فرماید زیادہ بجز دعائے خیر چہ نویسد۔ والسلام۔

.. فضائل مآباں عزیز القدر اخون زادہ میاں عبدالرحمٰن و دیگر فرزندان حاجی صاحب مرحوم سلمہ اللہ تعالیٰ - از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون الاسلام مکشوف باد کہ صحیفۂ ایشاں رسید مرقوم بود کہ چند مرتبہ خطوط فرستادہ اند۔ وجواب آنہا نرسیدہ - بایں جانب تا حال خطی نرسیدہ بود والا چہ امکان است کہ در تحریر جواب قصور و تہاون میکردیم - ہمیں خط بدست ہرکارہ رسید- بلکہ ایں جانب را تفکر و تردد بسیار از طرف آں برادران دینی میماند کہ کجا ہستند- وچہ طورے باشند کسے کہ واقف حال ایشاں باشد تا حال در نخوردہ - و دریں خط ایشاں از تفصیل احوال چیزے مرقوم نبود بنا برآں انتظار خاطر ہنوز باقی ماند- فقیر را در حق خود با داعی بالخیر تصور نمایند وانچہ از سوء اعتقاد اغنیا و نواباں آن دیار نوشتہ بودند فی الواقعہ کہ ہمچنیں شنیدہ میشود - حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - دریں ملک از روزے کہ غلبہ جاٹ و مرہٹہ رو دادہ وصورت اسلام کہ سابق بود اگرچہ خالی از مغنی بود برہم خوردہ انواع ایذا بجمیع مسلمین خصوصاً باہل علم وصلاح از طرف ایشاں میرسد- بنا برآں قصد مصمم میشود کہ طرفے ہجرت باید کرد- و مجمع اہل اسلام حالا در ملک ہندوستان غیر از آں مکان بنظرے آید- لیکن بجہت شنیدن سوء اعتقاد مردم آنجا یار دریں مقدمہ توقف مے نمایم- و چار و ناچار تا حال دار الحرب اقامت گزیدہ ایم- اگر نوبت باضطرار رسید بے اختیار شدہ شاید بہماں طرف برسیم وایں اعتقادات فاسد اغنیار آنجا را رفع سازیم لیکن الہدایۃ والضلال بید اللہ تعالیٰ - فقیر سابق در رد این تہمت رسالہ ہم نوشتہ است- انشاء اللہ تعالیٰ نقل آن متعاقب فرستادہ خواہد شد- چراہ صاحب

کلاں حضرت شاہ محمد صاحب ہنوز در لکھنؤ توقف دارند خطوط ایشاں اکثر
مے آیند وخیریت ایشاں دریافت مے شود بالفعل از چند ماہ ہمراہ نواب
افضل خاں برادر نواب نجیب الدولہ مرحوم مے باشند و نواب افضل خاں
خدمت ہم میکنند۔ بخیریت اند۔ خاطر جمع باید داشت۔ و نام جمیع فرزندان
حاجی صاحب حاجی محمد سعید جیو البتہ البتہ علمی قلمی باید نمود کہ در اوقات
دعا تعیین اسمار یاد کردہ شود۔ اللہ تعالیٰ ہمہ را توفیق حسنات و مرضیات
خود عنایت فرماید و از مکروہات ظاہرہ و باطنہ محفوظ دارد۔ اخون زادہ میاں
عبداللہ خود سابق ملاقات کردہ اند و از نام ایشاں واقفیت تمام است
لیکن دیگر برادران نہ ملاقات کردہ اند و نہ از نام ایشاں واقف ایم۔
البتہ اطلاع باید داد۔ زیادہ بجز دعائے خیر ظاہر و باطن چہ نویسد۔
از طرف میاں رفیع الدین و میاں عبدالقادر و میاں عبدالغنی ہر سہ
برادراں فقیر سلام و دعائے خیر مطالعہ نمایند بست و یکم ربیع الثانی۔"
"فضیلت مآب گرامی قدر سلمکم اللہ تعالیٰ۔ از فقیر عبدالعزیز بعد سلام
محبت التیام مکشوف خاطر عاطر باد کہ رقیمہ کریمہ بعد مدت بوصول آورد
واحوال مرقومہ بوضوح انجامید۔ شکایت عدم ارسال رقائم و مراسلات کہ قلم
آمدہ بود ظاہراً آں گرامی قدر را احوال فقیر معلوم نیست۔ کہ در کدام حالت گزشتہ
است۔ از مدت چار سال مرض صعب عارض گشتہ کہ از ہمہ امور معطل ساختہ
و از یک و نیم سال شدنے است۔ کہ اصلا حواس باقی نگذاشتہ خصوصاً دریں
ایام کہ گفت و شنود ہم متعذر است۔ و از مدت ابتدا ربکسے خطے نویسم ہر گاہ
خط کسے می آید وجواب نوشتن واجب میگردد ناچار جواب نگاشتہ آید
وآں ہم بدست خود نمے توانم۔ اکثر خطوط فقیر کہ آشنایان میروند

تفتیش باید کرد کہ دستخطی این جانب نمی باشند قبل ازین عبارت از زبان خود میگفتم - وکسے دیگرے نوشت حالا از چندروز املا بر غیر ہم نمیتوانم - بلکہ مطالعہ خطوط و دیدن آنہا و دریافت مطالب کہ موافق آں جواب نویسانیدیم مشکل شدہ - وشب وروز درعجب حالات میگذرد - کہ تحریر آں ممکن نیست - تعلق بمشاہدہ دارد - کسی کہ دریں حالت فقیر را در نیولا دیدہ ازو دریافت باید کرد کہ چگونہ میگذرد - غرضکہ حالتی ست - کہ نہ حیات تواں گفت ونہ موت - وہر کہ دراں زمانِ سابق دیدہ بود والحال ملاقات نماید - ہمیں داند - کہ گویا آں شخص نیست دریں حالت معذور است - واطلاق لفظ پلید وخبیث کہ بریزید در تحفۂ اثنا عشریہ واقع شدہ بنا بر حدیث ست کہ فردوس دیلمی ودیگر کتب وصاحب صواعق محرقہ ہم آں حدیث نقل کردہ بلکہ بروایت حاکم ہم ثابت شدہ کہ "اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یسمی بیزید" - وبروایتی اول من یثلم فی امر امتی" وہر کہ تبدیل سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کند یا سوراخ یعنی خلل در امر امت ای جناب اندازد البتہ خبیث وپلید ست در خباثت وپلیدیت وے جاے شک نیست - وتعریضات درباب معاویہ رضی اللہ عنہ ازیں فقیر واقع نشدہ - اگر در نسخہ از تحفۂ اثنا عشریہ

یافتہ شود الحاق کسی خواہد بود کہ بنا بر فتنہ انگیزی وکید ومکر کہ بناے

مذہب ایشاں یعنی گروہ رفضہ از قدیم بر ہمیں امور ست ایں کار کردہ باشد - چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند - اللہ خیر حافظا ایں تعریفات - در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد - ومرد قند ہاری من دمم کہ شکایت آوردہ بود - پس رفع شکایت او آنست کہ ذلت وقلت باعتبار دنیا امر معیوب نیست - در فتوح عراق از مغیرہ بن شعبہ منقول ست کہ

گفت "ہم العرب کانوا ذلیلین فاعزہم اللہ بالاسلام" در یں زماں اشرف الشرفا کہ سادات اند دریں ضلع ملاحظہ باید کرد کہ بچہ طور در دست کفار گرفتار و عیت گیرا کفار غنیمت می دانند۔ و ذلیل اند۔ اما نزد مسلمان عزتے کہ بسبب نسب و اتصال آنہا در نسب بہ پیغمبر ست موجود ست۔ آں عزت سادات بسبب رعیت شدن و در دست کفار ذلیل ماندن نخواہد رفت۔ افاغنہ قندھار را ہمیں قسم ذلت دنیا بود و آں ہم در وقت سلاطین صفویہ بود۔ الحال آن ذلت ہم نماندہ۔ پس جائے شکایت نیست کہ احوال زمان ماضی گفتہ شدہ و ایں ہرگز عیب نیست۔ بلکہ مردمانِ خود بیان مے کنند کہ ما در زمان گزشتہ چنیں بودیم۔ الحال اللہ تعالیٰ ما را ایں عزت دادہ بلکہ ایں بیان از قبیل بیان نعمت الٰہی ست۔ "واما بنعمۃ ربک فحدث"۔ ایں ادر ایاد کردہ[1] شد باید کرد۔ کہ ما را عزت بعد از ذلت عطا فرمود۔ واما حدیث صحیح ست و در معنی حدیث اشکال نیست۔ ہرگاہ معاویہ رضی اللہ عنہ واتباع ایشاں از اہل شام وغیرہ باغی شدند۔ چنانچہ ہمیں ست مذہب اہلِ سنت وجماعت ہرگز جائے اشکال نماند۔ ومعنی یدعوہم الی الجنۃ۔ ای الی الحق یدعونک الی النار۔ ای الی الباطل وصریح است کہ موافق اعتقاد عمار دہم چنین فی الواقع است ایشاں آں فئہ را بطرف حق دعوت مے کردند واں فئۂ ایشاں را بطرف باطل و برادرم شاہ رفیع الدین از چند روز بسمت میاں دوآب مسافر شدہ اند اگر ایشاں در آنجا مے بودند۔ ایں ہمہ امور را بہ تحقیق وتفصیل مے نوشتند وسجع ہم گفتہ میفرستادند۔ ہرگاہ خواہند آمد وسجع عربی بخاطر ایشاں خواہد رسید البتہ نوشتہ خواہد شد۔ واسناد ولائل الخیرات سردست حاضر نبود انشاء اللہ تعالیٰ بوقت فرصت

---

[1] نقل مطابق اصل۔

تلاش کنانیده فرستاده خواہد شد۔ وتعویذ سلاح در آخر چہار شنبہ صفر نوشتہ میشود انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہرگاہ نوشتہ خواہد شد آں ہم مرسول خواہد گشت۔ وتعویذ برائے ترس وخوف بہ آں گرامی قدر در جواب میرسد۔

درگلو باید انداخت۔ واخون زادہ میاں عبداللہ برادر بزرگ آں گرامی قدر معلوم نیست کہ کجا ہستند احوال ایشاں ودیگر برادراں ہم مفصلاً بقلم بیاورند۔ الحال ہرگاہ رقیمہ بفرستند احوال ایشاں بہ تفصیل باید نوشت وبہمہ سلام مسنون رسانند۔

(نقل خط شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمتہ) فضیلت اکتساب مودت انتساب اخون زادہ عبدالرحمٰن بن اخون حاجی محمد سعید بریلوی سلمہم اللہ تعالیٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام تحیۃ الاسلام معلوم باد۔ رقیمہ کریمہ ایشاں رسید فقیر بخیریت است۔ ودرحق دوستاں حاضر وغائب دعوات خیر میکنند از صحبتہا کہ با مولوی مدن صاحب اتفاق افتاد ومذکور علمی بمیان آمدہ استفسار نمودہ بودند صحبت اول با ایشاں در مراد آباد شدہ بود۔ مولوی نور الاسلام صاحب فرزند مولوی سلام اللہ صاحب حاضر بودند۔ شخصے سوال کرد کہ بیت مثنوی مولوی روم۔

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

چہ معنی دارد۔ گفتم یک معنی عام فہم دارد ویک معنی خاص فہم تقریر معنی ثانی بواقفان فن تصوف مے تواند شد۔ ازاں سکوت کردہ بمعنی اول اشتغال مینمائیم۔ از روئے کتاب وسنت معلوم ست کہ حق تعالیٰ ارواح بنی آدم را از صلب حضرت آدم برآوردہ اخذ میثاق نمود۔ باز در صلب حضرت آدم مستور ساخت بعد ازاں قدر الواح کہ از صلب کسے برآوردن مقدر فرمودہ بود در صلبش مستور کرد۔ چنانچہ در وقت ندائے حضرت ابراہیم

علیہ السلام براے حج بعض ارواح از اصلاب جواب دادند وہماں کساں را
در دنیا حج میسرے گردد ولبیک وتلبیہ جواب ہمیں نداست ایں احوال
عوام رافسی گشتہ وانسان راسبب کمال معرفت بیاد دادند۔ واشارت
بانتقال خود از اصلاب آبا بارحام امہات واز ارحام امہات باصلاب آبا بیان
کردہ وتعین عدد ہفت صد وہفتاد محتمل ست۔ کہ محض برائے تکثیر باشد
ومتحمل کہ بیان واقع باشد۔ ایشاں گفتند کہ ایں معنی نیست بلکہ معنی دیگر
است گفتم آں معنی دیگر کدام ست ودریں معنی چہ قباحت ست۔ ایشاں
قباحتے کہ دریں معنی تقریر کردہ وگفتند کہ مراد آنست کہ انسان را ہفت طور
انقلاب ست۔ یکی خاک بودن۔ دویم غذا شدن۔ سوم خون شدن۔
چہارم نطفہ شدن۔ پنجم علقہ شدن۔ ششم گوشت واستخوان وعروق شدن
ہفتم زندہ گشتن مراد ہمیں قوالب ست۔ گفتم اول ازیں ہفت مرتبہ تعبیر
بہفت صد وہفتاد کردن بسیار مستبعد ست۔ دویم متکلم دیدہ ام دریدہ ام
یا روح است یا بدن ظاہر ست کہ آں ہفت انقلاب روح است۔ ومراد
از بدن مجرد ہیولی است فقط یا مع الصورہ ظاہر ست کہ صور جسمیہ ونوعیہ
باقی نمے مانند تا در ہمہ قوالب یک شخص باقی ماند۔ واگر ہیولی است
محققان حکما گفتہ اند کہ ہیولی وحدۃ ابہامی دارد۔ وہیولی عام اجسام
واحد بالشخص فی ذاتہ نہ کل ست نہ جزء بحدوث صور اجزا را وامتیاز میسابد
وبعد مفارقت صور ہمہ یکے میگردد در جز اشخاص متمائزہ باقی ماند۔ گفتند کہ
شاید ہیولی مراد باشد وعدم امتیاز اجزا کہ تقریر میکنند غلط ست گفتم ایں خود
بر صدرا خوانندگان مشہور ومعروف ست ایں را انکار کردند۔ گفتم کہ صدرا اگر
موجود باشد ملاحظہ بفرمایند۔ مولوی نور الاسلام جیو کہ برایں انکار تعجب بسیار کردند۔

وصدرا موجود نبود۔ یک صحبت این ست صحبت دویم در بریلی اتفاق افتاد
کہ بطریق ضیافت بخانۂ ایشاں رفتہ بودم مذکور وقت حواشی مرزازاہد شد۔
گفتم فی الواقع نظر ایشاں بسیار غامض ست واکثر اعتراضات مردم برایشاں
از سوء فہم وقلت تدبر ست وما خود شاگرد ایشاں نیم۔ واکثر اعتراضات را
دفع کردہ ایم۔ اما در بعض جاہا حق بطرف مخالف است۔ گفتند این چنیں
کدام مقام ست۔ گفتم مثلاً مرزا میفرمایند کہ اسماء کتب فی الحقیقۃ اعلام
جنسیہ اند۔ بعد ازیں میفرمایند کہ واما دخول الالف واللام فی کلام المولدین
مثل الکافیہ والشافیہ فالنظر الی المعانی الاصلیہ فانہا فی الاصل اوصاف۔
ودریں کلام دو بحث ست اول آنکہ دخول الف ولام تنہا در کلام مولدین
نیست بلکہ در قرآن مجید ست۔ انزل التوراۃ والانجیل وانزل الفرقان
ولقد کتبنا فی الزبور۔ بحث دویم آنکہ الف ولام جزو اوست۔ مثل النجم
والصعق۔ دویم آنکہ ممنوع الدخول است مثل محمد وعلی سوم آنکہ جائز الدخول
والنزع است مثل الحسن والعباس۔ پس دخول الف ولام چوں بر اعلام
جائز ست چہ حاجت توجیہ است گفتند ایں ہم جوابی است گفتم چہ جواب ست گفتا تنہا
درکافیہ وشافیہ ومانند آں این جواب است چوں ایں جواب را حاصلے نفہمیدم قصور فہم قائل
دیدہ بجواب نپرداختم وسوائے ایں چنداں مذکور ست نیکے بمیان نیامدہ۔
فضیلت پناہ محبت دستگاہ مولوی عبد الرحمن بن حاجی محمد سعید سلمہ اللہ تعالی
از فقیر رفیع الدین بعد سلام مسنون الاسلام لائح باد۔ رقیمہ کریمہ رسید
وخاطر دوستی ومحبت را ربخشے بسبب صعوبت معاش شمار رسید۔ بموجب
ایمائے رقعہ بنام مولوی جمال الدین صاحب ورقعہ بنام سید قاسم علی شاہ
صاحب نوشتہ فرستادہ ام خواہند رسانید۔ امید کہ خدائے تعالی بسعی

عزیزاں گرہ کشائے فرماید آیندہ احوال خود می نوشتہ باشند والسلام۔"
فضیلت و محبت دستگاہ مولوی حافظ عبدالرحمٰن بن حاجی محمد سعید
سلمہم اللہ تعالیٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام تحیۃ السلام مکشوف باد۔
سابق ازیں دو رقعہ آں عزیز القدر رسیدہ بود در یکے سوال معنی شعری
بود کہ نہ الفاظ او درست بودند و نہ وزن او۔ ظاہر از کتاب سقیم نقل نمودہ باشد
و در رقعہ دویم استفسار از مسئلہ بود کہ شاہ صفی القدر صاحب آں را از
نوشتہ فقیر بر فضلائے آنجا عرض کردند و آنہا با نگارش آمدند۔ و فقیر را ایں
مسئلہ مطلقاً محفوظ نبود کہ کدام مسئلہ است۔ و از کدام باب ست۔ و اکنوں
رقعہ کہ رسید در وے دو خط برائے حکیم غلام حسین خاں و حکیم عطاء اللہ خاں
مرقوم بود۔ دو خط بنام ہر دو صاحب نوشتہ ملفوف ہمیں خط ساختہ فرستادہ
است۔ حق تعالیٰ نافع گرداند۔ و آنچہ در مقدمہ استفسار رقم نمودہ بودند
معلوم شد۔ و سراں بکنایہ مفہوم گشت و صراحۃً آں موعود علی اللقا ماند
اما ہنوز استفتائے از آں طرف رسیدہ۔ مگر از طرف لکھنؤ در مقدمہ وحدت
وجود و وحدت شہود رسیدہ بود۔ صاحبانِ رام پور را ازیں باب بحثے و
التفاتے نیست۔ جواب آں را فقیر ہنوز فرصت نوشتن نیافتہ اما دو رسالہ
ہمراہ آں بودند یکے رسالہ میاں عبدالرحمٰن نام مرد سندھی
دویم رسالہ مولوی عبدالحکیم نام متعرض آں میاں محمد اسمٰعیل برادرزادہ
ما فرزند میاں عبدالغنی و مولوی رشید الدین خاں شاگرد ما شدہ اند۔
و در مسائل شرعیہ فقہیہ از طرف رام پور خطے نرسیدہ والسلام۔ حاجی عبداللہ صاحب
و میاں عبدالرحیم برادراں را سلام ہا خوانند۔ و مسماۃ محمدی بیگم دختر حاجی
محمد شاہ را سلام رسانند و خیریت ایشاں ہنوز پسند۔ والسلام۔

یہ خطوط اصلی مولوی نجم الغنی خاں مورخ رام پوری نے جامع اوراق کو دئے تھے اور اب وہ صاحبزادہ عبدالسلام خاں صاحب بہادر جج کے پاس موجود ہیں۔

مولانا حافظ عبدالحمید خاں

ولد حافظ عبد القادر خاں ولد مولانا سعد اللہ خاں۔ رام پور کے محلہ راج دوارہ میں اپنے موروثی مکان میں تقریباً ۱۲۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رام پور میں کچھ فارسی کتابیں پڑھکر امروہہ اور ٹونک میں عربی صرف ونحو کی تکمیل کی۔ ٹونک میں شادی کرلی کچھ جائداد ہے۔ نہایت متقی۔ اور عابد وزاہد ہیں۔ حافظ عباس علی خاں مرحوم ساکن امروہہ سے ابتدا میں بیعت کی۔ پھر اور بزرگوں سے بھی فیض پایا۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مولوی عبدالحمید خاں

ابن[ل] ملا غفران رام پوری۔ اپنے بھائی ملا محمدان اور مولوی ارشاد حسین مجددی رام پوری سے علم حاصل کیا۔ اور طلبا کو درس دیتے تھے۔ بارہ سو اٹھانوے ہجری میں مولوی حافظ شوکت علی رئیس سندیلہ کے ملنے کے لئے سندیلہ بھی گئے۔ میاں امیر شاہ قدس سرہ سے بھی کوئی رشتہ داری تھی۔ راقم کے والد نے۔ راقم کی تعلیم پر ملازم رکھا۔ فارسی کی استعداد ناقص مگر عربی میں خصوصاً فقہ میں خوب مشاق تھے۔ میری عمر پندرہ سال کی تھی۔ جب وہ پڑھاتے تھے۔ مجھے توضیح تلویح مع حاشیہ چلپی پوری حفظ سنائی تھی حالانکہ میں خود عربی سے ناآشنا تھا کہیں کوئی عبارت چھوٹ جاتی تو روکتا تھا۔ نہایت شہ زور تھے۔ ورزش کا شوق تھا مزاج میں کسی قدر سنگ تھی۔ بہت نیک اور دیندار تھے۔ اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔

حکیم عبدالرحمٰن خاں عرف چھٹن خاں تخلص خرم و بلیغ

ولد حکیم مولوی محمد یوسف خاں ولد حکیم مولوی فیاض خاں ساکن بلاسپور تحصیل رام پور۔ علوم عربی وفارسی میں اپنے والد کے شاگرد ہیں۔ بقب آپ کا ممتحن اطبائے یونانی ریاست

ل تذکرہ علمائے ہند۔

جوناگڈھ ہی۔ جوناگڈھ میں فی الحال مقیم ہیں۔ اور مطب کرتے ہیں۔ آپکی تصانیف جیسے کتاب فیضان شفا اردو مطبوعہ۔ اور ابلیس نامہ منظوم اُردو قلمی ہے۔

ملا عبدالرحیم خاں

ابن مولوی حاجی محمد سعید خاں تیراہی۔ آپ کے شاگرد ہندوستان۔ افغانستان اور بخارا تک تھے۔ فاضل اجل اور بہت پرہیزگار تھے۔ مولوی محمد عیاض مؤلف کتاب دستور المنتہی مولوی عبداللہ بھوپالی مولوی محمد حیات پنجابی۔ حافظ شبراتی رام پوری مولوی محمد علی۔ مولوی جلال الدین۔ مولوی حافظ غلام حسین۔ مولوی محمد نظام الدین خاں شوانی۔ مولوی عبدالعلی خاں۔ حکیم محمد اعظم خاں مؤلف اکسیر اعظم۔ مفتی سعد اللہ مولوی عالم علی مراد آبادی۔ مولوی فیض الحسن سہارنپوری۔ مولوی فیض الحسن پنجابی مولوی فیض الحسن بنگالی وغیرہ مستند علما کو آپ کی شاگردی کا فخر ہے۔ مولوی عبدالقادر خاں غمگین اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ کتب درس گویا حفظ ہیں اور فنون ریاضی بھی خوب جانتے ہیں۔ بڑے پایہ کے عالم تھے مفتی شرف الدین ان کی وجہ سے رام پور میں آئے یہاں کے اکابر علما کو تلمذ اِن سے تھا۔ جناب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں کوئی انگریز چند مسائل ریاضی کے حل کرنے کے لئے یہاں آیا اور نواب صاحب سے کہا کہ کوئی ریاضی داں ہو تو اُس سے حل کرا دیجیے۔ چنانچہ آپ نے وہ مسائل حل کر دئے وہ اُن کو اپنے ساتھ معقول تنخواہ پر باہر لیجانا چاہتا تھا۔ مگر نہ گئے۔ ریاست سے جو وظیفہ مقرر تھا۔ اُسی میں گذر کرتے تھے۔ شاگردوں سے تحائف لینے میں عار تھی ایک کتاب مجمع الصیغ بزبان فارسی اور دوسری کتاب سالہ غایۃ البیان کی شرح بزبان فارسی تصنیف کی مولوی نظام الدین خاں شوانی بیان کرتے تھے کہ اکثر کتب درسیہ پر اپنے ہاتھ سے جابجا مشکل مقامات پر حاشیہ لکھدیتے تھے۔ آپ کا سجع۔ ہو الغفور الرحیم ہے۔ ستر برس کی عمر میں بارہ سو چونتیس ہجری (۱۲۳۴ھ) میں رام پور میں انتقال کیا۔

اور اپنے مکان کے دروازہ کے آگے مسجد کی دیوار کے نیچے دفن ہوئے۔ انگوری باغ کے پاس وہ مسجد ہے۔ مزار سڑک میں آگیا۔ سڑک بناتے وقت کسی نے خیال نہیں کیا۔ اولاد کثیر تھی لیکن کوئی عالم نہیں ہوا۔ رام پور میں اس قوم کے دو گھرانے ہیں۔ ایک کرتولی جو کیت والی مسجد کے پاس موجود ہیں۔ دوسرے بڑتوی جو محلہ باغ کرم خاں (جسکو اب انگوری باغ کہتے ہیں۔) محلہ ٹھوٹر اور محلہ مدرسہ گمنہ میں آباد ہیں۔

حکیم عبدالرحیم خاں

فرزند سوم حکیم شاہ نواز خاں مرحوم۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے طب پڑھی اور انھیں کی خدمت میں مطب کیا۔ اپنے والد کے انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال کی تھی۔ اور مستقل طور پر مطب کرتے تھے۔ حکیم علی حسین خاں لکھنوی اور حکیم ابراہیم خاں لکھنوی سے بھی استفادہ کیا۔ گیارہ برس تک شفاخانہ تحصیل ٹانڈہ ریاست رام پور میں ملازم رہے۔ شیخ علی حیدر پیشکار ٹانڈہ سے ناچاقی ہو گئی۔ اس لیے ترک ملازمت کر کے اپنے مکان پر مطب کرتے رہے کچھ مدت تک صاحبزادہ سید صفدر علی خاں صاحب بہادر کے معالج رہے۔ ۱۸۹۲ء میں ریاست خیر پور سندھ میں خاص نواب صاحب کے طبیبوں میں ملازم ہوئے۔ وہاں تین سال کے بعد اعلیٰ حضرت بندگان حضور پرنور نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہم کے حکم سے عنایت اللہ خاں مرحوم نے طلبی میں تار بھیجا فوراً رام پور میں حاضر ہو گئے۔ سرکار فیض آثار میں اطبا میں ملازم رہے۔ شفاخانۂ خاص سے تعلق تھا۔ بحالت قیام خیر پور سندھ پنڈت موتی رام دید سے ہندی رس رسائن میں مہارت تامہ حاصل کی عام طور پر بلا کسی معاوضہ کے مطب کرتے تھے۔ باز کی شناخت اور اُس کے پالنے میں بھی مشاق تھے۔ ۴۔ دسمبر ۱۹۲۶ء کو رام پور میں انتقال ہوا۔ آپ کے فرزند اکبر ڈاکٹر عبدالحکیم خاں ۱۸۵۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ برٹش برما کے شفاخانہ میں ملازم ہیں۔ فارسی۔ انگریزی۔ لاطینی بنگالی۔

برمی۔ زبانیں جانتے ہیں۔ رنگون میں شادی کر لی ہے۔ صاحب اولاد ہیں۔ فرزند اصغر محمد ابراہیم خاں دواخانۂ خاص رام پور میں نائب منصرم ہیں۔

مولوی سید عبدالرحیم خاں

ابن[1] مولوی سید محمد گل خاں شوانی ابن سید مولوی عنایت اللہ خاں شوانی نجیب آباد سے اپنے والد کے ہمراہ حافظ رحمت خاں کے ہاں گئے۔ اور وہاں سے آکر رام پور میں محلہ فیل خانۂ کہنہ میں مقیم ہوے۔ اُسی محلہ میں انتقال ہوا اور وہیں کے قبرستان میں مزار ہے علوم عربیہ اور فیضانِ باطنی اپنے والد سے حاصل کیا تھا۔ نکاح نہیں کیا تھا۔

حکیم حافظ عزیز محمد خاں

ولد مولوی حکیم تفضل حسین خاں تخلص ترقی ساکن رام پور ملازم حیدر آباد دکن۔ قوم پٹھان رام پور میں محلہ عصمت خاں کی املی میں رہتے ہیں رام پور میں پیدا ہوے علوم عربی صرف نحو۔ و معقول وغیرہ اپنے والد سے حاصل کیے۔ طب مولوی ہادی رضا خاں تخلص ماہر لکھنوی سے حاصل کی۔ اور ۳۱ جنوری ۱۹۱۳ء کو سند طبابت ملی۔ کچھ دنوں حیدر آباد دکن کے دفتر فوجی میں ملازم رہے اب فن طبابت ذریعہ معاش ہے۔ اس وقت کہ اگست ۱۹۱۵ء ہے عمر تخمیناً تیس ۳۰ سال کی ہے۔

مولوی حکیم عبدالرزاق خاں تخلص شائق

ولد مولوی حکیم غلام اکبر خاں عرف کلو خاں رام پور میں محلہ کھاری کنویں میں پیدا ہوے فارسی کتابیں شیخ احمد علی سے اور کتب عربی و طب اپنے والد اور اپنے برادر کلاں حکیم عبدالکریم خاں سے پڑھیں۔ درس تدریس کا سلسلہ نہایت کم تھا۔ عدالتہاے رام پور میں وکالت کرتے تھے۔ اور مطلب کا بھی کچھ سلسلہ تھا۔ کبھی کبھی فارسی اور اردو میں نظم بھی لکھتے تھے۔ رام پور میں تقریباً ۱۳۱۲ھ میں انتقال ہوا اور شاہ درگاہی صاحب کے

---

[1] بموجب تحریر مولوی محمد مجتبیٰ خاں ممبر کونسل ریاست اندور۔

احاطہ میں دفن ہوئے۔ اولاد ذکور کوئی نہیں ہے۔

ملا عبد الرزاق

قوم کے پٹھان ۱۲۳۱ھ میں زندہ تھے۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ ثقہ تھے۔ مگر میں نے اُس حالت میں دیکھا کہ شیخ فانی تھے۔ اور اُنکے بیٹے محمد علی پرگنہ کی تحصیل اور تشخیص کا کام کرتے ہیں۔

قاری عبد الرزاق خاں

ولد مولوی حافظ محمد عبد اللہ خان عرف حافظ کلاں۔ قرآن شریف کے اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ ۱۸۵۷ء سے قبل تجارت پر گزر تھی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ہرات اور قندھار کو بغرض تجارت گئے۔ اثناء راہ میں امیر خداداد خاں فرمانده قلات سے ملے۔ تجارت چھوڑکر اُن کی فوج میں رسالہ کے جمعدار ہوئے۔ اُنھیں جب قرأت کا علم ہوا تو امیر نے اپنے فرزندوں کی تعلیم پر مقرر کیا۔ اور تین سو سواروں پر رسالدار کر دیا۔ تقریباً بیس سال تک خان قلات کے مورد عنایت رہے۔ پھر وہاں سے ترک تعلق کرکے رام پور چلے آئے۔ شاہجہاں پور کے ضلع میں گاؤں خرید لیا۔ اور تجارت کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ اس کے بعد چندوسی میں مع اہل وعیال سکونت اختیار کی۔ اور کھنڈ سال کی تجارت کرتے رہے۔ اخیر میں اس سے بھی دست کش ہو گئے۔ ۱۳۱۳ھ میں چندوسی میں انتقال کیا۔ مولوی محمد عبد الجبار خاں آصفی منتظم محکمۂ صدر المہام صرف خاص نظام حیدر آباد دکن آپ کے فرزند ہیں۔

اخوند عبد الرزاق

یہ بزرگ ولایتی تھے۔ اول میں قلندر خاں کے گھیر میں آم والی مسجد میں رہے۔ پھر وہاں سے اسی محلہ کی دوسری مسجد میں چلے گئے۔ آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی اس محلہ میں بہت شہرت ہے۔ بلاسپور دروازہ کے قریب سڑک سے جنوب

کی جانب مزار ہے۔ انکا انتقال تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہوا۔

مولوی حکیم حاجی محمد عبدالرزاق خاں

ولد حکیم مولوی فیاض خاں ولد مولوی عبداللہ خاں اخوند بلاسپور تحصیل رام پور میں پیدا ہوئے۔ اکتساب علوم فارسی ،عربی۔ وطب کے بعد حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ سورت میں میر غلام بابا نے مدت تک بہت عزت و امتیاز سے رکھا۔ پھر جوناگڈھ کی ریاست میں آئے۔ نواب مہابت خاں بہادر نے سو روپیہ ماہانہ مقرر کردیا پینتیس ۳۵ سال تک جوناگڈھ میں ملازمت کی۔ علم وفضل ،تقوی وطہارت میں کامل تھے بصیغۂ سفارت رام پور میں تشریف لائے۔ تو راقم الحروف کو بھی نیاز حاصل ہوا تھا۔ بہت دیندار اور بابرکت عالم تھے۔ رجب کی ساتویں تاریخ تیرہ سو ستائیس ۲۷ ہجری (۱۳۲۷ھ) میں جوناگڈھ میں انتقال ہوا۔ اور وہاں کے سرکاری مقابر میں دفن ہوئے۔

آپ کا ایک لڑکا عبدالحی خاں جوناگڈھ میں طلب علم میں مصروف ہے۔ ریاست سے پندرہ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر ہوگیا ہے۔ آپ کے بھائی حکیم محمد یعقوب خاں نے آپکی تصانیف کتب ذیل لکھائی ہیں جو انکے ہاں موجود ہیں۔

ترجمہ اُردو عقائد النسفی تسہیل التصریف بزبان اُردو۔ کلید پارسی گردان فارسی تنبیہ القلوب المنظوم اردو۔ رسالہ حواس ۵ عقل۔ تجوید الحروف درفن قرأت طبع ہوچکی ہے۔ خواص الادویہ منظوم فارسی طب غریب نوازی قرابادین رزاقی ہیں۔

مولوی عبدالرزاق خاں تخلص طالب

ابن عبدالعزیز خاں۔ قوم پٹھان مردان خاں کے گھیر کے متصل مکان ہے رام پور میں بارہ سو پچپن ہجری (۱۲۵۵ھ) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام نظر علی ہے۔ صغر سنی میں یتیم ہوگئے۔ اسلئے کوئی تعلیم نہیں ہوئی۔ مگر درویشوں کی خدمت کا ابتدا ہی سے ذوق تھا۔ فدا علی نامی ایک درویش پیر برخوردار صاحب کے مزار پر مقیم تھے۔

آپ ان کی خدمت میں بھی جاتے تھے۔ وہ ہمیشہ حصول علم کی ترغیب دلاتے تھے۔
ایک جلسہ میں کسی رنڈی کا ذکر تھا۔ کہ وہ صاحب علم ہے۔ اِس تذکرہ نے خاص اثر
طبیعت پر پیدا کیا۔ یہ خیال راسخ ہوگیا۔ کہ علم کی بدولت رنڈی بھی روشناس ہو
اور حیف ہو کہ میں بیعلم رہوں۔ اس وقت دس بارہ سال کی عمر تھی۔ حکیم عبدالخالق
مرحوم سے ابتدائی کتابیں شروع کردیں۔ اس کے بعد شیخ احمد علی مرحوم سلم الثبوت
استاد کی خدمت میں درس کی انتہا تک تکمیل کی۔ شیخ صاحب کو بھی آپ کی استعداد
کی وجہ سے نہایت شفقت تھی۔ جناب نواب سید علی خاں بہادر خلد آشیاں کے عہد میں
علی غول کے رسالہ میں سپاہیوں میں چار روپے کے ملازم ہوئے۔ فوجی خدمت
معاف تھی۔ کچھ زمانہ کے بعد مفتی بشیرالدین مرحوم نے آپ کی علمی لیاقت۔ دیانت اور
اور تقدس کی وجہ سے اپنی عدالت دیوانی میں سرشتہ دار مقرر کرنا چاہا۔
مگر آپ نے بہت اصرار کے بعد اِس ملازمت کو قبول کیا۔ جب مفتی صاحب عدالت سے
علیٰحدہ ہوئے۔ آپ نے خود ملازمت ترک کردی۔ غالبًا تیرہ سو چار ہجری میں مدرسہ عالیہ
ریاست میں فارسی مدرس مقرر ہوئے۔ اُس زمانہ میں شمس العلما مولانا عبدالحق خیرآبادی
ڈائرکٹر اور ممتحن مدرسہ قرار دئے گئے۔ آپ کی لیاقت کا مولانا پر یہ اثر پڑا کہ وہ بھی
روز بروز آپ پر لطف فرمانے لگے۔ مدرسہ عالیہ کا فارسی نصاب آپ ہی نے بنایا تھا
فروری ۱۹۰۱ء میں آپ نے ترک تعلق کردیا۔ اور خانہ نشین ہوگئے۔ مفتی محمد لطف اللہ
مرحوم نے اپنے مدرسہ انوار العلوم میں آپ کو باصرار بلالیا۔ چند روز تک اس میں رہے
پھر اس تعلق کو بھی ترک دیا۔ بیگم صاحبہ بھوپال نے طلب کیا وہاں بھی انکار کردیا۔
شاگردوں کی تعداد سیکڑوں پر ہے۔ جدید فارسی کتابیں بھی خوب پڑھاتے تھے۔
کتب درسیہ فارسی پر دوران درس بہت حواشی لکھے۔ ایک طالب علم ستعار لیکر
فرار ہوگیا۔ تصانیف میں میزانِ سخن منظوم فارسی میں عروض کو تفصیل لکھا ہے۔

رام پور میں چھپ گئی ہی۔ اور مدرسۂ عالیہ کے نصاب میں داخل بھی ہی حدیقۃ البیان میں حدایق البلاغہ کے باب تشبیہہ استعارہ کی شرح لکھی ہی۔ اور اسکے مصنف نے جو اعتراض قدما کے کلام پر کئے ہیں ان کا رد کیا ہی یہ بھی چھپ گئی ہی۔

ایک کتاب اُردو زبان میں فارسی صرف و نحو کے متعلق لکھی ہی۔ وہ غیر مطبوعہ ہے۔ نظم و نثر فارسی اور اردو دونوں لکھے ہیں۔ مگر کلام کو جمع نہیں کیا۔ کچھ کلام مولوی ضیاء اللہ خاں افسر آوٹ فرزند عطاء اللہ مرحوم نے جمع کر لیا ہی۔ ایک صاحب نے چاہا کہ آپ کو بحضور نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ لیجائیں۔ آپ نے نہایت کوشش سے اپنی جان بچائی۔ حالت ملازمت میں بھی اپنے نفس پر خرچ کم کرتے تھے۔ اور خیرات زیادہ کرتے تھے۔ اُس کے بعد بھی جو کچھ پاس تھا۔ وہ فقرا کا حصہ تھا مولانا سید منصور علی مرحوم کی صحبت سے فیض باطنی پایا۔

اخلاق و مروت میں بیمثل تھے۔ اپنے حالات لکھانے میں بھی عذر کیا۔ اور فرمایا گمنامی میں رہنا چاہتا ہوں۔ نماز با جماعت ادا کرتے تھے اور سنت نبوی کی پابندی بدرجۂ کمال تھی۔ افسوس ۱۹۔ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو انتقال فرمایا۔

د اِس سال بوجہ رویت ماہ ذی الحجہ مطبوع جنتریوں سے تاریخوں میں اختلاف ہی ا

مولانا عبد الرشید مجددی

فرزند حضرت شاہ احمد سعید ابن حضرت شاہ ابو سعید۔ لکھنؤ میں جمادی الآخر کی دوسری تاریخ بارہ سو سینتیس ہجری (۱۲۳۷ھ) میں ولادت ہوئی آپ کے جد امجد کو آپ سے نہایت محبت تھی۔ اُن کے پاس ہی سویا کرتے تھے۔

جسوقت وہ تہجد کو اُٹھتے یہ بھی اُٹھتے تھے۔ دس برس کی عمر نہیں ہوئی تھی کہ کلام اللہ حفظ ہو گیا۔ سات برس کی عمر میں آپکے دادا نے ۲۷۔ رمضان کو بعد نماز تراویح

آپ کو اور اپنے فرزند اوسط شاہ عبد الغنی کو بیعت فرمایا۔ اور حکم دیا کہ برابر حلقہ میں حاضر ہوا کریں۔ بعد حفظ قرآن شریف صرف و نحو مولوی حبیب اللہ ملتانی سے اور علوم معقول مولوی فیض احمد دہلوی سے پڑھے۔ اکثر کتابیں فقہ۔ اصول حدیث و تصوف مثل رشحات۔ نفحات۔ مکتوبات۔ مجدد الف ثانی مثنوی مولانا روم۔ فصوص الحکم۔ عوارف المعارف۔ آداب المریدین رسالہ قشیری وغیرہ مرات ورایات بقرأت و سماعت اپنے والد سے پڑھیں کتب حدیث مولوی مخصوص اللہ ولد اکبر مولانا رفیع الدین اور مولانا محمد اسحٰق محدث سے پڑھیں بعد فراغ علوم ظاہری سلوک بجد دیہ طے کیا۔ بمشکل والد سے اجازت لیکر سنہ ۱۲۵۶ھ میں حج کو تشریف لے گئے۔ آپ کے والد شہر کے دروازے تک رخصت کرنے آئے۔ حضرت شاہ غلام علی کا عطیہ عمامہ۔ کلاہ و قمیص اپنے ہاتھ سے جلسۂ عام میں پہنا کر خلافت عطا کی۔ مکہ معظمہ میں اجازت حدیث شیخ عبداللہ سراج شیخ العلما مکہ سے حاصل کی۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر دہلی آئے۔ تو والد بغل گیر ہو کر ملے۔ غدر سے پہلے آپ کے والد نے رام پور کو صفر سنہ ۱۲۷۳ھ میں بغرض بیعت نواب خلد آشیاں روانہ کیا۔ آپ کے فرزند شاہ محمد معصوم بھی ہمراہ تھے۔ نواب صاحب مرحوم نے تعلیم باطنی حاصل کی۔ اور شہر کے بہت لوگ مرید ہوے۔ نواب فردوس مکاں نے ملنا چاہا مگر آپ نہیں ملے۔ ایک ماہ کے قیام کے بعد دہلی تشریف لائے۔ ایام غدر میں اپنے والد کے ہمراہ ہجرت کی اور مدینہ میں قیام پذیر ہوے۔ والد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ ہزاروں بندگانِ خدا کو تلقین کی ممالک اسلامیہ میں اکثر جگہ آپ کا سلسلہ جاری ہو۔ انتقال سے پانچ چھ سال پہلے سے ہر سال حج کو جاتے تھے جب عمر پورے پچاس سال کی ہوئی تو تیس سال کا بعت اہتمام کیا۔ ہمراہوں کو تاکید کی تھی کہ سوائے عبادت کے کوئی کام نہ کریں۔ اور کسی کا ذکر خواہ بخوبی یا بدی نہ کریں۔ اگر کریں تو اُن پر جرمانہ مقرر کیا تھا۔

ذی الحجہ کی بارھویں تاریخ قریب عصر منا سے مکہ میں آئے۔ اپنے فرزند میاں محمد معصوم سے پہلے فرمایا تھا کہ ہندوستان کو بعد حج جانا۔ اب صاحبزادے نے دریافت کیا کہ سفر کی نسبت کیا ارشاد ہو فرمایا شیخ ارادہ کرو نہیں معلوم دو دن بعد کیا ہو۔ اُسی وقت اپنے ہاتھ سے ایک خط نواب خلد آشیاں کو لکھا تقسیم روپے کی وکالت حرمین میں فقیر سے اب ممکن نہیں۔ کسی اور کو وکیل کردو۔ چنانچہ وہ روپیہ میاں محمد معصوم نے بعد انتقال تقسیم کیا۔ چودھویں ذی الحجہ کی شب میں مرض شروع ہوا۔ بخار اور درد سر تھا۔ ہر وقت مرض کی شدت ہوتی تھی۔ سکرات موت میں بار بار مسکراتے تھے۔ غرضکہ منگل کے دن ذی الحجہ کی سولھویں تاریخ بارہ شاسی ہجری (سنہ ۱۲ھ) میں عصر و مغرب کے درمیان انتقال ہوا۔ اور جنت المعلا میں قریب روضہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بجانب پائین دفن ہوئے۔

حافظ عبد الرشید

قوم افغان سنہ ۱۲ھ کے قریب زندہ تھے۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ طبع دشوار پسند ہے۔ تمام فنون کو چند بار تحقیق کرکے پڑھا مگر ان کے قلب معترض کو اطمینان نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہندسیات میں مشکوک ہیں اور لزومیات کو اتفاقیات ظاہر کرنا اُن کے نزدیک سہل ہے۔

مولوی سید عبد الصمد خاں

ابن[1] مولوی سید محمد گل خاں ستواتی ابن مولوی سید محمد عنایت اللہ خاں اپنے والد کے ہمراہ نجیب آباد سے حافظ رحمت خاں کے پاس بریلی گئے اور وہاں سے رام پور آکر محلہ فیل خانہ کہنہ میں مقیم ہوئے۔ ملا اظرف خاں کی بھتیجی محمد علی خاں کی بیٹی مسماۃ ذی النور سے شادی کی اور اپنی سسرال میں محلہ مدرسہ کہنہ میں تاحیات مقیم

---

[1] از تحریر مولوی محمد مجتبیٰ خاں ممبر کونسل اندود۔

رہے۔ جناب نواب سید احمد علی خان صاحب بہادر نے وظیفہ مقرر کردیا تھا۔ طلبا کو پڑھاتے تھے۔ خود اپنے والد سے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کئے تھے۔ شکار میں نواب سید احمد علی خاں بہادر کے ہاتھی کو شیر نے پکڑ لیا۔ آپ ساتھ تھے۔ شیر کو مار ڈالا۔ نواب صاحب نے اپنی خاص تلوار فیض محمد عرف فیضا کے ہاتھ کی بنی ہوئی عطا کی۔ یہ تلوار اب تک اُن کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ مولوی عبدالرب۔ مولوی خلیل الرحمٰن آپ کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔ بعد انتقال کے اپنے مکان کے سامنے محلہ مدرسۂ کہنہ میں دفن ہوئے۔

حکیم عطاء اللہ تخلص غمین

صاحب تذکرہ تکملۃ الشعراء لکھتے ہیں کہ حکیم غلام رسول حکمت خاں کے بیٹے ہیں قریشی نسب ہے۔ حکیم غلام رسول قابل اور فاضل شخص کشمیر کے رہنے والے اور نواب غازی الدین خان فیروز جنگ کے مصاحب تھے۔ اور چند روز جناب نواب فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے بھی ملازم رہے۔ محمد حسن فانی شاعر اور درویش کامل طاہر غنی کے اُستاد اور صاحب دیوان کے اولاد سے ہیں۔ جنکا مزار کشمیر میں مشہور ہے۔ حکیم عطاء اللہ اب رام پور میں مقیم ہیں۔ یہیں نشو و نما ہوئی ہے۔ نہایت خوش خلق۔ حلیم۔ طالب علم مستعد اور حکیم ہیں۔ ذہن صائب اور فکر مناسب ہے۔ شاہ قدرت اللہ بلیغ کے شاگرد ہیں۔ اُردو اور فارسی دونوں میں شعر کہتے ہیں۔ جو کلام خود اپنے ہاتھ سے لکھکر دیا وہ درج ہے۔ پہلے انتظار تخلص تھا اب غمین تخلص ہے۔ انتہیٰ۔ مذہب اثنا عشری تھا۔ تاریخ قتل مسٹر چیری جسکو وزیر علی معزول سلطان لکھنؤ نے قتل کیا تھا۔ کیا خوب لکھی ہے۔

ہاتف غیب گفت بے سر درد　　　سال وے فتنۂ جہاں خوابید

فتنۂ جہاں خوابید کے اعداد ۱۲۱۷ ہیں۔ دال کے چار عدد کا تخرجہ ہے ۱۲۱۳ھ ہوئے۔

مثل[1] اپنے باپ کے یہ بھی حکما میں ملازم جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے تھے۔ فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے واسطے دوا اُن کی والدہ تیار کیا کرتی تھیں جو عطار کے ہاں سے دوا ان کی والدہ کے مہری رقعہ سے آتی تھی۔ اور یہ نواب صاحب کو دوا پلاتے تھے۔ ایک روز مرزا بو علی کی شرارت سے جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کو (۱۲۰۶ھ تا ۱۲۰۶ھ) چار میں خربق سیاہ ڈالکر پلا دی تھی۔ حکیم احمد علی انصاری کے حالات میں مفصل واقعہ درج ہی۔

خلد بیمثال نامی ایک مجموعہ میں کلام فارسی ردیف وار الاساتذہ کا جمع کیا ہی ۶۵۴ صفحہ ہیں۔ خطبہ منظوم لکھا ہے۔ کہ جناب نواب احمد علی خاں بہادر کے حکم سے مجمع کیا ہی نام تاریخی ہی۔ جس سے ۱۲۶۷ھ نکلتے ہیں۔ خاتمہ منظوم میں اپنا نام لکھا ہی۔

مرزا غلام احمد حسن کا بھی اِس تذکرہ کے متعلق ذکر کیا ہی کتب خانہ ریاست میں موجود ہی۔

آپ کا اُردو دیوان استی صفحہ کا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

غزل ربعیاں اُردو وسلام بھی ہیں۔ اِس دیوان میں مصنف نے حاشیہ بر اور درمیان میں خود کہیں کہیں شعر بڑھائے ہیں۔ کہیں ایک مصرعہ بھی ہے۔ کہیں بیاض سادہ ہی۔ حافظ شیخ الاسلام نے فارسی میں ایک مختصر رنگین عبارت کا دیباچہ مصنف کی حیات میں لکھکر لگایا ہی۔

مولوی عبدالعزیز خان

ولد حاجی جرہ یار خاں سواتی۔ رام پور میں بعہد جناب نواب سید احمد علی خاں پیدا ہوئے۔ مفتی شرف الدین اور مولوی جلال الدین اور مولوی عبد القادر جیف سے کتب درسیہ پڑھیں۔ نواب فردوس مکاں نے مولوی فضل حق خیرآبادی سے

[1] انتخاب یادگار ،فصول فیض اللہ خانی۔

یہ شرط کی تھی کہ کتاب کی عبارت ہم نہیں پڑھیں گے۔ قرات کتاب پر مولوی صاحب کا تقرر ہوا اور مدرسۂ عالیہ رام پور میں مدرس ہوئے۔ ایک مدت تک درس و تدریس کی۔ اسکے بعد گوالیار میں مولوی غلام ناصر خاں کے توسط سے سررشتہ دار عدالت دیوانی و فوجداری ہوئے۔ بعد انتقال منشی جان علی خاں انکی جگہ ناظم مقرر ہوئے اور راہ اعلا حسب کھنکلے سے کچھ رنج ہوگیا اسلیے استعفا داخل کر کے رام پور چلے آئے۔ نواب خلد آشیاں کے عہد میں سنگین کھیڑہ کے تھانہ دار مقرر ہوئے۔ اور پھر مدرسۂ عالیہ رام پور کے متولی ہوئے۔ تولیت کے زمانہ میں میاں حسن شاہ محدث سے صحاح ستہ پڑھے۔ پھر بھوپال میں جاکر تحصیلدار ہو گئے اور بھوپال ہی میں انتقال ہوا۔ ره کا موجود ہی۔ مگر خواندہ نہیں ہی۔ محلہ راج دوارہ میں مکان ہی۔ انکے داماد اور بھانجے مولوی عبدالرشید خاں سابق مدرس اول مدرسۂ طبیہ دہلی اور حال طبیب خاص جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہم ہیں۔

مولوی عبدالعزیز سنبھلی

انھوں نے مولانا فضل حق خیر آبادی سے علوم معقول حاصل کیے۔ دیگر علوم میں بھی کامل تھے اصلی وطن سنبھل تھا بریلی میں تا ہنی ٹولہ میں دس بارہ برس ملازم رہے سنبھل کے مدارس میں بھی نوکری کی رام پور میں آکر بریلی دروازہ کے قریب مولانا جلال الدین کے مزار کے متصل ایک خام مسجد میں حسبۃً للہ درس دیا کرتے تھے۔ طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ اور کتابیں بہت خوبی سے پڑھاتے تھے۔ اخیر میں جذام ہوگیا تھا۔ رام پور ہی میں انتقال ہوگیا اور یہیں دفن ہوئے۔ سنہ وفات معلوم نہیں ہوا۔ تقریباً ۱۲۸۰ھ تک زندہ رہے۔

مولوی عطاء اللہ خاں ایف۔ اے

ولد حافظ عنایت اللہ خاں ولد مولوی رفیع اللہ خاں اخون سواتی ساکن محلہ گھیر الف خاں ۱۲۶۰ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد کی کتابیں بھی حمد اللہ تک نکلی ہوئی تھیں۔ مولوی عطاء اللہ خاں نے کل کتابیں درسیات

عربی اپنے چچا مولوی ہدایت اللہ خاں مہتمم مدرسہ حنفیہ جونپور سے پڑھیں۔
انگریزی تعلیم میں بی۔اے کے امتحان میں شریک ہوئے مگر کامیاب نہوئے۔
پھر کوشش نہ کی۔رام پور آکر اردو مڈل اسکول کی ہیڈ ماسٹری قبول کرلی۔
کئی سال اس خدمت پر رہے۔اب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں ہیں کسی عادت،
طرز اور لباس سے انگریزیت کی بو نہیں آتی نہایت متقی۔پرہیزگار۔تہجد گزار
ہیں۔سید شاہ ابوالحسن صاحب مارہروی سے بیعت ہیں۔دنیا میں کسی سے
غرض نہیں خدمت سرکاری انجام دیکر گھر پر درس دیتے ہیں اور ہمہ تن زہد
وتقوی ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مرزا عبد اللطیف عرف محمد تقی خاں کمال الدین خاں تخلص شجر

ولد مرزا خسرو خاں۔قوم زند۔قزوین کے رہنے والے۔اتفاق زمانہ سے ہندوستان
آئے۔فارسی ترکی مادری زبان تھی۔عربی میں دستگاہ کامل تھی تقریباً ہندوستان
میں چالیس سال رہے۔مگر اردو بولنا نہیں آئی خط نستعلیق اور شفیعا میں یدطولی تھا۔
لسان الملک مرزا محمد تقی خاں سپہر مؤلف ناسخ التواریخ کے شاگرد تھے۔
ابتدا میں وطن سے قسطنطنیہ گئے چند سال سفارت خانہ شاہ ایران میں ملازم رہے۔
پھر وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ہندوستان میں آئے
تو حیدر آباد گئے وہاں ملازمت کی امید تھی کہ ضیق النفس کا دورہ ہوا۔
جے پور جاکر حکیم سلیم الدین خاں کے علاج سے صحت پائی۔مختلف شہروں میں
پھرے ہر جگہ اُن کے کمال کی قدر تھی۔
بھوپال میں بزمرۂ شعرا ملازم ہوئے۔نواب صدیق حسن مرحوم سے مخالفت
ہوئی۔یہ مرزا یڈنسی کے رازدار بن گئے اسلئے ۶۔جمادی الاخری ۱۳۰۲ھ میں
بھوپال سے ترک تعلق ہوگیا۔پٹنہ ضلع علی گڈھ اور ہندوستان کے دیگر اطراف

میں پھرتے رہے۔ ضلع علی گڈھ میں نواب مزمل اللہ خاں صاحب اور مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب نے قدردانی کلی فرمائی۔ مدتوں وہاں رہے۔ رؤسائے ضلع علی گڈھ کے محامدین جو قصائد لکھے تھے وہ ۱۳۱۸ھ میں مطبع ولگداز میں طبع ہو چکے ہیں آخیر میں رام پور آئے۔ عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ نے سو روپے تنخواہ مقرر کردی۔ پھر رام پور سے گو مہینہ دو مہینے کو سال میں باہر جاتے تھے مگر مستقل سکونت رام پور ہی میں تھی۔ اور مرتے وقت تک تنخواہ جاری رہی۔

ترکی زبان کی تاریخ عینی کو فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ چار ضخیم جلدیں میں نے دیکھی تھیں۔ اور ابھی کتاب ناتمام تھی۔

اتفاق سے بغرض سفر رام پور سے بریلی کو روانہ ہوے۔ رام پور سے گاڑی کے روانہ ہوتے ہی یک بیک طبیعت بگڑ گئی۔ نوکر نے رام پور سے دوسرے اسٹیشن پر تحصیل ملک کے اتار لیا۔ اور وہیں فوراً مر گئے۔ نعش رام پور آئی۔

اہل محلہ اور دوستوں نے ۱۳۲۵ھ میں رام پور میں دفن کیا۔ میجر افضل خاں صاحب جاورہ والے ان کے شاگرد رشید تھے۔ بازار کے قرضہ سے انکے بچانے کے لئے کل اثاث البیت اپنے گھر لے گئے۔

جب افضل خاں کا سامان نیلام ہوا تو اُس میں سنجر کا ناتمام دیوان دست مصنف کا لکھا ہوا علاوہ کتب خانہ ریاست کے لئے دس روپے میں راقم الحروف نے خرید کر داخل کتب خانہ کر دیا۔ باقی کوئی اور کتاب نہیں ملی۔

ترکی کتاب کے فارسی ترجمہ کا پتا نہیں چلا۔

تصانیف سنجر

دستور سخن فارسی۔ ۴۰ صفحہ کا رسالہ حیدر آباد دکن میں ۱۲۹۶ھ میں چھپا ہے اور مختار الملک اعظم کے نام معنون کیا گیا ہے۔ قواعد فارسی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

کارستان اتفاق فارسی۔ نام تاریخی ہے۔ جس سے ۱۳۱۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔
بانکے پور میں جسٹس سید شرف الدین صاحب نے چھپوایا ہے۔
سنہ ۱۳۱۴ھ میں مابین ایران اور ترک جو اتحاد قائم ہوا تھا۔ اسکی خوبیاں
نظم و نثر میں لکھی ہیں۔

مولوی عبد العزیز

صاحب تاریخ جام جہاں نما فارسی نے نواب سید محمد علی خاں بہادر خلف نواب سید
محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے قتل کے متعلق آپ کا نام لکھا ہے قوم کے پٹھان
تھے۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے جس وقت انکو
دیکھا شغل تعلیم ترک کر چکے تھے۔ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر انکی تقریر سے
جودت ذہن ظاہر تھی یہ زمانہ ۱۲۱۴ھ کا ہے۔

مولوی عبد العلی خاں

ولد ملا عبد الرحیم خاں ابن مولوی حاجی محمد سعید تیراہی۔ بارہ سو تین ہجری میں
رام پور میں پیدا ہوئے۔ ھو العلی العظیم مادۂ تاریخ تولد ہے۔ علم و فنون عربی
میاں مدن۔ اپنے والد۔ مفتی زبردار مولوی غفران سے حاصل کئے۔ رام پور میں
سنا ہے کہ مفتی عدالت بھی ہو گئے تھے۔ شاعری کا بھی ذوق۔ علی تخلص کرتے تھے۔
اُردو کا ایک شعر آپ کا ملا ہے۔

جو کچھ تجکو خدا کا خوف و ڈر ہے
علی نادِ علی کو حرز جاں کر

عربی نظم میں اپنے فرزند مولوی عبد الغنی خاں کو مخاطب یوں کیا ہے۔

فاجھد بطاعتہ واقصد بمرضہ
واتبع ماعن القران مفھوم

واستغفر دنیا وحرسائلا ابدا
ولاتقنط فانت مھدہ بحوم

آپ کی صاحبزادی مولوی نظام الدین ابن مولوی عبد الصمد کو منسوب تھیں

نہایت مغلوب الغضب تھے۔ بارہ سو اٹھتر ہجری (۱۲۷۸ھ) میں انتقال کیا۔ اور اپنے مکان کے متصل مسجد واقع محلہ مدرسۂ کہنہ میں دفن ہوے۔ قاسم علی خاں۔ مولوی یعقوب علی خاں۔ مولوی عبدالغنی خاں۔ اور حافظ محمد عنایت اللہ خاں چار فرزند یادگار چھوڑے۔ قاسم علی خاں درویش صفت اور حافظ عنایت اللہ خاں سپاہی منش تھے۔ دونوں کی اولاد اب باقی نہیں رہی۔

مولوی عبدالعلی خاں ریاضی داں

ولد یوسف خاں ساکن محلہ راجدوارہ رام پور میں پیدا ہوے۔

ابتداءً مولوی حیدر علی ٹونکی سے کسب علوم کیا۔ اس کے بعد مفتی شرف الدین ملا عبدالرحیم خاں۔ مولوی رفیع اللہ خاں وغیرہ سے علوم حاصل کئے اسکے بعد دہلی کو شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں جاکر حدیث کی اور حکیم صادق علی خاں سے طب کی تکمیل کی۔ جناب نواب سید محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ نے جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں کی تعلیم کے واسطے بسفارش عبدالرحمٰن خاں مولوی جلال الدین نابینا۔ اور مولوی عبدالعلی خاں صاحب تذکرہ اور مولوی محمد رام پوری کو مقرر فرمایا۔ ہر صاحب اپنے اپنے وقت پر صرف حمد اللہ کے متعلق مختلف تقریریں کیا کرتے تھے۔ فردوس مکاں کی تسکین خاطر ان تینوں علما کے بیان سے نہ ہوئی تو مولانا فضل حق دہلی سے بلائے گئے اور مولانا نے تعلیم شروع کرائی۔ مولوی عبدالعلی خاں نے بشرکت مولوی نورالنبی مولانا فضل حق سے حاشیہ قدیمہ رام پور میں پڑھا۔ ان کے شاگردوں میں مفتی عبدالقادر۔ ملا سیف الدین۔ ملا اعظم شاہ ولایتی۔ ملا اسد دلی۔ حافظ وزیر محدث۔ حافظ محمد رضا خاں۔ مولوی ثناء الدین خاں مولوی عبدالعزیز خاں ناظم گوالیار۔ حکیم یعقوب خاں۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی۔ مولوی محمد خاں۔ مولوی محمود عالم وغیرہ بہت علما صاحب فضل ہوے۔

مولوی حفیظ اللہ خاں اور منشی سعادت اللہ خاں جاورہ والوں نے بھی اُن سے پڑھا۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کو بھی پڑھایا تھا۔ مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس اول تھے۔ علاوہ مدرسہ کے مکان پر بھی کوئی وقت ریاضیات کے درس سے خالی نہ رہتا تھا۔ نہایت منکسر المزاج اور خلیق تھے۔ رسالۂ توشیحیہ پر حاشیہ بزبان۔ فارسی لکھا ہے۔ مطبع سرور قیصری رام پور میں طبع ہوا ہے۔ تیرہ سو تین ہجری (سنہ ۱۳۰۳ھ) میں انتقال ہوا اور محلہ راج دوارہ میں مولوی غلام جیلانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ دو اولادیں ذکور اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ کوئی بچہ صاحب علم نہیں ہوا۔ بڑا بیٹا مظہر حسن خاں زندہ ہے۔ اور سرکار سے بنظر قدر ما پروری وظیفہ یاب ہے۔

قطعۂ تاریخ وفات از مولانا محمد سعید حیرت

دردا کہ کرد رحلت عبد العلی مدرس — بادا نزول رحمت صبح و مسا نجاکش

چوں سال انتقالش کردم طلب ز حیرت — گفتا کہ۔ رحمت حق بادا بروح پاکش

کہیکہ دفن و کفن کے لئے نواب خلد آشیاں نے ایک سو روپے بھیجے تھے۔

مولانا عبد العلی رزاقی

فصول فیض اللہ خانی میں صاحب تالیف نے لکھا ہو کہ جامع علوم معقول و منقول مولانا عبد العلی رزاقی کو سوء القنیہ ہو گیا تھا۔ اور میں نے علاج کیا اس سے زیادہ حال معلوم نہیں ہوا۔

مولوی عبد العلی خاں

ابن[1] ملا محمد عمران ابن ملا محمد غفران۔ اپنے دادا کے شاگرد تھے۔ حافظ اور قاری تھے۔ بارہ سو ستانوے ہجری (سنہ ۱۲۹۷ھ) میں انتقال کیا۔

---

[1] تذکرہ علماے ہند۔

مولوی سید عبدالعلی

ابن مولانا سید رستم علی رام پور میں پیدا ہوئے۔ کتب عربیہ اپنے والد سے پڑھیں بحالت نوجوانی مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے اور وہاں مفقود الخبر ہو گئے۔

مولوی عبدالعلی

ولد مولوی سید احمد علی ولد مرزا محمد جان احراری۔ رام پور میں پیدا ہوئے علوم رسمی فارسی اور عربی کی تحصیل تمام کرکے اخیر میں حیدر آباد دکن میں چلے گئے مزاج میں کسی قدر جنون کا اثر تھا۔ حیدر آباد دکن میں اپنے والد کے انتقال کے بعد ڈیڑھ سو روپے کی تنخواہ ہو گئی۔ ایک شخص کے قتل کرنے سے غلب ہوا مگر مکان میں نظر بند رکھے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد نظر بندی سے رہائی ہوئی رام پور آئے۔ رام پور میں تعلیم و تعلم ترک کر دیا تھا۔ اراضی معافی موجود تھی اُس سے گزر تھی۔ محلہ پختہ پل پر آپ رہتے تھے ۱۳۳۲ھ میں رام پور میں انتقال کیا اور بادشاہ میاں کے مزار میں دفن ہوئے۔ اولاد ذکور کوئی نہیں ہے۔

مولوی عبدالغفار خاں

ولد محمد جی۔ قوم افغان۔ آپ کے والد باشندہ شاہ منصور علاقہ سرحد فرقہ اباخیل سے ہیں۔ محمد جی فقہ کی کچھ کتابیں پڑھکر رام پور آئے اور یہاں مولوی مفتی عبدالواجد ملا غفران مولوی محمد علی علماء رام پور سے اکتساب کیا اور یہیں شادی کر لی۔ فیض احمد خاں صاحب رئیس دناولی نے اپنے رفقا میں شامل کر لیا۔ ۱۸۵۷ء میں مولوی عبدالجلیل علی گڈھی کے شریک ہو کر انگریزوں سے لڑ کر شہید ہوئے۔ او رمتصل جامع مسجد علی گڈھ گنج شہدا میں مزار ہے۔ والد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر ایک سال کی تھی۔ اپنے نانا مرزا باقی بیگ

لہ تواریخ عجیبہ مولوی نثار علی رام پوری۔

کے زیر سایہ پرورش پائی۔ صرف و نحو مولانا عالم علی محدث مرادآبادی سے۔
اور کتب معقول میبذی اور ملا حسن تک حافظ عنایت اللہ خاں خلیفہ مولانا
ارشاد حسین مرحوم سے پڑھیں۔ اور پھر مولانا ارشاد حسین صاحب کے حلقۂ درس
میں شامل ہو کر کل تکمیل عربی کی۔ علوم منقول اور معقول سے فارغ ہو کر مولانا
موصوف نے اپنے ہاتھ سے دستار بندی کی اور سند تکمیل دی۔ معقول میں
شرح اشارات تک سب کتابیں پڑھی ہیں۔ زمانۂ طالب علمی سے درس و تدریس
کا مشغلہ جاری ہے۔ برسوں یہ مصروفیت پڑھانے میں رہی کہ خانہ داری کے کام
انجام پذیر نہیں ہوتے تھے۔ بازار سے جا کر سودا نہیں لائے۔ اسلئے گھر میں کھانا
نہیں پکا۔ پڑھانے کی صورت بہت اچھی ہے۔ جب تک شاگرد کی تشفی نہ ہو جائے
رد و قدح سے پریشان نہیں ہوتے۔ شاگردوں کے ترقی علم کی ایک صورت
نکالی کہ ضعیف پہلو خود اختیار کرتے۔ اور شاگردوں سے جواب مانگتے۔
ہزاروں طلبا مختلف بلاد ہندوستان اور کابل و بخارا سے آکر فیضیاب ہوئے۔
اپنے اُستاد مولانا ارشاد حسین مرحوم سے نقشبندیہ طریقہ میں صاحب اجازت ہیں
اور ان کے صاحبزادوں کو بھی پڑھایا۔
ایک بار مدرسۂ عالیہ میں مولانا عبدالحق خیرآبادی مرحوم کے تلامذہ مولوی فیض الحسن۔
مولوی ظہور الحسن۔ مولوی عبدالعزیز وغیرہ سے جعل بسیط میں مباحثہ ہوا۔
مولوی عبدالعلی ریاضی داں حکیم تھے۔ دو روز کے مباحثہ کے بعد آپ ہی کا قول قابل
تسلیم مانا گیا۔ مسئلہ رضاعت میں مولوی عبدالعلی ریاضی داں۔ مفتی سعداللہ اور
مولوی نورالنبی سے گفتگو ہوئی۔ اور آپ برسر حق ثابت ہوئے۔ مولوی ابراہیم
آروی سے بھی گفتگو کی وہ گھبرا کر شہر سے چلے گئے۔ بعد جناب نواب سید
کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کتب خانہ میں تعلق تھا۔ انکے انتقال کے بعد

ترک تعلق کر لیا۔ اور اب تک خانہ نشین ہیں۔ جو کوئی حسبۃً للہ نذر کرے قبول کرتے ہیں۔ مگر کسی سے امید منفعت نہیں رکھتے۔ مکان پر طلبا کو پڑھاتے ہیں۔ اب ضعف بہت ہو گیا ہے۔ اس لئے پڑھانا کم کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پڑھانے میں تو اب بھی عذر نہیں ہے۔ لیکن اب طالب علم نہیں ہیں۔ جنکو پڑھاؤں۔ بغیر استعداد علمی سند تکمیل مانگتے ہیں۔ خود محنت نہیں کرتے اسلئے پڑھانے کو جی نہیں چاہتا۔ مزاج میں غصہ بالکل نہیں ہے۔ کوئی کیسی ہی سخت کلامی کرے آپ نرمی سے جواب دیتے ہیں۔ بازار سے کل ضروریات خرید کر خود لاتے ہیں بیطلق تکلف نہیں ہے۔ اظہار امر حق میں کبھی دریغ نہیں۔ سفارش کے لئے ہر وقت مستعد ہیں۔

عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام اقبالہ کو آپ سے بہت محبت ہے۔ اکثر حاضری کا تقاضا سرکار سے ہوتا ہے۔ مگر آپ کبھی کبھی آجاتے ہیں۔ آپ کے فرزند اکبر مولوی عبد الجبار خاں عرف دولھا جان خاں تکمیل علم میں مصروف ہیں۔ دو بچے صغیر السن ہیں۔ آپ کے فرزند کو ریاست سے بلاخدمت تیس روپے ماہانہ ملتا ہے۔ اور نجو خاں کے گھیر میں مکان ہے۔

حافظ سید عبد الغفار

ابن حافظ سید محمد اسمٰعیل۔ بن سید محمد یوسف۔ بن سید محب اللہ بن سید کالے گردیزی۔ بن سید یوسف ثانی بن حضرت شاہ نجم الدین بن سید نعیم اللہ شاہ بن سید عبد الملک بن سید مبارک شاہ۔ بن سید بازید شاہ۔ بن سید یحییٰ۔ ابن سید مخدوم شیخ عبد الصمد۔ بن سید احمد شاہ بن سید یوسف شاہ گردیزی۔ بن سید ابو بکر۔ بن سید قطب الدوراں معروف الزماں قصور گردیزی۔ بن سید محمد شاہ۔ بن سید احمد شاہ۔ بن علی شاہ۔ بن سید شاہ۔ بن سید حسین قطبی۔ بن سید موسیٰ شاہ۔ بن سید عبد اللہ شاہ۔ بن شیخ حمزہ شاہ داعی۔ بن سید ابو الفتاح لوعم۔ بن سید شیخ احمد شاہ

شعراتی - بن سید علی اور بعض - بن سید امام جعفر بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین - بن امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - یہ شجرہ آپ کے پوتے میاں قطب شاہ کے پاس موجود ہے - جو ریاست کے توپخانہ میں ملازم ہیں - اُن کا بیان ہے کہ سید ابوبکر مدینۂ طیبہ سے گرویز میں تشریف لائے - اور یہ مقام کابل کے گوشہ جنوب و غرب میں چند فرسخ کے فاصلہ پر ہے - اور بعض کی روایت ہے کہ سید قطبی تشریف لائے - ہندوستان میں سید کالے گرویزی افغانوں کے ہمراہ آئے - اور کٹھیر میں بریلی اور وہاں سے کسی نامعلوم وقت میں رام پور آئے -

سید عبد الغفار کی بابت صرف یہ پتا چلتا ہے - کہ اولیاء اللہ میں سے نہایت بابرکت بزرگ تھے - رام پور کا جو محلہ گھیر مولوی شرف الدین اب کہلاتا ہے - اُس میں مکان تھا - آپ کا مزار اُس محلہ کی مسجد میں ہے - آپ کے چار فرزند تھے - سید تصدق حسین - سید ابدال شاہ - سید علی حسین - سید حاجی حسن - سید تصدق حسین کے بیٹے سید تہور حسین تخلص جادو ہیں - جو بحالت درویشی ہیں - سید ابدال شاہ کے بیٹے سید قطب شاہ ملازم توپخانہ ہیں - سید علی حسین کے بیٹے سید تفضل شاہ ہیں - سید حاجی حسن کی ایک لڑکی صغرا بیگم نامی ہے -

مولوی عبد الغنی خاں

ابن مولوی عبد العلی خاں تیراہی - رام پور میں ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے علوم و فنون اپنے والد مفتی شرف الدین - مولوی غفران - مولوی حافظ غلام حسین مولوی شبراتی - مولوی محمد علی - مولوی جلال الدین - مولوی عبد العلی خاں پاضی ... مولوی عبد الحق خیر آبادی - مولوی محمد خلیل الرحمٰن - مفتی عبد الرب وغیرہ سے حاصل کئے - فارسی شاہ محمد امیر اپنے پیر و مرشد سے حاصل کی تھی - کچھ دنوں عالم پور میں وکالت کی اور پھر ریاست اودے پور کو چلے گئے - وہاں مختلف عہدوں پر

ممتاز رہے۔ ڈیڑھ سو روپے تک تنخواہ پائی۔ اور اپنے زمانہ آرام و آسایش میں رام پور کو نہیں آئے۔ اودے پور سے تیس روپے ماہانہ کی پنشن ہوئی تو رام پور آئے۔ ۱۸۹۹ء میں رام پور میں انتقال کیا۔ اور محلہ املی عصمت خاں کے قبرستان میں دفن ہیں۔ آپ کے فرزند مولوی نجم الغنی خاں ریاست اودے پور کے مدرسہ میں فارسی کے پروفیسر ہیں۔

مفتی مولوی عبدالقادر خاں تخلص غمگین

ولد مرزا محمد کرم آشنا۔ ولد مرزا احمد محدث۔ ولد مرزا محمد اسحٰق برلاس رام پور میں پیدا ہوئے۔ علمائے مراد آباد اور رام پور سے علوم و فنون فارسی و عربی پڑھے۔ رام پور میں مفتی شرف الدین اور مولانا منیر علی مرحوم سے بھی کتابیں پڑھیں۔ علم و فضل کے ساتھ شوخی بھی مزاج میں تھی۔ سنا ہے چودہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ ۱۸۰۹ء میں ضلع مراد آباد میں سرکار کمپنی کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ اجمیر۔ راجستان۔ جبلپور۔ ناگپور میں بڑے بڑے عہدوں پر ملازم رہے۔ لارڈ ولیم بنٹنگ نے مراد آباد میں صدر الصدور کر دیا۔ اور اسی وجہ سے مراد آباد میں محلہ بھٹی میں سکونت اختیار کی۔ سرکار کمپنی نے خطاب خاں بہادری اور خلعت دیا ۱۸۳۶ء میں ملازمت ترک کر کے دہلی گئے۔ دہلی میں شاہ ظفر کے پاس چھ مہینے رہے۔ ایک روز مرزا غالب سے کہا آپ کے دیوان میں یہ شعر دیکھا ہے مطلب سمجھ میں نہیں آتا شعر

پہلے تو روغنِ گل بھینس کے انڈے سے نکال پھر دوا جتنی ہے کل بھینس کے انڈے سے نکال

غالب حیران رہ گئے۔ گھر آ کر دیوان کو دیکھتے ہیں۔ پریشان ہو کر ایک ایک سے دریافت کرتے ہیں کہ بھائی یہ شعر کہاں ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے کہا کہ مولوی صاحب نے آپ کے کلام سے ظرافت کی ہے۔ دہلی سے پھر مراد آباد آئے۔ اس دوران میں جناب نواب محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ نے (۱۲۵۶ھ) لغایت (۱۲۷۱ھ) مسند نشین

ہوکر طلب فرمایا۔ ذاتی ملاقات کے علاوہ ریاست کے دیرینہ نمک خوار تھے۔ فوراً رام پور آئے عدالت دیوانی و فوجداری پر مفتی مقرر فرمایا۔ اس کے بعد مدرسۂ عالیہ کی نگرانی اور حاکم مرافعہ کے خدمات سپرد ہوئیں۔ آپ کی شادی مراد آباد کے بھٹی محلہ میں شیخ فیض اللہ فرشی کی دختر سے ہوئی۔ یہ بزرگ مفتی یونس کی اولاد میں سے تھے۔

آپ کی تصانیف میں سے ایک پندنامہ فارسی کا پتا چلا ہے۔ اور ایک روزنامچہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا جناب محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج ضلع علی گڈھ کے پاس ہے۔ روزنامچہ کی نقل راقم نے منگاکر داخل کتب خانہ ریاست کردی ہے۔ پندنامہ فارسی کے اشعار یہ ہیں (اشعار)

شکم سیر کن بادو نانِ جویں   پئے پوشش تن گلیمے گزیں
بہ گرما و سرما بہ زیرِ درخت   بسر کن کہ تے مایہ داری نہ رخت
چہ حاصل زر و سیم داری بگنج   چو باشی ز بے آبروئے بہ رنج

اُردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ تمکین تخلص تھا۔ اُردو کلام کا نمونہ انتخاب یادگار اور گلستانِ سخن قادر بخش صابر میں ہے۔ کہتے ہیں بھاکا اور مرہٹی میں بھی نظم لکھتے تھے۔ رجب کی ساتویں تاریخ بارہ سو پینسٹھ ہجری (۱۲۶۵ھ) کو رام پور میں انتقال کیا۔ اور مولانا جمال الدین علیہ الرحمۃ کے مزار میں دروازہ کے پاس بیریوں کے نیچے دفن ہوئے۔ مولوی مرزا عبدالہادی خاں اور مرزا عبدالقیوم دو لڑکے یادگار چھوڑے۔

عام طور پر مولوی عبدالقادر چیف کے نام سے مشہور تھے۔

مولوی عبدالقادر خاں

ولد حیدر علی خاں۔ پرمول خاں۔ ولد سیف الدین خاں کی اولاد میں سے ہیں۔

گھیر سیف الدین خاں میں رہتے تھے۔کتب درسیہ مولوی ارشاد حسین مجددی سے پڑھیں اور مولانا کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔اور انھیں سے بیعت تھے۔ اور خلیفہ بھی تھے۔۱۲۷۰ھ سال پیدایش ہے۔آپ کے شاگردوں میں مولوی سید گوہر علی مرحوم۔مولوی اعجاز حسین وکیل۔مولوی عبد الحمید بنگالی۔مولوی صوفی عبد الکریم بنگالی۔اور مولوی سیف الدین ولایتی مشہور ہیں۔ان کے علاوہ بہت سے شاگرد تھے۔ان کی ذاتی جائداد مواضعات منصور گنج وغیرہ تحصیل میر گنج ضلع بریلی میں ہو اُسی سے گزر تھی۔نہایت باخدا اور پرہیزگار تھے۔کتاب ارشاد الصرف جو ان کے اُستاد کی تالیف ہو اُس کی تالیف میں بھی آپ شریک تھے۔رجب کی بائیسویں تاریخ تیرہ سو دو ہجری (۲۲ ۱۳۰۲ھ)کو انتقال ہوا۔اور محلہ گھیر سیف الدین خاں میں دفن ہوئے۔انکے بیٹے حافظ عبد القدیر خاں زندہ موجود ہیں۔

حکیم عبد الکریم خاں تخلص محب

ولد حکیم غلام اکبر خاں عرف حکیم کلو خاں۔قوم پٹھان محلہ کھاری کنویں میں رہتے تھے۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔اکثر کتب علوم عربی مفتی سعد اللہ سے پڑھیں اور رام پور میں یہ ان کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔شہر کے مختلف علما سے بھی علم پڑھا۔طب اپنے دادا سے پڑھی۔فارسی شاعری میں شیخ احمد علی کے شاگرد تھے۔ درس بہت دیا۔اکثر شہری اور بیرونی طلبا نے فائدہ حاصل کیا۔حکیم نور الدین قادیانی بھی ان کے شاگرد تھے۔نہایت متین۔متدین۔اور پاک نہاد تھے۔ مدرسہ عالیہ میں بھی کچھ دنوں ملازم رہے فالج کی وجہ سے قدرے گویائی میں کمی ہوگئی تھی بھیکم پور میں انتقال ہوا۔اور وہیں دفن ہیں۔غالباً ۱۲۹۹ھ میں انتقال ہوا۔

مولوی عبد اللہ خاں

ولد حافظ اکبر خاں اصل میں خانپور کے رہنے والے تھے۔بعد غدر رام پور آئے

ابتدا میں تعلیم فارسی کے لیے غلام حسین خاں جمعدار صدر کے ہاں ملازم رہے پھر میاں محمد شاہ محدث سے صحاح ستہ ختم کیں۔ عامل بالحدیث تھے برتے وقت تک حدیث ہی کا شغل رہا۔ ۱۳۲۵ھ کے قریب انتقال ہوا۔ اور بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔ محلہ راج دوارہ میں رہتے تھے۔

عبداللہ اخوند

ولد بشارت اللہ اخوند۔ ولد نواب سحاب خاں غمازی۔ اپنے والد سے علوم کی تحصیل کی۔ اور شاہ فیاض غریب نواز سے بیعت ہوئے۔ جنکا مزار اتروئی میں ہے۔ آپ پر جذب ایسا غالب ہوا کہ کئی سال تک ایک جگہ کھڑے رہے۔ پیر و مرشد نے تدبیر کی اور جذب کو فرو کر کے سلوک پر مستقیم کیا۔ اور وقت رخصت ایک پیالہ دیا اور فرمایا کہ لاعلاج مریض بھی اس میں پانی پیے گا تو شفا ہو گی۔ آپ کے حالات آپ کے خاندان کے پاس مفصل موجود ہیں۔ آپ کا مزار تحصیل بلاسپور ریاست رام پور میں نور شاہ کے تکیہ میں بموجب وصیت خام موجود ہے۔

آپ نے حکیم مولوی محمد فیاض خاں اپنے فرزند کو یادگار چھوڑا۔

حکیم عبداللہ خاں عرف نوشہ خاں تخلص فصیح

ولد حکیم مولوی محمد یوسف خاں ولد حکیم مولوی فیاض خاں ساکن بلاسپور تحصیل رام پور علوم رسمیہ و طب وغیرہ اپنے والد سے پڑھے۔ بلاسپور میں مطب کرتے ہیں۔ قرابادین فصیحی آپ کی تالیف سے قلمی موجود ہے۔

مولوی عبیداللہ خاں

ولد حکیم غلام اکبر خاں عرف کلو خاں ابن حکیم محمد شاہ خاں ابن طرہ باز خاں ابن رحمت خاں ابن شہامت خاں۔ ان کے بزرگ علاقۂ بونیر کے گدازی قبیلہ سے ہیں۔ شہامت خاں۔ اور ان کے بیٹے رحمت خاں بونیر سے آئے اور جناب

نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر غفراں مآب کے ملازموں میں داخل ہوئے۔
رحمت خاں نے بسولی میں مسکن بنایا۔ طرہ باز خاں وہیں پیدا ہوئے۔
جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے رام پور کو آباد کیا تو طرہ باز خاں کو بھی رام پور میں طلب فرمایا۔ اور طرہ باز خاں کی حقیقی بہن سے عقد کیا جنکے بطن سے نواب سید کریم اللہ خاں بہادر پیدا ہوئے۔
حکیم محمد شاہ خاں رام پور میں پیدا ہوئے اور نواب سید کریم اللہ خاں بہادر کی صحبت میں رہنے لگے۔ حکیم بخش اللہ خاں سے اسی صحبت میں فن طب حاصل کیا۔ اور اسی وقت سے اِس خاندان میں طبابت کا فن آیا۔ ورنہ موروثی پیشہ سپاہگری تھا۔
مولوی عبید اللہ خاں نے علوم منقول و معقول مفتی سعد اللہ اور اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالکریم خاں سے حاصل کئے۔ طب بھی بھائی سے پڑھی۔ مطب بھی کرتے تھے اور طلبا کو بھی پڑھاتے۔ کئی سال تک ہز ہائنس جناب نواب سید محمد حامد علیخاں صاحب بہادر دام ملکھم کو عربی پڑھائی۔ نہایت قانع اور متدین تھے۔
سنہ ۱۳۲۷ھ میں انتقال ہوا اور شاہ درگاہی رحمۃ اللہ کے مزار میں دفن ہوئے۔ بڑے صاحبزادے جے پور میں مطب کرتے ہیں چھوٹے صاحبزادے مولوی حمید اللہ خاں سنہ ۱۳۲۶ھ میں مدرسۂ عالیہ رام پور سے فارغ التحصیل ہو چکے۔ آج کل حدیث پڑھ رہے ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

عبد اللہ شاہ ولایتی

یہ بزرگ ولایت افغانستان سے آئے۔ لال مسجد میں رہتے تھے۔ زندگی نہایت آزادانہ بسر کی۔ ہر وقت دروازہ حجرہ کا بند رکھتے تھے۔ پچھلی شب میں ضرورتوں کے واسطے نکلتے تھے۔ کوئی شخص معین وقت پر حجرہ میں کھانا رکھ آتا تھا۔

لوگوں سے ملنے میں عار تھی۔ مولانا فخرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ باوجود تنہائی پسند ہونے کے کچھ نہ کچھ لوگ حاضر ہو جاتے تھے۔ اور فیض پاتے تھے۔ مرض موت میں اپنے خلیفہ حاجی محمد صاحب سے فرمایا کہ میری قبر پختہ نہ بنانا نہ احاطہ بنایا جائے۔ آپ کا مزار محلہ کلکتہ کے قبرستان میں توپخانہ سرکاری کے شمال میں تالاب کے کنارہ واقع ہے۔ لوگوں نے قبر پر کنکر لگا دئے ہیں تاکہ نشان قبر باقی رہے ۱۲۵۰ھ کے قریب انتقال ہوا۔

عبداللہ خاں عرف بیچا خاں تخلص ظہیری

ولد غلام محی الدین خاں۔ فارسی کی کتابیں اساتذہ رام پور سے پڑھیں اور فارسی میں آپ کی استعداد مشہور ہے۔ نظم فارسی کا بھی شوق تھا۔ محمد عظیم خاں عظیم سے اصلاح لیتے تھے۔ زہد۔ تقوی۔ امانت۔ اور دیانت میں مشہور ہیں۔ مولوی علی محمد خاں مولوی علیم الدین چاٹگامی۔ مولوی عبدالرحمٰن پنجابی۔ مولوی جعفر علی خاں اور بہت سے اور لوگ آپ کے فارسی میں شاگرد ہیں درس میں خاص ملکہ تھا۔ کارخانہ شکر سازی ریاست میں مہتمم تھے۔ اور بہت امانت سے کام کیا۔ مزاج میں سادگی اور انکسار تھا۔ راقم کے والد سے بیحد دوستی تھی۔ شطرنج کے بھی استاد مانے جاتے تھے۔ جہاں آپ کے مکانات ہیں اب وہ محلہ گھیر بیچا خاں کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے دادا نصرت خاں جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں خوب ذی مرتبہ تھے۔ بہت سی جائداد تھی اب آپکے بیٹوں کے پاس کچھ موجود ہے ۱۲۳۱ھ کے قریب انتقال کیا۔

اور محلہ مدرسہ میں اپنے خاندانی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

مولوی حاجی محمد عبداللہ خاں

ابن مولوی حاجی محمد سعید خاں۔ ابن محمد ظریف خاں۔ ابن خان محمد خاں

ابن یار محمد خاں۔ ابن خواجہ احمد خاں ابن باشو خاں۔ ابن اندراں خاں ابن بازو خاں۔ ابن شاہزادہ شہاب الدین خاں۔ قوم چغتہ میں برلاس۔ برلاس میں زکریائی۔ زکریائی میں بڑتوی شہد والی ہیں۔ شاہزادہ شہاب الدین ایران سے غزنی ہوتے ہوئے۔ موضع بیٹی کوٹ ملک ننگر ہار متصل تیراہ پہونچکر مقیم ہوئے۔ رام پور میں اِس قوم کے لوگوں کو تیراہی کہتے ہیں ہندوستان میں آپ کے والد مولانا حاجی محمد سعید بطلب علوم ظاہری و باطنی تشریف لائے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اُن کے ہم عصر دیگر اساتذہ دہلی سے تکمیل ظاہری اور باطنی کی شاہ صاحب کے ساتھ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔ کتاب فتح الرحمٰن ترجمۃ القرآن مصفیٰ شرح موطا۔ بخاری۔ قول الجمیل۔ تاویل الاحادیث۔ فوز الکبیر اور دیگر کتابوں پر شاہ صاحب کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سند اجازت آپ کے ورثا کے پاس ۱۸۵۷ء تک موجود تھی۔ مگر بعد میں مکان کو آگ لگ گئی اور یہ سرمایہ تلف ہوگیا۔ شاہ صاحب حاجی محمد سعید کو اخی فی اللہ لکھا کرتے تھے شاہ صاحب کے بعد شاہ عبد العزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ اسحٰق نے بھی سلسلۂ اخوت اور اتحاد کو قائم رکھا۔ ان لوگوں کے خطوط حاجی محمد سعید کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔ ایک خط شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کا جو آپ کے اور آپ کے بھائی مولوی عبد الرحمٰن خاں کے نام ہے نقل کرتا ہوں۔

فضائل مآب حاجی الحرمین اخون زادہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ

از فقیر عبد العزیز۔ سلام مسنون الاسلام و دعوات ترقی دارین مطالعہ نمایند خط مسرت نمط ایشاں رسید خیر و عافیت ایشاں مع برادران دریافت گردید۔ حمد الٰہی ادا کردہ شد و خاطر را جمعیت دست داد۔ فقیر ہمیشہ برائے محبان علی الخصوص برائے شما کہ یادگار حاجی

محمد سعید مرحوم آید داعی وخیر خواہ است از اشتیاق ملاقات انچہ قلمی نمودہ بودند چرا نباشد مثل مشہور است مودۃ الاباء قرابۃ الدنیا محبت حاجی صاحب مرحوم بہ اینجانب زحد محبت گزشتہ بود۔ البتہ احوال اصول در فروع سرایت دارند دل باہم برائے دیدن شما می خواہد لیکن اللہ تعالیٰ بخیریت وجمعیت بظہور آرد۔ تا وقوع ایں معنی از شنیدن اشتغال بدرس وتعلیم کہ شما دارند خاطر را مسرور مے سازم۔ وخواہان آنیم کہ اللہ تعالیٰ شما را بہ باطن وظاہر بروضع محمود سلف خود قایم دارد نوشتہ بودند کہ بدست حافظ معین الدین خطے ارسال داشتہ بودند کہ جواب آں ازیں طرف نرسید۔ بدست حافظ معین الدین ازاں طرف خطے نیامدہ بود لیکن مدت است کہ از جہۃ دیگر خطے رسیدہ بود وجوابش نیز فرستادہ بودیم۔ اغلب کہ رسیدہ باشد واحتمال است کہ در راہ ضائع شدہ۔ بہرحال مارا در حق خود داعی بالخیر دانند۔ از طرف برادران دیگر سلام برسد ومضمون ہمین است بہ برادران خود سلام ودعوات رسانند۔

شاہ ولی اللہ کے انتقال کے بعد حاجی صاحب بریلی میں حافظ رحمت خاں کے پاس گئے۔ اور نواب عنایت کے تعلیم وتربیت پر مامور ہوئے حاجی محمد سعید خاں نے بریلی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ قلعہ والی ندی میں ان کے مکانات اور مزار دریا برد ہوگیا۔ حاجی صاحب کے پانچ فرزند تھے۔ مولوی حاجی عبداللہ مولوی احمد۔ محمد جان۔ مولوی عبدالرحمٰن۔ مولوی عبدالرحیم ۱۱۸۸ھ میں حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد ان پانچوں صاحبوں کو جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر عزت واحترام سے رام پور لے آئے

اور سب کے لئے معاش کا انتظام فرما دیا۔ شاہ عبد العزیز ان کو فضیلت مآب لکھا کرتے تھے۔ مولوی مدن بھی حاضر خدمت ہوتے تھے۔ حاجی عبد اللہ فاضل اجل۔ حافظ۔ اور قاری یکتائے روزگار تھے۔ دنیا سے بالکل مستغنی اور درویش صفت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ گو آپ کے چار بیٹے تھے۔ مگر اب اولاد سب تمام ہوگئی۔ محلہ ٹھوٹر مسکن تھا۔ اور اُسی محلہ میں قبر ہے۔

مولوی عبد اللہ

ولد مولوی حنظلہ ساکن ملک پگلی (مشہور نواح کشمیر) آپ کی ایک کتاب فارسی زبان میں موسوم بہ طب احمدی قلمی ۱۴۰ صفحہ پر لکھی ہوئی کتب خانۂ ریاست رام پور میں موجود ہے۔ مؤلف نے اپنا نام اور مقام سکونت لکھنے کے بعد ظاہر کیا ہے۔

کہ تحصیل جمیع علوم کے بعد تدریس۔ اور تصنیف میں نے شروع کی۔ پھر طب کا شوق ہوا اسکو بھی تمام و کمال حاصل کیا۔ پھر نکاح کیا۔ اور رام پور میں قاضی محلہ میں سکونت اختیار کی۔ ہندوستان میں اہلِ اسلام کی ریاست منقلب و منعکس ہوگئی ہے۔

اسلئے اہلِ علم و کمال پریشان ہیں۔ درستی معاش اہلِ اسلام میں مشکل اور غیر اہل اسلام میں ممکن ہے لیکن نوکری غیر اہل اسلام کی بے ضرورت جائز نہیں۔

لہذا مجھے سخت معاش کی تکلیف ہے اور اسی سبب سے تدریس اور تصنیف سے مجبور ہوں فی الحال یہ چھوٹا سا رسالہ لکھکر نواب احمد علی خاں بہادر والیِ رام پور (۱۲۱۹ھ لغایت ۱۲۵۵ھ) کے حضور میں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ میری دستگیری کریں۔

اس کتاب میں کہیں کہیں حاشیہ پر نہایت بدخط عبارت اور خاتمہ پر بھی ایک عبارت ہے غالباً وہ مؤلف کے قلم کی ہے۔

خاتمہ پر سنہ تصنیف ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۲۲۶ فصلی درج ہے۔ اور کوئی حال آپ کا معلوم نہیں ہوا۔

مولوی حافظ محمد عبداللہ خاں عرف حافظ کلاں

عالم متبحر اور جید حافظ اور قاری تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں اکابر زمانہ سے تھے۔ بڑے بڑے علما اور صلحا ان سے استفادہ ظاہری و معنوی کرتے تھے۔ سید حسن شاہ محدث رام پوری آپ کے پوتے مولوی عبدالجبار خاں آصفی سے کہا کرتے تھے۔ کہ تمہارے دادا عزیز الوجود تھے۔ اور میں انکی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مولوی مختصر صاحب اِن کے فیض یافتوں میں سے تھے اکثر نامور علما اور صالحین طریقت ان سے مستفید ہوتے تھے۔ اُس زمانہ میں راستے پُرخطر اور اسباب سفر وشواری سے بہم ہوتے تھے۔ مگر وہ سات بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوے۔ روضۂ منورہ نبوی سے بہت کچھ انوار اور برکات حاصل کئے۔ تقوی اِس درجہ تھا۔ کہ بے نمازی کے ہاتھ کی چیز کا کبھی استعمال نہیں کیا۔ ریاست ٹونک اور جاورہ سے سالانہ معقول طور پر امداد ہوتی تھی۔ کسی رئیس کے مکان پر نہیں جاتے تھے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں بہادر کے عہد میں (۱۲۲۵ھ تا ۱۲۵۶ھ) انتقال ہوا۔ حافظ قاری عبدالرزاق خاں فرزند یادگار چھوڑا۔

حکیم مولوی عبدالمجید خاں

ولد ملا معزالدین ولایتی ملا عرفان کی مسجد کے قریب رہتے تھے۔ رام پور ہی میں پیدا ہوے معقول مولانا خلیل الرحمن خاں سے پڑھی۔ دہلی جاکر مفتی صدرالدین خاں سے فقہ اصول وغیرہ پڑھا۔ حدیث مولانا محمد یعقوب برادر مولانا اسحٰق سے حاصل کی۔ حکیم حسن بخش خاں ملازم شاہ دہلی سے طب پڑھی۔ علم ریاضی کا پتا نہیں چلا کہ کہاں حاصل کیا دہلی میں مفتی صدرالدین خاں بحالت طالب علمی انکے کھانے کے کفیل تھے سبق کے وقت میں کوئی صاحب مفتی صاحب سے ملنے آئے اُس روز سبق ناغہ ہوگیا۔ دوسرے دن حکیم عبدالمجید خاں سبق کے وقت حاضر نہیں ہوے۔

مولوی عالم علی مراد آبادی اور نواب قطب الدین خاں ہم سبق تھے مفتی صاحب نے دونوں کو بھیجا کہ دیکھو عبدالمجید خاں کا کیا حال ہے۔ جب دونوں صاحب ملے تو حکیم صاحب نے کہا کہ اب ارادہ پڑھنے کا نہیں ہے مفتی صاحب کو ان کی ذہانت کی وجہ سے بیحد خیال تھا آئندہ کے لئے مفتی صاحب نے وعدہ کر لیا کہ سبق کے وقت کوئی اور کام نہ ہوگا۔ چنانچہ ولیعہد سلطنت بھی تدریس کے وقت آجاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب جواب سلام کے سوا کوئی بات نہیں کرتے تھے تکمیل کے بعد رات دن پڑھانے اور مطب کرنے کا شغل تھا۔ بہت سے لوگوں کو فائدہ پہونچا رام پور میں کچھ دنوں صاحبزادہ کاظم علی خاں بہادر برادر نواب فردوس مکاں اور صاحبزادہ محمد رضا خاں بہادر کے ہاں ملازم رہے پھر دتاولی ضلع بلند شہر کو چلے گئے۔ وہاں سے بیمار ہو کر آئے اور رام پور میں ۱۲۹۰ھ کے قریب انتقال ہوا۔ اولاد میں سے سید احمد خاں۔ نیاز احمد خاں صاحب علم تھے دونوں مر گئے۔ نور احمد خاں موجود ہیں۔ مگر علم سے بے بہرہ شاگردوں میں بہت سے لوگ تھے۔
منجملہ ان کے حکیم نیاز احمد خاں۔ حکیم فتح علی خاں۔ مولوی نذر محمد خاں۔ حکیم علی الدین۔ حکیم محمد رضا خاں۔ جو قصبہ نوشا ضلع دتاولی میں ملازم تھے۔ میاں وزیر حسین مجددی موجود ہیں۔

مولوی عبداللہ

خلف ملا کبیر قوم افغان ۱۲۶۱ھ میں زندہ تھے۔ طریقہ تصوف کا غلبہ تھا۔

مولوی عبداللہ

ولد محمد محسن عرب۔ محسن یمنی تھے۔ علم سے بہرہ نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں بہت رہے اتفاق سے رام پور آئے۔ جناب نواب خلد آشیاں نے جامع مسجد کا موذن مقرر کر دیا۔

لے روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

نہایت خوش الحان تھے۔ رام پور میں عقد کیا۔ اُن سے مولوی عبداللہ پیدا ہوے۔ مولوی محمد طیب ملکی مغفور اور رام پور کے علما سے کل درسیات بہت شوق سے پڑھے۔ نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ بہت تھوڑی عمر میں فاضل ہوگئے۔ ادب میں توسبحان اللہ بہت ہی خوب تھے۔ مولانا محمد طیب نے اپنی لڑکی سے شادی کردی۔ حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں دہلوی کے ہاں ملازم تھے۔
غالبًا پچیس چھبیس برس کی عمر تھی کہ ۱۹۱۵ء عیسوی میں وبائے طاعون سے رام پور میں انتقال کیا۔

مولوی عبدالملک خاں

مولانا محی الدین ولایتی کے فرزند تھے جنکا انتقال ٹونک میں ہوا رام پور میں پیدا ہوے۔ رام پور میں تمام علوم وفنون حاصل کئے۔ شمس العلما مولوی عبدالحق خیرآبادی سے کتابیں پڑھیں۔ نواب محمد علی خاں والیِ ٹونک کے زمانے میں محکمہ گیراے کے ناظم مقرر ہوے۔ نواب محمد علی خاں معزول ہوکر بنارس گئے تو اُن کے ہمراہ یہ بھی بنارس چلے گئے۔ اور ہمراہ رہے۔ ٹونک میں انتقال ہوا۔ راقم کے والد سے ملاقات بہت تھی۔

مولوی جیداللہ اخون سواتی

آپ بعہد جناب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۹ھ) میں سوات سے رام پور آئے۔ بھائی سے کچھ نزاع ہوا تھا۔ اس لئے ترک وطن کیا۔ صاحب علم تھے۔ رام پور میں شادی کی۔ سید آلِ احمد صاحب عرف اچھے میاں مارہروی سے بیعت تھے۔ مولوی رفیع اللہ خاں آپ کے فرزند تھے۔ آپ کا مزار الف خاں کے گھر کی مسجد کے شمال میں ہے۔ اُسی محلہ میں سکونت تھی۔

مولوی عبدالنبی خاں تخلص جاوید

ولد سید نور خاں ساکن محلہ کنڈہ۔ رام پور میں علوم و فنون پڑھے۔ طب میں بھی دستگاہ تھی۔ معلم گری سے گزر تھی۔ نہایت مرد متدین اور پرہیزگار تھے اُردو شاعری کی طرف بھی کبھی توجہ کرتے تھے منشی سید اسمٰعیل حسین منیر کے شاگرد تھے۔ کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں ملاحظہ ہو۔ عطاء اللہ خاں صاحب مرحوم جج عدالت خفیفہ کے ہاں برسوں ملازم رہے۔ انتقال کو غالباً تیس سال ہوے۔

مولوی عبدالواجد

ولد مولوی محمد اسحٰق۔ رام پور کے مدرسہ محلہ میں پیدا ہوے۔ فارسی۔ عربی۔ کتابیں اپنے والد سے پڑھکر لکھنؤ میں علماے فرنگی محل سے استفادہ کیا نہایت ذہین اور طباع تھے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب رام پوری کے مرید تھے ایک زمانہ تک مفتی عدالت دیوانی اور فوجداری رہے سنہ وفات تقریباً ۱۲۶۵ھ ہی۔ محلہ مدرسہ کی مسجد کے متصل آپ کا مزار ہو۔ آپ کے فرزند مولوی عبدالقادر زندہ ہیں۔ اور کچھ موروثی معاش ہو اُس سے بسر کرتے ہیں مفتی صاحب کی تصنیف سے احکام الایمان اُردو منظوم عقاید میں نہایت مختصر سولہ صفحہ کی کتاب ۱۲۶۱ھ میں مطبع مصطفائی لکھنؤ میں چھپی ہی۔

قاری عبدالولی

ولد مولوی احمد علی احراری۔ رام پور میں پیدا ہوے۔ یہیں علوم و فنون پڑھے۔ جید حافظ اور اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ راقم السطور نے بھی ایک بار دیکھا تھا۔ نہایت وجیہ اور قوی تھے۔ فن قرات کی معلومات میں اِس وقت رام پور میں کوئی اُن کے مثل نہ تھا نصیحت اور پند میں یہ اثر تھا کہ کافر بھی مسلمان ہو جاتے۔ بے نمازیوں کو نماز پر مجبور کرتے تھے۔ نرمی اور تشدد دونوں سے کام لیتے تھے۔

تقویٰ انتہا کا تھا۔ صابر و شاکر اور پابند احکام شرعیہ بدرجۂ غایت تھے۔
حیدرآباد دکن میں ملازم ہو گئے۔ اکبر جنگ کوتوال بلدہ نے یہ حالات سنکر اپنے
علاقہ میں لیلیا۔ ایک بار اکبر جنگ کی زبان سے کوئی نامہذب لفظ نکلا آپ
شمشیر لیکر کھڑے ہو گئے۔ لوگ درمیان میں حائل ہو گئے۔ پھر کوتوالی اضلاع میں
تبادلہ ہو گیا۔ اضلاع میں بڑی محنت اور جانفشانی سے مجرموں کو گرفتار اور مال
مسروقہ کو برآمد کیا۔ اتفاقاً وائسرائے بہادر کی آمد حیدرآباد میں ہوئی۔
اورنگ آباد میں ایک شاہی مکان آراستہ کیا گیا اُس میں تماشائیوں کے آنے کی
ممانعت تھی۔ کچھ سکھ ہتیار بند محل شاہی میں چلے آئے۔ کوتوال کے سپاہیوں سے
نہ رو کے گئے۔ آپ نے بجبر ان کے ہتھیار لیکر تعلقدار کے پاس بھیجدیے۔
سکھوں نے تعلقدار سے اسلحہ کا مطالبہ کیا وہ تعلقدار شاید پارسی تھا۔ اور
قاری صاحب سے عناد رکھتا تھا۔ سنا ہے اُسنے سکھوں کو اشتعال دیا۔ ایک روز
سکھوں نے بحالت بیخبری قاری صاحب کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ قاری صاحب کے
ایک عزیز خان بہادر سو رہے تھے۔ وہ اُٹھے تو اُن کو بندوق سے مار ڈالا۔
قاری صاحب خالی ہاتھ تھے اُن پر فیر ہونے لگے۔ پہلی گولی ران میں لگی
اُسی حالت زخم میں ایک سکھ کی تلوار چھین کر تین کو قتل کیا سکھوں نے بندوقوں
سے شہید کر ڈالا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پنجہ بھی کرتے تھے اور ہاتھ میں خوب
طاقت تھی۔ رام پور میں امن خاں ٹھیکہ دار مرحوم کے متصل مکان تھا۔
آپکے فرزند محمد علی حیدرآباد میں موجود ہیں۔ بلا خدمت ۳۰ روپے ریاست
حیدرآباد سے تنخواہ پاتے ہیں۔ خان بہادر آپکے خالہ زاد بھائی تھے۔
آپکی بیوہ کو حیدرآباد سے سات روپے ماہانہ ملتا ہے۔ اور آپکی والدہ سعادت النسا
بیگم صاحبہ مرحومہ کو تین روپے ماہانہ ملتے تھے۔

اخوندزادہ مولوی عیاض خاں

ولد اخوندزادہ محمد شاہ خاں قوم کے باجوڑی۔ باجوڑیوں میں اتمہ خیل اتمہ خیلوں میں شماخیل۔ شماخیل میں سالارزئی تھے۔ بعہد جناب سید علی محمد خاں صاحب بہادر مغفور آنولہ میں وطن سے آئے۔ جب جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے رام پور آباد کیا۔ آپ کے والد بھی ہمرکاب رام پور آئے۔ الا مولوی عیاض خاں رام پور میں پیدا ہوے۔ علوم وفنون عربیہ میں کامل دستگاہ تھی۔ فلسفہ میں بڑا درجہ تھا۔ رام پور۔ بریلی۔ اور لکھنؤ میں تحصیل کی تھی۔

جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کو اور صاحبزادہ سید عبدالعلی خاں بہادر اور صاحبزادہ سید محمد عبداللہ خاں صاحب بہادر کو پڑھایا تھا۔ نواب جنت آرام گاہ انکو بھائی فرمایا کرتے تھے عملیات میں بھی کمال تھا۔ علوم ظاہری کے ساتھ جسمانی طاقت بھی بہت اچھی تھی۔ اور تیراک بھی تھے۔

۷۔ محرم سنہ بارہ سو تینتیس ہجری ۱۲۳۳ھ کو رام پور میں انتقال ہوا۔ مولوی غلام محی الدین خاں میر منشی رزیڈنسی راجپوتانہ اور منشی محمد عمر خاں دو فرزند یادگار چھوڑے۔ تذکرہ علمائے ہند میں ملا عیاض کی نسبت لکھا ہے کہ مفتی شرف الدین کے شاگرد تھے اور بحث ومباحثہ بہت کرتے تھے۔

دستور المبتدی صرف عربی قدیم کتاب کے مقابلہ میں ایک کتاب دستور المنتہی لکھی۔ سوال وجواب کی جگہ شک اور فک لکھا ہے۔ غالبًا وہ بھی اخوندزادہ مولوی عیاض خاں ہیں۔

مولوی محمد عیاض خاں باجوڑی

رام پور میں تحصیل علوم عربیہ کے بعد دہلی کو گئے وہاں شاہ عبدالعزیز محدث سے حدیث شریف کی تکمیل کے بعد آگرہ کو گئے۔ اور جامع مسجد آگرہ میں درس

تدریس شروع کی۔ ڈپٹی امام الدین خاں آگرہ میں پانچ چھ گانوں کے مالک تھے۔
اُنھوں نے مولوی محمد عیاض سے اپنی لڑکی کا عقد کر دیا۔ عقد کی وجہ سے یہ اُس جائداد
پر قابض ہوے۔ ایک بیٹے کا نام ابراہیم خاں تھا۔ اب اُن کے پوتے اور نواسے
خوشحالی کے ساتھ اکبرآباد میں رہتے ہیں۔ آجکل اُنکا ایک نواسا تفضل حسین خاں
نامی زندہ ہے۔ اُس نے رام پور میں مولانا عبدالحق خیرآبادی سے کچھ کتابیں پڑھیں
اب وہ آلوانگرا ضلع آگرہ میں طبابت کرتا ہے۔

مولوی محمد عیاض

ابن اخوند سید احمد خاں برادر خرد مولوی محمد حیات لکھنؤ میں طالب علمی کی
قلندروں کی صحبت سے ان کی حالت میں ایک شورش پیدا ہو گئی تھی۔
اور درس و تدریس چھوڑ کر رام پور چلے آئے۔ ایک جگہ قرار نہ تھا۔ کہتے ہیں کیمیا بھی
آتی تھی۔ نالہ پار محلہ میں اپنے عزیز مولوی عبدالحق خاں تخلص حقی و صفا کے مکان پر
رہتے تھے۔ چھیاسٹھ برس کی عمر میں بارہ سو پچانوے (۱۲۹۵ھ) ہجری میں رام پور میں
انتقال کیا۔ نالہ پار محلہ میں دفن ہوے۔

مولوی مرزا عبدالہادی خاں تخلص ہادی

ولد مولوی عبدالقادر خاں صدر الصدور ولد مرزا اکرم آشنا۔ رام پور میں پیدا ہوے۔
علوم درسیہ کچھ اپنے والد سے اور کچھ مولانا نورالاسلام خلف مولوی سلام اللہ محدث
اور مفتی شرف الدین مرحوم سے پڑھے آپ کی شادی مولوی محمد ناصر آپ کے چچا کے
ہاں ہوئی۔ ابتدا میں حسن پور ضلع مرادآباد میں تحصیلدار ہوے۔ کچھ دنوں تک مرادآباد
میں قائم مقام ڈپٹی کلکٹر رہے۔ اس کے بعد پوایاں ضلع شاہجہاں پور میں تحصیلداری
گئے۔ چونسٹھ برس کی عمر ہوئی شوال کی چوتھی تاریخ بارہ سو ستاسی ہجری
(۱۲۸۷ھ) کو پوایان میں انتقال ہوا۔ اور وہیں عیدگاہ کے سامنے دفن ہوے۔

آپ نے مرزا نظام الدین - مرزا نصیر الدین - مرزا قطب الدین - اور مرزا محمد تقی چار لڑکے یادگار چھوڑے - اب یہ خاندان مراد آباد میں ہے - اُردو شاعری کا بھی ذوق تھا - انتخاب یادگار میں کلام کا نمونہ ہے -

میاں عبید شاہ

قوم پٹھان زئی گردن - آپ رام پور میں پیدا ہوئے عربی اور فارسی یہیں حاصل کی اپنے بڑے بھائی حضرت میاں محمد امیر شاہ سے بیعت تھے محلہ گڑہ جلال الدین خاں میں مکان تھا - سوائے مسجد اور مکان کے کہیں نہیں جاتے تھے - پیرزادہ اعظم الدین خاں کی بیٹی بخشی بیگم آپ کے نکاح میں تھیں - نہایت زہد اور اتقا کے ساتھ زندگی بسر کی - دہلی میں البتہ کثرت سے آمد و رفت تھی شاہی خاندان کے اکثر مرد اور عورت آپ سے بیعت تھے - اور بہت تحفہ دیا کرتے تھے ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ دہلی میں موجود تھے - شاہی خاندان کی جو وہاں حالت نازک دیکھی تو رام پور آئے - اور سب زیور وغیرہ یہاں سے لیجا کر شاہی خاندان کے پریشان حالوں کو دیدیا - بارہ سو اٹھانوے (۱۲۹۸ھ) کے قریب انتقال ہوا -

مزار اُسی محلہ میں پیرزادہ اعظم الدین خاں کے مزار کے پاس ہے -

حکیم حیدر علی خاں ایک لائق فرزند یادگار چھوڑا -

مولوی حکیم عبدالہادی خاں

ولد یعقوب خاں رسالدار - ولد مولوی ہزار میر خاں اخوندزادہ ولد عبدالحمید خاں رام پور میں تقریباً ۱۲۸۲ھ میں طوغون کے گھیر کے قریب اخون خیلوں کے محلہ میں پیدا ہوئے - ہوش سنبھالا تو گھر میں حکومت - دولت - عزت - سب کچھ موجود تھی - آپ کے والد کی عظمت تمام شہر میں تھی - دربار میں بھی خوب اعزاز تھا - رسالداری - کوتوالی - مختلف عہدوں پر ملازم رہے - گھر میں موروثی اندوختہ

کے سوا مستاجری کھنڈ سال اور تجارت ہوتی تھی۔ معلم ملازم رکھے گئے۔ اور ناز و نعم کے ساتھ فارسی اور عربی تعلیم بھی شروع ہوئی۔ مولوی عبدالعلی خاں ریاضی داں۔ مولوی ظہور الحسن۔ مولوی محمود عالم۔ مولانا سلامت اللہ۔ مولوی عبدالغفار خاں۔ اور شمس العلما مولانا عبدالحق سے کتابیں پڑھیں۔ طبیعت نہایت ذکی حافظہ بہت قوی تھا۔ طب اپنے ماموں حکیم محمد حسین خاں سے پڑھی شعر گوئی فارسی اور اردو کا شوق کیا تو ڈنکے بجا دئے۔ کلام اکثر پرچوں میں چھپا ہے۔ کلام سے علمی قابلیت اور نازک خیالی ٹپکتی ہے۔ آپکے والد کا یہ منشا تھا کہ آپ گھر پر بیٹھکر طلبا کو پڑھائیں اور خاندان میں جو علمی سلسلہ چلا آتا تھا۔ پھر قائم ہو جائے۔ اپنے والد کی زندگی تک گھر سے باہر قدم نہ نکالا۔ ملازم خدمتی سب کچھ موجود تھے۔ علاقۂ مستاجری میں نقصان ہوا۔ جائداد تلف ہوئی۔ اِدھر والد کا انتقال ہوگیا۔ مجبور ہوکر مطب شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دست شفا عطا کی تھی۔ علی گڈھ کے ضلع میں خوب زور شور سے مطب کرتے تھے۔ اخلاق اور محبت کی کان تھے۔ اسلام کی ہمدردی رگ رگ میں تھی۔ پابند صوم و صلوٰۃ۔ نہایت دیندار نوجوان تھے۔ افسوس کہ چودہ مہینے کی علالت کے بعد سہ شنبہ کے دن ستمبر کی چھبیسویں ۲۶ تاریخ سنہ انیس سو سولہ عیسوی سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۲۷۔ ذیقعدہ سنہ تیرہ سو چونتیس ہجری (سنہ ۱۳۳۴ھ) میں انتقال فرمایا۔ اور بزرگوں کے قبرستان میں اپنے مکان کے متصل دفن ہوے۔ ایک لڑکا مولوی عبدالواحد خاں فاضل دینیات یادگار رہی۔

تاریخ انتقال از تصنیف جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی لکھنوی

بست و ہفت ذیقعد کی اور ہے سہ شنبہ کا روز

جان وفا پر دست درازی آکے اجل نے کی ہے آج

فکر وفات کے سنہ کی تھی تو ہاتف نے دی یہ آواز

عبدالہادی خان وفا نے راہ عدم کی لی ہے آج

تاریخ ثانی

جنت میں ہوئے جا کے وفا داخل آج

مولانا حسرت موہانی نے ان کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں منظومہ کلام اِن کے فرزند نے شائع کر دیا ہے۔

مولوی محمد عثماں خاں تخلص فیض

ولد حافظ غلام شاہ خاں ابن شرف الدین خاں۔ قوم باجوڑی آپ کے دادا کے نام سے گھیر شرف الدین خاں موجود ہے وہیں پیدا ہوئے۔ فارسی کی تکمیل رام پور ہی میں کی۔ عربی کی طرف بھی توجہ کی ابتدا میں طلبا کو بھی پڑھایا۔ عہد ولیعہدی جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں (۱۲۸۴ھ تا ۱۳۰۴ھ) میں مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ مسند نشینی کے بعد روز افزوں مراتب میں ترقی ہوئی۔ دولت اور عزت ہمدوش رہی۔ جائداد کثیر پیدا کی۔ معاملات ملکی میں مشیر خاص تھے۔ مدار المہام ریاست مقرر ہوئے۔ نیاز علی خاں کے بازار میں مکانات مول لیکر ایک عالیشان عمارت ۱۲۸۹ھ میں بنائی۔ جلال لکھنوی نے تاریخ لکھی

زہے عمارتِ دلکش سواد۔ بینوزیب

آپ کی شہادت کے بعد صاحبزادہ صفدر علی خاں مرحوم نے عمارت مع بازار خریدلی۔ اُن سے ریاست نے خرید کی اب سرکاری ملکیت ہے۔ حضور تحصیل اور دیگر چند دفاتر اِس عمارت میں آج کل ہیں تصنیف کا بھی شوق تھا۔ قصائد بدر چاچ کی شرح دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے جو چھپ گئی ہے۔ قواعد فارسی میں ایک رسالہ گلبن اکبر مطبوعہ موجود ہے۔ میرے عموی اکبر محمد اکبر علی خاں مرحوم آپ سے پڑھتے تھے۔ اُن کے لئے یہ کتاب تصنیف کی تھی۔ آٹھ برس اور چار مہینے بڑے زور شور سے حکومت کی ربیع الاول کی گیارھویں تاریخ بارہ سو نوے ہجری (۱۲۹۰ھ)

ہیں جامع مسجد میں محفل میلاد کا انتظام کر رہے تھے۔ ایک ناخدا ترس نے چاقو سے مجروح کیا دوسرے دن انتقال ہوا اور حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کے مزار میں دفن ہوے تینتالیس برس کی عمر ہوئی۔ اولاد ذکور سے کوئی نہ تھا۔ تین بیٹیاں چھوڑیں۔ جو جائداد پر قابض ہیں۔ آپ کی تصنیف سے علاوہ شرح قصاید بدر چاچ و گلبن اکبر آور کدہ در فن معما فارسی زباں میں ۲۲ صفحہ کا رسالہ صفر ۱۲۸۵ھ میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپا ہی۔ مجموعۂ طلسم اسکندر ذوالقرنین بزبان فارسی باتصویر چند بار لکھنؤ میں نولکشوری مطبع میں چھپا ہی۔ ذخیرہ اسکندرانیون عربی سے ترجمہ کیا ہی۔

مُلّا عرفان

قوم[۱] پٹھان۔ حاشیہ دائران کی یادگار ہی۔ انکے کلام سے بجز عالم متبحر کے مطالب علمیہ کوئی حاصل نہیں کر سکتا ۱۲۷۱ھ سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

قاری سید علی حسین

ابن سید قمر علی حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ رام پور میں رجب کی گیارھویں تاریخ بارہ سو گیارہ ہجری میں پیدا ہوے قرآن شریف حافظ خیر محمد صاحب پنجابی سے حفظ کیا۔ قرأت و تجوید قاری نسیم صاحب سے سیکھی۔ علوم عربیہ شہر کے علما سے پڑھے۔ حدیث شریف اپنے پیرو مرشد میاں نعیم شاہ صاحب سے حاصل کی۔ میاں نعیم شاہ صاحب سے خلافت بھی پائی۔ زہد۔ اتقا پرہیزگاری میں بے مثل تھے۔ جامع مسجد رام پور کے پیش امام تھے نماز جہر میں جب آپ قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اکثر مقتدیوں کو رقت طاری ہوتی تھی۔ آواز میں عجیب درد تھا۔ اور نہایت ہی باثر لہجہ تھا۔ اپنے پیرو مرشد کے عاشق تھے۔ پیرو مرشد کے گھر کا سامان بازار سے اپنے سر پر رکھکر لاتے تھے۔ مزاج میں نہایت انکسار تھا۔

---

[۱] انتخاب یادگار۔ [۲] روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں غمگین۔

آپ کے بھی مریدین تھے مریدین جو تحفہ دیتے وہ پیرو مرشد کے بچوں کی خدمت میں پیش کردیتے تھے اپنے صرف میں نہیں لاتے تھے۔ اپنے اوپر فاقہ گوارا کرتے تھے ایسے نفوس مقدسہ بہت کم ہوتے ہیں۔ آپ کے خلفا میں سے شاہجی طالع مند خاں موضع تیرون کے رہنے والے اللہ دئی خاں دیرہ دون کے اور شیخ حمید الدین موضع اومری پرگنہ مرادآباد کے رہنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے خلیفہ تھے۔ جمعہ کے دن محرم کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو ترانوے ہجری (سنہ ۱۲۹۳ھ) میں انتقال ہوا اور اپنے مرشد میاں نعیم شاہ صاحب کے قدموں میں دفن ہوے۔ سید محمد ارتضیٰ۔ سید محمد مجتبیٰ اور سید محمد مرتضیٰ تین فرزند یادگار رتھے۔ جنکا انتقال ہوگیا اب پوتے موجود ہیں۔

عظمت اللہ خاں

نہایت بزرگ اور باخدا تھے حافظ ناصر احمد خاں شاہجہاں پوری کے مرید تھے۔ آپ کا مزار موتی مسجد کے متصل گلی میں جھجی خاں کے مکان کے زیر دیوار ہے۔

مولوی عظیم الدین

ولد خلیفہ غیاث الدین رام پور میں پیدا ہوئے۔ شہر کے اساتذہ سے فارسی پڑھی۔ قدرے عربی بھی حاصل کی۔ مدرسی پر گزرتی تھی سنہ ۱۳۲۲ھ میں انتقال ہوا۔

کشاف العلوم فارسی اعلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہم کے نام نامی پر معنون کی یہ تصنیف سنہ ۱۲۹۴ھ ہو اسمیں مختلف علوم پر کئی رسالہ ہیں۔ ۴۰۲ صفحہ ہیں نوشتہ دست مصنف کتب خانہ میں موجود ہے۔

تحفہ حامدیہ فارسی قلمی۔ یہ انشا سنہ ۱۳۱۱ھ میں عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہم کے نام نامی پر معنون کی ہے (۱۶۰) صفحہ کی کتاب قلمی کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔

فردوس بہار فارسی قلمی صاحبزادہ ذوالفقار علی خاں صاحب بہادر مرحوم کی شادی کے متعلق جو ۱۲۸۶ھ میں ہوئی نثر رنگین ہے ۱۲۸۶ھ کی تصنیف (۹۰) صفحہ ہیں کتب خانہ میں موجود ہے۔

مولوی حکیم علی حسین خاں

خلف اکبر حکیم غلام حسین لکھنو میں جوہری محلہ میں رہتے تھے۔ وہیں ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوا ہوے۔ لکھنؤ کے اساتذہ نامی مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی مولوی حسین احمد ملیح آبادی۔ مولوی سلامت اللہ کانپوری۔ مفتی محمد سعداللہ مرادآبادی حکیم مینا صاحب لکھنوی اپنے چچا زاد بھائی سے علوم فارسی۔ عربی۔ صرف و نحو منطق حکمت ریاضی۔ ہیت۔ ادب۔ اصول فقہ تفسیر حدیث کل کتابیں درس نظامیہ قدیمی کی پڑھیں۔ خود بھی پڑھاتے تھے۔ اور مطب بھی کرتے تھے اپنے معاصرین میں علمی و عملی حیثیت سے یکتائے زمانہ تھے۔ تورع۔ اتقاء خوش اخلاقی۔ حلم اور تواضع میں بیمثیل تھے۔

لکھنؤ میں نواب فردوس مکاں کے ہم سبق مفتی سعداللہ صاحب کے درس میں تھے نواب فردوس مکاں نے زمانہ ریاست میں مفتی سعداللہ صاحب کو طلب فرمایا اور حکیم صاحب کو بھی یاد فرمایا۔ معقول وظیفہ مقرر کیا۔ اور حکیم صاحب کو طبیب خاص بنایا۔ نواب فردوس مکاں کلکتہ کو روانہ ہوے۔ تو حکیم صاحب نے اپنے فرزند حکیم محمد حسن خاں کو کانپور بھیجا اور دعوت کے لئے عرض کیا نواب فردوس مکاں نے دعوت قبول کی اور مولوی عبدالرحمٰن خاں مالک مطبع نظامی کے مکان پر قدم رنجہ فرماکر دعوت نوش فرمائی۔ واپسی میں کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے۔ تو اپنے قدوم سے حکیم صاحب کے گھر کی عزت بڑھائی۔ اسوقت حکیم محمد حسن خاں لکھنؤ میں رہتے تھے۔ اب حکم ہوا کہ یہ بھی رامپور چلیں۔ تلامذہ کی کوئی حد نہایت نہیں ہے مشہور شاگردوں میں

یہ لوگ شمار ہوتے ہیں۔ مولوی حکیم محمد سعید معالج نظام دکن۔ حکیم احمد سعید امروہی۔ افسر الاطبا حیدر آباد دکن مولوی حکیم سید حفاظت حسین۔ حکیم۔ مولوی سید الطاف حسین متوطن نواح پٹنہ معالج نواب محمد علی خاں صاحب رئیس ٹونک۔ حکیم سید جعفر علی۔ حکیم عبد الغنی۔ حکیم سید معصوم محمود آباد۔ حکیم عبد الحق مرحوم۔ حکیم نور الدین قادیانی۔ مولوی حافظ حکیم سید محمد نذیر مراد آبادی۔ حکیم خواجہ محمد حسن مترجم میزان الطب حکیم خواجہ بدر الدین خاں۔ مصنف رسالہ بحران فارسی۔ مولوی مفتی محمد لطف اللہ رام پوری۔ حافظ مظہر علی رام پوری۔ مولوی الٰہی بخش فیض آبادی مصنف حاشیہ شرح تہذیب موسوم بہ تحفۂ شاہجہانیہ۔ مولوی حافظ محمد احمد مہاجر مہتمم مصارف حرمین بھوپال۔ میر ببر علی تخلص انیس لکھنوی۔ شرحین قانون شیخ الرئیس علی گیلانی۔ اور محمو آملی پر حکیم صاحب نے عربی میں تحشیہ فرمایا ہی۔ چند اور کتب طبیہ پر بھی حواشی ہیں۔ مگر چھپے نہیں ہیں۔

مولوی حکیم عبد الرشید خاں زبانی حکیم سید عبد الخالق مرحوم فرماتے تھے کہ نفیسی کا حاشیہ حکیم صاحب نے لکھکر اپنے استاد مولوی عبد الحکیم فرنگی محلی کی خدمت میں پیش کیا کہ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمالیں۔ مگر مولوی صاحب نے اپنے نام سے وہ حاشیہ چھپوادیا جو آجکل رائج ہی۔ آپ نے اول حج ۱۲۷۰ھ میں بمعیت مفتی سعد اللہ و دیگر علماء و عمائد۔ ادا کیا۔ دوسرا حج ۱۲۸۹ھ میں ہمرکاب نواب خلد آشیاں ادا فرمایا۔ اور اسی سفر میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر سے بیعت ہوئے۔

آپ کا ارادہ خانہ کعبہ میں قیام کا تھا۔ مگر نواب خلد آشیاں بہادر بہ اصرار ہمراہ لائے۔ ساٹھ برس کی عمر میں فالج سے سوائے دست راست کے کل اعضا بےحس و حرکت ہوگئے۔ اسی حالت معذوری میں خفیہ طور پر اپنے ساتھ ایک عزیز کو لیکر کعبۃ اللہ کو روانہ ہوگئے۔ خفیہ اس مقصد کو یوں رکھا کہ کہیں عزیز و اقارب

مانع نہوں۔ کعبۃ اللہ میں حرم محترم کے قریب ایک ایسا مکان لیا جہاں سے کعبۃ اللہ نظر آتا تھا۔ چھ مہینے زندہ رہے۔ رجب کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو چورانوے ہجری (۱۲۹۴ھ) میں دوشنبہ کے دن ظہر کے وقت انتقال فرمایا۔ جنۃ المعلیٰ کے طبقۂ اعلیٰ میں قریب قبہ مبارک اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دفن ہوئے مشتاق جنت اور قد بروا نسہ مصنفہ تاریخ وفات ہیں۔ حکیم حافظ محمد حسن خاں مرحوم فرزند یادگار چھوڑے

حکیم علی حسین خاں

ولد حکیم احمد خاں فاخر۔ ولد مولوی ناصر خاں۔ ولد نجابت خاں۔ علوم عربی و فارسی اساتذہ رام پور سے پڑھے۔ طب تمام و کمال اپنے والد سے حاصل کی۔ نہایت ذہین اور طباع تھے۔ تشخیص نہایت اچھی تھی۔ بہت سے شاگرد ہوئے آپ کی شادی شاہ غلام حسین ابن حضرت ملا فقیر اخون کی دختر سے ہوئی فن شاعری کی طرف بھی رغبت تھی۔ تاریخیں مختلف صنعتوں میں لکھی ہیں۔ رسالہ اوزان بھی غیر مطبوعہ موجود ہے۔ بوجہ تعلقات قدیم ریاست کا شفاخانہ بھی سپرد تھا۔ پھر عرصہ تک بھیکم پور ضلع بلند شہر میں رہے۔ حافظ محرم علی سے بیعت تھے۔ تریسٹھ سال کی عمر ہوئی ۱۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ اور چندن خاں کے گھیر میں ملا عثمان خاں کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ حکیم محمد حسین خاں۔ حکیم مظہر حسین خاں اور حکیم مظہر حسن خاں تین لائق فرزند یادگار چھوڑے۔

مولانا حافظ علاء الدین احمد مجددی

آپ رام پور میں ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تمام علوم معقول و منقول مولانا ارشاد حسین مجددی سے حاصل کئے آپ مولانا کے اسبق و ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا ممدوح جب سفر حج سے واپس تشریف لائے تو حافظ صاحب بھوپال سے

ہمراہ اپنے اُستاد کے تشریف لائے۔ حافظ عنایت اللہ خاں بھی ساتھ تھے۔ مولانا
ارشاد حسین صاحب نے ارشاد الصرف تصنیف فرمائی اور آپ کو پڑھانا شروع کی۔
ذہانت میں اپنے ہم سبق طلباء میں سب پر فائق تھے آپکے شاگردونکا شمار اِسوقت
علمائے زمانہ میں ہے۔ تمام دن اُستاد کی خدمت میں بسر کرتے۔ اور درس و تدریس
میں مشغول رہتے تھے دنیا اور اہلِ دنیا سے خلقتاً رغبت نہ تھی۔ اکثر دیکھا گیا کہ ایک
جوتا پاؤں میں ثابت ہے۔ تو ایک ٹوٹا ہے۔ پھٹے کپڑے ہیں۔ اہلِ دنیا کے اعتراض کا
بالکل خیال نہ تھا۔ کھانا کھاتے تو چند کھانوں کو ملا لیتے۔ مزہ بدمزہ سے زیادہ
بحث نہ تھی۔ امیر غریب سب کو برابر بیٹھاتے تھے۔ مولانا حافظ فدا احمد مجددی
ناقل ہیں کہ ایک روز آپ کھانا کھانے بیٹھے جو لوگ حاضر تھے سب کو شریک کر لیا۔
آپ کے ہاں ایک غلام اسلامی نامی تھا اُسکو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا میں نے
اُس کی شرکت کو حقارت کی نظر سے دیکھا میری نظر کو پہچان کر فرمایا اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔ الکبریاء ردائی۔
علوم ظاہری سے فارغ ہو کر حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ
میں بیعت کی۔ ذکر و شغل اور حلقہ و توجہ کے پابند رہے ۱۲۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔
بڑے پیر صاحب کے جھنڈے پر حضرت شاہ محمد مرشد کے مزار سے مشرق و
شمال کے درمیان تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر مدفون ہیں۔ راقم کو بھی اُن کی
خدمت میں نیاز حاصل تھا۔

علی محمد خاں

فرزند ملا محمد نظام الدین خاں ولایتی افغان یوسف زیئوں میں سے سالار زئی
متوطن ملک باجوڑ قصبہ کنشر رام پور میں پیدا ہوئے حکیم مولوی حیدر علی کے شاگرد تھے۔
ریاضی ہیئت ہندسہ نجوم وغیرہ کا شوق تھا۔ حیدر آباد جا کر نوکر ہوئے اور ایسی

ترقی کی کہ ایک پیادہ فوج کے بخشی ہو گئے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد رام پور رخصت پر آئے۔ اور جفر کی تکمیل مولوی تاج الدین سے کی بعد اتمام رخصت پھر حیدرآباد چلے گئے۔ غدر سے کئی سال بعد اورنگ آباد میں انتقال کیا۔ وہیں شادی کرلی تھی۔ اب اُن کی اولاد وہاں موجود ہے۔

حکیم علی محمد خاں

ولد محمد نور خاں جنکو لوگ حاکم کہا کرتے تھے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں تحصیلداری کے عہدہ کا نام حاکم تھا۔ قوم اکوزی پٹھان دہلی اور اور دیگر شہروں میں طب حاصل کی۔ اُن کا مکان گرہو کی بزریا کے محلہ میں تھا نظیر احمد خاں اپنے بیٹے سے ناراض ہو کر نواب فردوس مکاں کے عہد میں ہجرت کرکے مکۂ معظمہ کو چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کیا۔ نظیر احمد خاں اُنکا بیٹا بھی لاولد فوت ہوگیا۔ تعلیم کی زیادہ حالت معلوم نہیں ہوئی۔ اُن کے ایک علاج کی یہ حکایت مشہور ہے کہ کوئی اُنکا عزیز پیلی بھیت سے علیل ہو کر محض علاج کے واسطے اِن کے پاس آیا۔ وہ شخص بہت جگہ علاج کے لئے رجوع کر چکا تھا۔ آپنے اسکے لیے املی کی کونپلیں گوشت میں پکاکر غذا تجویز کی کوئی دوا نہیں دی تین چار ہفتہ میں بالکل تندرست ہوگیا۔

مولوی علی احمد خاں

ابن ملا بشارت خاں افغاں قوم زرڑ رام میں پیدا ہوئے تحصیل علم عربی اوسط درجہ کی اپنے والد سے اور محمد نور خاں اپنے بھائی سے کی تھی بھوپال میں جاکر تحصیلدار ہو گئے۔ مولانا حبیب اللہ رام پوری سے بیعت تھے اتفاق سے رخصت لیکر رام پور آئے۔ یادالٰہی کا یہ شوق غالب ہوا کہ نوکری چھوڑ کر مرشد کے دروازہ پر جا پڑے۔ اہل وعیال سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ مرشد پر جذبہ غالب تھا۔

اسلئے وہ بہت سخت برتاؤ کرتے تھے۔ لیکن یہ دروازہ سے نہ ہٹے۔ باغ میں جھاڑو دیتے تھے۔ اور یاد الٰہی کرتے تھے۔ مرشد کے انتقال کے بعد مزار پر حاضر رہے۔ گھر سے کھانا چلا جاتا تھا بقدر سد رمق کھا لیتے تھے۔ عزیز و قریب۔ دوست آشنا کسی طرف التفات نہ تھا۔ نہ آمدنی مزار و باغ سے کوئی غرض تھی۔ نہ کبھی گھر کو آئے۔ کاتب حروف چند بار خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اسی حالت میں ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۳۱۶ھ کو انتقال کیا اور اپنے مرشد کے قریب دفن ہوئے۔ اولاد موجود ہے۔ مگر وہ علم و فضل نہیں۔

مولوی علی نجف تخلص نجف

عرف حافظ موتی ولد حکیم علی احسن ناصر۔ رام پور میں ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے غلام ہمدانی تاریخی نام ہے۔ چودہ سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر علوم رسمیہ اپنے والد اور دیگر اساتذہ شہر سے پڑھے۔ خواجہ بشیر سے نظم و نثر فارسی میں استفادہ کیا۔ اردو شاعری میں پہلے نعتیہ کلام میں اپنے والد سے اصلاح لی۔ پھر عاشقانہ مضامین میں حافظ حسن علی خاں عاجز رام پوری حسین علی خاں شاداں دہلوی اور نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے تلمذ ہوا۔ فارسی کلام میاں اسیر لکھنوی کو بھی دکھایا۔ ۱۲۶۹ھ میں پورنیہ میں بماتحتی مولوی فخر الدین منصف ملازم ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ترک تعلق کر کے کلکتہ گئے۔ اور وہاں شاعروں کی صحبت منعقد کی ۱۲۷۶ھ میں فیروز الدین خلف میاں لال دین وزیر جموں و کشمیر کی مصاحبت میں کچھ دن کلکتہ میں اور کچھ دن بمبئی میں رہے۔ جب وزیر صاحب جموں کو گئے یہ اپنے مکان کو چلے آئے۔ ایک سال گھر پر رہکر پھر کلکتہ کو گئے۔ وہاں ایک پریس مطبع نجفی کے نام سے قائم کر کے اخبار گوہر نجفی شائع کیا کئی سال تک یہی شغل رہا۔ ۱۲۹۷ھ میں داغ دہلوی کلکتہ گئے۔ تو آپنے کئی جلسے مشاعرے کے کئے۔ اور حالات شعرا میں تذکرہ غنچۂ ارم شائع کیا۔

پھر مطبع کا انصرام اپنے بھائی حکیم ناظر حسن چشتی کے سپرد کر کے وطن کو آئے

جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے سالانہ مقرر فرمایا اور کلکتہ جانے کی اجازت نہیں دی۔ جناب نواب سید محمد مشتاق علی خاں صاحب بہادر عرش آشیاں اور جنرل اعظم الدین خاں نے بھی عزت افزائی بدرجۂ کمال کی۔ نہایت خوش مزاج متین اور بذلہ سنج تھے۔ تیرہ سو چھ ہجری (۱۳۰۶ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔ اور بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔ اولاد میں سے اب کوئی باقی نہیں ہے۔ کلام نظم کا نمونہ تذکرۂ شمع انجمن میں ہے۔

صاحبزادہ علی عباس خاں

ابن صاحبزادہ علی حسین خاں۔ ابن عظیم اللہ خاں۔ ابن مصطفیٰ خاں۔ ابن صاحبزادہ اکبر خاں۔ ابن جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر رام پور ہی میں پیدا ہوئے۔ ناز و نعم دولت و ثروت میں پرورش پائی۔ مولوی حافظ محمد رضا خاں مولوی ارشاد حسین اور مفتی سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے کتب عربی پڑھیں طب میں حکیم ابراہیم خاں لکھنوی سے استفادہ کیا بے نقط عربی زبان میں سورۂ یوسف کی تفسیر لکھی۔ تقریباً بارہ سو اٹھانوے ہجری (۱۲۹۸ھ) میں کعبۃ اللہ کو گئے۔ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے متصل دفن ہوئے۔

حالت تفسیر سورۂ یوسف بے نقط

صفحہ ۳۰۹ تقطیع کتاب ۱۲ × ۸ کتابت ۸ × ۴½ سطر ۹ خط خوشخط نسخ آیات شنجرف سے معرب اور تفسیر سیاہی سے بلا اعراب لکھی ہے۔

ابتداء۔ الحمد للہ الملک السلام الواحد لہ ملک السماء والسطوح مرسل الرسل

تفسیر کو بنام جناب نواب سید محمد کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں (۱۲۸۱ھ تا ۱۳۰۴ھ) معنون کیا ہے۔ خاتمہ تفسیر

لقوم یوصنون۔ فللہ درسلہ والموعود علی الدوام کمل لامر والکلام۔

خاتمہ پر مؤلف کا نام مع ولدیت بخط شنجرف ہو۔ گو کاتب کا نام نہیں ہو مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ حبیب اللہ خاں خوشنویس رام پوری کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جنکا انتقال غالباً ۱۲۷۰ھ میں ہوا ہو اور شاہ آباد دروازہ مکان تھا۔
یہ کتاب ریاست کے کتب خانہ میں موجود ہو۔

حکیم علی احسن تخلص قاصر

ولد حکیم سید محمد قوم پنجابی محلہ کھنڈ کسار قدیم میں مکان ہو۔ رام پور میں بارہ سو اٹھارہ ہجری (۱۲۱۸ھ) میں پیدا ہوئے۔ مولوی غیاث الدین عزت، مولوی محمد نور اور مولوی عبدالشکور سے کتب درسیہ پڑھیں ایک عرصہ تک معلم گری کی۔ راقم الحروف کے ہاں بھی برادر اکبر محمد حشمت علی خاں صاحب کی تعلیم پر مامور رہے۔ کچھ زمانہ سے یہ تعلقات ترک کر دئے مکان پر مطب کرنے لگے۔ اور لوگوں کو پڑھاتے بھی تھے۔ اُردو نظم کی طرف بھی توجہ تھی۔ ابتدا میں اخون زادہ احمد خاں غفلت کو کلام دکھاتے تھے۔ فارسی میں پہلے نصیر الدین خاں صابر سے تلمذ ہوا پھر مولوی امام بخش صہبائی دہلوی سے مشورہ رہا۔ نہایت مرتاض اور بابرکت آدمی تھے تیرہ سو تینتیس ہجری (۱۳۳۳ھ) میں انتقال فرمایا۔

قاری حافظ علی محمد عرف جی صاحب

رام پور کے باشندہ محلہ باغ کرم خاں میں حافظ نتھو خاں رسالدار کے متصل رہتے تھے پچاس برس کی عمر تک سیاحی اور تحصیل علوم میں ہندوستان میں پھرتے رہے پھر رام پور آکر گھیر قلندر خاں کی مسجد میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اور طلبا کو حسبۃً للہ پڑھاتے تھے۔ حقہ کا بہت شوق تھا۔ چار حقہ مٹی کے ہر وقت مسجد کے باہر رکھے رہتے تھے۔ ہر بار حقہ تازہ ہوتا تھا کسی اور کو حقہ نہیں دیتے تھے چلم خود اپنے ہاتھ سے بھرتے تھے مسجد سے باہر نکلے اور ایک کش لیا۔ شاگرد فوراً اسکو تازہ کر کے رکھدیتے۔

مگر چلم کو کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا۔ تمباکو عمدہ قسم کا ہوتا۔ کھانا بھی بہت نفیس کھاتے تھے۔ خوش خور تھے۔ میوہ خشک اور سبز بھی بہت رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں تین روپے روز سے کم صرف نہ تھا۔ کسی طالب علم سے کوئی حبہ لیا۔ اور نہ کسی غیر سے۔ قاری بےمثل تھے۔ اور علم تجوید میں کمال تھا۔ جب کوئی لڑکا قرآن شریف ختم کرتا۔ اس کے والدین کو کہلا بھیجتے کہ اسکے لئے نئے کپڑے تیار کرا دو۔ ختم کے دن لڑکے کو نئی پوشاک پہناتے اور پھولوں کا سہرا باندھتے۔ ختم کے وقت ایک مٹی کے لوٹے میں پانی بھر کر اسکو دم کرتے۔ اور لوٹے پر ایک پیالی ڈھکدیتے۔ اور اُس پیالی میں اپنے پاس سے دو روپے رکھدیتے۔ طلبا کے ہجوم کے ساتھ اُس لڑکے کو اور مٹی کے لوٹے کو اُسکے گھر بھیجدیتے۔ اور تاکید کرتے تھے۔ کہ یہ پانی سب کو پلا دو باعث برکت ہوگا۔ ایک بار عباس خاں ساکن محلہ باجوڑیکا قرآن شریف ختم ہوا۔ اُسوقت قاری صاحب کے پاس صرف ایک روپیہ تھا۔ بخش اللہ خاں رسالدار مرحوم کے ہاں سے ایک روپیہ قرض منگایا وہاں بھی نہ ملا۔ قاری صاحب نے موجودہ روپے کی برابر کاغذ کتر کر چلم میں رکھدیا اور تھوڑی دیر میں وہ روپیہ ہوگیا۔ اِس خبر کی شہرت ہوگئی۔ بخش اللہ خاں رسالدار کے بیٹے خان بہادر خاں رسالدار اور چند دیگر اہل محلہ جو خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اُنھوں نے اصرار کر کے پھر یہ کرشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھا واللہ اعلم بالصواب قاری علی حسین صاحب بھی علم تجوید اور قرأت میں مشہور تھے۔ وہ بھی آپ کی خدمت میں بالغرض استفادہ حاضر ہوتے تھے۔ اور مفتی محمد سعد اللہ مرحوم بھی آپ سے ملا کرتے تھے۔ اسی برس کی عمر میں ۱۸۵۷ء سے کچھ قبل انتقال فرمایا مسجد گھیر قلندر خاں کے شرق کی جانب زیر دیوار مدفون ہیں۔ لوگ بجائے حافظ جی صاحب کے صرف جی صاحب کہا کرتے تھے۔ انکے دیکھنے والے اور ہم صحبت قاری غلام حسن خاں محلہ باجوڑیاں ابھی زندہ ہیں۔ جو ریاست جھالرا پاٹن سے پنشن لیکر وطن چلے آئے ہیں۔

شاہ علی محمدؒ

ملا فقیر اخوند کے خلفا میں سے تھے۔ صاحب تذکرہ العارفین لکھتے ہیں کہ میں نے سن تمیز میں انکو دیکھا تھا۔ چشتیہ صابریہ کا فقر انکی صورت سے عیاں تھا۔ ان کی شاہ زوری کی بھی حکایتیں مشہور رہیں۔ گیارھویں جمادی الاول سنہ بارہ سو پچاس ہجری (سنہ ۱۲۵۰ھ) کو انتقال کیا۔ اور موضع پیپلی تحصیل سوار میں جو رامپور سے دس کوس ہے دفن ہوے۔

حکیم محمد علیم اللہ

ولد شیخ محمد معظم قریشی تیمی صدیقی امروہہ ضلع مراد آباد کے محلہ کوٹ میں سنہ ۱۱۶۷ھ میں پیدا ہوے۔ کل علوم فارسی و عربی پر دستگاہ تھی۔ اساتذہ کے نام معلوم نہیں ہوے طب کی تکمیل حکیم سید جلال الدین ساکن امروہہ محلہ لکڑا شاگرد رشید حکیم علوی خاں صاحب قرابادین جلالی سے کی۔ فن طب میں وہ شہرت اور کمال پیدا کیا کہ آجتک ان کے واقعات زباں زد خلائق ہیں۔ نواب نصر اللہ خاں بہادر کے زمانۂ نیابت میں رامپور میں آکر ملازم ہوے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر مرحوم کے اخیر عہد تک ملازمت کی۔ بوجہ پیرانہ سالی اپنے چھوٹے فرزند حکیم کفایت اللہ کو اپنی جگہ ملازم کرایا اور خود امروہہ چلے گئے۔ بارہ سو سینتالیس ہجری (سنہ ۱۲۴۷ھ) میں امروہہ میں وفات پائی۔ محلہ دانشمندان سے جانب شرق سواد الاتالاب کے قریب اپنے گورستان میں دفن ہوے۔ حکیم قادر بخش۔ حکیم عنایت اللہ اور حکیم کفایت اللہ تین فرزند یادگار چھوڑے۔

مولوی محمد عماد الدین خاں

ابن مولوی محمد نظام الدین خاں رامپور میں پیدا ہوے۔ علوم عقلی و نقلی

سلہ انوار العارفین۔

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شبراتی - مولوی حافظ محمد صدیق - مولوی منیر علی مفتی سعداللہ مولوی محمد علی صاحب - مولوی اعظم علی صاحب مولوی محمد حیات اخوند محمد حیات خاں - میاں حسن شاہ محدث اور مولوی نورالاسلام - اساتذہ رام پور سے پڑھے - ریاضیات - ہیئت - ہندسہ - اور علم مثلث مولوی عبدالعلی خاں ریاضی داں رام پوری سے حاصل کیا - طب مولوی حکیم علی حسین خاں لکھنوی سے پڑھی۔ اور مطب حکیم احمد خاں رام پوری - مرزا مہدی اور نواب مظفر حسین خاں افسر الاطبا لکھنوی سے کیا - خوشخطی میں خط نستعلیق میر عوض علی فیض آبادی سے اور خط نسخ میاں جی عبداللہ اور غلام رسول خاں سے حاصل کیا - فن انجینئری رڑکی کالج میں حاصل کیا - فیض باطنی ملا سبحان شاہ اور اخوند محمد حیات سے پایا - ابتدائے عمر سے تاحیات ریاست اندور میں اعلیٰ مناصب پر ممتاز رہے - رام پور میں منگل کے دن تیرھویں اکتوبر سنہ اٹھارہ سو بیاسی (۱۸۸۲ء) کو انتقال ہوا۔ اور اپنے مکان محلہ مدرسہ کہنہ میں دفن ہوئے - مولوی محمد سعید الدین محمد مجتبیٰ خاں خلف اکبر کو یادگار چھوڑا - آپ کی تصانیف سے یہ کتابیں موجود ہیں۔

تفسیر عمادالدین بزبان عربی - عمادا للغات ترجمہ نگنہٹ از سنسکرت اردو ناموس لباب اللغات والقاموس لغت بزبان فارسی قلمی - عمادالعلوم لغت اُردو رسالہ استخراج مزاج ادویہ فارسی - رسالہ موسیقی فارسی - رسالہ الہیات فارسی - یہ سب قلمی کتابیں - آپ کے فرزند کے پاس موجود ہیں - تزک سکندری تاریخ سکندر اردو چھپ گئی ہے -

ملا محمد عمران

ولد[۱] ملا غفران اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے - اور مولوی حیدر علی رام پوری سے بھی علم حاصل کیا تھا - فقہ میں اپنے زمانہ میں بے مثل تھے - تمام عمر تعلیم طلبا میں

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند -

صرف کردی۔ رسالہ تجہیز و تکفین مسلمان کی۔ انکا مصنفہ چھپ گیا ہے "تجہیز و تکفین مسلمان کی" اس سے ۱۲۵۹ھ نکلتے ہیں ۱۲۳۰ھ میں مولوی حیدر علی صاحب کے ساتھ کلکتہ کو گئے تھے۔ اور وہیں کے قیام میں یہ رسالہ اُردو کا لکھا۔

کلکتہ کو اپنے والد کے ہمراہ جاتے ہوئے مؤلف تذکرہ علمائے ہند انسے ملے تھے باپ اور بیٹے دونوں نہایت مسن تھے۔ ناواقف شخص تو دونوں کو بھائی سمجھتا۔

بہتر برس کی عمر میں بارہ سو اکہتر ہجری (۱۲۷۱ھ) میں انتقال کیا۔

شاہ محمد عمر مجددی

فرزند دوم حضرت شاہ احمد سعید شوال بارہ سو چوالیس ہجری میں (۱۲۴۴ھ) دہلی میں ولادت ہوئی۔ حفظ قرآن شریف کے بعد اوائل علوم مولوی حبیب اللہ مرحوم سے پڑھے حدیث اپنے چچا شاہ عبد الغنی محدث سے پڑھی۔ اور اکثر علوم دینیہ اور کتب تصوف اپنے والد ماجد سے تحصیل کئے۔ اسکے بعد اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی آپ کے والد بہ نسبت اور صاحبزادوں کے ان کی مدارات اور رعایت زیادہ فرماتے تھے۔ حج کو تشریف لے گئے۔ اور اِس سفر کے وقت اُن کے والد ماجد نے خلافت عطا کی۔ شاہ احمد سعید فرماتے تھے کہ شاہ محمد عمر کی والدہ نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں چاند آگیا ہے۔ اور میاں محمد شاہ کے استفسار پر فرمایا کہ اس خواب کے بعد شاہ محمد عمر پیدا ہوے اپنے والد کے انتقال کے بعد مرید کرنے میں تردد تھا۔

ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند نے اپنی ٹوپی اُڑھادی اُس روز سے اطمینان ہوا اور بیعت کا سلسلہ جاری کیا۔ ایام غدر میں اپنے والد کے ہمراہ کعبۃ اللہ کو گئے۔ مدینہ منورہ میں قیام تھا۔ والد کی وفات کے بعد مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔ نواب خلد آشیاں کو بہت اصرار تھا۔ کہ ان بزرگوں میں سے کوئی صاحب رامپور تشریف لائیں۔ اتفاق سے آپ اپنے صاحبزادہ کی شادی

کرنے رام پور تشریف لائے۔ نواب خلد آشیاں نے نہایت ہی اعزاز واکرام کیا۔ قلعہ کے اندر سرکاری مکان میں قیام ہوا۔ رام پور میں خوب سلسلہ جاری ہوا نہایت متقی۔ عابد۔ پرہیزگار۔ اور اپنے طریقۂ نقشبندیہ کی نسبت میں کامل تھے۔ ماہ محرم کے مہینے میں بارہ سو اٹھانوے ہجری ۱۲۹۸ھ میں رام پور میں چند ماہ کے قیام کے بعد انتقال فرمایا۔ اور حضرت حافظ جمال اللہ صاحب کے گنبد کے متصل جانب غرب دفن ہوئے۔ مزار پر کتبہ تاریخ لگا ہوا ہے۔

حکیم محمد عمر خاں

ولد نظام الدین خاں۔ قوم پٹھان۔ نصر اللہ خاں بھیکہ دار کے بھتیجے تھے تالاب منشی نہال الدین واقع محلہ گنج کہنہ کے قریب رہتے تھے۔ علوم وفنون فارسی وعربی رام پور میں پڑھے۔ طب کی بھی یہیں تکمیل کی ذہن رسا طبیعت حاضر تھی۔ تقریر بہت اچھی تھی۔ دہلی میں حکیم محمود خاں صاحب دہلوی سے بھی طب پڑھی۔ دہلی میں اُنکی تقریر کی بہت شہرت تھی رام پور میں ۱۳۳۲ھ کے قریب انتقال ہوا۔

حافظ محمد عمر خاں محدث

ولد حافظ محمد اسحٰق خاں قوم پٹھان ساکن محلہ کھنڈسار کہنہ رام پور میں دوشنبہ کے دن ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی شیخ احمد علی سے حاصل کی۔ صرف ونحو مولوی نور النبی ساکن محلہ گھیر مفتی شرف الدین سے فقہ اور اصول فقہ مولوی عبدالواجد ساکن گھیر بجو خاں سے حدیث شریف میاں حسن شاہ محدث سے۔ اور تفسیر مولوی محمد نور سے پڑھی۔ جوانی میں ریاست کی فوج میں نوکر تھے۔ فقیر جی محمد معظم خاں صاحب سے بیعت ہو کر درویشی میں قدم رکھا۔ ملازمت ترک کردی۔ بازار میں حمالی کرکے۔ یا اناج فروخت کرکے۔ یا دریاں بنکر اپنا اور اپنی اولاد کا خور ونوش مہیا کرتے تھے۔ جنرل اعظم الدین خاں مکان پر گئے۔ اور ملے۔ مگر وہ کسی بات کے طالب

نہیں ہوئے۔ اہل دنیا سے کبھی نہیں ملتے تھے۔ اور اپنے دست بازو سے مایحتاج مہیا کرتے تھے۔ صاحب اجازت اور خلافت تھے۔ مریدوں کو بھی دست وبازو سے کمانے کی تاکید کرتے تھے۔ بہت سے شاگرد ہوئے۔ اور بہت مرید ہوئے۔ اولاد بفضلہ تعالیٰ صاحب عمل ہے۔ اولاد میں عبدالقادر خاں۔ مولوی عبدالہادی خاں حسین رضا خاں۔ حافظ حسن رضا خاں۔ مولوی حافظ محمد رضا خاں کا انتقال ہو گیا۔ اب مولوی عبدالوہاب خاں سلامت موجود ہیں۔ حافظ صاحب کا انتقال ذی الحجہ کی اکیسویں تاریخ تیرہ سو چھ ہجری (سنہ ۱۳۰۶ھ) میں رام پور میں ہوا اور محلہ کنڈ سار کہنہ میں دفن ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات از جناب منشی امیر احمد صاحب آمیر

زہے پیرو مرشد محمد عمر خاں	زبان قلم جن کی مدحت میں الکن
جو مشہور ہے سلسلہ نقشبندی	وہ حضرت کے جلوہ سے ہے رشک ایمن
صد افسوس ذیحجہ کی اکیسویں کو	ہوئے جاں بحق واصل رب ذوالمنن
آمیر اُنکی تربت پہ لکھئے یہ مصرع	محمد عمر خاں موحد کا مدفن

سنہ ۱۳۰۶ھ

مولوی محمد عمر تخلص صولت

نہایت[۱] دانشمند۔ عالم متبحر تھے۔ جامع معقول ومنقول۔ ذکی الطبع۔ مناظر زبردست۔ شاعر فصیح۔ اور واعظ بیمثل تھے۔ حاشیہ عینی شرح ہدایہ۔ اور رسالہ طنطنۂ صولت در باب سماع اُن کی یادگار ہیں۔ مولوی محمد حسین لاہوری غیر مقلدین کے پیشوا نے سوالات عشرہ مشتہر کئے تھے۔ مولوی صاحب نے ہر ایک سوال کا جواب لکھا۔ اور اسکا نام عشرۂ مبشرہ رکھا۔

۱۲۹۰ھ۔ رمضان المبارک بارہ سو بانوے ہجری کو انتقال کیا۔

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی صفحہ ۲۰۔

مولوی حافظ محمد عنایت اللہ خاں

ابن حبیب اللہ خاں ابن شیخ رحمت خاں ابن قاضی معظم خاں آپ کے اجداد موضع شلیانڈہ بانسکئے علاقہ بونیر ملک افغان کے رہنے والے ہیں جد اعلیٰ قاضی معظم خاں بہت بڑے فاضل تھے۔ جد امجد شیخ رحمت خاں جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر مغفور کے اخیر عہد میں رام پور آئے اور فوج میں جمعداری ملی۔ نواب سید نصراللہ خاں کی نیابت کے زمانہ میں ناخوش ہو کر ٹونک چلے گئے۔ اور ایک لڑکا حبیب اللہ خاں یادگار چھوڑ کر ٹونک میں شہید ہوئے۔ حبیب اللہ خاں نے رام پور میں نشوونما پایا۔ اور ٹھیکہ داری دہات کرنے لگے حبیب اللہ خاں کی شادی محمد صالح خاں کی بیٹی سے ہوئی جو ملا فقیر اخوند صاحب کے خلیفہ" اور متبنیٰ تھے۔ اور محمد صالح خاں کی بیوی نعمت خاں کمال زی کی بھتیجی تھیں۔ اس عقد سے حافظ محمد عنایت اللہ خاں کی ولادت ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں حافظ اکبر خاں اور حافظ عنایت اللہ خاں رام پوری سے کلام اللہ حفظ کیا۔ پھر تھوڑی سی فارسی مولوی کریم بخش نہٹوری وغیرہ سے پڑھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھا۔ یہاں تک کہ جوان ہو گئے۔ حضرت مولانا ارشاد حسین جس زمانہ میں حضرت فقیر اخوند کی مسجد میں مقیم تھے۔ آپ بھی ایک مسئلہ دریافت کرنے کو حاضر ہوئے۔ مولانا نے آپ کی طرف غور سے دیکھکر فرمایا کہ تم خود کیوں نہیں پڑھتے۔ آپ نے عرض کیا اب میں جوان ہو گیا ہوں۔ لڑکوں کے پڑھنے کی کتابیں پڑھتے ہوئے حیا آئیگی۔ فرمایا ہم ایسی کتاب پڑھائیں گے جو کسی نے دیکھی نہوگی۔ جب آپ پڑھنے پر آمادہ ہوئے تو مولانا نے ارشاد الصرف کتاب تصنیف فرمانا شروع کی۔ اور اسکو پڑھاتے تھے چند روز کی صحبت میں شوق طلب علم ایسا غالب ہوا کہ کاروبار دنیوی ترک کر دئے۔ اور تمام کتب عربی معقول۔ و منقول فقہ۔ اصول تفسیر اور حدیث۔ قرات۔ تجوید۔ اور طب حاصل کیں بعض کتابیں مولوی ہدایت اللہ خاں

رام پوری۔ مولوی احمد حسن مراد آبادی۔ مولوی حکیم عبد الکریم خاں رام پوری اور مولوی عبد العلی خاں رام پوری سے پڑھیں۔ جب کتابیں ختم ہو چکیں تو حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب نے خلاف عادت خود اور اپنے مشائخ کرام کے آپ کو مرید کیا۔ بلکہ مراد ہو گئے تیئیس سال کامل پیر و مرشد کی خدمت میں دنیا اور اہل دنیا سے انقطاع کلی کر کے فیضیاب رہے۔ مرشد کی عنایتیں آپکے حال پر نہایت بیحد و بپایاں تھیں۔ سلوک مجددیہ تمام و کمال حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ اپنے مرشد کی رحلت کے وقت سے برابر طالبانِ خدا کی خدمت میں باشکستہ اور دست شکستہ اپنے مکان پر مصروف رہے درس و تدریس ظاہری میں بوجہ پیرانہ سالی اور عوارض جسمانی کمی ہوئی مگر تعلیم باطنی کا دریا برابر جاری رہا۔
آپ کی مملوکہ زمین میں اب ایک خانقاہ تعمیر ہوگئی ہے۔ اور اللہ کے طالب وہاں ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ بہت سے مریدین اور خلفا ہیں جن میں سے چند کے نام لکھے جاتے ہیں۔ حافظ امداد اللہ خاں خلف اکبر۔ مولوی محمد حمایت اللہ خاں خلف سوم۔ مولوی معوان حسین مجددی۔ مولوی حافظ ارشد علی مرحوم۔ میاں حبیب النبی مجددی۔ مولوی سلامت اللہ۔ مولوی عبد القیوم مرحوم شاہجہانپوری مولوی سید گوہر علی مرحوم رام پوری۔ میاں سید منصف علی ساکن گلاوٹی حافظ برکت اللہ خاں شاہجہاں پوری۔ حکیم عبد الحی شاہجہاں پوری۔ مولوی قمر الدین خاں رام پوری۔ عبد اللہ خاں مرحوم رام پوری۔ سید عبد الحلیم بخاری مولوی غلام محمد خاں عرف چھدن خاں رام پوری۔ حکیم غلام حضرت خاں رام پوری مولوی انیس الدین بہمی۔ مولوی محمد صالح سندھی۔ حکیم سید عبد اللہ بھوپالی مولوی حافظ سید احمد مجددی۔ مولوی حافظ علی رضا رام پوری۔ صاحبزادہ محمد سعید مجددی جلال آبادی۔ سید دو جلال تند حاری۔ مولوی سعید الرحمٰن بنگالی

مولوی کاظم الدین بنگالی۔ مولوی صوفی خواجہ محمد بنگالی۔ مولوی محمد یعقوب بنگالی۔ مولوی جلال الدین بنگالی۔ مولوی قاری عبدالحکیم بنگالی۔ مولوی عبدالغنی بنگالی۔ مولوی عبدالقادر بنگالی۔ مولوی صوفی امداد اللہ بنگالی۔ مولوی محمد عمر بنگالی۔ مولوی اشرف علی بنگالی۔ مولوی محمد اسمٰعیل بنگالی۔ موروثی جائداد تھی اُسکو اپنی بیوی کو دیدیا۔ سوائے توکل کے کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھا۔ ۱۰۔ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ کو انتقال فرمایا۔ اور ۱۱۔ ذی الحجہ کو اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

عنبر شاہ خاں آشفتہ و عنبر

ولد صورت خاں ولد رضا خاں اس باکمال شاعر نے اپنا حال اپنی کتاب فارسی رقعات موسوم بہ پنج گنج کے گنج پنجم میں خود لکھا ہے۔ اُس سے زیادہ کیا تحقیق ہو سکتا ہے اس لیے اُسکے بیان کو اُردو میں لکھتا ہوں۔

میرے دادا رضا خاں قوم افاغنہ سے ختک خرم داتا خیل کرلانڑی قوم سے تھے۔ سپہ آرائے لشکر برائے نوکری پیشہ تھے۔ بعض وجوہ سے نواح پشاور سے جلاوطن ہوکر شاہ آباد میں اقامت کی۔ قیام سے دو مہینے بعد میرے والد عزت خاں معروف بہ صورت خاں پیدا ہوئے۔ تربیت شائستہ کے بعد عین جوانی میں عزت خاں اپنے والدین سے جدا ہوکر فیض گنج عرف آملہ (لفظ آملہ اصل کتاب میں اسی املا سے ہے) کو چلے گئے وہاں فارغ البالی سے رہتے تھے۔ یوسف زئی خاندان میں اپنا نکاح کیا۔ چند سال کے عرصہ میں ہم پانچ بھائی پیدا ہوئے۔ دو تو مجھسے بڑے تھے اور دو چھوٹے تھے۔ وہ چاروں صغر سن میں مرگئے۔ اپنی یادگار زندگی کے لئے دو شعر متعلق ولادت لکھتا ہوں۔

چوں آدم بہ ہستی و گشتم زنیستی — اندر ہزار و یکصد و ہشتاد و دو جدا

بہر ظہور سال وجود من از عدم — ظاہر نمود والے سن مظہر ولا۔ ۱۱۸۲ھ

جب مرہٹوں نے افغانان بیدست و پاکو وطن مالوفہ سے نکالکر کوہ کمایون میں لابٹھایا۔ والد بزرگوار اسہال اور ہیضہ سے بیمار ہوکر چھ مہینے مبتلائے مرض رہے۔ پہاڑ سے واپس آنے والوں کے ساتھ راہ میں ایک ویران مقام میں انتقال کرگئے۔ اس واقعہ کی تاریخ بطور یادگار لکھتا ہوں۔

تاریخ وفات

صورتِ رضوانِ یزداں معنیِ غفرانِ حق — واقفِ اسرار ایزد عارفِ ذاتِ خدا

محرمِ سرِّ ازل مستکشفِ رازِ ابد — مطلعِ ماہِ ہدایت مشرقِ مہرِ ہدیٰ

مفتحِ ابوابِ علم و سور و آیاتِ دیں — مہبطِ احکامِ شرح منزلِ بر و تقا

مجمعِ جود و سخاوت منبعِ داد و دہش — جامعِ طورِ عدالت قامعِ جور و جفا

سالکِ مسلکِ کیاست مالکِ ملکِ ہنر — ناسکِ نہجِ وفا مستجمعِ صدق و صفا

وارثِ ارثِ نبی و حارثِ حرثِ علی — حارسِ شہرِ کمال و حاصنِ حصنِ دہا

والدِ من آنکہ صورت خاں بود نامش علم — چوں ز دنیا رخت بست و گشت سوئے آں سرا

بعد جزع و فزع ماتم جوش فکر برّ الم — بہر ضبطِ سالِ رحلتش والنمود ایں ہیکا

بسکہ عرفانِ الٰہی را فزودے صورتش

گشت تاریخِ وفاتش صورتِ عرفاں فزا ۱۱۸۵ھ

میری بیوہ ماں اپنے ماں باپ سے دور اثاث البیت فروخت کرکے میری پرورش کرنے لگی۔ پھر اُسی اثنا میں شجاع الدولہ خلف صفدر جنگ اپنی فوج اور انگریزوں کے چند کمپ لیکر سرحد افاغنہ

(لال کیہڑہ) پر آیا اور روسائے قلمرو افغانان خودسر اور خودرائے سے دکھنیوں کا زر ضمانت طلب کیا۔ حافظ رحمت خاں نے سب سرداروں سے روپے کی فراہمی کو کہا۔ کسی نے نہ مانا۔ آخر مقابلہ ہوا۔ حافظ رحمت خاں گولے سے شہید ہوئے اور تمام افاغنہ بھاگ نکلے حافظ رحمت خاں کی اولاد بامید پرورش اپنے وطن میں رہی۔ نواب فیض اللہ خاں بہادر لال ڈھانگ کو چلے گئے۔ ان کے ہمراہ میرے ماموں مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوئے اور ہم کو ایک موضع میں چھوڑ گئے۔ وہاں کا مقدم بوجہ تعلقات قدیم خبرگیراں رہا۔ اس عرصہ میں میں ایسا بیمار ہوا کہ امید زندگی نہ رہی ایک روز میری والدہ مقدم موضع کے ہاں شادی میں گئیں۔ میری دادی کو میرے پاس چھوڑ دیا۔ کہیں سے مٹھا آیا وہ میرے سرہانے رکھدیا۔ تنہائی کا موقع پاکر وہ سب میں نے پی لیا۔ اور محض اس کے پینے سے مرض جاتا رہا۔ چند روز میں مجھ میں طاقت نشست و برخاست کی آگئی۔ ایک دن غلام سامان زیور و نقد لیکر بھاگ گیا۔ میں آوارہ پھرنے لگا۔ ماموں نے مکتب میں بٹھا دیا۔ اخوند محمد اعظم صاحب سے نو مہینے میں قرآن شریف ختم کرلیا۔ وہ محض قرآن خوان تھے۔ وہاں سے اُٹھا کر حافظ احمد رحمتہ اللہ کے مکتب میں بٹھا دیا۔ حافظ احمد تھوڑے دنوں کے بعد بھوپال چلے گئے۔ تو ملا عبدالشکور سے پڑھنے لگا۔ تھوڑے دن میں اُنکا بھی انتقال ہوگیا۔ اب میرے عزیز میری تعلیم کی طرف سے مایوس ہوگئے اسکے بعد محمد سعادت خاں رحمتہ اللہ سے تعلیم شروع کی۔ کچھ مدت کے بعد اُنھوں نے ترک تعلقات کرکے گوشہ نشینی اختیار کی اس لیے میری تعلیم بالکل بند ہوگئی شغل بیکاری میں میں صبح سے بکریاں

جنگل میں لیجا کر چراتا تھا اور شام کو گھر آتا تھا۔ جب میری بارہ سال
کی عمر ہوئی تو بزازی کا پیشہ شروع کیا اسکے بعد سامان کی دلالی
شروع کی۔ کچھ دنوں کے بعد حاکم پرگنہ کے ہاں چوکیداروں کی
جمعداری مل گئی۔ چند مہینے اس خدمت کو انجام دیا عامل شہر کا
بھائی مر گیا۔ سوم کی قرآن خوانی کے لیے مجھسے قرآن طلب کیا میں نے
انکار کیا مجھے مارا بھی اور گالیاں بھی دیں۔ اس رنج میں گھر سے بغیر
اطلاع چل کھڑا ہوا۔ شاہ آباد میں ایک مسافر کے ساتھ پہونچا۔
شاہ آباد کی شہر پناہ کے پاس پائین مزار مظہر انوار زبدۃ الاخیار
اسوۃ الابرار شہید رشید کے بیٹھا وہاں مسافر ہمراہی کا ایک دوست
کمانگر مل گیا شب وہاں بسر کی صبح کو مصطفےٰ آباد عرف رام پور آیا۔
پریشان تھا۔ کہ کہاں جاؤں۔ راہ میں اسوۂ والاہمتان دوران حاتم
خاتم زماں عبد اللہ خاں اپنے گھر لیگئے۔ اور نہایت دلدہی کی جو
خود کھاتے صبح وشام مجھے بھی کھلاتے تھے۔ ایک روز عبد اللہ خاں
نے کہاکہ بیکار رہنا مناسب نہیں ہے۔ ان کی معصوم لڑکی کو الف بے
پڑھانا شروع کی اتفاق سے غلام اشرف خاں ساکن شمس آباد
ہم مکتب نواب مظفر جنگ بہادر عبد اللہ خاں کے ہاں آئے۔
اُن کی ترغیب دلانے سے گلستاں شروع کی اور اس کے بعد انہیں کی
تصنیف مخزن دانش پڑھنے لگا۔ دو مہینے میں دونوں کتابیں ختم کرلیں۔
لیکن اب عبد اللہ خاں کے گھر قیام نہ رہا۔ اُسی زمانہ میں سخت قحط ہوگیا۔
میری پھوپی یہاں رام پور میں علیل ہوگئیں۔ انکو وطن بھیجا اور وہ
وہاں جاکر مرگئیں۔ یہ دو بیت انکی تاریخ کے ہیں۔

تاریخ وفات

چوں رواں عمہ من ز فضائے باغ دنیا — بے خرمی خاطر شدہ صحن جنت آرا
بشمردن سنینش ز لسانِ غیب عنبر — شدہ شردہ یاب یازہ۔ رضی الولی عنہا

اِن پریشانیوں کے بعد پھر تعلیم شروع کی منشی۔ عنایت خاں۔ اخوند محمد گل ملا عبد الصمد۔ رسیدۂ فروع و اصول فقاہت پرور حضرت محمد انور آرمیدہ درک فضائل خفی و جلی سید اسد علی۔ یکتائے علمائے دوراں و بیہمتائے فہمائے زماں کمالات پناہ جلالت آگاہ عالی نسب متعالی حسب مولوی محمد ابراہیم شاہ عرب سلمہ اللہ الرب۔ یگانۂ ناثران بے عدیل۔ فرزانۂ ناظمانِ بے بدیل۔ گزین ازلی مولانا قطب علی۔ خلاصہ دبیرانِ عطارد پیشہ دست۔ خاصہ خبیرانِ خبرت پایست۔ رقام بیمثل آفاق۔ سہام بے تمثیل نہ رواق۔ شیر سہراب یزد تہمن تواں۔ دلیر افراسیاب۔ زور بہمن میدان خجستہ منش۔ برجستہ روش۔ پرہیزگار تورع شیفتہ۔ تورع کردار تشرع فریفتہ۔ ادریس خانہ نصیب حافظ عبد الحبیب۔ زبدہ فارس دانان بیہمال۔ قدوہ دری زبانانِ شیوا مقال۔ اسوہ نظام جہاں۔ سلالہ نثار گیہاں عبد الکریم خاں مہر سپہر دانش پروری سپہر مہر بینش گستری۔ آفتاب سمائے دانست حقیقت نظم پردازی ماہتاب بیضائے توانست ماہیت نثر طرازی۔ بدر آسمان دقیقہ دانی صدر ایوان لطیفہ رسانی۔ ناظمی پناہ۔ ناثری دستگاہ حافظ عزۃ اللہ۔ دقاق حقایق علوم۔ حقاق دقائق فہوم۔ وقاف کیفیت صیغ و تراکیب عربیت الیق۔ کشاف اصل و فرع اسالیب بروقت منطق۔ گزین کیش بہیں آئین اخوندزادہ محمد ظہور الدین ناسک

مناسک حج فلاح افزا۔ سالک مسالک استعداد حرمین صلاح آرا۔ عالم با عمل عامل بے بدل۔ حلال مہمات افادت۔ شائمہ افاضات ممتلی سید حسین علی نتیجۂ رضیۂ اشرف سلف و خلف۔ فیاض مستفیضان ہر طرف۔ محقق تدقیق نکتہ رانی۔ مدقق تحقیق مثنوی دانی مولوی آصف علی۔ ملک الشعراء ریختہ گو۔ سلطان الشاعرین بذلہ خو۔ دبیر بے نظیر ناثر ناظم قیام الدین محمد قائم ممتاز اوجگاہ علو کمال سرفراز غوجاہ سمو جلال نظامی و نثاری اقران عبد الحفیظ خاں شاگرد رشید نظام خاں مرزا معز فطرت۔ علامۂ مدارس احصال فنون خفا و ظہور فہامۂ مجالس اکمال شیون نزد و دور۔ قادر استخراج اختراعات ہر فن۔ نادر امتزاج ابداعات نو و کہن۔ لوح چرخ نکتہ رانی شارق فلک خردہ دانی۔ والا مناقب بالا مناصب مفتی شرف الدین صاحب۔ اور عمدۂ فضلائے تحریر۔ جمدۂ کملائے روشن ضمیر مخترع رموز نثاری و نظامی۔ مبدع کنوز علامی و فہامی۔ درویش پسندیدہ طینت گزیدہ کیش سنجیدہ فطرت مولانا غلام جیلانی متخلص بہ رفعت سے کتب نظم و نثر۔ دواوین۔ اور علوم پڑھے۔ اُسی زمانہ کے قریب مولانا رفعت کا انتقال ہوا۔ اُن کی تاریخ وفات میں دو قطعہ ایک رباعی اور ایک مثنوی لکھتا ہوں۔ د بخوف طوالت راقم الحروف نے اُن کو نقل نہیں کیا) تحصیل علم کے بعد فکر معاش ہوئی۔

زر محمد خاں نبیرہ فتح خاں میر سامان نواب علی محمد خاں نے میری غور و پرداخت کی۔ زر محمد خاں کو تپ دق لاحق ہوئی۔ ایک روز مصطفیٰ خاں عرف انجو خاں بطریق عیادت آئے۔ اور ان سے کہا کہ آپ تو سخت علیل ہیں۔ تا عالالت عنبر شاہ خاں کو میرے سپرد کیجیے۔ بعد صحت

یہ حاضر ہو جائیں گے۔ انھوں نے منظور کر لیا۔ نواب محمد علی خاں کی حیات تک میں بنجو خاں کا ملازم رہا۔ شب کو کبھی کبھی مجلس شعر و شاعری ہوتی تھی۔ جب زمانۂ حکومت مخلص الدولہ ناصر الملک حاجی نواب غلام محمد خاں بہادر مستعد جنگ کا آیا۔ اور نواب صاحب نے کثرت سے نئی فوج بھرتی کی میں بھی نو ملازموں میں جلعہ دار ہو گیا۔

جنگ کے بعد ملک نواب احمد علی خاں بہادر کو ملا اور نائب نواب محمد نصر اللہ خاں ہوئے۔ تو میں نواب نصر اللہ خاں کے پاس بطور وقائع نگار صاحبانِ فرنگ ملازم ہوا۔ پھر کچھ دنوں کی بیکاری کے بعد ایک امیر غلام حسن خاں کے ساتھ ایک سال چند ماہ میاں دوآب سفر وحضر میں رہا پھر کچھ دن سید محمد خاں برادر حافظ الملک۔ اور کچھ دن باڈل بے مقابل حضرت شاہ خاں کے پاس رہا۔ تین برس نواب محمد کفایت اللہ خاں کے پاس رہا۔ اسکے بعد بہت دن تک تلاش معاش میں کبھی مراد آباد کبھی کہیں پھرتا رہا۔ پھر اکرام الدولہ کرم الملک نواب کریم اللہ خاں بہادر کرامت جنگ خلف نواب فیض اللہ خاں کی خدمت میں پہونچا۔ دو برس نواب محمد عنایت اللہ خاں کی ملازمت کی۔ گو انھوں نے تا زیست جدا نکرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر ایک عزیز بے تمیزی کی وجہ سے ترک تعلق کیا اب بالکل بیکار پریشان خانہ نشین ہوں۔ اسپر یہ مصیبت اور آئی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا۔ قطعات تاریخ انتقال لکھتا ہوں۔

در ہزار و دو صد و سی و چہار ‏ ‏ بیست و ہفتم ربیع نخست
مادرِ مہربان عنبر شاہ ‏ ‏ خرمی جناں بجنت جست۔

(دو قطعہ یہاں ترک کرتا ہوں بخوف طوالت)

یہاں تک مصنف پنج گنج موسوم بہ اشراق الخیال کے حالات ختم ہو گئے کتاب کو بھی یہیں پر ختم کیا ہی۔ اشراق الخیال تاریخی نام ہی۔ جسکے عدد ۱۲۴۳ھ ہوتے ہیں۔ گویا ۱۲۴۳ھ تک زندگی ثابت ہی۔

دہلی میں حکیم صدر الدین خاں نے جب مشاعرہ کی بنیاد ڈالی یہ بھی وہاں موجود تھے۔ ایک طویل قصیدہ اسکاٹ نامی انگریز کی مدح میں اُردو میں لکھا ہے کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں ملاحظہ ہو۔ تذکرۂ شمیم سخن میں ۱۲۳۹ھ میں وفات لکھی ہی۔ ان کی تصانیف سے ذیل کی کتابیں کتاب خانہ میں موجود ہیں۔

مرأۃ الاصطلاحات فارسی قلمی نوشتہ دست مصنف اخیر سے ناقص بفرمائش امجد علی خاں ولد سعید علی خاں تصنیف ۱۲۳۳ھ۔ مقدمہ جوہر عنبری بطور آمد نامہ۔ پنج گنج مسمّٰی بہ اشراق الخیال فارسی قلمی دست مصنف۔ بہار عنبر فارسی قلمی تصنیف ۱۲۳۰ھ۔ سواد عنبر فارسی انشا۔ سراج منہاج فارسی قلمی بفرمائش مولوی قطب علی۔ جوش ہوش فارسی قلمی بفرمائش اخوندزادہ ظہور الدین تشریح الخیال فارسی قلمی کلام منظوم تصنیف ۱۲۳۳ھ۔ بیاض عنبر اشعار منتخبہ اساتذہ۔ دیوان ریختہ۔ تدقیق الخیال دیوان اُردو تصنیف ۱۲۳۷ھ۔

تشریح الخیال کے دیباچہ میں اپنی تصانیف کے جو نام لکھے ہیں اُس میں جوہر عنبر۔ سویداے عنبر جوہر شجاعت متعلق قواعد وانگ پھکیتی معمولہ سید علی نقی دہلوی کا بھی ذکر کیا ہی۔

عنایت محمد خاں عرف عنایت اللہ خاں تخلص راسخ

ولد عادل شاہ خاں ساکن قصبہ بلاسپور تحصیل رام پور۔ علم درسیہ فارسی و عربی خلیفہ احمد علی رام پوری سے پڑھے۔ سید اسمٰعیل حسین منیر اور سید احمد علی رسا

رامپوری سے نظم اردو فارسی میں استفادہ کیا بھوپال میں صاحبزادہ فاخر محمد خاں مرحوم کی دامادی کا شرف حاصل کیا۔ بھوپال میں محلہ اسلام پورہ میں رہتے تھے۔ تیرہ سو اٹھائیس یا اُنتیس ہجری (۱۳۲۸ یا ۱۳۲۹ھ) میں بھوپال میں بعارضہ پلیگ انتقال ہوا۔ تکیہ جدید میں دفن ہوے۔

دو لڑکے جوان ان کے بعد مر گئے۔ فی الحال سات آٹھ سال کا لڑکا اور نو دس سال کی لڑکی زندہ ہیں۔

میر عوض علی تخلص عدیلؔ

ولد[1] میر چاند علی حسینی۔ ملیح آباد اصلی وطن تھا۔ کتب درسیہ مولوی سلامت اللہ لکھنوی سے پڑھیں۔ عربی فارسی دونوں میں صاحب استعداد تھے۔ فن خوش نویسی حافظ نور اللہ سے حاصل کیا۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہونے سے پہلے پہلے خوب خوب نستعلیق کو لکھا جس زمانہ میں جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ لکھنؤ میں تشریف فرما تھے۔ جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں کی تعلیم کے واسطے میر صاحب کو مقرر کیا تھا۔ اسی وجہ سے رام پور بلائے گئے۔ رام پور آنے سے قبل انگریزی حکومت میں کروہ مانک پور میں تھانہ دار اور بجرنگ گڈھ میں منصف رہے۔

نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ نے رام پور طلب فرمایا اور جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کے معلم مقرر ہوے۔ بابرکت ایسے تھے کہ جس نے چندے تلمذ اختیار کیا خوشخطی سے محروم نہ رہا۔ آپ کی وجہ سے رام پور میں گھر گھر خوشنویسی کا شوق ہوا اسوقت جسقدر نستعلیق کے خوشنویس موجود ہیں میر صاحب ہی کے سلسلہ سے فیضیاب ہیں۔ چند رسائل بھی آپ نے

---

[1] تذکرہ آثار الشعراء اردو۔

تصنیف فرمائے۔ مگر کوئی طبع نہیں ہوا۔ املا میں رسالہ سہل ممتنع طب میں صحت الملوک دستور العمل تدبیر معاش مساکین۔ رسالہ اصول نستعلیق۔ مثنوی نان ونعمت آپکی تصنیف سے ہیں۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔

صحت الملوک بزبان فارسی ۴۴ صفحہ کا رسالہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔ اخیر سے ناقص ہی۔

دستور العمل خرید نیشکر برائے نیلخانہ ریاست قلمی نوشتہ مصنف سنہ ۱۲۵۸ھ دس صفحہ کا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

دستور العمل تدبیر و معاش مساکین و انتظام قحط سالی فارسی۔ نوشتہ مصنف تصنیف سنہ ۱۲۸۵ھ نو صفحہ کا رسالہ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

انتظام السعید۔ فارسی۔ جناب نواب سید محمد خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ نے مصنف کو بغرض تعلیم جناب نواب سید محمد کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں مقرر فرمایا۔ تو یہ رسالہ ۴۴ صفحہ کا متعلق انتظام پولس وغیرہ لکھکر پیش کیا۔

رامپور ہی میں فالج گرا۔ ۲۷۔ محرم سنہ ۱۲۹۹ھ میں انتقال ہوا۔ ریاست کی طرف سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ حافظ جمال اللہ صاحب کے مزار کی جنوبی دیوار کے باہر دفن ہوے۔ اب آپ کا مزار جنرل اعظم الدین خاں کے مقبرہ کے چبوترہ میں دب گیا ہی۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی الٰہی بخش صاحب خوشنویس شاگرد موصوف

آہ رقم چساں کنم وصف جناب اوستاد
بر صفت از صفاتہا فرد بدو نداشت جفت
بود بذات پاک شاں ہر کہ دمے چو فیضیاب
سال وفات ہاتفم چشمۂ فیض گم بگفت

ایضاً از حکیم محمد حسین خانصاحب نیر رامپوری

جناب حضرتِ استاد سید عوض علی — بلند و واقف ہر نکتۂ خفی و جلی
زسقم فالج ولقوہ گذاشت دار فنا — چناں گزید بفیض نبی و لطف جلی
بگفت کہ مصرع صوری و معنوی نیر — سن ہزار و نود ہشت دو صد ای جلی

میاں غلام احمد تخلص تمیز

آپ کا اصلی نام رام دیال اور والد کا نام خیالی رام۔ قوم نجوطلی ہے۔ رام پور میں گوجروں کے محلہ میں ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے شباب میں شعر گوئی کا شوق ہوا۔ استاد تو کوئی بظاہر نہ تھا۔ مگر شوق طبیعت نے راہبری کی میاں نظام شاہ نظام سے شاگردی کا برائے نام تعلق تھا۔ پھر نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے استفادہ کیا۔ قوالی کے جلسوں میں بھی آتے جاتے تھے میاں احمد علی شاہ صاحب کے ہاں بھی سالانہ عرس بخلاف اسلاف نقشبندیہ قوالی کے ساتھ بڑے زور و شور سے ہوتے تھے۔ آپ ان میں بھی شریک ہوتے تھے۔ بیس برس کی عمر میں ایک دن شب کے وقت کوئی ایسی صورت راہ میں نظر پڑی جس سے صبر و قرار جاتا رہا۔ وحشت بڑھی۔ دوبارہ جمال میسر نہ آیا۔ اس حالت زار کو میاں نظام شاہ صاحب سے کہا وہ میاں احمد علی شاہ صاحب کے مرید تھے۔ میاں نظام شاہ صاحب اپنے ہمراہ میاں احمد علی شاہ صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ صورت کے دیکھتے ہی زنار توڑا اور اسلام کا کلمہ پڑھنے لگے۔ طبیعت میں ذوق و شوق موجود تھا۔ شمع روشن کے قریب آتے ہی شمع سان محبت الٰہی میں جلنے لگے۔ نقشبندیہ طریقہ کے اوراد و اذکار میں مصروف ہوئے۔ محنت اور پیر کی محبت نے یہ رنگ جمایا کہ لباس پیر کا از سرتاپا سیاہ تھا۔ خود بھی وہی لباس اختیار کر لیا۔ پیر کی خدمت کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ خود کہتے ہیں۔

تمیز اب ہو گیا یکساں ہمارا باطن وظاہر — سیاہی دل کی اندر تن پہ بھی پوشاک کالی ہے

ناگاہ غلبۂ شوق حج وزیارت مدینۂ منورہ ہوا۔ سامان سفر مہیا نہ تھا۔ پیرومرشد کے ایماء سے حیدر آباد دکن جاکر محکمۂ مال میں ملازمت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے جب سامان سفر فراہم کر دیا۔ حج کو گئے۔ زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور پھر رام پور آئے عزیز ویگانہ چھوٹ چکے تھے۔ ایک مکان محلہ کھنڈسار قدیم میں خرید کیا اور اسمیں بود وباش کی ایک مدت کے بعد پھر حج کا شوق غالب ہوا مگر زاد راہ مفقود تھا۔ اتفاق سے احمد علی خاں مرحوم ٹھیکہ دار نے ارادہ حج کیا۔ ایک ایسے آدمی کی تلاش تھی۔ جو ارکان حج ادا کر چکا ہو۔ جذبۂ دلی کا یہ کرشمہ تھا کہ آپ کو ہمراہی کے لیے منتخب کیا یہ سفر بھی نہایت اطمینان اور راحت سے ہوا۔ فرماتے تھے۔ کہ اس سفر حجاز میں آب وضو موجود۔ صف جماعت تیار۔ دسترخوان چنا ہوا۔ بستر استراحت بچھا ہوا اور سواری تیار پائی۔ الحمد للہ علی احسانہ۔ اس دوسرے سفر کی نسبت کہتے ہیں۔

ناز تقدیر پہ ہو کیوں نہ خدایا مجھکو — کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ میں بلایا مجھکو
تنگدستی کی چلی پیش نہ کچھ ضعف کا زور — پر لگا کر مری قسمت نے اڑایا مجھکو

عشرۂ محرم میں دس۱۰ دن برابر روزہ رکھتے۔ عشرہ کے دن صبح کی نماز کربلا میں جاکر پڑھتے۔ اور عصر کی نماز پڑھکر واپس آتے۔ تعزیوں کی توقیر اور تعظیم کرتے تھے مرتے وقت تک زہد وعبادت میں بسر کی۔ شادی نکاح کچھ نہ کیا۔ سیکڑوں آدمی مرید ہیں میاں جان شاہ۔ چمن شاہ۔ اور داتا شاہ کو خلافت عطا کی میاں جان شاہ پر زیادہ عنایت تھی۔ انتقال سے قبل یہ اظہار کیا کہ آرزو تو یہ ہے۔ کہ پیرومرشد کے مزار میں دفن ہوؤں۔ لیکن وہاں لوگ مانع ہوں گے اگر وہاں ممکن نہو تو میرے اپنے مکان میں دفن کر دینا۔ بچاسی برس کی عمر میں

جمادی الآخر کی تیسری تاریخ تیرہ سو سترہ ہجری (۱۳۱۷ھ) کو انتقال ہوا۔ پیرومرشد کے احاطہ میں دفن ہونے سے لوگ مانع ہوے مگر آپ کے پیر بھائی صاحبزادہ مہربان علیخاں صاحب بہادر نے خود آکر قبر کھود وادی اور پیرومرشد کے احاطہ میں دفن کیا۔ محلہ کھنڈسار میں جو ذاتی مکان تھا۔ وہ بطور خانقاہ ہے اور میاں جاں شاہ صاحب سجادہ ہیں۔ سالانہ عرس اور قوالی وہاں ہوتی ہے آپ کا ایک دیوان عشقیہ اور ایک دیوان نعتیہ اور ایک مثنوی جسمیں اپنے اسلام لانے کا حال ور بزرگان سلسلہ کی تعریف ہے۔ اُردو میں آپکے سجادہ نشین کے پاس موجود ہیں۔ آپ کی قبر پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

تھے جو وہ حاجی غلام احمد تمیز | صوفی و صافی و عالی منزلت
ہو گئے جب دم نہاں زیر زمیں | ایک عالم آیا بہر تعزیت
سال رحلت یہ ہو گر پوچھے کوئی | ڈوبا ہے ہے آفتاب معرفت
۱۳۱۷ھ

حکیم غلام اکبر خاں عرف حکیم کلو خاں

ولد حکیم محمد شاہ خاں ولد تراب خاں قوم پٹھان بونیروال قبیلہ گدازی ساکن محلہ کھاری کنواں رام پور میں پیدا ہوے یہیں نشو ونما ہوئی۔ علوم عربی وفارسی یہیں پڑھے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب سے صرف نحو پڑھی۔ طب اپنے باپ سے پڑھی۔ سرکاری طبیبوں میں بھی ملازم رہے۔ صاحبزادے محمد علی خاں بہادر عرف چھٹن صاحب اور صاحبزادے احمد رضا خاں عرف پیارے صاحب کے بھی اتالیق رہے نہایت وضعدار۔ پابند صوم وصلوۃ۔ دوست نوازی اور مروت میں بےمثل تھے۔ حکیم ابراہیم خاں لکھنوی سے بیحد اتحاد تھا۔ روزانہ اُن کے ذریعہ سے اکثر لوگ حکیم صاحب سے کام نکال لیتے تھے۔ نواب خلد آشیاں کے اخیر عہد میں (۱۳۱۱ھ تا ۱۳۱۳ھ) انتقال کیا اور شاہ درگاہی علیہ الرحمۃ کے مزار میں دفن ہوے۔ انکے دروازہ پر ایک

بہت بڑا پلنگ بانڈ کا بنا ہوا پڑا رہتا تھا - جسکو پٹھان کھٹا کہتے ہیں - اس لئے رام پور میں انکا خاندان کھٹے والے حکیم کے نام سے مشہور ہی -

مولوی غلام جیلانی رفعتؔ تخلص

مولوی احمد خاں شاہجہاں پوری کے پوتے پہلی بھیت کمشنری بریلی میں رہتے تھے - پیلی بھیت سے آکر رام پور کے محلہ راجدوارہ میں ملا غیرت کی خام مسجد میں مقیم ہوئے قوم کے بنگش پٹھان تھے - مولانا بحر العلوم لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اسی محلہ میں شرف الدین ولایتی مولوی عبد العلی خاں ریاضی داں کے دادا رہتے تھے ان کی لڑکی سے شادی کی جس سے دو لڑکیاں ہوئیں - ایک مولوی غلام حضرت کو اور دوسری مولوی حیدر علی ٹونکی کو منسوب ہوئی - ملا غیرت کا جو مکان اور احاطہ تھا وہ خود خرید کر مکان بنائے - اور اسی محلہ میں قیام کیا اور کثرت سے طلبا کو پڑھایا - فارسی میں بھی نہایت اعلیٰ لیاقت تھی - مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں - کہ آپ کی عربی غزل مفتی امیر اللہ خاں نے اپنی طرف نسبت کر لی - اُس سے زور طبیعت معلوم ہوتا ہی - اور شیخ یمنی نے بھی اسکو مفتی امیر اللہ خاں کے نام سے لکھدیا ہی -

نواب غلام محمد خاں بہادر کی اور لکھنؤ والوں کی جنگ کو شاہنامہ کی بحر میں نہایت خوب نظم کیا ہی - اس کتاب کا نام ورمنظوم ہی ۱۲۱۳ھ میں تصنیف کی ہے - عام طور پر جنگ نامہ مشہور ہی - اسکا ایک نسخہ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے معرفت حکیم علی حسین خاں لکھنوی سید احمد خاں ولد مولوی غلام حضرت خاں مصنف کے نواسے سے ۱۲۸۰ھ میں خرید کیا - جو ریاست کے کتب خانہ میں موجود ہی - صاحب تذکرہ تکملہ الشعرا فارسی لکھتے ہیں کہ اُردو کا دیوان اور فارسی اشعار اور متعدد مثنویاں بھی ہیں -

علاوہ کمالات ظاہری کے درویشی کا بھی شوق ہی۔ صاحب تذکرہ انوار العارفین فارسی خلیل احمد خاں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ایک روز مولوی صاحب خلیل احمد خاں شاہجہاں پوری سے رام پور میں ملنے آئے۔ خلیل احمد خاں نے فرمایا مولانا کچھ حدیث پڑھیئے۔ اس وقت مولوی صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ بالکل علم سلب ہوگیا ہی پھر خود خلیل احمد خاں نے باوجود اُمّی ہونے کے حدیث کا بیان کیا اور مولوی غلام جیلانی اُنسے بیعت ہو گئے۔ مولوی غلام نبی وحشت شاہجہاں پوری جو ایک نہایت ہی عالم و فاضل تھے۔ انکا جوانی میں انتقال ہوگیا ان کی وصیت کے موافق مولانا نے انکے کلام کی ترتیب کی اور تذکرہ تکملۃ الشعرا میں درج کرایا۔ تذکرہ انتخاب یادگار مولفہ منشی امیر احمد صاحب مرحوم میں لکھا ہی کہ مولانا کے باپ مولوی احمد صاحب مرحوم گیلان سے روہیلکھنڈ میں آئے۔ اور مولانا روہیلکھنڈ میں پیدا ہوئے علوم عقلی مولوی حسن صاحب پیر درسے پڑھے۔ شاہجہاں آباد میں شاہ عبدالعزیز سے کتابیں پڑھیں۔ اور وہیں اہل ایران سے فارسی زباندانی حاصل کی مولوی صاحب سے بڑا فیض جاری ہوا۔ مولوی حیدر علی خاں، مولوی خلیل الرحمن۔ مولوی محمد، مفتی شرف الدین۔ کبیر خاں تسلیم۔ عنبر شاہ خاں عنبر۔ مولوی غیاث الدین عزت انکے شاگرد ہیں۔ مولوی احمد علی عباسی چڑیا کوٹی المتوفی ۱۲۷۲ھ نے بھی بھراہی مولوی حیدر علی ٹونکی آپ سے پڑھا ہی ہشت خلد نام ایک مجموعہ اشعار ہی جس میں اساتذہ کے اشعار سراپائے معشوق کے تعریف میں جمع کئے ہیں فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ قوت حافظ کی یہ کیفیت سنی گئی کہ بعد ختم مشاعرہ اکثر شعرا کی غزلیں اول سے اخیر تک پڑھ دیتے تھے۔ اسّی برس کی عمر ہوئی۔ چاشت کے وقت ذی الحجہ کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو چونتیس ہجری (۱۲۳۴ھ) کو رام پور میں انتقال کیا۔ اور ملا عزت کی مسجد میں جو لب مولوی صاحب

کے نام سے مشہور ہی۔ دفن ہوے۔ انکے مزار پر اکثر حاجتمند آتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں۔ زبانی روایت ہی کہ زمانۂ سابق میں اہلِ شہر کا مدفن متصل موضع گھبریا تھا وہیں مولوی صاحب دفن ہوے تھے۔ جب دریا میں سیلاب آیا اور قبریں دریابرد ہوگئیں۔ تو مولوی غلام حضرت صاحب اور مولوی رفیع الدین خاں صاحب نے قبر کھود کر نعش نکالی اور مسجد میں لاکر دفن کیا۔

مجموعۂ رفعت۔ یہ فارسی کا دیوان آپ کا ہی تاریخ اسکی بیاض دلکشا ہی جسکے اعداد (۱۱۶۸ھ) ہوئے۔ اسکے خاتمہ پر لکھا ہی کہ بتاریخ چہاردہم شوال در چھاونی متصل قصبہ سری نگر در لشکر نواب محمد صدیق علی خاں بہادر روز شنبہ بخاطر داشت عزیز القدر عبد الرحمٰن خاں از دست میاں سلطان شاہ بزودی تمام ارقام یافت ۱۲۱۳ھ یہ نسخہ کتاب خانہ ریاست میں موجود ہی۔ اِس سے ثابت ہی کہ مولف کے حیات کا لکھا ہوا ہی اور جب (۱۱۶۸ھ) میں دیوان مرتب ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے سو برس سے کم عمر نہوئی ہوگی۔

ہشت خلد فارسی۔ مختلف شعرا کے اشعار حمد و نعت اور سراپاے معشوق اشعار شوقیہ اور احوال عاشق جمع کئے ہیں۔ اِس کتاب کی ترتیب ضیاء الدین عبرتؔ نے شروع کی۔ ان کے انتقال کے بعد محمد کبیر خاں تسلیمؔ۔ کرامت علی۔ شجاعت علی۔ عنبر شاہ خاں۔ مصاحب جنگ ہمت خاں ہمتؔ وغیرہ تکمیل کرتے رہے۔ غلام مصطفی خاں بہادر معروف بہ ننھو خاں ولد محمد مستقیم خاں ولد شیخ محمد کبیر خاں کے حکم سے اسکی ترتیب ہو رہی تھی جنگ دوجوڑہ میں وہ شہید ہو گئے جناب نواب سید غلام محمد خاں صاحب بہادر نے سپہ سالاری۔ سنو خاں بہادر برادر خرد کو دی اور کوہ کمایوں میں سری نگر کے کمان جھنجن درہ میں مورچہ بندی کرلی۔ نواب صاحب کے فریب صلح میں آکر انگریزوں کے پاس چلے گئے۔ پھر سنو خاں بہادر نے اس کتاب کی ترتیب

شروع کرائی۔ اور سنہ ۱۲۸۵ھ میں کتاب بکمل ہوئی۔
دیباچہ میں کئی سو شعرا کے تخلص حمد و نعت میں نہایت خوبی سے بیان گئے ہیں
۸۰۳ صفحہ کی کتاب کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔

مولوی غلام جیلانی خاں بہادر

والد کا نام لقمان خاں۔ قوم برکازئی جو یوسف زئی کا ایک قبیلہ ہے بکمل شجرہ خاندان مولوی امام الدین کے حال میں ہے۔ ہندوستان میں ولایت سے آنے کے اسباب معلوم نہیں۔ علم کا شوق تھا۔ مولانا بحر العلوم کے اُستاد مولوی عباس علی سے اکثر علوم لطیفہ و فنون شریفہ حاصل کئے۔ مولانا بحر العلوم کے ہمدرس رہے۔ تحصیل علم کے بعد مرشد آباد گئے۔ نواب قاسم علی خاں نے دہلی کے دربار میں سفیر مقرر کر دیا جن خدمات کے صلہ میں تاریخ ہفتم شعبان روز جمعہ ۱۱۷۲ھ موافق جلوس ۱۶ عالمگیر ثانی شاہ دہلی نے خطاب خانی و بہادری۔ جاگیر و منصب سہ ہزاری ذات و یک ہزار سوار عطا کیا۔ پروانے ابتک موجود ہیں۔ جنکی نقل درج کی جاتی ہے۔ بنگالہ پر انگریزی تسلط ہو جانے کے بعد نواب سید محمد سعد اللہ خاں صاحب بہادر خلف نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر مرحوم نے بلا کر ایک ہزار پیدل کا سپاہ سالار کیا۔ اور دو ہزار کی تنخواہ و جاگیر مقرر کی۔ جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر جب علاقۂ رام پور و بریلی پر قابض ہوے تو آپ کو اپنی رفاقت میں لے لیا۔ اور دو ہزار کی تنخواہ کمقرر کی۔ ڈھیریائی تحصیل بلاسپور کا علاقہ جاگیر میں عطا ہوا۔ مصطفیٰ آباد عرف رام پور کی بنیاد ڈالی گئی تو آپ نے چند وسیع محلسرائیں، اور دیوان خانہ اور مسجدیں بنوائیں جو اس وقت تک موجود ہیں۔ جہاں یہ مکانات ہیں وہ مولوی صاحب کے گھیر سے مشہور ہو گیا ہو۔ مسجد میں سنگ سفید پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

بنائے مسجدِ عالی زفضلِ یزدانی   چو کعبہ قبلہ در حق اہلِ ایمانی

طلب نمود چو از غیب سال تاریخش ندا رسید کہ ازید غلام جیلانی

جس کے گیارہ سو ستانوے ہجری ہوتے ہیں۔ شجاعت۔ مروت۔ حسن اخلاق۔ ایثار میں بے مثل تھے۔ ملک کٹھیر پر سکھ متواتر یورشیں کرتے تھے۔ دریائے گنگا کے متصل دارا نگر پر آصف الدولہ نے اپنی اور انگریزی پلٹنیں مقرر کر رکھی تھیں۔
جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کو بھی حکم تھا کہ ایک ہزار سوار اور پیادہ وہاں رکھیں۔ فوج زیر کمان مولوی صاحب موصوف تھی۔ مولوی صاحب کی فوج کا کوئی سپاہی بازار میں کچھ خرید رہا تھا صاحب سنگھ صوبہ دار کی پلٹن کا پوربیا سپاہی بھی سامان خرید رہا تھا۔ دونوں ہندو اور مسلمان سپاہیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ پوربیا مارا گیا صاحب سنگھ کو خبر ہوئی تو اُس نے قاتل کو مانگا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم تحقیق کر کے خود سزا دینگے۔ غرضکہ دونوں طرف سے فوج تیار ہوئی۔ خوب جنگ ہوئی صوبہ دار بچکر نکل گیا۔ اور اُسکے آدمی بہت مارے گئے اور اُس کی پلٹن کا سامان سپاہیان مولوی صاحب نے لوٹ لیا۔ ادھر سے الیاس خاں واحد خاں اور میاں صدیق خلف میراں صاحب جمعداران شہید ہوئے میاں صدیق حسن و جمال میں بے مثل تھے۔ یہ واقعہ رمضان ۱۱۹۵ھ کا ہے۔
اُسی روز سے دارا نگر سے آصف الدولہ نے چوکی اُٹھوا دی۔ تفضل حسین خاں کشمیری کو رام پور بھیجا اور پندرہ لاکھ روپے پر فیصلہ ہوا۔ مولوی صاحب نے نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کی حکیم عالم۔ اور سردار ہر قسم کے لوگ مصاحبوں میں رہتے تھے۔ آپ کی بیوی امیر خاں سوائے جھنڈے والی کی صاحبزادی تھیں۔ اولاد ذکور میں پانچ صاحبزادے تھے۔ غلام حسن خاں۔ غلام حسین خاں غلام حیدر خاں۔ غلام محمد خاں۔ اور غلام احمد خاں۔ اور چھ لڑکیاں تھیں۔
مولوی صاحب کا انتقال رام پور میں بارہ سو سات ہجری (۱۲۰۷ھ) میں ہوا

نوے برس کی عمر ہوئی۔ اور اپنے ہی احاطہ میں دفن ہوے۔

نقل فرمان

بتاریخ روز جمعہ ہفتم شعبان سنہ جلوس مبارک معلی موافق سنہ ۱۱۰۷ھ مطابق ....
برسالت وامارت وایالت منزلت شجاعت ...... وشہامت مرتبت مورد مراحم
بیکراں بادشاہی مہبط اعطاف نمایاں خلیفہ الٰہی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ
رزم فدویان ہواخواہ عمدہ نوائیتان بارگاہ خانہ زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک
مظہر علی خاں بہادر ونوبت واقعہ نگاری کمترین بندہاے عقیدت آہنگ تن سنگہ
قلمی میگردد حکم صادر شد کہ غلام جیلانی خاں ولد لقمان خاں بمنصب سہ ہزاری ذات
یکہزار سوار وخطاب غلام جیلانی خاں بہادر سرفراز باشد۔ واقعہ سہ۔ شعبان سنہ
بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

نقل حکمنامہ

مہر وزیر الممالک جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ یار وفادار
سپہ سالار فدوی بادشاہ سلیمان اقتدار عالمگیر غازی سنہ ۱۱۰۷ھ۔
چودہریان وقانونگویان ومتصدیاں ورعایا ومزارعان پرگنہ چرگانوں وغیرہ
مضاف صوبہ بہار بدانند کہ
چوں مبلغ چہار لک ونود ہزار دام از پرگنات مزبور از تغیر محمد صالح خاں بہادر وغیرہ
من ابتداے سدس ربیع توشقان ئیل مطابق ضمن بجاگیر رفعت پناہ غلام جیلانی
خاں مقرر گشتہ باید کہ مالواجب وحقوق دیوانی را از قرار واقع وراستی موافق
ضابطہ ومعمول بخان مشار الیہ جواب میگفتہ باشند واز ہیچ حساب وصلاح وصوابدید
خاں موی الیہ بیروں نروند تاریخ ششم ذی الحجہ سنہ جلوس قلمی گشت۔
فرمان اور حکمنامہ کے متعلق جسقدر دفاتر کی کارروائیاں ہیں اور رواقع نویس اور

دیگر عمال کے عملدر آمد ہیں وہ نقل سے چھوڑ دیے ہیں۔

سید شاہ غلام جیلانی تخلص قادری

ولد سید شاہ سرفراز عرف سید حقیقۃ اللہ وبھوری میاں۔ آپ کی ولادت قصبہ بلاسپور تحصیل ریاست رام پور میں بارہ سو چھ ہجری (۱۲۰۶ھ) میں ہوئی آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد نے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا ہوگا اسکی تعلیم و تربیت کا تم انتظام نکرنا۔ اسی لیے آپ کا نام شیخ قدس سرہ کے نام پر رکھا۔ جوان ہوکر مختلف علما سے علم پڑھا۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمۃ سے فیض پایا۔ شاعری کی طرف بھی کبھی کبھی توجہ کرتے تھے پہلے معلم تخلص تھا پھر قادری اختیار کیا۔ نظم بطور خود لکھتے تھے۔ نہایت مرتاض اور پابند اوقات تھے۔ پہلے شاہ غلام احمد مرحوم متوطن قصبہ نہٹور ضلع بجنور سے بیعت ہوے پھر خواجہ زبیر الدین شاہ مقیم مقام اچانک پہلتا گھاٹ سے مرید ہوے اور خلافت پائی۔ یہ مقام بنگالہ میں کلکتہ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ حسن قبول عطا کیا تھا۔ کہ سیاحت میں جس طرف جاتے تھے۔ لوگ خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور نذر پیش کرتے تھے۔ ریاست رام پور سے پانچ سو روپے سال مقرر تھے۔ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں سید احمد صاحب رائے بریلوی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ایک خط نواب وزیرالدولہ بہادر والیِ ٹونک کے نام لکھدیا۔ حج سے واپس آکر ٹونک آئے۔ نواب وزیرالدولہ بہادر ایسے معتقد ہوئے کہ مثل غلاموں کے خدمت کرتے تھے۔ نظر باغ آپ کے قیام کے لئے ملا۔ ایک ہاتھی۔ ایک پالکی۔ مع کہار اور ایک گھوڑا ہر وقت آپ کے لئے ریاست سے باغ میں حاضر رہتا تھا۔ اسکے سوا یہ حکم عام تھا۔ کہ جو سواری اور طلب فرمائیں بھیجی جائے۔ موضع بگڑی جسکی آمدنی بیس ہزار سالانہ کی تھی۔

بطور جاگیر دیا۔ یوں بھی روزانہ خدمت نقد و جنس سے کرتے تھے آپ کی بھی یہ حالت تھی کہ ہر وقت لنگر خانہ جاری ہی۔ جو آتا ہے۔ کھاتا ہے۔ جو مانگتا ہی ملتا ہی۔ ایک ہاتھ سے لیتے تھے دوسرے ہاتھ سے دیتے تھے کوئی حقیقت روپے کی نظر میں نہ تھی۔ اگر دنیا کا ذرا سا بھی لگاؤ ہوتا تو لاکھوں کی جائداد پیدا کر لیتے۔ نواب وزیر الدولہ بہادر آپ کو نہیں بلاتے تھے بلکہ روزانہ آپ کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوتے تھے۔ لاکھوں مرید تھے آپ کے خلفا میں۔ سید حسن شاہ صاحب محدث۔ سید عبداللہ شاہ صاحب۔ شاہ جی عبدالقادر خاں خلف عبدالنبی خاں صاحب رام پوری۔ قاری احمد شاہ صاحب شاہجہاں پوری۔ شیخ داؤد صاحب و شیخ عبدالغفار صاحب ساکنان کلکتہ میاں غلام شاہ صاحب خلف دویم صاحب تذکرہ اور میاں ابوالحسن صاحب برادر خرد صاحب تذکرہ مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف میں بزبان اردو تین نظمی کتابیں ہیں۔ ایک فقر میں نظم ہدایت۔ دوسرے جنگنامہ حضرت امامین علیہ السلام تیسرے میلاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ محرم کی اٹھارھویں تاریخ بارہ سو تہتر ہجری (۱۲۷۳ھ) کو انتقال ہوا۔ اور قصبہ بلاسپور کے موضع کھوندلپور میں عالیشان مقبرہ میں دفن ہیں۔ اولاد ذکور میں سے آپ کے سید غلام حسین۔ سید غلام مرشد اور سید غلام مخدوم تین فرزند تھے۔ اس وقت سید غلام مخدوم زندہ ہیں۔

میاں غلام حسن تخلص حسن

ولد[۱] میاں غلام حسین ابن شاہ عبدالکریم عرف ملا فقیر اخوند۔ نہایت متقی و پرہیزگار تھے چشتی صابری طریقہ میں اپنے والد سے مجاز تھے۔

شب در وزور و وظائف سے کام تھا۔ نظم فارسی اور اردو بھی کبھی لکھتے تھے

---

[۱] انتخاب یادگار۔

چالیس برس نو مہینے کی عمر میں ذیقعد کی ساتویں تاریخ بارہ سو سڑسٹھ ہجری (۱۲۶۷ھ) کو انتقال فرمایا۔

مولوی غلام حضرت خان حاذق تخلص

ولد غلام حسین خاں۔ رام پور میں تقریباً ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔

دو سال چار مہینے کی عمر میں مکتب ہوا۔ دو سال میں قرآن شریف ختم کیا اور کتب فارسی شروع کیں۔ دس سال کی عمر میں بہت کچھ کتابیں ختم کرلیں بیس سال کی عمر میں تمام درسیات ختم کر کے مدرسی پر نوکر ہوئے کچھ دن یہاں نوکری کر کے مالوہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے آئے اور الموڑہ میں گئے۔ ای۔ ایس۔ اوکلے۔ ایم۔ اے پرنسپل اسکول الموڑہ نے فارسی کا مدرس مقرر کیا۔ تیس سال کی عمر میں سحر حلال ایک ۷۰ صفحہ کا رسالہ فارسی بے نقط لکھا ہے۔ جو ۱۹۰۵ء میں رام پور میں چھپ گیا ہے۔ آپ کی علمی قابلیت بدرجہ غایت اس رسالہ سے عیاں ہے۔

اُردو نظم میں منشی امیر اللہ تسلیم سے تلمذ ہے۔ اور بفضلہ حیات ہیں۔ دوسری کتاب لمعات الصواعق المعروف بہ مسدس حاذق ۱۹۱۰ء میں طبع کرائی مثل مسدس حالی۔ شرک بدعات اور مراسم اہل شرک کی خوب تردید کی ہے۔ محاربات ترک با اطالیہ نظم میں مسدس لکھی شمشیر ترک سر بلقان اسکا تاریخی نام ہے۔

مولوی غلام حضرت خاں

ولد مولوی طرہ باز خاں محلہ بنگلہ آزاد خاں پر مکان تھا۔ رام پور میں فارسی اور عربی کی تحصیل کی نوجوانی میں ایک شخص ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ باہر بھی تحصیل علم میں مشغول رہے ریاست نے عفو قصور کر دیا۔ پھر رام پور آئے۔ محلہ جیلو کی مسجد میں ایوب خاں کے گھر شادی ہوئی۔ بنگلہ آزاد خاں سے سسرال میں اُٹھ آئے۔ جیلو کی مسجد میں جمعہ کو وعظ کہتے تھے۔ بعد نماز صبح

تفسیر حسینی فارسی کا درس ہوتا تھا۔ دیگر اوقات میں عربی اور فارسی کتابیں پڑھاتے تھے۔ طلبا کی کثرت تھی۔ فقہ میں بےمثل تھے۔ فتوی خوب لکھتے تھے بیوی کے انتقال کے بعد محلہ شاہ آباد دروازہ مکانات بنالے۔ جناب نواب سید مشتاق علی خاں صاحب بہادر عرش آشیاں کی تعلیم پر ملازم ہوئے شہر کے اکثر لوگوں نے آپ سے پڑھا ہے۔ تیرہ سو چار ہجری (سنہ ۱۳۰۴ھ) میں انتقال ہوا۔ اولاد میں کوئی خواندہ بھی نہیں ہے۔

غلام حسین خاں عرف فقیر شاہ

مرید اور خلیفہ حضرت غلام حسین ابن ملا فقیر اخوند رام پوری کے تھے۔ نواب دوندے خاں جنکا قبضہ مراد آباد پر تھا۔ اُن کی اولاد میں سے تھے۔ قوم بڑیچ ہے۔ لباس افغانی اور اُمرائی اُتار کر لباس درویشی پہن لیا۔

ان[1] کے پیر نے اپنے والد ملا فقیر اخوند کے عرس کے دن ان کو خرقۂ خلافت دیا۔ اور فقیر شاہ نام رکھا جسطرح کہ جوانی میں حسن کی شہرت تھی ایسی ہی بڑھاپے میں درویشی کے حسن و جمال میں مشہور تھے عین جوانی میں لباس فاخرہ دور کردیا۔ اور درویشی لباس پہنا۔ اکثر اپنے مریدوں کو کھانا اور کپڑا بھی خود دیتے تھے۔ تیرھویں شوال سنہ بارہ سو ستر ہجری (سنہ ۱۲۷۰ھ) کو انتقال کیا اور مراد آباد کے کاغذی محلہ میں اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔

میاں غلام حسین تخلص حریف

حضرت[2] ملا فقیر اخوند کے تیسرے بیٹے لبوی کے بطن سے تھے۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد اپنے والد کے خلفا حافظ عبدالرحمن۔ صاحبزادہ عبدالقدوس حافظ محمد۔ ملا دریا خاں اخوند شاہ زماں اور شاہ غلام حسین مراد آبادی سے علم باطنی حاصل کیا

۱؎ انوار العارفین فارسی۔ ۲؎ انوار العارفین فارسی۔

سنہ ۱۲۳۹ھ میں بزرگوں کی زیارت کے لئے دہلی گئے وہاں شاہ عبدالعزیز سے اجازت تلاوت قرآن و دلائل الخیرات حاصل کی مولانا شاہ عبدالقادر برادر شاہ عبدالعزیز سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ میاں صابر بخش نے چشتیہ و قادریہ وغیرہ کی سند عطا کی۔ اسکے بعد مارہرہ جاکر سید آلِ احمد عرف اچھے میاں سے طریقۂ قادریہ اور اجازت دعاے سیفی و اعمال وغیرہ حاصل کئے۔ اور پھر اپنے والد کی مسند ارشاد پر بیٹھے۔ سماع سنتے تھے کبھی کبھی حالت وجد طاری ہوتی تھی۔ تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ بار بار سینہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اور کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے۔ نہایت خلیق تھے۔ غربا کی حاجت روائی میں امیروں سے سعی فرماتے تھے۔ اگر کسی سے غریب آدمی کی کاربرآری نہوتی تو ناخوش ہوتے تھے۔ ۱۹ رمضان کو بارہ سو انسٹھ (سنہ ۱۲۵۹ھ) میں انتقال فرمایا۔ فارسی شاعری سے بھی قدرے شوق تھا۔ حاجی گل محمد خاں وفا کے شاگرد تھے حریف تخلص تھا۔

مفتی غلام حسین

ولد مولوی نصیرالدین۔ بن مولوی شیر محمد علوی رام پور میں پیدا ہوے۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ بہت زبردست فاضل ہیں مولوی صاحب کے اِس لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت فاضل اور مقدس تھے۔ رام پور میں مفتی عدالت بھی رہے۔ سیکڑوں طلبا آپ سے فیضیاب ہوے۔

ترجمہ فارسی شرح قانونچہ فی حل الفروق فن طب۔ چھوٹی تقطیع پر دو سو بیاسی صفحہ کی کتاب ہے۔ فارسی ترجمہ سے قابلیت عیاں ہے۔ یہ ترجمہ بموجب حکم جناب نواب محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ (سنہ ۱۲۵۵ھ تا سنہ ۱۲۷۱ھ) لکھا ہے۔ کتب خانہ

لہ انتخاب یادگار۔

ریاست میں موجود ہی۔

نواب سید محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ نے تفسیر کبیر سے آیہ فما ستمتعتم بہ کی تفسیر کا ترجمہ فارسی میں کرایا تھا۔ وہ ترجمہ کتب خانہ ریاست رامپور میں موجود ہے

مارب التحریر تحفۃ الامیر فارسی۔ فن ہیئت میں یہ کتاب اٹھہ صفحہ پر ہی۔ کتاب کو جناب نواب احمد علی خاں صاحب بہادر کے نام پر بارہ سو تیئیس (۱۲۲۳ھ) میں معنون کیا ہی۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ تحریر اقلیدس کا مقابلہ اول و دوم تعلیم میں داخل ہی۔ مجھے جو اس فن میں اُستادوں سے پہونچا ہی۔ اُسکو ان دو مقالوں کے ترجمہ میں ظاہر کرتا ہوں۔ یہ قلمی نسخہ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

اخیر میں عروض کا ایک منظوم رسالہ چھ صفحہ کا ہی۔ جسکا آغاز ہی۔

حمد ایزد واجب است وہم درود مصطفیٰ نعت آل پاک وہم یاران آن خیر الوریٰ

ترجمہ رسالۂ غریبہ فارسی۔ یہ ترجمہ رسالۂ غریبہ حکیم محمد درویش کا بحکم جناب نواب محمد سعید خاں بہادر جنت آرام گاہ عربی سے فارسی میں کیا ہی۔ قلمی نسخہ بڑی تقطیع پر نہایت باریک خط کا سولہ صفحوں پر کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

قاضی غلام رسول

میں نے ایک فیصلہ مورخۂ چوبیسویں ربیع الاول سنہ بارہ سو اکیاون ہجری (۱۲۵۱ھ) دیکھا۔ پیرزادہ اعظم الدین خاں نبیرہ پیرزادہ جلال الدین خاں جنکے نام سے محلہ کٹرہ مشہور ہی۔ ان کے اور دیگر اعزہ کے باہم نزاع متعلق جائداد تھا۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے حکم سے علمائے شہر نے فیصلہ کیا ہی۔ اسپر آپ کی مہر ہی۔ مہر کی یہ عبارت۔ خادم شرع مقبول قاضی غلام رسول یہ مہر سنہ ۱۲۲۳ھ کی کندہ ہی۔ دوسری مہر آپ کی میں نے سید جلیل شاہ کے محضر مورخۂ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ھ پر دیکھی۔ آپ قاضی تھے اور مفتی شرف الدین

مفتی ریاست تھے - انکی مہر ۱۲۸۲ھ کی کھدی ہوئی ہے۔

مولوی غلام رسول خاں خوشنویس نسخ

عربی درسیات پر عبور تھا۔ خط نسخ بہت خوب لکھتے تھے۔ قرآن شریف کے املا پر خوب قدرت تھی۔ مولوی فضل الرحمن خاں آپ کے فرزند عربی فارسی کے استاد۔ ریاضی اور ہندسہ میں بمثل۔ نسخ۔ نستعلیق اور شکست کے استاد فی الحال بھوپال میں ملازم ہیں۔ ہندسہ میں اسوقت رام پور میں انکا کوئی نظیر نہیں ہے۔ غلام رسول خاں کا انتقال بارہ سو پچانوے ہجری کے قریب ہوا۔

میاں غلام رسول

چوتھے فرزند حضرت ملا فقیر اخوند کے دوسری بیوی کے بطن سے تھے خانہ نشین مجرد اور آزاد تھے۔

مولوی حکیم غلام رسول خاں

قوم پٹھان کمال زئی سعدی خیل۔ رجب سنہ تیرہ سو ہجری (سنہ ۱۳۰۰ھ) میں طور و مایار گدر ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر سے تحصیل علوم پر طبیعت مائل تھی۔ ابتدائے تعلیم اپنے والد مولوی محمد امین اللہ خلیفہ اخون صاحب سواتی سے پوری کی۔ زمانہ بلوغ تک کلام اللہ۔ خلاصہ کیدانی۔ منیۃ المصلی۔ قدوری۔ کنز الدقائق۔ مختصر الوقایہ۔ شرح وقایہ ختم کیا۔ اسکے ساتھ ہی اُردو۔ فارسی۔ حساب بھی سیکھتے رہے۔ پھر صرف کی تکمیل کے لیے مشہور درسگاہ مقام جبر بازار متصل تور ڈھیر گئے۔ ڈیڑھ مہینے میں صرف کے اسّی باب زبانی یاد کیے۔ ترکیب نحوی کے حصول کے واسطے مقام شوہ کو گئے جو ترکیب کے لیے مشہور مقام ہے۔ اسکے بعد رام پور میں آئے سات سال میں تمام کتابیں مدرسہ عالیہ کی ختم کیں اور سند فضیلت پائی۔ طب کا شوق ہوا تو حکیم حسین رضا خاں لکھنوی مرحوم سے رام پور میں تکمیل فن کی اور

باقاعدہ مطب کیا۔ اسکے بعد مدرسہ عالیہ میں ملازم ہو گئے۔ طلباان کی طرز تعلیم سے بہت خوش ہیں۔ اب رام پور ہی وطن ہو گیا ہے۔ خالی اوقات میں طلبا کو بھی پڑھاتے ہیں اور مطب بھی کرتے ہیں۔

میاں غلام شاہ

ولد شاہ عبدالکریم عرف ملا فقیر اخوند ولد شاہ رحمت اللہ۔ ولد شاہ حافظ برخوردار ولد شاہ کبیر گجراتی ولد شاہ محمد صادق ولد شاہ فتح اللہ ولد شاہ عبدالصمد ولد شاہ عبدالمجید ولد شاہ عبدالقدوس گنگوہی۔ حضرت ملا فقیر اخوند کے فرزند دوم بیوی کے بطن سے گیارہ سواسی ہجری (سنہ ۱۱۸۰ھ) میں پیدا ہوے جب عمر چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی۔ جمعہ کا دن تھا کہ آپ کے والد نے علوم ظاہری خود شروع کرائے۔ اور سات برس تک خود پڑھایا۔ اور تمام علوم سے مثل صرف نحو۔ فقہ۔ اصول حکمت۔ حدیث اور تفسیر سے فارغ کلی ہوا۔ گیارہ برس کی عمر میں آپ کے والد نے بیعت کیا۔ ایک حجرہ میں گڑھا کھود کر اسم جلالیہ کی زکوۃ جسکی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بیس ہزار ہے۔ ایک سال میں پوری کی۔ اس حالت میں چند بار رات کو باہر نکلے مگر کسی سے بات نہ کی۔ دو تین بار آپ کے والد حجرے میں گئے اور انکو قطب لاقطابی کی خوشخبری دی۔ ایک سال پورا کر کے حجرہ سے باہر نکالا۔ اور جمعہ کے دن خلافت عطا کی۔ جس حجرہ میں آپ نے ریاضت کی اسمیں سے نہایت عمدہ خوشبو نکلتی تھی۔ اور لوگ اس سے بیہوش ہو جاتے تھے آپ کے والد نے اسکو بند کرا دیا۔ اور وصیت کی کہ ہمیں اسی جگہ دفن کرنا چنانچہ ملا فقیر اخوند اسی جگہ دفن ہیں۔ عطاے خلافت کے وقت اپنے خادم پیر بخش سے اپنے مستعمل تین کپڑے منگا کر عطا کئے۔ چھ سال کی عمر سے تکبیر اولی قضا نہیں کی۔ شب کو ایک پہر سے زیادہ نہیں سوتے تھے شب و روز عبادت الٰہی اور اپنے خادموں کو تعلیم طریقہ سے کام تھا درس بھی دیتے تھے۔ سب سے اول مہمان اور خدام کو کھانا اپنے

ہاتھ سے دیتے تھے۔ پھر بقدر سدرمق خود کھاتے تھے۔ ۱۹۔ شعبان سے روزہ رکھتے تھے اکثر شش عید کے بعد ترک کرتے تھے۔ اعتکاف بھی کرتے تھے بلکہ بعض سالوں میں کل ایام رمضان مسجد میں بسر فرما دیتے تھے۔ عشرۂ محرم میں بھی روزہ رکھتے تھے اور طرح طرح کے کھانے اور شربت مساکین کو دیتے تھے۔ ہر ہفتہ میں دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ ہوتا تھا۔ اسیطرح ایام بیض میں تین روزہ رکھا کرتے تھے۔

ربیع الاول میں یکم سے گیارھویں تک روزہ ہوتا تھا۔ غرض کہ سال میں افطار کے دن تھوڑے۔ اور روزہ کے زیادہ تھے۔ جمادی الاخری کی ساتویں تاریخ بارہ سو پینتالیس ہجری (۱۲۴۵ھ) کو رام پور میں انتقال ہوا۔ اپنے والد کے مزار کے سامنے دفن ہوئے۔

مولوی غلام طیب بہاری

تاریخ جام جہاں نما میں لکھا ہی۔ کہ

"متوطن بہار مولوی وہاج الدین گوپا موی کے شاگردوں میں سے تھے اور بعض کتب مطولات ملا کمال الدین صاحب سے بھی پڑھی تھیں۔ جودت ذہن و رجلات طبع بدرجۂ اتم تھی۔ علوم متداولہ میں کامل مہارت تھی۔ باوجود اشتغال علوم ظاہری کے اکثر اوقات ریاضت اور مجاہدۂ باطنی میں بھی کوشش کرتے تھے۔ خدمت فقرا خصوصًا شاہ قدرت اللہ صفی پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر فائدہ حاصل کرتے تھے۔ فقر میں بھی کامل تھے۔ اکثر طلبا ان کی خدمت سے فیضیاب ہو کر فاضل ہو گئے۔ اِن اوراق کے مؤلف نے بھی ان سے فیض پایا۔ اور کتب مطولات انکی خدمت میں پڑھیں۔ اس خاکسار کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ ۱۱۹۷ھ میں مرگ مفاجات سے رحلت فرمائی۔ اور رام پور میں

مسجد عثماں کے نیچے مدفون ہوے۔ انتہیٰ۔

عثمان خاں کی مسجد شمن رنگریز کی دُکان کے متصل ہی۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ایک قبر صحن مسجد میں پائین کی طرف دیکھی ہی اہلِ محلہ سے کوئی حال معلوم نہیں ہوا۔ مگر غالباً یہی مزار ہی۔ جو توسیع مسجد میں صحن میں کسی وقت آگیا ہی۔

مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے انکو نہیں دیکھا تھا مگر اُن کی ذہن و ذکا کا وصف بہت سنا۔ اُنکے فرزند مولوی محمد حیات نے علوم رسمیہ کی تحصیل کر لی تھی۔ معلوم نہیں اب (۱۲۸۱ھ) کہاں ہیں۔

حکیم غلام عباس خاں

ولد حکیم محمد عمر خاں ولد احمد خاں اخوندزادہ۔ رام پور میں پیدا ہوے۔ اور رام پور کے علما سے کتابیں پڑھیں۔ صاحبزادہ مہدی علی خاں بہادر کے مصاحبوں میں ملازم تھے۔ پھر رام پور سے جاورہ چلے گئے۔

مولوی مقبول احمد صاحب ممبر بورڈ آف آڈٹ ریاست رام پور سے مجھے ان کی حالت معلوم ہوئی تھی۔ انکا قیام بھی جاورہ میں تھا۔ سید جعفر حسین صاحب نائب اول ضلع متھرا نے انکی بابت اپنے عنایت نامہ مورخہ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۵ء میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"حکیم صاحب موصوف چند روز بھرت پور میں ملازم رہے۔ پھر موضع اول ضلع متھرا میں غالباً ۱۸۸۵ء میں آئے اور مطب شروع کیا۔ عرصہ تک مذہب کی تحقیقات میں مصروف رہے۔ کتب بینی کا نہایت شوق تھا۔ غرض کہ ۱۹۰۹ء میں اُنھوں نے شیعہ مذہب اختیار کیا اور تبدیل مذہب کا اعلان کر دیا۔ قوے نہایت اچھے تھے۔ بغیر عینک کے لکھتے پڑھتے تھے۔ اور انکا بیان تھا۔ کہ میری سو برس سے زیادہ عمر ہی۔ سہ شنبہ کے دن مئی کی چودھویں تاریخ انیس سو تیرہ

ہجری میں انتقال ہوا اور موضع اول میں سادات کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ ان کی دو بیبیاں تھیں ایک اِن کے انتقال کے قریب مرگئی۔ ایک ابھی زندہ ہی۔ اولاد کوئی نہ تھی۔ ایک بھتیجا محمد باقر نامی موجود ہی۔ مگر ایک دو مہینے سے وہ وہاں نہیں ہی۔ انتہی۔

راقم سطور کو معلوم ہوا ہی کہ سید جعفر حسین صاحب کے ہاں وہ ملازم تھے۔

ملا غفران اخوندزادہ

رام پور میں آپ کے علم و فضل کی بہت شہرت ہی۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں کہ کلکتہ کو جاتے ہوئے راہ میں مع اپنے فرزند ملا محمد عمران کے مجھے ملے تھے۔ بہت مسن تھے۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں دارالقضا کو محکمہ شریف سرکاری کاغذات میں لکھا جاتا تھا۔ آپ کی سرپنچی میں علمائے شہر نے پیرزادہ اعظم الدین خاں محلہ کٹرہ والے کے خاندانی نزاع کا فیصلہ ۲۴۔ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ میں کیا ہی اُس فیصلہ کی پیشانی پر جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کا یہ حکم ہی۔

"رکن شریعت ملا غفران صاحب را معلوم باد کہ آنچہ فیصلہ شما کردہ اند منظور شد"

مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ فقیہ بحاث تھے اور اختلافات روایات مذہب حنفیہ پر خوب اطلاع ہی۔

غلام فرید

ملا محمد فقیر مرحوم کے نواسے تھے عنبر شاہ خاں عنبر نے اپنے کلیات میں صرف تاریخ انتقال ذیل لکھی ہی:

تاریخ وفات از عنبر شاہ خاں

چون غلام فرید پاک سرشت ۔۔۔ بہ گلگشت رفت سوی بہشت

از پئے یادگار سال وفات　　کردم ایں بیت را بدل اثبات
نام نامیِ آں خجستہ خصال　　گشت تاریخ فوت او بے قال

غلام فرید کے ۱۳۶۵ عدد میں سے قال کے عدد کم کرنے سے ۱۲۳۴ھ نکلتے ہیں۔

مولوی غلام قادر تخلص سکین

ولد مولوی فخر الدین۔ ان کے متعلق اور کوئی حالت معلوم نہیں ہوئی۔ نظم[1] اُردو میں مولوی قدرت اللہ شوق کے شاگرد تھے۔ پچھتّر برس کی عمر ہوئی تیرھویں رمضان کو بارہ سو سولہ ہجری (۱۲۱۶ھ) میں انتقال ہوا۔

میر غلام علی تخلص عشرت

ابن[2] میر معظم علی مشہدی۔ نواب نصر اللہ خاں بہادر کے زمانۂ نیابت میں (۱۲۰۵ھ لغایت ۱۲۰۵ھ) ریاست کے ملازم ہوئے۔ بریلی میں محلہ گڑھیا میں مکان تھا۔ مرزا علی لطف کے شاگرد تھے سُنا ہو صاحب فضل وکمال تھے۔ مثنوی بدماوت جو میر ضیاء الدین عبرت سے ناتمام رہگئی تھی اُس کی آپ نے تکمیل کی اور چند بار چھپ گئی ہو۔ بدماوت کا اُردو دیباچہ لکھا ہو۔ اسمیں کہتے ہیں کہ ۱۲۱۱ھ میں رام پور میں آیا تھا صاحبزادہ محمد عثمان واحمد خاں خواہر زادہ اور داماد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے ہاں ملازم ہوگیا۔ چونکہ اِن دونوں صاحبونکو سخن سنجی کا شوق تھا میں بھی غزلیں کہا کرتا تھا۔

مولوی قدرت اللہ شوق کے ہاں ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مشاعرہ میں شریک ہوتا۔ ایک روز مولوی صاحب نے فرمایا کہ حکیم میر ضیاء الدین عبرتِ شاہجہاں آبادی ملازم نجو خاں نے بدماوت کو زبان ریختہ میں لکھنا شروع کیا تھا۔ چہارم حصہ لکھے پائے تھے کہ مرگئے۔ اب تم اسکو پورا کردو۔ اسکے علاوہ حافظ بدھن تخلص شیفتہ

---

[1] انتخاب یادگار۔ [2] انتخاب یادگار۔

سرآمد شعرائے فارسی و ہندی اور انکے بیٹے حافظ شیخ الاسلام۔ مولوی غلام جیلانی رفعت۔ ہمت خاں ہمت۔ مرزا کرامت علی اکرم۔ عنبر شاہ خاں آشفتہ۔ شجاعت علی نسیم۔ کبیر خاں تسلیم۔ سید رفیع الدرجات فرزند میر ضیاء الدین عبرت اور دیگر احباب کے تقاضے سے اسکو ڈیڑھ مہینے میں تمام کیا اور مادہ تاریخ تصنیف دو شاعر کہا (۱۲۲۶ھ) بارہ سو چھبیس ہجری میں (۱۲۳۶ھ) بعد نواب احمد علی خاں صاحب بہادر (۱۲۵۰ھ تا ۱۲۵۶ھ) انتقال ہوا۔ مولوی عبد الملک ممتاز نے۔ ہائے میر عشرت۔ مادہ تاریخ کہا۔ آپ کا دیوان اردو مکمل نہایت بوسیدہ مجھے مل گیا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں میں نے ریاست کے کتب خانہ کے لئے خرید لیا۔ تقریباً تین سو صفحات ہیں۔ نہایت اچھا کلام ہے۔ معلوم ہوتا ہے اصل مسودہ ہے۔ کہیں کہیں شعروں کی جگہ خالی ہے۔ دوسری تصنیف کا نام سحر البیان ہے۔ اردو نثر میں قصہ دو سو صفحوں کا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔

تاریخ وفات از عنبر شاہ خاں

چوں[1] موسم بہاراں در بوستانِ دوراں　　گل کرد از شگوفہ ناگاہ مرگ عشرت

از شور عندلیباں اندر چمن بشیون　　تاریخ مردن او شد۔ آہ مرگ عشرت ۱۲۳۶ھ

مولوی سید قاضی غلام علی

یہ بزرگ شاہ آباد (ریاست رام پور) میں قاضی تھے۔ شاہ آباد میں دستی پنکھے کھجور کے اچھے بنتے ہیں۔ منشات عزت میں آپکے نام کا ایک خط خلیفہ غیاث الدین متوفی ۱۲۳۵ھ کا ایک پنکھیوں کی رسید میں ہے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

قاری غلام محمد علوی

رام پور کے رہنے والے۔ نواب جنت آرام گاہ کے رفقا میں سے تھے نہایت مقدس

[1] نشتر ہی الخیال عنبر۔

اور پابند اوقات تھے جسوقت رام پور سے نواب جنت آرام گاہ باہر گئے - وہ بھی ہمرکاب سایہ کی طرح رہے جسوقت اللہ تعالیٰ نے رام پور کی ریاست عطا کی - آپ بھی ساتھ رام پور آئے - نواب صاحب ممدوح نے نہایت رعایت کی - نواب خلد آشیاں کے اتالیقوں میں رہے - صاحبزادہ کاظم علی خاں صاحب بہادر کو پڑھایا - ان کے ایک فرزند حافظ غلام محمد زندہ ہیں - دو محلہ میں سڑک کے کنارہ مکان ہے - ریاست سے پنشن ہے - نہایت بزرگ آدمی ہیں - قاضی صاحب کے سنہ وفات کا پتا نہیں چلا -

غلام محمد خاں تخلص ماہر

ولد ناصر خاں ولد نجابت خاں افغان سالارزئی - ذی علم - ذہین اور شاعر تھے - نظم میں مولوی قدرت اللہ شوقؔ سے مشورہ تھا - بائیس سال کی عمر میں لاولد بارہ سو پچیس ہجری میں انتقال ہوا - انکا دیوان بھی مرتب ہے - اور انکے خاندان میں حکیم تفضل حسین خاں کے پاس موجود ہے - کلام پاکیزہ ہے - نمونہ کلام یہ ہے -

حصولِ صحبتِ منعم سے جز ضرر کیا ہو
کہ چاک باعث گوہر شکم صدف کا ہو

نہ تندرست ہوں نازک لفس دوائی سے
شکست جائے نہ چینی کی مومیائی سے

سید غلام مرتضیٰ

نقیر محمد خاں ہکیت کا بیان ہے کہ سید عبد اللہ صاحب جنکا مزار بغدادی صاحب کے نام مشہور ہے - انکے رشتہ کے بھائی تھے - اور انکے ساتھ ہی رام پور آئے اور شیخ محی الدین جیلانی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے انکا مزار پختہ گنبددار بریلی دروازہ کے قریب گوجروں کے محلہ میں موجود ہے -

سید غلام مرشد تخلص مرشد

ولد[1] مولوی غلام جیلانی - قصبہ بلاسپور ریاست رام پور میں پیدا ہوئے - مولوی سید

---

[1] انتخاب یادگار -

محمد علی متوطن ٹونک سے علوم درسیہ حاصل کیے۔ نہایت ذہن رسا اور مذاق عالی تھا اٹھائیس برس کی عمر میں بارہ سو چوراسی ہجری میں (۱۲۸۴ھ) میں رحلت فرمائی جب تک نواب وزیر الدولہ بہادر والیِ ٹونک زندہ رہے۔ جاگیر اور لوازمہ بدستور آپ کے والد کی طرح قایم رہا۔ البتہ نواب صاحب کی آمد و رفت کم ہوگئی تھی اسلئے کہ آپ کو جوانی کے اشغال کا شوق تھا ۱۲۸۱ھ میں نواب وزیر الدولہ بہادر کا انتقال ہوا۔ نواب محمد علی خاں بہادر نے مسند نشین ہو کر آپ سے روپیہ طلب کیا۔ دراندازوں نے نواب صاحب کے کان بھرے کہ آپ کے پاس روپیہ بہت ہے۔ مصارف سرکار سے ملتے تھے۔ بیس ہزار کی جاگیر کے علاوہ اور بھی روپیہ ملتا تھا۔ نواب صاحب نے سختی کی یہانتک کہ قلعہ کے توپخانہ میں آپکو نظر بند کردیا۔ پانچ چار ماہ کے بعد انتقال ہوگیا۔ یہاں سراج الدین احمد ولد سعید احمد رام پوری سے اسی طرح نواب صاحب نے تین لاکھ روپے وصول کرلئے۔ نواب وزیر الدولہ انکے بھی بہت معتقد تھے۔

مولوی شیخ غلام محی الدین تخلص عشقی

ولد مولوی جان محمد والاتی۔ اپنے والد سے کتب درسیہ پڑھیں۔ نوے برس کی عمر ہوئی ذیحجہ کی انیسویں تاریخ بارہ سو اکہتر ہجری (۱۲۷۱ھ) میں انتقال کیا۔

مولوی غلام محی الدین خاں

فرزند اکبر مولوی حافظ محمد جان خاں رام پور کے محلہ پھلواڑ میں پیدا ہوئے علوم عربیہ میں کامل دستگاہ تھی۔ ریاست سے بلا خدمت دس روپے ماہانہ ملتا تھا۔ طلبا کو دینیات پڑھاتے تھے۔ مولوی اکبر علی خاں اور انکے فرزند مولوی جعفر علی خاں نے بھی ان سے پڑھا تھا۔ سنہ بارہ سو اڑسٹھ ہجری (۱۲۶۸ھ) میں رام پور میں انتقال کیا۔

غلام محی الدین خاں

نصرت خاں کی اولاد میں تھے۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ اب جس جگہ کچہریاں صدر کی ہیں اس جگہ مکان تھا۔ تعمیر کچہری صدر کے بعد فرنگن کی گلی میں مکانات بنائے۔ فقہ اصول رام پور میں پڑھا۔ زہد و تقوے میں ممتاز تھے۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے بیعت تھے۔ اور حضرت شاہ ابوسعید صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ خط نسخ اچھا تھا۔ قرآن شریف کے پارہ لکھ لکھ کر مساکین کو تقسیم کیا کرتے تھے۔ نواب جنت آرام گاہ کے عہد میں گاؤخانہ کے منصرم رہے۔ اور نواب فردوس مکاں کے عہد میں کارخانہ شکر سازی کے مہتمم ہوئے۔ ایسے امین اور متدین کم پیدا ہوں گے فقہ اور اصول فقہ میں خوب دستگاہ تھی۔ مگر پڑھانے کا مشغلہ نہ تھا۔ اسی سال کی عمر میں تقریباً بارہ سو ترانوے ہجری (۱۲۹۳ھ) میں انتقال ہوا۔ اور مولانا جمال الدین صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔ غلام مصطفیٰ خاں عرف جمعہ خاں اور عبداللہ خاں عرف بیچا خاں دو لائق فرزند یادگار چھوڑے۔

مولوی غیاث الدین تخلص عزت

ولد شرف الدین۔ ولد نظام الدین۔ ولد مولوی جلال الدین قوم شیخ رام پور میں پیدا ہوئے۔ مولوی غلام جیلانی رفعت سے کتب درسیہ پڑھیں۔ مولوی نورالنبی نبیرۂ شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے طب حاصل کی۔ عنبر شاہ خاں عنبر اور کبیر خاں تسلیم سے بھی تلمذ تھا۔ استعداد کامل تھی۔ تصنیف اور تالیف بھی ذوق تھا۔ جری بھی تھے۔ منشات عزیزی میں آپ کی ایک عرضی جناب نواب احمد علی خاں بہادر کے نام ہی۔ اُس میں لکھتے ہیں کہ بلاقی نقیب نے اہل محلہ کو دق کر رکھا ہی۔ ایک روز آمادہ فساد ہو کر مسلح آیا۔ میں نے اسکے اسلحے لئے۔ اور کوتوالی کو بھیجنا چاہا۔ مردان خاں کے خاندان کے لوگ آئے منت سماجت کر چھڑا لے گئے۔ میرے محلہ کا آدمی اسکے گھر کی طرف نکلا تو اُس کو زخمی کر دیا۔ مجھے جو حکم ہو

تعمیل کروں۔ اس عسرت کی حالت میں کتابوں کا بھی شوق تھا۔ منشات عزت میں ایک خط میں مولوی احمد کبیر مدرس اول کلکتہ کو لکھا ہی۔ کہ قاموس۔ الف لیلہ عربی عجب العجائب مطبوعہ کلکتہ خرید کر بھیجدیجئے۔ تلاش معاش میں لکھنؤ بھی گئے تھے۔ منشی اعظم علی داروغہ معتمد الدولہ کو لکھتے ہیں کہ سات مہینے سے پڑا ہوں گرمی کی شدت ہی ایک گھوڑا دو آدمی ہیں۔ اگر دو تین روز میں کوئی صورت ہو تو بہتر ہو ورنہ واپس جاؤں برسات بعد پھر آؤں گا۔ شرح[1] بدر چاچ کے صلہ میں نواب غوث محمد خاں بہادر والئے جاورہ نے ایک ہزار روپے معرفت قطب الدین خاں بھیجے تھے۔ اسکے جواب میں لکھا کہ ایک پختہ کنواں بنواتا ہوں تاکہ آپ کو بھی ثواب ملے۔ مولانا جمال الدین رضی اللہ عنہ رام پوری سے بیعت تھے ۱۲۵۹ھ میں شرح گلستاں لکھنا شروع کی تو دیگر شروح کی تلاش میں لکھنؤ گئے۔ اور مولوی محمد مخدوم کی کتابوں سے مدد لی۔ غیاث اللغات انھیں کی یادگار ہی منتخب العلوم بھی طبع ہو چکی جسمیں چالیس رسالے ہیں۔ خلاصۃ الانشا رسالہ عروض و قافیہ۔ افسانہ باغ و بہار۔ شرح مثنوی غنیمت۔ شرح سکندر نامہ شرح ابو الفضل شرح گل گشتی شرح بدر چاچ۔ مجربات غیاثی۔ جواہر التحقیق ازالۂ اغلاط الفاظ عربی و فارسی۔ خواص الادویہ وغیرہ ان کی تصنیف سے ہیں کچھ انشائیں بھی تھیں جنکا پتا نہیں چلتا۔ نواب فردوس مکاں اور نواب خلد آشیاں کے اُستاد تھے۔ سرکار سے وظیفہ مقرر تھا۔ اُسمیں سے بھی فقرا کو دیتے تھے۔ اور اپنے اوپر تکلیف گوارا کرتے تھے۔ اڑسٹھ برس کی عمر میں بائیسویں تاریخ ذی الحجہ کو بارہ سو اڑسٹھ ہجری (۱۲۶۸ھ) میں انتقال کیا۔ نواب دروازہ کو جاتے ہوے مفتی غلام حیدر خاں مرحوم کے مکان کے قریب چوراہے پر داہنے ہاتھ کو جو مسجد ہی اُسمیں مزار ہی یہ مسجد اب آپ کے نام سے مشہور ہی۔

[1] منشات عزت۔

کیفیت تصانیف مولوی شیخ غیاث الدین تخلص عزت

غیاث اللغات دیباچہ میں لکھا ہے کہ دس برس کی محنت میں بارہ سو بیالیس ہجری ۱۲۴۲ھ میں کتاب پوری ہوئی۔ غالباً پہلی بار یہ لغت مطبع میر حسن رضوی لکھنوی میں ۱۲۶۵ھ میں چھپا ہے مالک مطبع نے خود مصنف سے نسخہ منگاکر تصحیح کرکے چھپوایا۔ چندبار طبع ہو چکا ہے۔

جواہر التحقیق فارسی جدول میں الفاظ صحیح و غلط کی تصحیح کی ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کے ملازموں میں داخل ہوا۔

زبان نواب ممدوح سے جن الفاظ کی صحت مجھے معلوم ہوتی گئی انکو حافظہ میں محفوظ رکھا ۱۲۶۱ھ میں جناب نواب سید کلب علی خاں بہادر کی تربیت پر ماموری ہوئی تو ان الفاظ کو بطریق جدول لکھا۔ یہ ساٹھ صفحہ کا قلمی رسالہ کتب خانہ ریاست میں ہے۔

آمدنامہ فارسی۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب برائے تعلیم جناب نواب سید کلب علیخاں صاحب بہادر خلد آشیاں حسب الحکم جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں لکھی ہے۔ ۲۲۴ صفحہ کی کتاب ہے۔ کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔

منشات عزت فارسی قلمی۔ یہ مجموعہ مکاتیب ۱۲۶۹ھ میں مصنف کے بیٹے مولوی محمد قمر الدین نے اپنے والد کے خطوط سے جمع کیا ہے۔ اور منشات عزت تاریخی نام ہے۔ ۱۶۰ صفحہ کی کتاب کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔

شرح گلستاں موسوم بہ بہار باراں فارسی تصنیف ۱۲۵۹ھ شرح سکندر نامہ غیاث اللغات۔ اور شرح بدر چاچ کی تکمیل کے بعد یہ شرح لکھی ہے۔

نواب وزیر الدولہ کو ایک عرضی میں لکھا ہے کہ صاحبزادہ امداد اللہ خاں و عبدالقادر خاں نبیرہ نواب نصر اللہ خاں مرحوم کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور مجھے دریافت فرماتے تھے۔

شرح گلستاں آپ کے نام پر لکھی ہی۔ اور سید غلام جیلانی صاحب کی وساطت سے ارسال ہی۔ سات سو دس صفحہ کا قلمی نسخہ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

خلاصۃ الانشا فارسی قلمی ۷۰ صفحہ کی ہی۔ جب جناب نواب کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے مصنف سے گلستاں پڑھ لی تو ۱۲۵۹ھ میں یہ انشا انکی تعلیم کے واسطے لکھی ہی کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

قصۂ شاہزادہ مہر نظیر و ملکۂ ماہ منیر فارسی۔ تاریخی نام باغ و بہار ہی۔ ۱۲۱۷ھ میں بعبارت رنگین لکھا اور نواب سید محمد احمد علی خاں صاحب کے نام پر معنون کیا۔ ایک سو بیس صفحہ کی چھوٹی سی کتاب قلمی کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

شرح سکندر نامہ۔ ۷۴۲ صفحہ کی کتاب ہی اکبر شاہ ثانی شاہ دہلی کے نام کا بھی خطبہ ہی ۱۲۳۰ھ میں تصنیف کی اور ۱۲۶۵ھ میں نظر ثانی کر کے مکمل کیا۔ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔

قصۂ گل و گیندا فارسی۔ یہ قصہ نواب بیگم صاحبہ کی فرمائش سے لکھا تھا کتب خانۂ ریاست میں دس جلدیں موجود ہیں۔ مگر قصہ ناتمام ہی۔ دس جلدوں کے صفحہ کی تعداد (۱۰۵۷) ہی۔ منتخب العلوم فارسی تاریخی نام ہی جس سے ۱۲۴۶ھ نکلتے ہیں۔ یہ چالیس سالوں کا مجموعہ ہی۔ زیادہ تر ادب فارسی کے متعلق ہیں مصنف نے جو رسائل ناتمام چھوڑے تھے۔ مولوی فخر الدین پسر مصنف نے تکمیل کر کے ترتیب دئے (۸۸۰) صفحہ کی کتاب قلمی کتب خانۂ ریاست میں موجود ہی۔

مولوی غلام ناصر خاں

ولد قاسم خاں ساکن محلہ راجدوارہ۔ مولوی حیدر علی ٹونکی و مفتی شرف الدین سے جمیع کتب درسیہ حاصل کیں۔ انشا پردازی فارسی میں خاص ملکہ تھا۔ جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کے عہد میں مدرسۂ عالیہ

رام پور میں مدرس تھے۔ دس روپے تنخواہ پاتے تھے۔ رام پور کی پلٹن کا افسر اس زمانہ میں ایک انگریز تھا۔ اور نواب سید محمد علی خاں صاحب بہادر کے مقبرہ کے دروازہ پر رہا کرتا تھا۔ ایک روز کوئی خط اُسنے فارسی میں مولوی غلام ناصر خاں سے لکھوایا اور مراد آباد کے کلکٹر کو بھیجا۔ مراد آباد کے کلکٹر نے انکی انشا پردازی اس قدر پسند کی کہ پچاس روپے کی تنخواہ پر اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔ اسکے ہاں خطوط نویسی کرتے تھے۔ چند تحریریں اسکی گوالیار کی ریذیڈنسی کے صدر میں پہونچیں وہاں سے اڑھائی سو روپے پر طلبی ہوئی۔ اور میر منشی ایجنٹ گورنر جنرل کے ہاں ہو گئے۔ مہاراجہ گوالیار کا کوئی مقدمہ ایجنسی میں تھا۔ راجہ صاحب نے ایک لاکھ روپیہ اُنکو دینا چاہا۔ مولوی صاحب نے اسکی اطلاع ایجنٹ گورنر کو کردی۔ وہ بھی ایسا بھلا مانس تھا کہ اُس نے کہا معاملہ تو راجہ صاحب کے حق میں ہی قوت رکھتا ہے تم روپیہ لیلو۔ مگر مولوی صاحب نے انکار کر دیا۔ راجہ صاحب مقدمہ جیت گئے۔ تو اُنھوں نے مولوی صاحب کو پچیس سو روپے کی تنخواہ پر بلالیا۔ نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کی علوم کی درس و تدریس چھوٹ گئی تھی۔ جائداد کثیر پیدا کی گوالیار میں اعلیٰ درجہ کے اہلکاروں میں شمار تھا۔ گوالیار میں انتقال ہوا۔ ایک لڑکا عبد القادر خاں عرف منا خاں چھوڑا۔ اسنے تمام دولت و ثروت چند روز میں اُڑادی اور بحالت افلاس انتقال کیا۔ شاید اسکا ایک لڑکا کاشی پور ضلع ترائی میں ہے۔ راجہ صاحب کاشی پور نے کچھ مدد معاش مقرر کردی ہے۔

ملا غیرت

ولایت کابل سے محلہ راجدوارہ میں بعہد جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر آئے۔ ایک بڑا احاطہ خام بنا کر اسمیں رہنے لگے۔ اور مکان کے متصل ایک خام مسجد بھی بنائی جو غدر تک خام تھی۔ بعد غدر حافظ عبد الرحمٰن خاں

کھنڈسالی نے اس مسجد کو پختہ بنایا۔ یہ مسجد عرصہ سے مولوی غلام جیلانی رفعت کے نام سے مشہور ہی اور آجکل اُسکو اونچے والی مسجد کہتے ہیں۔

شاہ محمد فاروق

ولد مولوی محمد حسن خاں مرحوم۔ سنہ بارہ سو اُنہتر ہجری (سنہ ۱۲۶۹ھ) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ضروری تعلیم سے فارغ ہوکر صحبت مشائخ کا شوق ہوا۔ ڈاکٹر محمد حسن صابری سے بیعت ہوئے۔ مرشد کی ایسی خدمت کی جیسے کہ سلف میں ہوا کرتی تھی۔ ابتدائے عمر سے صلاحیت پیدا تھی۔ اکتساب اور عنایت مرشد سے چار چاند لگ گئے۔ صاحب اجازت اور خلیفہ ہوئے۔ آپ کا لباس صابری رنگ کا ازسرتاپا تھا۔ تہ بند اور کرتہ چپلین پانوں میں۔ آپ کی ذات سے چشتیہ صابریہ طریقہ کی اشاعت بدرجہ کمال تھی۔ اخبار دبدبہ سکندری کے آپ مالک تھے۔ اور ارشاد و تلقین کے علاوہ مطبع کا کام بھی کرتے تھے۔ نہایت خلیق اور متواضع۔ اکثر مہمان آپ کے خوانِ کرم سے فیض پاتے تھے۔ اولاد سعید اللہ تعالیٰ نے دی۔ وہ بھی قدم بقدم آپ کے ہیں۔ ۱۳۔ رمضان المبارک کو پنجشنبہ کے دن سنہ ترہ سو چالیس (سنہ ۱۳۴۰ھ) میں انتقال ہوا۔ اور بنگلہ آزاد خاں کے محلہ میں اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

حکیم فتح علی خاں

ولد حکیم غلام محمد خاں قوم افغان بنیروال رام پور کے ٹھوٹر محلہ میں سنہ اٹھارہ سو اکتیس عیسوی (سنہ ۱۸۳۱ء) میں پیدا ہوئے کتب متداولہ فارسی اور عربی اساتذہ رام پور سے پڑھیں۔ طب آپ کے ہاں کئی پشت سے چلی آتی ہے۔ اس لیے طب پر زیادہ توجہ کی اور اپنے والد سے تکمیل کی آپ کے خاندان میں حکیم سعید الدین خاں عرف شعور اخلن زادے جناب نواب سید فیض اللہ

خاں صاحب بہادر کے عہد میں ملازم ریاست اور نہایت ذی وجاہت تھے۔
حکیم فتح علی خاں خود بھی طب پڑھاتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں اولاد کے سوا سید جعفر علی۔ حکیم غفراں خاں ولایتی حکیم نیاز علی خاں حکیم سبحان علی خاں ساکن ضلع سیتاپور حکیم بوستاں خاں ولایتی اور حکیم عبداللہ خاں ہیں۔ نہایت خلیق اور سادہ وضع کے بزرگ پابند شرع تھے۔ کسی کی ملازمت نہیں کی۔
غرباء سے نذرانہ معالجہ میں نہیں لیتے تھے۔ خوشحال جو دیتے تھے قبول کرتے تھے۔ باہر بھی لوگ بلاتے تھے۔ شہر بھر میں بچوں کے علاج میں آپ کی بہت شہرت اور رجوع خلق تھے۔ اور بکثرت فائدہ ہوتا تھا۔ شوال کی ستائیسویں تاریخ سنہ تیرہ سو اٹھائیس ہجری (۲۷ شوال ۱۳۲۸ھ) میں انتقال فرمایا۔ اور پیر برخوردار کے مزار کے احاطہ میں دفن ہوئے سنا ہے کوئی کتاب مجربات طبیہ میں لکھی تھی۔ اور وہ ان کے اخلاف کے پاس موجود ہے۔ اس وقت چار فرزند حکیم اسعد علی خاں۔ حکیم الطاف علی خاں حکیم یوسف علی خاں اور حکیم مشتاق علی خاں سلامت موجود ہیں۔ اول الذکر دونوں صاحب اپنا مطب مستقل رکھتے ہیں اور اپنے والد کے شاگرد ہیں۔

حکیم فتح محمد خاں

ولد حکیم دوست محمد خاں قوم افغان بڑیچ۔ رام پور میں سنہ بارہ سو بہتر ہجری (۱۲۷۲ھ) میں پیدا ہوئے۔ فارسی مولوی محمد شاہ خاں اور خلیفہ شیخ احمد علی رام پوری سے پڑھی۔ عربی اور طب اپنے والد سے حاصل کی۔ زمینداری علاقہ انگریزی وجہ معاش تھی۔
سلسلہ تعلیم کا نہیں رکھا۔ اور نہ کبھی ملازمت کی۔ ماہ رجب سنہ تیرہ سو آٹھ ہجری (رجب ۱۳۰۸ھ) میں انتقال کیا۔ اور اپنے خاندانی مقبرہ میں گوجر ٹولہ میں دفن ہوئے۔

دو پسر فرزند محمد خاں اور ارشاد محمد خاں موجود ہیں علم اور دولت دونوں کا زوال ہے۔

مولوی حافظ فدا احمد مجددی تخلص حافظ

رام پور میں ۱۲۰۹ھ پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی کتابیں رام پور میں پڑھیں نہایت نیک نفس اور متبع شرع تھے ابتدائے عمر سے اعمال حسنہ میں ساعی رہے اُردو شاعری کا بھی مذاق تھا۔ بعد کو ترک ہو گیا۔ حضرت مولانا ولی النبی مجددی سے بیعت تھی۔ حضرت مولانا نے بوجہ ضعف رمضان میں محراب سنانا موقوف کی تو آپ نے اِن کی جگہ قرآن پڑھنا شروع کیا۔ مولانا ہمیشہ آپ کا قرآن سنتے تھے۔ اور اخیر زمانہ میں آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ بہت مجاہد تھے۔ کارخانجات سرکاری میں پیشکار تھے۔ جمعہ کے دن ۶۔ جمادی الآخر سنہ تیرہ سو تینتالیس (۱۳۴۳ھ) میں انتقال ہوا۔ مولانا ولی النبی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔

مولوی سید فدا علی

ابن سید احمد علی تخلص رسا۔ ابن مولوی سید امام الدین ابن مولوی محمود علی نقوی سید ہیں۔ مولوی محمود علی ملتان سے رام پور آئے۔ اس خاندان میں عجیب بات ہے کہ ہر شخص کے بازو پر تل ہوتا ہے۔ مولوی فدا علی ۱۸۵۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ فارسی کتابیں رام پور کے اساتذہ سے پڑھیں۔ فقہ اصول فقہ اور دیگر کتب درسیہ مولوی ارشاد حسن صاحب سے پڑھیں۔ حدیث و تفسیر میں میاں حسن شاہ صاحب محدث سے استفادہ کیا چھ برس تک گورنمنٹ کے مدرسہ المورہ میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے پھر وہاں سے ترک تعلق کر کے رام پور میں سلسلۂ ملازمت شروع کیا۔ اجلاس ہمایوں حضور پرنور میں حکم نویس رہے۔ اور محکمۂ مال۔ دیوانی اور فوجداری میں پیشکاری پر کام کیا۔ نہایت متین بہت

ثقہ اور مہذب تھے۔ دعاے حیدری اور چہل کاف کے عامل تھے۔ ایکبار مکان میں آگ لگی اور یہ اسکے اندر گھر گئے۔ نہایت مشکل سے لوگوں نے نکالا۔ کپڑوں پر آنچ نہ آئی۔ جفر میں بھی مہارت تھی۔ موسیٰ کا بہت شوق تھا۔ تیس چالیس برس کامل اس فن کے حاصل کرنے کے لیے شہروں شہروں اور جنگل جنگل پھرے بوٹیوں کی شناخت بہت اچھی تھی۔ اور اکثر کشتے اور دوائیں مفید بناتے تھے اور لوگوں کو فائدہ پہونچاتے تھے۔ کہتے ہیں پارہ کو بستہ کرکے چاندی بناتے تھے سونے کا جوڑا بھی خوب بناتے تھے۔ مگر اصلی سونا بنانا نہ آیا۔ انکے نسخوں سے اکثر مایوس العلاج مریضوں کو نفع ہوا۔

مارچ سنہ ۱۹۱۶ء میں بعارضہ نمونیا انتقال کیا۔ اور شاہ درگاہی صاحب کے مزار میں دفن ہوے۔ تین لڑکے سید ابن علی۔ سید منظور علی اور سید ابراہیم علی یادگار ہیں۔ منظور علی تحصیل علوم عربیہ میں کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔

حاجی حافظ قاری فخر اللہ

ولد شیخ محمد اسلم صدیقی۔ قاری محمد نسیم کے شاگرد اور داماد تھے۔ آپ نے ایک رسالہ قرأت میں بزبان اُردو بارہ سو اٹھاون ہجری (سنہ ۱۲۵۸ھ) میں حافظ کبیر احمد مجددی مدرس مدرسۂ عالیہ کلکتہ اور مفتی محمد شرف الدین رام پوری کی فرمایش سے لکھا تھا۔ اور خطبہ جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کے نام پر لکھا ہے ۲۰۸ صفحہ کا رسالہ نوشتہ دست مصنف کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔

مولوی فصیح الزماں خاں تخلص فصیح

خلف مولوی محمد وجیہ الزماں خاں رفیق مغفور نسباً صدیقی ہیں۔ وطن آبائی قصبہ

فرخ آباد عرف جلالوان ضلع بجنور صوبہ اودھ ہے آپ بانس بریلی میں ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے ۱۸۷۵ء میں بریلی سے اپنے والدین کے ساتھ رام پور آ گئے۔ بچپن میں بالکل خاموش رہتے تھے۔ بچوں کی طرح نہ ضد کرتے تھے نہ مچلتے تھے۔ ایک آپ کی کھلائی مولوی سبحان شاہ صاحب کے پاس لے گئی اور عرض کیا یہ گم صم رہتے ہیں۔ آپ دَم بخود دیر تک اُنکی جانب متوجہ رہے۔ اور فرمایا ہمارا مرید ہے۔ اسکو ہمارے پاس لایا کرو۔ چنانچہ ہفتہ میں ایک دو بار کھلائی لیجاتی تھی بسم اللہ کے بعد حافظ نیاز محمد پنجابی رام پوری ایک جوان صالح پڑھانے پر مامور ہوئے۔ قرآن شریف اور کچھ اُردو کی کتابیں پڑھیں۔ شوق پڑھنے کا بالکل نہ تھا۔ پھر مولوی سید احمد علی صاحب فرخ آبادی اُستاد نواب صدیق حسن خاں جو رام پور چلے آئے تھے۔ تعلیم پر مامور ہوئے۔ سید احمد علی صاحب بھوپال چلے گئے تو مولوی عبداللہ صاحب ساکن قصبہ نوتنی ضلع اوناؤ ملک اودھ تعلیم کے لئے بلائے گئے۔ مولوی صاحب کو تعلیم میں ایسی مہارت تھی کہ کرامت معلوم ہوتی تھی۔ ہدایۃ النحو تک انھوں نے کتابیں پڑھائیں۔ دس گیارہ سال کی عمر ہوگی کہ مولوی سبحان شاہ صاحب کا انتقال ہوا۔ اور فصیح الزماں خاں صاحب پر ایسا جذب غالب آیا کہ لکھنا پڑھنا چھوٹ گیا۔ آپ کے والد نے کہا اِن کو ان کی حالت پر چھوڑ دو کوئی روک ٹوک نہ کرو۔ اُسی سال حضرت شاہ مجید الزماں صاحب کے ہاں حسب معمول یکم صفر سے ساتویں صفر تک عرس ہوا مولوی فصیح الزماں خاں پر شدت سے وجد و حال طاری ہوا۔ بیعت کا شوق ہوا تو حاجی عبدالقادر خاں صاحب رام پوری ساکن محلہ نالہ پار سے قادریہ طریقہ میں بیعت کی علاوہ ذکر و شغل کے کتب بینی کا شوق ہوا۔ ابتداءً اُردو کی کتابیں دیکھیں۔ پھر قدما کی تصانیف اور تالیفات کا مطالعہ شروع کیا۔ کتابوں کا یہ شوق تھا

کہ جو کچھ والدین سے ملتا تھا سب خرید کتب میں صرف کرتے تھے۔ رات دن کتب بینی کا مشغلہ رہنے لگا۔ اور روزانہ مولوی مفتی ریاض الدین صاحب مولوی مسیح الدین خاں صاحب کاکوروی۔ مولانا سید حسن شاہ صاحب محدث اور مولوی مفتی سعداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہم کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ علما کی صحبت اور کتب بینی سے وہ کمال حاصل کیا کہ سب کو تعجب ہوتا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد اسباب معشت میں نقصان کلی پیدا ہوا۔ مگر انکے شوق کتب میں کوئی تغیر نہیں ہوا حضرت نواب خلد آشیاں نے مبلغ تیس روپے بلا خدمت مقرر کر دئے تھے۔ اُسی میں کتابیں جمع کرلے تھے۔ اور اپنی گذر بھی اُسی میں تھی۔ حاجی عبدالقادر خاں آپ کے مرشد کا انتقال ہو گیا۔ تو سید علی نقی صاحب ساکن قصبہ بانگر مؤملک اودھ سے تجدید بیعت کی اور خلافت پائی۔ عہد نواب عرش آشیاں میں جنرل اعظم الدین خاں نے خدمت کی شق لگائی۔ مدرسہ عالیہ میں فارسی کے پروفیسر رہے۔ تذکرۂ انتخاب یادگار میں لکھا ہے۔ کہ فارسی کا دیوان پورا ہے مگر مرتب نہیں ہوا ہے مگر اب اُسکا پتا نہیں ہے۔ بہت سی تصانیف کا سلسلہ شروع کیا مگر آزادی طبع سے کوئی کام پورا نہیں ہوا۔ راقم الحروف کے حال پر نہایت کرم فرماتے تھے۔ ہفتہ میں دو بار قدم رنجہ فرماتے تھے کثرت ذکر و شغل سے یہ حالت تھی کہ راہ میں اگر قریب آکر کوئی زور سے آواز نکالتا تو چونک پڑتے تھے۔ باوجود عسرت و تنگی مداخل کے کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ میں نے دیکھا کہ انکے پلنگ کے پاس چوکیاں بچھی ہیں اور اُن پر کتابیں چنی ہوئی ہیں۔ ایسے نیک نہاد۔ نیک نفس و خلیق بہت کم ہوتے ہیں۔ اُردو میں بھی کبھی شعر موزوں کرتے تھے اور جناب منشی محمد امیر احمد صاحب آمیر مینائی مرحوم کو کلام دکھاتے تھے۔ شنبہ کی شب میں رات کے دس بجے جمادی الاولیٰ کی گیارھویں تاریخ تیرہ سو گیارہ

ہجری (سلاسلہ۳۱۲ھ) میں ۳۹ سال کی عمر میں بعارضۂ تپ محرقہ انتقال کیا۔
اور جناب امیر شاہ صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔ نسیم الزماں خاں و حمید الزماں
خاں دو فرزند یادگار ہیں۔ دونوں نے انگریزی تعلیم حاصل کرلی ہے۔

مولانا فرخی

آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ اِن کے والد نواب مصطفٰی خاں شیفتہ کے رفقا میں تھے۔
ابتدائی تعلیم ان کے صاحبزادوں کے ساتھ حاصل کی۔ غدر کے ہنگامہ میں آٹھ
دس سال کی عمر تھی۔ اور اسکے انقلاب اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جوان ہوکر سیاحت
کا شوق ہوا۔ بمبئی میں کچھ دن قیام کرکے بوشہر اور برما کی سیاحت کی۔ ایک فارسی
اخبار بمبئی سے نکالا۔ ایک بار بعہد نواب خلد آشیاں رام پور آئے اور پھر چلے گئے۔
تقریباً ۱۸۸۰ء میں پھر رام پور تشریف لائے۔ میرے بھائی محمد عظمت علی خاں مرحوم
سے ملاقات ہوگئی۔ اُنھیں کے مکان پر مقیم ہوگئے۔ نواب خلد آشیاں کے مصاحبوں
میں داخل ہوئے۔ نواب خلد آشیاں کے انتقال کے بعد مدرسۂ عالیہ میں پروفیسر
فارسی کے ہوئے۔ اور پھر حضور پر نور نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر
دام حشمتہم کے استاد مقرر ہوگئے حضور پر نور کے سفر یورپ اور امریکہ میں ہم رکاب گئے۔
اور دو جلدوں میں سفرنامہ مرتب کرکے مشتہر کیا۔ فارسی زبان قدیم اور جدید میں کامل
ہیں۔ بطور خود انگریزی حاصل کی اور عربی کی استعداد حاصل کرلی۔ سفرنامہ
شاہ ایران کا ترجمہ کیا۔ اور اسکی ایک فرہنگ لکھی۔ اسکے علاوہ چند اور کتابیں
تصنیف کیں۔ اعلیٰ حضرت حضور پر نور دام ملکہم کی توجہ سے فارغ البالی کے ساتھ
ہمہ وقت کتاب بینی کرتے ہیں۔ منظوم کلام بہت سا غیر مرتب ہو۔
قصائد میں بدرجۂ اتم روانی ہو۔ دوست پرور اور احباب نواز ہیں صبح و شام
اُن کے مکان پر احباب کا جلسہ رہتا ہو۔ چار کے دور چلتے ہیں۔ اِن کے فرزند

عبدالحمید صاحب ایڈی۔سی ہیں۔

مولوی فضل حق رام پوری

ابن مولوی قاری حافظ عبدالحق بارہ سو اٹھتر (۱۲۷۸ھ) میں رام پور میں پیدا ہوئے۔یہی سال مولانا فضل حق خیرآبادی کی رحلت کا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے مرحوم کا جانشین پیدا کیا۔ابتداءً اپنے والد سے حفظ قرآن شروع کیا مگر وہ بوجہ تعلق تدریس نواکھالی بنگالہ میں رہتے تھے۔ اسلیے دیگر مشہور حفاظ شہر سے قرآن شریف حفظ کیا اور دس سال کی عمر میں ختم کیا۔کتب درسیہ فارسی کی حکیم احسن ساکن محلہ کھاری کنویں سے پڑھیں اور عربی صرف و نحو مولوی عبدالرحمٰن مندھاری جو محلہ کی مسجد میں رہتے تھے ان سے اور دیگر منتہی طلبا سے پڑھیں۔اسی طرح ابتدائی کتب منطق بھی رام پور میں پڑھیں تحصیل علوم کے لئے سفر علما کی قدیم سنت ہے۔اسلیے یہاں سے بھیکم پور علاقہ علی گڈھ کو مولوی حکیم عبدالکریم خاں رام پوری سے استفادہ کے لئے گئے۔ حکیم صاحب وہاں ملازم تھے۔وہاں ملا حسن اور شرح وقایہ اور اس درجہ کی دیگر کتابیں پڑھیں۔حکیم صاحب آپ پر نہایت درجہ عنایت فرماتے تھے وہاں سے علیگڈھ آئے اور مولانا لطف اللہ علی گڈھی سابق مفتی عدالت حیدرآباد دکن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔یہاں اکثر کتب معقول و منقول حدیث و تفسیر کی تکمیل کی۔ مولانا لطف اللہ صاحب کی توجہ اور آپ کی ذہانت کے سبب سے بہت سی درس نظامیہ کی کتابیں پوری ہوگئیں۔اب قدما کی کتابوں کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔اسلیے علی گڈھ سے رخصت ہو کر چلے آئے۔ اور مولوی ہدایت علی بریلوی شاگرد مولانا فضل حق خیرآبادی کی خدمت میں بریلی جاکر کتب قدما مثل شرح اشارات وغیرہ کا استفادہ کیا۔کل علوم و فنون کی تکمیل کے بعد بریلی

کے مدرسۂ طالبیہ میں مدرس اول مقرر ہو گئے۔ نہایت تھوڑی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور خود پڑھانا شروع کیا۔ صبح سے شام تک تیئیس تیئیس سبق پڑھاتے تھے۔ ہر ملک کے طلباء کثیر کا مجمع ہو گیا۔ حکیم نور الحسن مرحوم افسر الاطباء ریاست بھوپال نے اکثر کتب درسیہ آپ سے بریلی میں پڑھی تھیں۔ نواب عرش آشیاں کے عہد حکومت میں (سنہ ۱۳ھ تا سنہ ۱۳ھ) مدرسۂ عالیہ رام پور کا نیا انتظام ہوا مولوی ہدایت علی مرحوم کو بریلی سے بلاکر مدرس اول مقرر کیا۔ تو آپ کو بریلی سے بلاکر مدرس سوم مقرر کیا۔ اوقات مدرسہ کے علاوہ شب کے دس گیارہ بجے تک اپنے مکان پر طلبا کو پڑھاتے تھے۔ چونکہ پڑھانے میں سخت محنت کرتے تھے۔ اسلئے طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ کی خدمت سے مستفیض ہو کر سیکڑوں طلبا باہر چلے گئے۔ اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ مولوی محمد دین مدرس ہزارہ۔ مولوی غلام جیلانی مدرس تناول علاقۂ سرحد۔ مولوی عبد العزیز مدرسہ رمضانیہ کلکتہ۔ مولوی فضل کریم مدرس چکوال۔ مولوی حمید الدین مدرس مانسہرہ۔ مولوی محمد صدیق قندھاری۔ مولوی سیف اللہ ہراتی۔ مولوی عبد الودود بدخشانی۔ اخوندزادہ محمد دین مدرس قندھار۔ مولوی احمد امین مدرس دویم مدرسۂ عالیہ رام پور۔ مولوی عبد الصمد مدرس مدرسۂ کلکتہ۔ مولوی عبد الحمید مدرس مدرسہ چاٹگام۔ مولوی اسلم جونپوری مدرس مدرسۂ آرہ۔ مولوی عبد الکریم مرحوم مدرس مدرسہ ندوۃ العلماء۔ مولوی خلیل اللہ بانی مدرسہ مطلع العلوم۔ مولانا سید یوسف مدراسی مدرس مدرسۂ نعمانیہ دہلی۔ اور مولوی غلام محمد ملتانی مدرس اول و مہتمم مدرسۂ انوار العلوم رام پور۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں بحالت مدرسی درجۂ سوم بھوپال سے مولوی عبد الجبار خاں وزیر ریاست نے طلب کیا۔ یہاں سے ایک سال کی رخصت لیکر گئے۔ وہاں نہایت اعزاز ہوا۔ اور مدرسۂ سلیمانیہ میں تقرر ہو گیا۔

رام پور سے طلبا کی ایک کثیر جماعت ساتھ گئی۔ بھوپال میں مولوی عبدالہادی اور مولوی نظام الدین مدرسین مدرسہ سلیمانیہ سے معقول کی انتہا کی کتابیں پڑھیں۔ بھوپال میں شیخ حسن عرب یمنی مرحوم سے تیمناً وتبرکاً سند حاصل کی شیخ صاحب نے سند میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ وہو فی الحقیقۃ بحر زخار وعباب زخار کما لعلم ذلک من حالہ ومقالہ۔ شیخ موصوف ایک واسطہ سے امام شوکانی کے شاگرد تھے۔ وطن کی محبت کی وجہ سے بھوپال سے رام پور تشریف لائے۔

شمس العلما مولانا عبدالحق خیرآبادی مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل مقرر ہوئے تو اُنسے بھی معقول کی کتابیں پڑھیں۔ پھر درجہ بدرجہ ترقی ہو کر مدرس اول مدرسہ عالیہ رام پور مقرر ہوئے غالباً ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں منجانب گورنمنٹ بنگال آپ کی طلبی ہوئی۔ ایک سال وہاں ملازمت کی۔ بحصول رخصت رام پور تشریف لائے۔ تو اعلیٰ حضرت بندگان حضور پرنور عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر ادام اللہ ملکہم کا حکم ہوا کہ ان کو یہیں روک لیا جاے۔ اور جناب صاحبزادہ مصطفی علی خاں صاحب بہادر مرحوم سکرٹری جنکے ماتحت صیغۂ تعلیم تھا۔ انکی معرفت گفتگو ہوئی جناب مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بھی ساعی ہوے حکم سرکار سے مجبوری تھی۔ کلکتہ کی ڈیڑھ سو کی ملازمت ترک کی مدرسہ عالیہ رام پور میں پرنسپل مقرر ہوے۔ اگر کلکتہ کی ملازمت کا سلسلہ باقی رہتا تو آپ ہی وہاں پانچسو کی تنخواہ پر فائز ہوتے۔ آپ کے اوقات نہایت عمدہ ہیں۔ بدعات اور زوائد فی الدین سے نفرت ہے گفتگو میں الفاظ قلیل سے جواب دیتے ہیں۔ باوجود درس وتدریس فلسفہ قرآن شریف وسنت سے اعتقاداً وعملاً سر مو تفاوت نہیں ہے۔ مسائل غیر منصوصہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ عقائد میں مسئلہ صفات باری تعالیٰ کے متعلق صوفیہ وجودیہ کا مسلک ہے۔ اکثر مسائل مختلف فیہا میں اشاعرہ ومعتزلہ کو نزاع لفظی پر محمول کرتے ہیں۔

ایک کتاب میں آپ نے لکھا ہو کہ اُن مسائل میں جن میں صحابۂ کرام اور سلف صالحین سے کچھ روایت نہیں ہی بحث کرنا بدعت اور غیر ضروری ہو۔ آپ کی تصانیف ہیں۔ حاشیہ میر ایساغوجی۔ شرح ایساغوجی۔ حاشیہ میر زاہد امور عامہ۔ الظفر الحامدی۔ افضل التحقیقات فی مسئلہ الصفات طبع ہو چکی ہیں۔ حاشیہ تلویح۔ حاشیہ حمد اللہ شرح دروس البلاغہ ابھی طبع نہیں ہوئی ہو۔

اخلاق نہایت وسیع ہیں۔ احباب کی مراعات نہایت فرماتے ہیں۔

طلبا کے ساتھ بیحد شفقت ہو۔ طریقہ تعلیم ایسا اچھا ہو کہ غبی سے غبی طالب العلم کو بھی مطالب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دین کی محبت رگ و پے میں پیوستہ ہو راقم کے حال پر الطاف بے پایاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے آپ کے فرزند مولوی افضال الحق ماشاء اللہ فارغ التحصیل اور بہت ذہین و ذکی ہیں۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

سیّد فضل حق

ولد سید عبداللہ عرف ننھے میاں از اولاد حضرت سید عبدالرزاق خلف اکبر حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمہ۔ رام پور میں جناب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ کتب فارسی و عربی مولوی عبداللہ و مولوی عبدالرحمٰن اولاد مولانا مدن وسدن شاہجہاں پوری سے پڑھیں۔ سید شاہ سیادت علی صاحب نبیرۂ سید عبدالرزاق صاحب ہانسوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ بڑے پرہیزگار اور برگزیدہ تھے۔ تمام عمر کسی نے انکے جسم کو برہنہ نہیں دیکھا۔

نواب جنت آرام گاہ کے عہد میں نائب سررشتہ دار محکمہ صدر تھے۔ پھر بریلی کی کمشنری کے سررشتہ دار ہو گئے۔

ایام غدر میں پیلی بھیت یا بھیڑی میں تحصیلدار تھے۔ اُسی زمانہ میں بہ نیت

جہاد مرزا فیروز شاہ کے شریک ہو گئے۔ نواب فردوس مکاں نے ہر چند چاہا کہ رام پور چلے آئیں۔ آپ نے یہ عرض کیا کہ اب تو تمنائے شہادت ہی چنانچہ جھانسی میں شہید ہوئے۔ کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔

فیض اللہ خاں اخوندزادہ

یہ حضرت مرزا مظہر جاناں کے مرید تھے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

ملا فقیر اخوند

نام آپ کا شاہ عبدالکریم عرف ملا فقیر اخوند ہی۔ آپ کے والد کا نام شاہ رحمت اللہ تھا ولادت آپ کی مقام گجرات سرحد پنجاب میں تخمیناً ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ علم ظاہری میں دستگاہ کامل تھی۔ تصوف و فقر میں شاہ منور علی الہ آبادی سے خلافت پائی نواب حافظ رحمت خاں کی حیات تک پیلی بھیت میں زیادہ قیام رہتا تھا۔ اور بڑے شان و شوکت سے رہتے تھے۔ آپ کے تقدس اور بزرگی نے تمام روہیلکھنڈ کو مسخر کر لیا تھا۔ آپ کے بھائی حکیم بایزید صاحب اپنی کتاب فصول فیض اللہ خانی میں آپ کو سرکار کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً در سرکار برادر صاحب چنین و چناں بود۔ پیلی بھیت کے زمانۂ قیام میں رام پور بھی کبھی کبھی آتے تھے۔ حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد رام پور تشریف لائے۔ (۱۱۸۸ھ) جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر طاب ثراہ نے موضع ٹاہ جو اب موضع مونڈہ کے تھانے کے پاس مراد آباد کی سڑک پر ہے اور اب انگریزی حکومت میں ہی جاگیر میں نذر کیا۔ آپ اکثر اُس موضع میں بھی قیام فرماتے تھے۔

شادی کہاں ہوئی اسکا حال معلوم نہیں مگر سالے کا نام شادی خاں تھا۔ موضع کی کاشت اپنے غلاموں سے کراتے تھے۔ باہر غلام اور اندر زنانہ میں چھوکریاں

سلہ آثار الصناد ید نجم الغنی خاں۔

کام کرتی تھیں۔ بنگال ورملنگا نامی دونوں مسلم غلام تھے ایک چھوکری کا نام کلیا تھا۔ اشاعت علم ظاہری و باطنی کے ساتھ تبلیغ اسلام بھی جاری تھی۔ بہت سے آدمی مسلمان کرلئے تھے۔ دسترخوان وسیع تھا۔ طالب علم۔ اور طالب خدا۔ مہمان اور مسافر بہت سے رہتے تھے اور سب کو کھانا ملتا تھا۔ احمد نامی ایک مرید تھا وہ صاحبزادہ عبدالقدوس کے حجرہ کے برابر حجرہ میں رہتا تھا۔ اسکے متعلق یہ خدمت تھی کہ کتابوں کی نقل کرے اور کتاب خانہ کی کتابوں کی جلدیں باندھا کرے۔ طلبا میں نظام خاں گردوں۔ ملا اکرم سواتی۔ ملا احمد خاں رزڑ۔ ملا شاہ زماں خاں سمیندرزئی اکثر حاضر رہتے تھے۔ عوام کے سوا مولوی بھی بہت سے مرید تھے جیسے ملا موتم اخوند ملا حاتم اخوند۔ مختصر یہ ہے کہ علوم دین۔ علوم باطنی کی اشاعت کا آپ مرکز تھے۔ سُنا ہے کئی برس تک زمین پر پیٹھ نہیں لگائی۔ آپ کے سلسلہ کو خوب ترقی ہوئی۔ شعبان کی دوسری تاریخ بارہ سو چھ ہجری (۱۲۰۶ھ) میں وفات پائی۔ رام پور میں حلقہ والی مسجد میں آپ کا مزار ہے۔

ملا فقیر محمد صاحب ولایتی

مولوی محمد گل صاحب ولایتی صاحب سجادہ میاں سبحان شاہ صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ عربی علوم رام پور میں حاصل کئے۔ حاجی محمد نبی صاحب عرف حاجی صاحب دہنہ کے معتقدین میں سے تھے۔ بہت سے طلبا نے انسے فیض پایا۔ حالت درس میں کبھی کبھی طلبا سے فرماتے تھے۔ کہ یہ مقام حاجی صاحب کی صحبت میں حاصل ہوا تھا۔ بڑے فقیہ تھے۔ تحصیل علوم کے بعد باجوڑی محلہ میں عقد کیا اور اسی محلہ میں مزار ہے۔ انکے بیٹے نیاز محمد صاحب کامل درویش ہیں۔ مگر آجکل مفقود الخبر ہیں انتقال کا سنہ معلوم نہیں ہوا

حافظ محمد فیاض

رام پور میں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف خوب حفظ تھا۔ موتی مسجد کے امام تھے۔

عظمت اللہ خاں خلیفہ حافظ ناصر احمد خاں شاہجہاں پوری کے مرید تھے مولوی محمد یوسف محدث مجددی آپ سے بیعت تھے۔ اور آپ کی وجہ سے تادمِ مرگ موتی مسجد میں آپ کے پاس حاضر رہتے تھے۔ نہایت بزرگ اور باخدا تھے ظاہری حالت ایسی بنا رکھی تھی۔ کہ لوگ۔ اُن کی طرف مطلق درویشی کا گمان نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی آتا تو ایسی دنیاداری کی باتیں کرتے کہ آدمی پریشان ہو کر چلا جاتا۔ مولوی محمد یوسف محدث انکی اکثر خرق عادات بیان کیا کرتے تھے۔
دوشنبہ کے دن ربیع الآخری کی اکیسویں تاریخ تیرہ سو بارہ ہجری (۱۳۱۲ھ) میں انتقال فرمایا۔ اور پیر برخوردار صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔

مولوی فقیہ الدین تخلص فقیہ

ولد مولوی سید جمال الدین قدس سرہ رام پور میں پیدا ہوئے۔ مختلف علماء شہر سے کتابیں پڑھیں۔ اپنے بہنوئی مولانا منیر علی سے بھی استفادہ کیا — سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حافظہ ایسا تھا۔ کہ سال بھر تک دور نہیں کرتے تھے۔ اور رمضان میں بے تکلف سناتے تھے۔ حکیم عطار اللہ کا فارسی قصیدہ ایک بار سنکر مطلع سے مقطع تک اپنے کلام کی طرح پڑھ دیا۔ جوانی کے عالم میں بانکپن مزاج میں تھا۔ شاعری کا بھی بہت ذوق تھا۔ خود اپنے مکان پر مشاعرے کرتے تھے بیس برس کی عمر پائی دوشنبہ کے دن صفر کی دوسری تاریخ بارہ سو چالیس ہجری (۱۲۴۰ھ) میں انتقال فرمایا۔ اور اپنے والد کے مزار کے چبوترہ کے کنارہ شمال کی جانب دفن ہوئے۔

مولوی محمد فیاض

ولد اخوند سید احمد خاں مولوی محمد حیات کے حقیقی بھائی تھے۔ علوم عقلی و نقلی میں مولانا محمد اسحٰق دہلوی کے شاگرد تھے۔ محلہ لال مسجد میں رہتے تھے تخمیناً

ساٹھ برس کی عمر میں ۱۳۰۳ھ میں انتقال کیا محلہ لال مسجد میں ہی دفن ہوے۔

مولوی فیض احمد

فیصلہ جائداد پیرزادہ اعظم الدین خاں محلہ کٹرہ والے مورخہ ۲۴۔ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ پر آپ کی مہر ہے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

حکیم فتحیاب خاں آنگر

ولد مظفر خاں گرم ولد محمد خاں قوم افغان رام پور میں پیدا ہوے۔ کسب فنون رسمی مختلف مقامات پر کیا۔ اکثر ہندوستان کی سیاحت میں عمر بسر کی اور دست شفا سے مریضوں کو فائدہ پہونچایا۔ آپکے فرزند مولوی فدا علی خاں علاوہ علوم عربی کے انگریزی میں ایم۔ اے ہیں اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

مولوی سید قدرت علی

ولد سید رجب علی ولد سید قاسم علی۔ ولد ولایت علی۔ اولاد حضرت شاہ شرف الدین شاہ ولایت امروہہ سے ہیں۔ امروہہ سے سید ولایت علی رام پور میں آئے۔ سید قدرت علی رام پور میں محلہ ٹھوٹر میں پیدا ہوے۔ درسیہ کتب فارسی وعربی خلیفہ احمد علی سے پڑھیں۔ دیگر اساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔ طب حکیم علی حسین خاں ولد حکیم احمد خاں فاخر سے پڑھی۔ طلبا کو پڑھاتے تھے۔ مطب بھی کرتے تھے۔ اُسی سے بسر اوقات تھی پچاسی برس کی عمر ہوئی (۱۳۱۸ھ) تیرہ سو اٹھارہ ہجری کے قریب وفات ہوئی۔ عیدگاہ دروازہ قدیم کے متصل اخون خیلوں کے محلہ میں مسجد کے سامنے قبرستان میں دفن ہوے۔ اولاد میں سید محبوب علی فارسی کے صاحب استعداد تھے انکا بھی انتقال ہوگیا۔

مولوی قطب الدین ولایتی

ولایت سے آکر رام پور میں، بوری کتابیں پڑھیں۔ نواب احمد یار خاں کے مکان کے

متصل لب راہ مسجد ہے اُس میں رہتے تھے۔ اور پڑھایا کرتے تھے نہایت مقدس اور باخدا آدمی تھے۔ اسی مسجد کے پاس دفن ہوئے ہیں۔ نواب احمد یار خاں کے مکانات ٹوٹ کر شفاخانہ انگریزی بنا۔ اور آجکل شفاخانہ توڑکر قلعہ وسیع کر دیا ہے۔ مسجد سڑک کے کنارہ اب بھی موجود ہے۔

مولوی قطب الدین خاں

محلہ کٹرہ جلال الدین خاں میں مسجد کے سامنے پختہ مکاں تھا۔ رام پور میں اکتساب علوم متداولہ کیا۔ جاورہ میں وکیل ریاست ہوگئے اور وہیں انتقال ہوا انکے بیٹے مولوی سراج الدین خاں تھے۔

مولوی قطب علی

عنبر شاہ خاں عنبر رام پوری کے اُستاد تھے۔

تاریخ وفات از عنبر شاہ خاں عنبر[1]

قطب علی کہ از سر اندوہ ماتمش آشفتہ زلف حور نمط سنبل بہشت
چوں رفت سوئے خلد بریں ہیں جہاں پست نالیدہ از وفور غمش بلبل بہشت
تاریخ فوت سال مصیبت فزائے او رضواں بگفت۔ باد نصیبش گل بہشت
۱۲۱۶ھ

مولوی قمر الدین خاں

فرزند سوم مولوی حافظ محمد جاں خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ یہیں علم حاصل کیا۔ پورے عالم تھے۔ مگر درویشی طبیعت پر غالب تھی۔ یہاں سے ہجرت کرکے مکہ معظمہ کو گئے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔

سید قمر علی

یہ بزرگ عرب کے رہنے والے حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔

---

[1] تسریق الخیال عنبر شاہ خاں۔

اتفاق قضا و قدر سے رام پور آئے موضع ملک دھتورہ جو حضور تحصیل میں ہے اور رام پور سے شمال کو چار کوس ہے وہاں سکونت اختیار کی۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر نے آپ کے تقدس کی وجہ سے ایک سو روپے ماہانہ مقرر کردیے اور یہ خدمت مقرر ہوئی کہ ہمیشہ سواری میں ساتھ رہا کریں۔ شہر میں آکر محلہ چوک محمد سعید خاں میں قیام کیا۔ اور ۱۲۹۶ھ میں انتقال فرمایا سید قاسم علی خادم قدم رسول اور قاری علی حسن دو صاحبزادے یادگار چھوڑے۔

مولوی قمر الدین تخلص جانی

ولد مولوی خلیفہ غیاث الدین تقریباً ۱۲۳۰ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے فارسی میں کامل تھے۔ عربی بھی خاصی تھی۔ زیادہ تر رام پور میں پڑھا۔ فرخ آباد میں مولوی وزیر علی صاحب سے بھی جاکر پڑھا۔ اپنے والد کا خط لیکر گئے تھے وہ خط نشاآت عزت میں موجود ہے۔ انتقال کو تقریباً پینتیس سال کا زمانہ ہوا۔

شیخ قیام الدین چاند پوری تخلص قائم

قصبہ[1] چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ فارسی اور عربی کی تکمیل مختلف مقامات پر کی۔ پہلے بادشاہی توپخانہ میں نوکر رہے۔ پھر رام پور میں صاحبزادے محمد یار خاں بہادر کی سرکار میں ملازم ہوئے۔ تذکرۂ تکملۃ الشعرا میں لکھا ہے کہ محمد قائم نام ہے۔ اردو شاعری میں مشہور ہیں۔ اردو دیوان موجود ہے۔ کبھی کبھی فارسی شعر بھی موزوں کرتے تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں پر قادر تھے۔ اردو میں مرزا رفیع سودا سے تلمذ تھا۔ بارہ سو دس ہجری (سنہ ۱۲۱۰ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔ اور محلہ مدرسہ کہنہ میں جناب نواب سید محمد علی خاں صاحب بہادر کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

[1] انتخاب یادگار۔

مولوی قیام الدین خاں اخوندزادہ

ابن مولوی محمد حیات خاں اخوندزادہ - قوم پٹھان پیرزادہ اعظم الدین خاں کی مسجد واقعہ محلہ کٹرہ جلال الدین خاں کے امام تھے - عربی کتابیں گو سب پڑھیں تھیں مگر تکمیل نہیں ہوئی - انکا انتقال ۱۳۰۰ھ کے قریب ہوا - مدفن کا پتا نہیں معلوم ہوا - ان کے دو بھائی نصرالدین خاں اور شرف الدین خاں بے علم تھے - آپ نے دو بیٹے یادگار چھوڑے ایک مولوی غلام رسول خاں اور دوسرے مولوی ننھے - اول الذکر کو علم عربی تھا دونوں باپ کے سامنے انتقال کر گئے - آپ کی چھوٹی لڑکی کی اولاد موجود ہے - جنکا نام امانت علی خاں ہے اور اہلمد ریونیو سکرٹری کے دفتر میں ہیں -

حکیم کبیر علی خاں انصاری سنبھلی

نواب[۱] محمد یار خاں بہادر کے ملازم تھے - ایک روز نواب صاحب کی آنکھ میں سال کی لکڑی کا ایک ریزہ گھس گیا - حکیم صاحب نے محمد حیات جراح کو بلا کر کہا کہ اسکو نکال لے - چنانچہ اس کام کے لیے جو آلات مقررہ ہیں اس سے وہ ریزہ نکال لیا - مگر آنکھ سے خون جاری ہو گیا - حکیم صاحب نے فوراً دوا تجویز کر کے آنکھ پر باندھی - تیسرے دن پٹی کھولی آنکھ اچھی تھی - مگر سرخی شدید آنکھ میں پیدا ہو گئی تھی - ایک ہفتہ کے علاج میں وہ بھی جاتی رہی - نواب صاحب نے غسل صحت کی خوشی میں - ڈوم ڈھاریوں کو خلعت اور بہت روپے دئے - اسی طرح مصاحبین کو مثل سید حسن شاہ - و میر ضیاء الدین عبرت - و میر محمد قاسم شاعر - اور میاں معزالدین وغیرہ کو خلعت ودو شالے تھان کمخواب اور بنارسی دوپٹوں سے دئے - لیکن حکیم صاحب چونکہ نوکر تھے - ایک پان بھی نہیں دیا - حکیم صاحب نے ذیل کی رباعی لکھکر نوازی نامی

---

[۱] فصول فیض اللہ خانی صفحہ ۱ -

ورزی کے ہاتھ نواب صاحب کو بھیجدی۔

جنابعالی کرآج غسل صحت کا | ہر ایک ندیم کے تئیں عطر اور پان ملے
بجائے خلعت بست پارچہ واپ عراق | حکیم جی کو بھی کہتے ہیں تین تھان ملے

حکیم صاحب کا سنہ ۱۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔

نواب محمد یار خاں جناب مستطاب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر کے چوتھے فرزند تھے۔ آنولہ کے متصل ٹانڈہ میں رہتے تھے۔ جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر اپنے ہمراہ رام پور میں لائے۔

اور پچاس ہزار روپے ماہانہ مقرر کر دیا۔ غرہ ماہ ذیقعدہ کو گیارہ سو اٹھاسی ہجری (۱۱۸۸ھ) میں انتقال ہوا۔ حکیم صاحب کو شاعری کا بھی شوق تھا۔ کبیر تخلص تھا۔

محمد کبیر خاں تخلص تسلیم

صاحب تذکرہ تکملۃ الشعرا لکھتے ہیں کہ باپ کا نام امیر خاں ہے۔ اور بڈو خاں رئیس رام پور کے پوتے ہیں۔ قوم بنیر دال پٹھان ہے۔ جوان قابل اور اہل ہنر کا قدردان ہے۔ ذہن سلیم اور طبع مستقیم ہے۔ نہایت خوشگو اور خوش مقال ہے کبھی فارسی اور اردو میں شعر کہتا ہے۔ انتہیٰ۔ صاحب تذکرہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ کبیر خاں زندہ تھے۔ ان کے فارسی کلام کا انتخاب جو تذکرہ میں موجود ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم عربی و فارسی میں کامل مہارت تھی۔ فارسی کا کلام نہایت پاکیزہ ہے۔ مولوی غلام جیلانی رفعت کے شاگرد تھے۔ تین برس استاد کی خدمت میں حاضر رہے۔ ستر برس کا سن ہوا بارہ سو اکاون ہجری (۱۲۵۱ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔ راج دوارہ میں پیلو والی مسجد کے برابر قبرستان میں کنکر کی قبر ہے۔ یہی محلہ مسکن ہے۔ اب اولاد میں کوئی نہیں ہے۔

ملے تذکرہ مصحفی اُردو شعرا۔ ۵۲ انتخاب یادگار۔

بڈو خاں امرائے جناب نواب سید غلام محمد خاں صاحب بہادر غفراں مآب میں
بڑے رتبہ کے آدمی تھے۔ فوز الکبیر شرح مکاتبات علامی ان کی تالیف ہی۔
خلیفہ غیاث الدین کا ایک خط نشات عزت میں بنام مولوی منبر علی صدر اعلی ہی۔
اسمیں لکھتے ہیں کہ آپ نے شرح مکاتبات علامی کریم خاں کی طلب کی ہی۔
دراصل وہ کبیر خاں کی ہی جو شاگرد مولوی غلام جیلانی رفعت کے ہیں۔
مولوی حیدر علی نے کبیر خاں کی وصیت کے موافق اُسکی اصلاح کی ہے اور
ایک مہینے کے وعدہ پر مستعار نسخہ بھیجتا ہوں۔ یہ شرح ابوالفضل کے دو دفتر و نگی ہی
۱۲۱۴ صفحہ کی کتاب قلمی ہی۔ اور کتب خانہ ریاست میں موجود ہی۔

مولوی کریم اللہ خاں

ولد امیر خاں ابن الف خاں لودھی قندھاری۔ محلہ گھیر سیف الدین خاں
سکنہ ہو رام پور میں پیدا ہوئے۔ کتب فارسی مولوی غیاث الدین عزت اور
شیخ احمد علی مرحوم سے پڑھیں۔ علوم عربی مفتی محمد سعد اللہ سے حاصل کئے۔ خوشنویسی
میں میر عوض علی ملیح آبادی کے شاگرد تھے۔ عربی و فارسی کی نظم و نثر صنائع و بدائع
و تاریخ گوئی میں مستند استاد تھے۔ اور سید عبدالرشید کے شاگرد تھے۔ خوشنویسی
نستعلیق خفی و جلی میں بہت شہرت حاصل کی۔ اور سیکڑوں شاگردوں نے فیض پایا
میاں نعیم شاہ رام پوری سے طریقہ قادری میں بیعت تھے۔ تہجد گزار اور خوش اوقات
تھے۔ ہر ہائنس جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام اقبالہٗ والیِ ریاست
رام پور کی استادی کا بھی شرف حاصل تھا۔ نواب جنت آرام گاہ کے عہد سے نمک خوار
ریاست تھے۔ دستور قدیم کے موافق سرکار سے محض اسلئے تنخواہ عطا ہوتی تھی کہ
خوشنویسی کی مشق کریں۔ بعد انتقال نواب خلد آشیاں جنرل اعظم الدین خاں نے
مدرسہ عالیہ رام پور میں حاضری کی قید لگا دی ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو ملازمت سرکاری

اپنے فرزند اصغر محمد رشید اللہ خاں خوشنویس کے نام منتقل کرادی۔ ذیقعد کی بائیسویں تاریخ تیرہ سو چوبیس ہجری (سنہ ۱۳۲۴ھ) میں فالج سے رام پور میں انتقال کیا۔ اور کلن شاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے۔ مطبوعہ کتاب دفتر خطاطی ہے جس میں فن خوشنویسی کو خوب تفصیل سے فارسی زبان میں لکھا ہے۔ نولکشور پریس میں چھپی ہے تصنیف سنہ ۱۳۱۲ھ معنون بنام نامی جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں ہے۔

حکیم کرامت علی امروہوی

۲۵۔ رجب سنہ ۱۲۳۶ھ میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب درسیہ مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ مولوی حکیم امداد علی امروہوی سے حمد اللہ تک عربی کتابیں پڑھیں۔ اور انھیں سے طب کی کتابیں شروع کردیں۔ حکیم کفایت اللہ امروہوی سے مطب شروع کیا۔ اور مطب کے ساتھ ساتھ طب کی تحصیل بھی ختم کی جب حکیم کفایت اللہ رام پور آئے۔ تو یہ بھی رام پور میں انکے ساتھ پندرہ سال تک مطب میں حاضر رہے۔ اور دیگر کتب درسیہ مولوی محمد علی رام پوری سے پڑھتے رہے۔ حکیم کفایت اللہ صاحب سے سند لیکر امروہہ میں اپنا مطب شروع کیا۔ سنہ ۱۲۶۹ھ میں نواب مجید الدین خاں عرف مجو خاں رئیس مراد آباد نے طبیبوں میں رکھ لیا۔ سنہ ۱۲۷۲ھ میں جناب نواب سید یوسف علیخاں صاحب بہادر فردوس مکاں مراد آباد تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو طلب فرمایا۔ اور یہ حکم دیا کہ جب کبھی رام پور میں طلب فرمائیں حاضر ہوا کریں۔ چنانچہ وہ طلب ہوکر احمد شاہ خاں کے گھیر میں سرکاری مکان میں مہمان ہوئے جب سنہ ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا تو رام پور میں قیام ہوا۔ اکثر بغرض معالجہ آنولہ۔ مراد آباد۔ بھیکم پور۔ دادون وغیرہ میں بلائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تشخیص اور دست شفا اچھی عطا کی تھی لوگوں کو آپ کے علاج پر نہایت اعتقاد تھا۔ نہایت باخدا اور دیندار آدمی تھے سنہ ۱۲۹۰ھ میں ریاست رام پور میں ملازم ہوکر شاہ آباد علاقہ رام پور کے شفا خانہ میں تقرر ہوا۔ چار پانچ

ماہ کے بعد ہی تپ محرقہ میں مبتلا ہوئے بحالت علالت رام پور آئے۔
شعبان کی چوتھی تاریخ بارہ سونوے ہجری (سنہ ۱۲۹۰ھ) میں دوشنبہ کے دن
ظہر کے وقت انتقال ہوا۔ محلہ پھلوار میں متصل مسجد اخون صاحب جنوب
کی جانب مدفون ہوئے۔

تاریخ وفات تصنیف منشی نیاز علیخانصاحب سررشتہ دار صدر

حکیم کرامت علی نامور | بہ فن طبابت عجیب و غریب
روان شد چو زین دار فانی بخلد | خرد گفت سالش۔ حکیم غریب
۱۲۹۰ھ

آپ کے لائق فرزند مولوی حکیم نظیر الدین حیات ہیں۔

مرزا کاظم حسین تخلص حسن

عرف مرزا حسنو ولد مرزا عطا بیگ وطن انکا دہلی ہے۔ مگر عہد جناب نواب سید
محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ سے رام پور میں ملازم ہوئے طبیعت رنگین
صاحب علم و فضل تھے۔ تاریخ و سیر میں دستگاہ کامل تھی۔ داستان بھی خوب
کہتے تھے۔ اردو کا دیوان مختصر کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔ ستر برس کی
عمر ہوئی۔ تیئیسویں جمادی الآخرہ کو بارہ سو بیاسی ہجری (سنہ ۱۲۸۲ھ) میں انتقال ہوا
اور صاحبزادہ باقر علی خاں مرحوم کے مکان کے سامنے اپنے مکان کے دروازہ
کے آگے دفن ہوئے۔ آپ شیعہ تھے۔ لیکن آپ کے فرزند مرزا ذاکر حسین
نہایت متقی پرہیزگار سنی تھے انکا بھی انتقال ہوگیا۔ اب ایک پوتا آنکھوں
سے معذور باقی ہے۔

مولوی سید کاظم علی عرف قاضی میاں

ولد سید نور شاہ ابن سید سلطان احمد عرف شاہ بھولے میاں اولاد حضرت جلال
بخاری سے تھے۔ شاہ بھولے میاں جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر کے

عہد میں بخارا سے آئے۔ اور موضع کلیا پرگنہ آنولہ میں مقیم ہوئے۔ آنولہ اس وقت دار الحکومت تھا سلسلہ بیعت جاری تھا۔ نواب صاحب بہادر نے موضع کلیا اور کربلا اور اسکے ملحق دد اور موضع برائے کفاف خدام شاہ صاحب عطا کئے۔ انکی نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے شاہ بھولے میاں صاحب کا انتقال چھیانوے برس کی عمر میں موضع کلیا میں ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزند سید نور شاہ کا بھی وہیں انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد سید کاظم علی مع اپنے بھائی مولوی سید حسن شاہ حصول علم کے شوق میں رام پور آئے۔ دیگر اعزہ کو موضع کلیا میں چھوڑا جن کی اولاد اب تک وہاں موجود ہی۔ اور اُس جائداد پر قابض ہے۔ سید کاظم علی کو صرف و نحو۔ تفسیر فقہ۔ اور طب میں مہارت تھی۔ چوراسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ بیرون نواب دروازہ غریب شاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے۔ اب یہ قبرستان دریائے کوسی نے کاٹ لیا ہی۔

کاظم خاں

صاحب تذکرہ تکملۃ الشعرا لکھتے ہیں خاں عالیشان رئیس قوم افغان خٹک انسان فرشتہ کی صورت میں ہیں۔ زاہد۔ پرہیزگار۔ عابد۔ متشرع۔ نہایت عالی حوصلہ خوش سلیقہ۔ نازک دماغ۔ صاحب تمکنت۔ نہایت بردبار۔ تحمل۔ اور وقار کا گویا پہاڑ ہی۔ تمام انسانی صفات سے متصف مجمع ہنر و قابلیت و سخندانی صاحب فضل و کمال شاعر خوش مقال۔ نازک خیال معنی یاب تازہ نزاکت بند متلاشی مضامین دل پسند و بلند۔ اس وقت تک قوم افاغنہ۔ روہ میں ایسا خوش فکر اور خوش گو۔ آدمی نہ پیدا ہوا ہی اور نہ ہوگا۔ بلکہ بحث ایران میں بھی ہی نازک خیالی اور ادا بندی میں مثل سلیم۔ حکیم۔ شوکت بخارای۔ صائب تبریزی۔ ناصر علی سرہندی۔ اور غنی کشمیری کے یکتا ہی۔ زبان پشتو میں آپ کا دیوان خوش خیالی اور سخندانی

ہیں مشہور ہی۔ کبھی کبھی فارسی میں بھی غزل کہتے تھے۔ چند برس ہوے کہ انتقال کیا۔
راجہ نول رائے ناظم صوبۂ اودھ کے قتل کی تاریخ یہ نظم کی ہی

خان احمد بروز رزم وغا | تیغ قطاع از نیام کشید
سرِ گردن کنوں بروز ہمش | بازوے خصم را نخست برید
آن نول کافر لعین و شقی | نائب خاص را نفس شدید
زود بشتافت از جہان بجحیم | گشت تاریخ اور غبیث پلید

نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر کی تاریخ ہی ہی۔ افغان (۱۱۵۷ھ) کہی ہی
نادر شاہ کے حملہ ہندوستان کی تاریخ۔ غم عام۔ (۱۱۵۱ھ) سے نکالی۔
تاریخ فتح نواب ابوالمنصور خاں بر افغاناں اور چلکیا کے جنگل میں دامن کوہ کماؤں میں محصور ہونے کی لفظ۔ فساد عظیم۔ (۱۱۶۵ھ) سے نکالی۔
شیدا کے دو نسخہ دیوان پشتو کے کتب خانہ ریاست میں موجود ہیں۔
ایک نسخہ جلی قلم کا لکھا ہوا چار سو سولہ صفحے پر ہی۔ خاتمہ پر یہ عبارت ہی۔
تمت تمام شد دیوان شیدا تصنیف خان والاشان مظہر لطف والاحسان حاتم زمان خانزادہ کاظم خان سلمہ الرحمن بتاریخ بست و دویم شہر جمادی الثانی ۱۱۹۲ھ بخط بندہ احقر العباد فیض علی ولد قاسم بیگ متوطن شاہجہاں آباد بپاس خاطر اخون زادہ میاں غلام حیدر سلمہ اللہ تحریر یافت۔
دیباچہ پشتو زبان میں کہتے ہیں۔ کہ راقم محمد کاظم شیدا متخلص ختک نسب حنفی مذہب نقشبندی مشرب ہی۔ ایک مدت سے آوارہ وطن ہوں۔ شاعری مشکل چیز ہی۔ بیساختہ کچھ موزوں ہو جاتا ہی۔ مسودات نظم کو جمع کرنے کا خیال نہ تھا۔ خوشحال ختک اور رحمٰن سترہ بنی کا کلام پاکیزہ مشہور ہی۔ ان کے سامنے کیا وقعت میرے کلام کی ہوگی۔ ایک میرا ہم نام شاعر ہے۔ میرے نام کی اشتراک سے

اسکے کلام کو شہرت ہوئی۔ میاں محمد بن خلف الصدق شیخ اجل ولی الاکمل میاں محمد عمر دامت برکاتہ نے میرے کلام کو پسند کیا۔ اور برادر محمد عابد خان طال عمرہٗ نے اظہار شوق کیا اسلیئے یہ مسودہ نظم مکمل کیا۔ اور اسکی تدوین ۱۱۸۱ھ میں کی۔ اس دیباچہ کے بعد مثنوی ہے جس میں حمد و نعت اور منقبت خلفاے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ اور اپنے مرشد غلام معصوم کی تعریف لکھی ہے۔ پھر اس نظم میں بیان کیا ہے کہ پشتو کی نظم بالکل بے نظم ہے۔ اگر میزان عروض پر جانچو تو سب نظمیں تہ و بالا ہو جائیں تقطیع میں کوئی نظم نہیں آسکتی۔ اس زبان کی شاعری میں چونکہ اوزان اور بحور نہیں ہیں۔ اس لئے ناقص اور کامل سب برابر ہیں پھر اپنی تعلی میں اپنے وطن۔ سرائے بکرام اور دہ کی تعریف لکھی ہے اور اس مقام کو اپنا وطن بنایا ہے۔ مثنوی کے بعد دیوان ہے دیوان کے بعد اپنا شجرہ بیعت نظم لکھا ہے۔ غلام معصوم خلیفہ پیر صبغتہ اللہ خلیفہ خواجہ محمد معصوم مجددی سے سلسلہ ہے۔ اسکے بعد دو قصائد ہیں۔ قصیدہ احریہ میں ہندوستان کی گرمی کا خاکہ کھینچا ہے۔ اور قصیدہ بہاریہ میں مضامین رنگین ہیں۔ پھر چند رباعیاں ہیں۔ اسکے بعد قطعات تاریخ پشتو اور فارسی کے ہیں۔ تاریخوں سے کچھ پتا زمانے کا چلتا ہے۔ اسلیئے نقل کرتا ہوں۔

قطعۂ تاریخ رحلت حضرت محمد معصوم

بود تا معصوم ثانی چوں قیوم — میتواں گفتن مجدد بیگماں
بود احیاء العلوم ظاہری — علم باطن را بجسم اندر رواں
ہمچو موج بحر با دامان پاک — زود بگذشت از سرایں خاکداں

گفت ہاتف مصرع تاریخ را
معرفت وے کرد زندہ جاوداں
(۱۱۶۱ھ)

تاریخ وفات تین دوستوں اور ایک فرزند کی

آہ بدو ماہ ستہ مشفق مرا　　　　چار یش قرۂ عینم بداں
زاں دو شہید و دو سعید ازل　　　　طبل رحیلی زدہ سوے جناں
سال وصال ہمہ گردد جلی　　　　بود غموم پے ہم آہ۔ خواں (۱۱۶۱ھ)

تاریخ وفات محمد عمر ولی ساکن سڑہ زبان پشتو

دمیاں پہ در دو غم کشی　　　　نالہ ڈیر شوہ ہم آہ
دایہ دا عمر ولی　　　　در سڑہ رحمت اللہ
علیہ در سڑہ ضم کڑہ　　　　پہ تارہ یخ بہ شبی آگاہ

اعداد رحمت اللہ علیہ کو سڑہ میں ملانے سے ۱۰۹۴ھ نکلتے ہیں۔

تاریخ جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر بانی ریاست رامپور

طبل رحلت زد سوے ملک بقا　　　　تا علی محمد[1] نواب نامدار
چرخ نیلی خود برو زاز موج غم　　　　کور شد با دیدہ ہاے صد ہزار
صبح را خورشید بر دل گشتہ داغ　　　　با لباس نیلہ گوں شب سوگوار
ریخت شبنم از سرشک عندلیب　　　　گل گریباں میدرو بے اختیار
گرد زیں غم کشورِ ہندوستاں　　　　چشم خود گنگ و جمن لیل و نہار
از بلا و ہند تا مسکوں ردہ　　　　نیست افغاں را ورا ے گریہ کار
سال ایں ماتم بتو گردد جلی　　　　ہے ہے افغاں۔ را اگر گیری شمار (۱۱۵۷ھ)

اخیر میں کچھ مخمس ہیں۔ اس دیوان کے سرلوح پر حاشیہ میں کسی کابلی نے شیدا خاں کے انتقال کی یہ تاریخ لکھدی ہے۔

وشیدا پہ آشیان جہاں تریخ شہ　　　　وکباب عو مہ کوان و مکاں یغ سطہ

---

[1] اسم محمد پٹھانوں کے لہجہ میں پڑھیے۔

درست بدنی گویا زڑو پسینے کے دل نظیر۔ وہ کاظم خاں و مرگ تاریخ شہ

دل نظیر سے ۱۱۹۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ غالباً یہی تاریخ انتقال ہے۔ انکے متعلق

کسی کتاب اور زبانی روایت سے کوئی اور حال معلوم نہیں ہوا۔

حکیم محمد کفایت اللہ

ولد حکیم محمد علیم اللہ قریشی تمیمی صدیقی امروہہ ضلع مراد آباد محلہ کوٹ میں ۱۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ معلوم نہیں فارسی کس سے پڑھی۔ عربی علوم و فنون مفتی شرف الدین رام پوری سے تمام و کمال حاصل کئے۔ اور فاضل اجل ہوئے طب اپنے والد سے پڑھی۔ تشخیص میں گویا الہام ہوتا تھا۔ معالجہ میں یکتائے زمانہ تھے نسخہ اکثر تعلیل اللاجزا لکھتے تھے۔ اور غربا کے لیے ہمیشہ کم قیمت دوائیں تجویز کرتے تھے۔ رام پور میں پرانے قلعہ کی محلسرائے سرکاری میں قیام تھا۔ صبح سے شام تک مجمع مریضوں کا رہتا تھا۔ طمع نام کو نہ تھی۔ انکے معالجہ کے سیکڑوں واقعات زباں زد خاص و عام ہیں۔ اکثر لوگوں کے پاس ان کے نسخہ اس وقت تک موجود ہیں۔ اور نہایت مفید ہیں۔ رام پور میں عبدالغنی خاں ولد جنگی خاں نامی ایک نوجوان کو تپ دق ہوئی حکیم صاحب نے علاج شروع کیا مگر جماع سے سخت ممانعت فرمائی اور کہا کہ اگر عورت سے مقاربت ہوئی تو یقیناً مرجاؤ گے۔ چند ماہ کے علاج میں وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ شامت اعمال کہ ایک روز جماع کیا۔ فوراً شدت سے تپ آئی مریض کا بھائی محمد سعید خاں قارورہ لیکر حاضر ہوا۔ قارورہ دیکھکر اور حال سنکر نسخہ لکھدیا۔ یہ شخص ناخواندہ تھا۔ سدو عطار کی دوکان پر دوا لینے گیا۔ عطار نے کہا اس میں تو سامان کفن و دفن لکھا ہوا ہے۔ وہ مایوس ہو کر گھر آیا۔ دیکھا تو عبدالغنی خاں مرچکا تھا۔ اس قسم کے بہت سے حالات لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ صاحب تاریخ آئینۂ عباسی صفحہ (۲۸) پر لکھتے ہیں کہ نواب جنت آرام گاہ مجھے فرماتے تھے۔ کہ حکیم کفایت اللہ اپنے وقت کے

بوعلی سینا تھے ہم نے کابل سے کلکتہ تک بڑے بڑے حکما کو دیکھا حکیم شریف خاں سے استفادہ کیا۔ ایسا ذی کمال ذی مروت ذی اقبال آدمی نہیں دیکھا۔ شاگرد کثیر تھے۔ منجملہ انکے مولوی حکیم کرامت علی امروہوی جو ریاست رامپور میں ملازم تھے انہیں کے شاگرد تھے۔ ریاست نے ہمیشہ انعام وعنایت سے سرفراز کیا۔ خان بہادری کا خطاب عطا کیا اور موضع یعقوب پور ضلع بجنور کے پندرہ بسوہ انعام میں دیئے۔

نواب جنت آرام گاہ اس طرح القاب لکھا کرتے تھے حکیم صاحب بسیار مہربان دوستان حکیم محمد کفایت اللہ خاں بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ بعد شوق ملاقات واضح باد۔ اور نواب فردوس مکاں یہ القاب تحریر فرماتے تھے حکیم صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ۔

نواب جنت آرام گاہ کے انتقال سے چند سال پہلے ترک ملازمت کر کے خانہ نشین ہوگئے۔ اٹھارہ سو چوّن عیسوی (۱۸۵۴ء) میں امروہہ میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بعض کتب درسیہ طبیہ پر حواشی لکھے تھے۔ ایک رسالہ قواعد استخراج مزاج نسخہ میں لکھکر نواب جنت آرام گاہ کے حضور میں پیش کیا تھا مگر کوئی تصنیف طبع نہیں ہوئی۔ حکیم حکمت اللہ خاں ومحمد رفعت اللہ خاں دو فرزند یادگار چھوڑے۔

ملا کمال

یہ صاحب[1] حافظ شاہ جمال اللہ صاحب کے مریدوں سے تھے۔ ایک عرصہ تک دکھن میں رہے ۱۲۳۲ھ تک زندہ تھے۔

تذکرہ تکملۃ الشعرا میں لکھا ہے۔ ملا کمال رامپوری بس ناموری زیست۔ شاید یہ وہی ملا کمال ہیں۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں۔ کہ انکا نام ہی

[1] مجمع الکرامات فارسی امام الدین خاں۔

شرح مسمی ہی۔ ان کے بیٹے مولوی جلال الدین کی بہت تعریف سنی ہے۔ ان کی ملاقات کا آرزو مند ہوں۔

شاہ کمال الدین

شاہ[1] درگاہی صاحب کے خلیفہ تھے۔ روزانہ پہر دن رہے سہ پہر کو حاضر خدمت شاہ درگاہی صاحب ہوا کرتے تھے۔

حاجی گل محمد متخلص وفا

صاحب تذکرہ تکملتہ الشعرا لکھتے ہیں۔ رام پور کا رہنے والا ایک جوان نہایت پرہیز گار۔ دیندار اور متقی ہی۔ گو نومشق ہی۔ مگر نہایت خوشگو ہی۔ دیوان اپنا مرتب کر لیا ہی۔

مولانا محمد گل خاں

قوم لوہانی پٹھان۔ علوم و فنون عربیہ ولایت میں پڑھے۔ اخوند درویزہ کے خلفا میں سے تھے۔ تقریبًا اسی برس کی عمر میں رام پور میں بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر آئے۔ نواب صاحب نے محلہ راجدوارہ میں ٹیڑھی مسجد جہاں ہی ایک آراضی خرید کر دیدی۔ اب جو مسجد ہی یہ بیٹھک تھی اور جو زنانہ مکان اب ہی وہ زنانہ مکان تھا۔ بیٹھک کو مسجد بنالیا۔ نواب صاحب ڈیڑھ سو روپیہ مہینا دیتے تھے اور کبھی کبھی خود ملنے آتے تھے۔ اپنے اہل و عیال کو بھی ولایت سے بلا لیا تھا۔ اسی بیٹھک میں درس دیتے تھے۔ رام پور میں انتقال فرمایا اور غریب شاہ کے تکیہ میں دفن ہوے جواب زیر آب ہی۔ اولاد میں مولوی سعد اللہ خاں اور عبد اللہ چھوڑے۔ عبد اللہ خاں حمد اللہ پڑھتے تھے۔ بائیس سال کی عمر میں انکا انتقال ہوا۔

حاجی حافظ مفتی محمد لطف اللہ

ابن حاجی مفتی محمد سعد اللہ۔ قوم شیخ بارہ سو چون ہجری میں لکھنؤ میں پیدا ہوے

---

[1] مجمع الکرامات۔

تاریخی نام ظہر الحق ہی۔ اپنے والداور دیگر اساتذہ رام پور سے فارسی۔ عربی اور طب پڑھی۔ طلبا کو بھی پڑھایا۔ مدرسہ عالیہ رام پور میں ابتدائً مدرس اول مقرر ہوے۔ پھر بھوپال میں مہتمم بخشگری ہوے۔ مفتی محمد سعد اللہ مرحوم کے انتقال کے وقت رام پور آئے۔ تو جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے مفتی صاحب مرحوم کی جگہ قاضی، مفتی۔ اور حاکم مرافعہ مقرر فرمایا۔ نماز عیدین بھی آپ ہی پڑھاتے تھے۔ نہایت پرہیز گار اور شب بیدار تھے۔ اشاعت علوم دینیہ کا عشق تھا۔ مدرسہ انوار العلوم جاری کیا۔ اور اپنے پاس سے بھی بہت صرف کر کے اسکو بنایا۔ شہر کا چندہ بھی اسوقت بہت تھا۔ جب مرافعہ کا کام چھوڑا مدرسہ کی حالت خراب ہوتی گئی۔ مگر وہ برابر مصروف تھے۔ اور مرتے وقت تک جاری رکھا۔ الحمد للہ کہ اب وہ مدرسہ راقم سطور کے زیر اہتمام چل رہا ہی۔ یہ مفتی صاحب کا فیض جاری ہی۔ اور حسن نیت کا نتیجہ ہی معاملات عدالت میں کبھی کسی دباو اور وجاہت سے مغلوب نہیں ہوے تمام شہر میں آپ کے انصاف کا چرچا ہی۔ نواب خلد آشیاں بہادر کے انتقال کے بعد آپ کی پنشن ہوئی۔ ربیع الثانی کی اکیسویں تاریخ تیرہ سو اکتیس ہجری (۱۳۳۱ھ) میں دوشنبہ کے دن انتقال ہوا۔ اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوے۔ اسوقت مولوی فضل اللہ اور شکر اللہ دو فرزند حیات ہیں۔ اول الذکر نے کتب عربیہ پڑھی ہیں دوسرے فرزند ناخواندہ ہیں آپ کی تصانیف سے حل الدقائق فی تحقیق صبح صادق۔ اور ضمیمۂ فتاواے سعدیہ رسالہ دربیان نکاح سنی بازن شیعہ فارسی۔ بہ اٹھارہ صفحہ کا فتوئ قلمی کتب خانہ رام پور میں موجود ہی۔ نواب خلد آشیاں بہادر نے لکھوایا تھا۔

مولوی لطف اللہ

حافظ کلام اللہ تھے۔ عیدین اور نماز استسقا کے امام تھے۔ محفلوں میں باہران

سلہ روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں۔

فن سے ہر فن میں مناظرہ کرتے تھے۔ انکی یادگار حافظ عبداللہ تھے سنہ ۱۲۱۴ھ میں زندہ تھے۔

ملا لطیف

قوم پٹھان[1]۔ کتب فقہیہ کو جسطرح کہ اساتذہ سے پڑھا تھا اپنی مملوکہ کتابوں کے حاشیوں پر لکھ رکھا تھا۔ زیادہ تر امرا کی صحبت میں رہتے تھے۔ تیرھویں صدی ہجری کی اوائل میں زندہ تھے۔

حافظ مجیب علی تخلص احقر

تذکرہ انتخاب یادگار میں ہے۔ کہ یہ بزرگ اصل میں نگینہ کے رہنے والے تھے پانچ برس کی عمر سے اِس ریاست (رام پور) میں آئے۔ قرآن شریف قاری انسیم صاحب سے حفظ کیا اور علم قرأت بھی انسے سیکھا۔ علوم درسیہ مولوی حافظ سید علی دہلوی سے پڑھے۔ مولانا محمد رفیع الدین دہلوی کے مرید ہوے۔ کبھی کبھی فارسی شعر کہتے تھے۔ اور مولوی حافظ سید علی کو کلام دکھاتے تھے۔ پچاسی برس کی عمر ہوئی۔ ربیع الآخر کی چودھویں تاریخ بارہ سو پچھتر (سنہ ۱۲۷۵ھ) میں انتقال کیا۔

راقم نے ان کے دیکھنے والوں سے سنا کہ خوب لحیم و شحیم آدمی تھے۔ رنگ کھلا ہوا گندمی اور چہرہ پر ہلکے ہلکے چیچک کے داغ تھے۔ ہمیشہ نماز تہجد سے صبح تک تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے۔ انکے کثرت سے شاگرد تھے۔ علوم عربیہ پڑھاتے تھے۔ چرخ والی مسجد کے حجرہ میں رہتے تھے۔ شاگرد بھی خدمت کرتے تھے۔ اور چنبیلی و رناس بنوا کر فروخت کرتے تھے اُس سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ سال میں ایک بار نگینہ کو بھی جایا کرتے تھے۔ مولانا جمال الدین صاحب کے مقبرہ احاطہ واقع بریلی دروازہ میں دفن ہیں۔

حکیم محب علی خاں

ولد مولوی عبد علی عباسی ساکن امروہہ ضلع محلہ کوٹ۔ امروہہ میں چہارشنبہ

---

[1] روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں۔

کے دن آٹھویں رجب کو بارہ سو اکیس ہجری (۱۲۲۱ھ) میں پیدا ہوئے۔
فارسی حاجی محمد مہدی اکبر آبادی سے اور عربی مفتی شرف الدین رام پوری
سے پڑھی۔ طب میں حکیم محمد عنایت اللہ خاں ساکن امروہہ کے شاگرد تھے۔
امروہہ کے ذی عزت رؤسا میں شمار تھا۔ جائداد کثیر تھی مگر رام پور میں
ستاجری کی بدولت اور اخراجات کثیر کی وجہ سے سب تلف ہوگئی۔ ریاست
رام پور سے حقوق دیرینہ کی وجہ سے تیس روپے ماہانہ وظیفہ بلا خدمت ملتا تھا۔
راقم کے والد سے نہایت دوستی تھی۔ میرے ہی مکان پر فروکش ہوتے تھے۔
مولانا شاہ عبدالرحمن نقشبندی مجددی شاہ جہاں پوری سے بیعت تھے۔
تہجد کے پابند تھے۔ نہایت خلیق اور با مروت تھے آخر عمر میں بینائی جاتی رہی
تھی۔ ایام غدر میں ریاست رام پور کی طرف سے پرگنہ امروہہ کا انتظام آپکے سپرد تھا۔
ایک مختصر تاریخ موسومہ آئینہ عباسی فارسی میں لکھی ہے۔ جو طبع ہوگئی ہے۔
شعبان کی چودھویں تاریخ تیرہ سو تیئیس ہجری (۱۳۲۳ھ) میں امروہہ میں
انتقال فرمایا اور حیات خاں والے باغ میں دفن ہوئے۔
مولوی غلام صادق خاں۔ مولوی حافظ غلام نبی خاں اور مولوی غلام قاسم خاں
تینوں صاحبزادے تھے سب کا انتقال ہوگیا۔

مولوی سید محبوب علی

ابن مولوی سید رستم علی۔ رام پور میں سنہ بارہ سو بارہ ہجری (۱۲۱۲ھ) میں
پیدا ہوئے۔ علوم و فنون فارسی و عربی اپنے والد سے حاصل کئے۔ سترہ سال کی
عمر میں معقول و منقول علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ
شروع کردیا۔ مراد آباد میں شاہ بلاقی صاحب کے خاندان میں شادی ہوئی۔
اسلیے مراد آباد میں رہنے کا زیادہ اتفاق ہوتا تھا۔ اپنے والد سے بیعت ہوئے

اوراجازت پائی۔ مراد آباد کی رستم خاں والی مسجد میں نماز جمعہ کے بعد وعظ فرماتے تھے۔ بیان میں خاص تاثیر تھی۔ جناب سید احمد علی خاں صاحب بہادر (۱۲۳۵ھ تا ۱۲۵۶ھ) کے عہد میں رام پور میں مفتی عدالت بھی رہے۔ اہلِ معاملہ کے ہاں پان بھی نہیں کھاتے تھے۔ صاحبزادہ عباس علی خاں بہادر کا بیان تھا کہ جب ہم دہلی میں رہتے تھے۔ تو مولانا صاحب اتفاقاً دہلی تشریف لے گئے ہم نے ان سے مسجد جامع دہلی میں وعظ کہلوایا۔ آپ کے بیان سے اکثر لوگ بیہوش ہو گئے۔ لوگوں کا بیاں تھا کہ شاہ عبد العزیز کے ہم پلہ بیان ہے۔ مولوی غلام نبی رام پوری کا بیان ہے کہ میں اکثر آپ کے وعظ میں شریک ہوتا تھا۔ اول قاری سے تلاوت قرآن کراتے۔ پھر خود تلاوت کرتے۔ پھر ترجمہ لفظی بیان کر کے قواعد صرفیہ اور نحویہ کی بحث بیان کرتے۔ اس کے بعد مفسرین کے بیان اور احادیث کا ذکر کرتے۔ اور پھر فقہ کے اصول اور اختلافات ائمہ اربعہ کی وجوہ بیان کرتے۔ اور اخیر میں صوفیہ کے مسلک کو بیان کرتے تھے۔ آپ کی تحقیق یہ تھی کہ جمعہ ایک شہر میں ایک ہی جگہ ہونا چاہیے۔ آپ لکھنؤ گئے شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر شیخ علی محمد اور حافظ حیات اللہ کے مکان پر مقیم تھے۔ سنہ ۱۲۶۰ھ میں آپ سے مفتی سعد اللہ مرحوم نے مناظرہ کیا تھا۔ علمائے فرنگی محل بھی جمع تھے اسکی حالت آپ کے فرزند مولوی شاہ علی مرحوم نے اپنی کتاب ازالۃ الفرقہ در رد اشاعۃ الجمعہ کے اخیر میں شایع کرائی ہے مراد آباد میں سل کے عارضہ سے ربیع الاخریٰ کی بارھویں تاریخ سنہ بارہ سو چونسٹھ ہجری (۱۲۶۴ھ) میں انتقال فرمایا۔ باون سال کی عمر ہوئی۔ اور مسجد قلعہ رستم خاں والے کے متصل احاطہ میں دفن ہوئے۔

مولوی شاہ علی آپ کے فرزند رشید تھے آپ کی تصنیف سے منتخب النفائس مطبوعہ مطبع نظامی سنہ ۱۲۸۶ھ لغت اُردو میں ہے اُردو لغت کو پہلے لکھکر پھر فارسی اور عربی معنے لکھے ہیں۔ اسکے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ انفس النفائس لغت کے مؤلف نے

نفائس اللغات مولفۂ مولوی اوحدالدین بلگرامی سے سرقہ کیا ہی۔ یہ کتاب امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے نام پر معنون کی ہی۔

میاں محبوب شاہ

یہ ایک مجذوب تھے۔ کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے قلعہ کے دروازہ پر بلاسونامی بھورجن کی دکان پر بیٹھا کرتے تھے۔ نواب صاحب کی ملازمہ گجیا کے گھر میں بھی بے پردہ جایا کرتے تھے۔ قلعہ کے سامنے ہی بارودخانہ سرکاری تھا۔ ۷۔ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ کو گجیا کے مکان میں گئے اور کاغذ کے ذرا ذرا سے ٹکڑے جابجا دیواروں پر تھوک سے چپکانے لگے۔ گجیا نے دریافت کیا کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ غصہ سے کہا کہ اگر یہ نہو گا تو حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ اُسی دن عصر اور مغرب کے درمیان میں بارودخانہ میں اتفاقیہ آگ لگ گئی۔ قلعہ کے سب مکان پھٹ گئے۔ مگر گجیا کے مکان پر آنچ نہ آئی اس آفت سے بہت سے مکان مسمار ہو گئے۔ زخمیوں کا تو شمار نہیں جو نسٹھ آدمی مرگئے۔ میاں محبوب شاہ کو اُن کی وصیت کے موافق بیرون شہر دفن کیا۔ بدن صاحب والے بنگلہ کے متصل جو چند پختہ قبریں خاص باغ میں ہیں اُنہیں اُنکا بھی مزار ہی۔

مولوی محمد

قوم پٹھان۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے صغر سنی میں ان کو دیکھا تھا فقہ میں انکی ایک کتاب کتابخانۂ ریاست میں موجود ہے۔ انکا انتقال بارھویں صدی ہجری کے اخیر میں غالبًا ہوا۔

مولوی محمد حسن خاں عرف مولوی مٹھو

خلف اکبر مولوی حافظ غلام محی الدین خاں ابن مولوی حافظ محمد جاں خاں رام پور میں پیدا ہوے۔ اپنے والد اور چچا سے علوم عربیہ حاصل کئے۔ نہایت

ذکی اور ذہین تھے۔ طلبا کو پڑھاتے تھے۔ کچھ دنوں وکالت بھی کی پھر بدایوں چلے گئے۔ صاحبزادہ محمد یوسف خاں اور انکے بیٹے صاحبزادہ محمد بنی خاں بہیڑیوں والے اور صاحبزادہ عبدالرحمن خاں کو بھی پڑھایا تھا بدایوں سے رام پور آ کر (۱۳۰۵ھ) سنہ تیرہ سو پانچ ہجری میں انتقال ہوا اور محلہ پھلوار کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ بڑے بیٹے عبدالرشید خاں ضلع بدایوں میں انسپکٹر پولس تھے۔ اب پنشن پاتے ہیں (۱۳ ستمبر ۱۹۱۵ء)۔

مولوی مرزا محمد احمد

ولد مرزا محمد حسن ولد مرزا غلام باسط ولد مرزا محمد اکرم آشنا۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ یہیں علوم درسیہ فارسی اور عربی کی تکمیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ کچھ دن رام پور میں ملازمت کی اور اب کہ بارہ سو چونتیس ہجری (۱۳۳۴ھ) میں سری نگر گڈھوال میں ہیڈ مولوی ہیں۔

مولوی حکیم محمد اسحق خاں عرف مسیح الدین

ولد حکیم مولوی فیاض خاں ولد مولوی عبداللہ اخوند قصبہ بلاسپور تحصیل ریاست رام پور وطن ہو۔ ابتدائی کتب صرف ونحو وغیرہ اپنے والد سے پڑھیں۔ ذہین اور طباع بہت تھے۔ اپنی کوشش اور رسائی ذہن سے خوب علمی ترقی کی۔

اپنے والد کے انتقال کے بعد مدت تک سیاحی کی۔ شیخ احمد ابن علی افندی خادم حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طریقہ چشتیہ وقادریہ میں خلافت پائی۔ کچھ دنوں ریاست بانسواڑہ میں اور ریاست علی راج پور میں بعزت ملازمت کی۔ وہاں سے ریاست ڈونگر پور میں مہاراجہ اودے سنگھ جی کے پاس ملازم رہے۔ پھر وہانسے بھی ترک ملازمت کر کے دنیوی تعلقات چھوڑ کر رام پور میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اخیر عمر میں سلب امراض میں خوب دسترس ہو گئی تھی۔ آپ کے مریدین

ملک میواڑ میں بکثرت ہیں۔ جمعہ کے دن شوال کی پہلی تاریخ تیرہ سو چھ ہجری (سنہ ۱۳۰۶ھ) میں رام پور میں انتقال فرمایا۔ بخشی کے گھر میں آپ کا خام مزار بموجب وصیت موجود ہے حکیم محمد امین خاں۔ حکیم محمد مشتاق خاں اور حکیم محمد اشفاق خاں تین فرزند یادگار چھوڑے۔

حکیم مولوی محمد اسمٰعیل خاں

ولد حکیم مولوی محمد فیاض خاں ولد مولوی عبداللہ اخوند ساکن قصبہ بلاسپور تحصیل رام پور۔ فن طب کے ماہر ہیں۔ درویشی کی طرف بھی توجہ ہے۔ مولانا محمد شیر پیلی بھیت والوں سے خلافت پائی۔ کبھی کبھی نظم بھی لکھتے ہیں۔ اپنے بھائی حکیم مولوی محمد یوسف خاں سے اصلاح لیتے ہیں۔ متوکلاً علی اللہ علاج مرضا میں مصروف ہیں آپ کی تصانیف میں سے مجربات اسمٰعیلی فارسی فن طب میں۔ رسالہ متعلق تعویذ۔ اور رسالہ طریقۂ قادریہ کے متعلق اردو زبان میں ہیں۔ آپ کے دو لڑکے حکیم عبدالباقی خاں و عبدالجلیل خاں ہیں اور مطب کرتے ہیں۔

حکیم محمد اشفاق خاں

ولد حکیم محمد اسحاق خاں عرف مسیح الدین ولد حکیم مولوی محمد فیاض خاں ساکن قصبہ بلاسپور تحصیل ریاست رام پور تیرہ سو ایک ہجری (سنہ ۱۳۰۱ھ) میں پیدا ہوئے مختلف مقامات میں پھر کر علم حاصل کیا۔ طب میں خوب مہارت ہے۔ اپنے چچا حکیم مولوی یوسف خاں سے بھی استفادہ کیا۔ اور مولوی صاحب موصوف کے داماد بھی ہیں۔ طب میں تشخیص اور تجویز بہت اچھی ہے اپنے خسر کی عدم موجودگی میں ان کے مطب میں بھی مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ لڑکپن میں مولوی محمد ابراہیم کراچوی نقشبندی سے بیعت کی پھر طریقۂ نقشبندی مجددی قادری میں اپنے چچا اور خسر سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ قاری اور خوش آواز ہیں۔ وعظ بھی

فرماتے ہیں۔ ریاست جاورہ جوناگڈھ۔ بالاسندور۔ اور ڈونگرپور میں آپ کے وعظ کی شہرت ہے۔ نعتیہ نظم بھی لکھنے کا شوق ہے۔ مولوی محمد یوسف خاں اپنے چچا سے اصلاح لیتے ہیں مثنوی ہدایات عجیب فارسی متعلق تصوف۔ فالنامہ قرآنی منظوم اُردو۔ ترجمہ دعائے سریانی منظوم اُردو۔ مفتاح ابواب الرزق والفتوحات۔ میلاد شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مثنوی شرح روایت استن حنانہ منظوم اُردو منقبت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نظم ونثر۔ دیوان اشفاق فارسی۔ دیوان اشفاق اردو۔ آپ کی تصانیف سے ہیں۔ ابھی طبع نہیں ہوئی ہیں۔

حکیم محمد امین خاں

ولد حکیم محمد اسحٰق خاں عرف مسیح الدین ولد حکیم مولوی فیاض خاں ساکن قصبہ بلاسپور تحصیل رام پور۔ اپنے بھائیوں میں اعلیٰ درجہ کے نباض اور طبیعت کے ذہین تھے۔ اوائل عمر میں ریاست ڈونگرپور میں باختیارات مجسٹریٹی تھانہ دار تھے۔ پھر ملازمت ترک کر کے متوکلانہ زندگی نیکنامی سے بسر کی۔ اُنیس سو چھ عیسوی (سنہ ۱۹۰۶ء) میں جاورہ میں انتقال کیا۔ اور وہیں نہر کے کنارہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ ایک فرزند محمد ابراہیم خاں نامی تھا اسکا بھی انتقال ہوگیا۔

حکیم محمد ایاز خاں

ولد عبداللہ اخوند۔ ولد مولوی بشارت اللہ اخوند قصبہ بلاسپور تحصیل رام پور میں پیدا ہوئے۔ طب میں مہارت کامل تھی۔ بلاسپور ہی میں انتقال ہوا۔

مولوی حافظ محمد جان خاں

قوم کے پٹھان۔ افغانستان سے دہلی میں آکر مقیم ہوئے۔ کسی تقریب سے جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر عرش منزل سے بھی ملاقات ہوگئی نواب صاحب اہلِ علم کے عاشق تھے آپکی متبحر اور زہد کو دیکھکر سو روپے ماہانہ

بلا خدمت مقرر کر کے رام پور لے آئے۔ شہر کے طلبا کو رات دن پڑھاتے سے کام تھا۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں (۱۲۲۵ھ تا ۱۲۵۶ھ) انتقال ہوا۔ مدفن کی جگہ معلوم نہیں ہوئی۔ مولوی غلام محی الدین خاں۔ مولوی وجیہ الدین خاں اور مولوی قمر الدین خاں تین لائق فرزند یادگار چھوڑے۔

حکیم محمد مجتبیٰ خاں

ولد حکیم محمود خاں ابن محمد اکبر خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ معقول اور منقول کی کتابیں علمائے لکھنؤ اور علمائے رام پور سے پڑھیں۔ تحصیل علوم کے بعد ضلع گورکھپور میں منصف ہو گئے۔ غدر کے بعد ترک ملازمت کر کے ایک لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے پیلی بھیت میں لکڑی کی تجارت شروع کی۔ اور طبابت بھی کرتے تھے۔ تقریباً بارہ سو پچانوے ہجری (۱۲۹۵ھ) میں پیلی بھیت میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

حافظ محمد رضا خاں

ولد حافظ محمد عمر خاں محدث قوم افغان ساکن محلہ کھنڈسار کہنہ ۱۲۶۸ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے اول قرآن شریف حفظ کیا۔ صرف و نحو مولوی حافظ غلام نبی ساکن محلہ پیلا تالاب سے۔ معقول۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ تفسیر۔ فرایض۔ عروض۔ ادب۔ فصاحت و بلاغت کی کتابیں مولوی محمود عالم ساکن محلہ باغ کرم خاں سے اور علم ہندسہ اور چند کتب معقول مولوی عبد العلی خاں ریاضی داں سے پڑھیں۔ چرخ والی مسجد رام پور میں بہت دنوں تک درس دیا۔ عربی کے کل علوم کے کامل تھے۔ مگر فقہ و اصول فقہ اور صرف و نحو میں بے مثل تھے۔ کتب فارسی بھی رام پور میں تمام و کمال حاصل کی تھیں۔ عابد۔ زاہد۔ متقی۔ اور پرہیزگار تھے۔ اپنے والد سے بیعت بھی تھے۔ شوال کی

پانچویں تاریخ تیرہ سو پندرہ ہجری (۱۳۱۵ھ) میں لاولد انتقال فرمایا۔ اور اپنے والد کے مزار کے متصل محلہ کھنڈسار کہنہ میں دفن ہوئے۔ غفرلہٗ مادہ تاریخ ہے۔

صاحبزادہ محمد رضا خاں

ابن حافظ محمد مجتبیٰ خاں ابن حافظ محمد ضیا خاں یا حسن ابن محمد اکبر خاں ابن حافظ الملک حافظ رحمت خاں بڑیچ حافظ خیل۔ رام پور میں بارہ سو اڑسٹھ ہجری (۱۲۶۸ھ) پیدا ہوئے۔ فارسی کتابیں مولوی زین الدین اعظم گڈھی سے عربی صرف و نحو مولوی جمال شاہ خاں سے معقول مولوی نور البنی کے پڑھی حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت بھی اللہ نے عطا کیا۔ ثروت اور دولت بھی پائی۔ نوجوانی میں ہوادار میں سوار ہو کر نکلتے تھے۔ آٹھ دس نوکر ساتھ ہوتے تھے۔ عیش و عشرت کا بازار گرم تھا۔ سید محمد مشتاق صاحب ابن سید محمد جمال شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ جذبۂ الٰہی غالب آیا۔ سب عیش پر خاک ڈالی موٹے کپڑے پہن کر مرشد کے دروازہ پر جا پڑے۔ جو شخص کہ ہوادار میں آٹھ دس ملازموں کے گروہ میں نکلتا تھا۔ اسکی یہ حالت دیکھی کہ کمل اوڑھے ہوئے۔ مرشد کے گھر کا سودا گلی گلی خریدتا پھرتا۔ برسوں اسی محنت اور مجاہدہ میں سرگرم رہے۔ آخر عمر میں معمولی لباس اختیار کیا۔ سر پر عربی عمامہ۔ لمبا کرتا اور صدری۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

امور خیر میں کسی سے دریغ نہ تھا۔ مدرسہ انوار العلوم رام پور کے بڑے سرپرست تھے۔ سفارش کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ ۱۲۔ جمادی الاولیٰ کو سنہ تیرہ سو چوالیس ہجری (۱۳۴۴ھ) میں یکشنبہ کے دن انتقال ہوا اور مولانا جمال الدین کے احاطۂ مزار میں دفن ہوئے۔

مفتی محمد زبیر

جناب[1] نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب کے عہد میں (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) تھے

[1] روزنامچہ عبد القادر خاں۔

برسوں مفتی رہے۔ اور تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ خوب تیز ذہن تھے۔ اور فن فقہ میں مشق کامل تھی۔ جب چاہتے مدعی کے دعوے کو دلائل شرعیہ سے باطل کرکے مدعا علیہ کے مفید مطلب امور ثابت کردیتے۔

مولوی حکیم حافظ محمد حسن خاں تخلص نیر

ولد حکیم مولوی علی حسین خاں مرحوم شیخ صدیقی لکھنؤ جوہری محلہ وطن ہے۔ ۲۲۔ محرم ۱۲۵۲ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ طفلی سے آثار رشد وسعادت پیدا تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں تمام وکمال قرآن شریف حفظ کرکے محراب سنائی۔ کتب ابتدائی فارسی وحساب وصرف ونحو ومشق تحریر مفردات اور مرکبات سے حفظ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ فراغ حاصل کیا۔ اب باقاعدہ عربی تعلیم شروع ہوئی۔ کئی ملازم استاد رکھے گئے۔ والد ماجد نے بھی پڑھایا۔ ابتدائے فنون کی تکمیل کے بعد مشاہیر علما سے استفادہ شروع کیا۔ حافظ حاجی قاری احمد علی خاں لکھنوی سے جنکی قرآن خوانی اور قرأت کی شہرت تھی تجوید سیکھی یہ بزرگ غدر میں میہت مئو میں شہید ہوئے۔ مولوی منشی ہادی علی خوشنویس ونثار اور مرزا رجب علی سرور مصنف فسانۂ عجائب سے فارسی نظم ونثر کی تکمیل کی۔ مولوی حکیم احمد سعید تلمیذ حکیم علی حسین خاں مرحوم۔ مفتی محمد سعد اللہ۔ مولوی الٰہی بخش مرحوم فیض آبادی مصنف تحفۂ شاہجہانیہ اور مولوی خادم علی مرحوم فرنگی محلی سے کتب معقول ومنقول پڑھیں۔ موجز سے لیکر قانون شیخ تک علی وجہ الکمال طب کی کتابیں اپنے والد اور اپنے چچا حکیم بنا صاحب لکھنوی سے پڑھیں۔ اور دونوں صاحبوں کے مطب سے فیض کامل حاصل کیا۔ بحالت قیام رامپور میاں حسن شاہ محدث رامپوری سے بعمر ۵۲ سال صحاح ستہ من اولہ الی آخرہ پڑھیں۔ عروض وقافیہ میں بھی دستگاہ تھی۔ شعر گوئی کا بھی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ذوق تھا جس وقت آپ کے والد ماجد اوائل

سفر حجاز کو روانہ ہوے۔ اُس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اُسی عمر سے مستقل مطب شروع کر دیا۔ ایسی شہرت ہوئی کہ ہندو اور مسلمان سب نے رجوع کیا۔ نواب شرف الدولہ سید ابراہیم علی خاں بہادر وزیر شاہی نے اپنا معالج بنایا اور تنخواہ مقرر کر دی اسی طرح امرائے شہر اور تعلقداران کی آپکی طرف بہت رجوع تھے۔ غدر کے بعد نواب فردوس مکاں جب کلکتہ سے واپس تشریف لائے۔ تو بتقریب شادی صاحبزادہ حیدر علی خاں صاحب بہادر مرحوم آپ کو یاد کیا کچھ پیدل سپاہی دو سوار رچوبیس کہار۔ دو رتھیں دو گاڑیاں رام پور سے بھیجیں اور حسب الحکم آپ رام پور کو مع اہل وعیال آئے۔ اور زمرۂ معالجین خاص میں تقرر ہوا۔ ابتدائے عہد نواب خلد آشیاں میں اپنے والد کے ہمراہ بعض وجوہ سے رام پور سے چلے گئے تھے۔ محمد علی بخش خاں مرحوم نے اپنے علاج کے لئے نواب خلد آشیاں سے بلانے کے لئے عرض کیا اور دونوں صاحب آکر بدستور ملازم ہو گئے۔ آپ کی تنخواہ تین سو روپے ماہانہ تھی۔ آپ نے حضرت شاہ عبد الرزاق فرنگی محلی سے قادریہ میں اور حضرت سید امیر شاہ رام پوری سے چشتیہ میں اور حضرت شاہ امین الدین لکھنوی سے نقشبندیہ میں بیعت کی۔ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی کہ آپ نے اپنے والد کے اساتذہ کے معیت سے شرح قانون شیخ رئیس علی گیلانی اور محمود آملی کو ۱۲۶۶ھ میں الشرحین نام رکھکر مطبع علوی میں طبع کرایا۔ پینتالیس سال کی عمر سے امراض مختلفہ پیدا ہوے اکاون برس کی عمر میں وجع الفواد ہوا مگر زائل ہو گیا۔ دس مہینے کے بعد دوسرا دورہ ہوا اور اُسکے صدمہ سے دوشنبہ کی رات میں ذیقعدہ کی سولھویں تاریخ علیل ہوے۔ اور سہ شنبہ کی آخر شب میں ذیقعدہ کی سترھویں تاریخ ۱۳۰۲ھ میں انتقال کیا۔ دن کے دس بجے مسجد جامع رام پور میں نماز ہوئی۔ اور حضرت شاہ جمال اللہ صاحب کے مزار کے باہر متصل مقبرہ جنرل علی اصغر خاں مرحوم دفن ہوے۔ مادۂ تاریخ رحلت یہ ہے۔

ع وہ کہ بر آسماں مسیحا رفت۔

اولاد ذکور میں مولوی حکیم حافظ احمد حسن صاحب علم و فضل اور منشی انوار الحسن و حکیم ظہیر الحسن سلمہما موجود ہیں۔

مولوی محمد حسن

بن قاضی غلام مصطفیٰ بن ملا محمد اسعد خلف اکبر ملا قطب الدین سہالوی شہید ملا نظام الدین لکھنوی کے بھتیجے اور شاگرد رشید عالم متبحر تھے اور فہم بہت اچھا تھا۔ کل علوم میں دستگاہ تھی۔ خصوصاً منطق و حکمت میں تو کامل تھے۔ چھپن برس تک لوگوں کو پڑھایا۔ اسی برس کی عمر میں ماہ صفر ۱۱۹۹ھ (یکہزار یکصد و نود و نہ) میں رام پور میں انتقال کیا۔ محلہ مدرسہ میں نواب محمد علی خاں کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اِن کی بہت سی تالیفیں ہیں منجملہ ان کے حاشیہ میرزاہد۔ و حاشیہ میرزاہد ملا جلال و شرح سلم۔ و حواشی صدرا۔ شرح مسلم الثبوت تا مبادی الاحکام معارج العلوم منطق میں۔ غایۃ العلوم طبعی میں۔ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین شیرازی۔ حاشیہ شمس بازغہ۔ حواشی زواہد ثلثہ مشہور ہیں۔

ایک [1] زمانہ میں دہلی گئے۔ وہاں سے پلٹ کر فرنگی محل میں رہے۔ ایک فساد عظیم کی وجہ سے روہیلکھنڈ کو چلے آئے۔ اور بعد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر محلہ مدرسہ میں قیام کیا۔ رام پور میں ایک نکاح کیا جس کے دو لڑکے مولوی عبداللہ و مولوی عبدالرزاق پیدا ہوئے۔ تیسری بیوی سے غلام دوست محمد لڑکا پیدا ہوا جنکے لڑکے مولوی غلام محمد و مولوی غلام ذکریا۔ بنارس میں گورنمنٹ انگریزی کے ملازم ہیں۔ اور اچھے عہدوں پر ہیں۔ انکے شاگردوں میں مولوی مبین لکھنوی و مولوی عماد الدین لبکنی مشہور ہیں۔

---

[1] تذکرہ علمائے ہند۔

مولوی محمد حیات تخلص حیاتؔ

ولد سید احمد خاں اخوند قوم افغان قدرزی حسب۔ سید نسب مولوی صاحب کی ماں کمال زی۔ اور نانی سیدانی تھیں۔ رام پور کے محلہ لال مسجد میں اپنے والد کے مکان میں سنہ گیارہ سو ننانوے ہجری (۱۱۹۹ھ) میں پیدا ہوئے۔ کوکب درخشاں تاریخ ولادت ہی۔ عبدالحق خاں حقی وصفا ان کے نواسے کا بیان ہی کہ سحاب خانصاحب کے مرید تھے۔ ابتدائے عمر میں تحصیل علم فارسی و عربی و فقہ و اصول رام پور کے علما سے مثل مفتی شرف الدین و مولوی غلام جیلانی رفعت وغیرہ کی صرف نحو مولوی عبدالرحمن پنجابی سے پڑھی۔ پھر مراد آباد جاکر مولوی سید محبوب علی سے علوم عربیہ حاصل کیے۔ اُردو کی شاعری کے شوق میں دہلی جاکر ذوق کے شاگرد ہوے۔ ابتدا میں گویا تخلص تھا۔ کلام عشقیہ جمع نہیں کیا۔ اسکا کچھ پتا نہیں ملتا ہی پھر حیات تخلص اختیار کیا۔ کلام نعتیہ اُردو فارسی دو جلدوں میں مدون تھا۔ ایک مثنوی اُردو نعت میں مسمّٰی بہ گلشن نور بھی لکھی تھی۔ سب کلام سرقہ میں ضایع ہوگیا۔ کلام نعتیہ لوگوں کی زبانوں پر موجود ہی۔ محلہ نالہ پار کی مسجد میں تنہا شب و روز رہتے تھے۔ قرآن شریف اور درود شریف کا ورد تھا۔ ہر مہینے میں خواب میں زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے تھے۔ انکے نواسے عبدالحق خاں کا بیان ہی کہ درود مجھے بھی بتایا تھا۔ بارہ سال کی عمر میں میں نے اسکو پڑھا تھا۔ دو بار زیارت سے مشرف ہوا۔

مولانا مجالس میلاد شریف میں نہایت محبت سے شریک ہوتے تھے۔ بیسویں رمضان المبارک سنہ بارہ سو اکیاسی ہجری (۱۲۸۱ھ) میں جمعرات کے روز شب میں انتقال کیا اور مسجد ہی کے حجرہ میں دفن ہوے۔ جہاں کہ رہا کرتے تھے۔ جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے

مزار پختہ بنوا دیا ہے انتخاب یادگار میں تاریخ رحلت بارہ سو ستاسی ہجری لکھی ہے۔

ملا محمد حسن

یہ صاحب محلہ گنج میں کمہاروں کی مسجد میں رہتے تھے۔ بہت عمر پائی سو برس سے متجاوز عمر ہوئی۔ صاحبزادہ مہدی علی خاں صاحب بہادر انکے شاگرد تھے۔ اور وہی ان کے کفیل تھے۔ مفتی محمد سعد اللہ۔ میاں حسن شاہ محدث۔ حافظ غلام نبی۔ اور مولانا محمود عالم۔ اور اکثر علماے رام پور نے ان سے صرف و نحو پڑھی تھی۔ تقریباً ساٹھ سال ہوئے کہ انتقال کیا۔

شاہ محمد حسن صابری

ولد حکیم حافظ عبد اللہ۔ حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد سے اور حضرت ملا فقیر اخوند قدس سرہٗ کے بھائی کے پرپوتے ہیں۔

فن جراحی میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ چند بار رام پور میں امتحان ہوا کہ ڈاکٹروں نے پھوڑے میں ریم کا پیدا ہونا تسلیم نہ کیا۔ مگر آپ نے آنکھ پر پٹی باندھکر ریم کی جگہ انگلی رکھدی۔ اور شگاف ہونے پر ریم نکلی طریقت میں حضرت میاں امیر شاہ قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ بہت سے مرید شب و روز حاضر رہتے تھے۔ شب کو ذکر جہر ہوتا تھا اُس محلہ کے اکثر آدمی اس ذکر کی بدولت تہجد گزار ہو گئے۔ اُردو شاعری کا بھی ذوق تھا۔ پہلے اپنے ماموں حکیم محمد حنیف رضا سے پھر اپنے پیرو مرشد سے اصلاح لی۔ رسالہ اسرار احدیت بزبان فارسی کلمۂ طیبہ کی شرح میں ۱۳۰۳ھ میں لکھا تھا۔ مطبع حسینی رام پور میں سولہ صفحہ پر طبع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ حقیقت گلزار صابری اور تواریخ آئینہ تصوف بھی آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جمعہ کے دن تہجد کے وقت ۲۶ شعبان (۱۳۱۳ھ) سنہ تیرہ سو تیرہ ہجری کو انتقال ہوا اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوے۔

مولوی محمد حسن خاں تخلص شیدا

ولدؔ محمد یوسف خاں۔ علوم کی تحصیل کا حال نہیں معلوم ہوا۔ بارہ سو انتیس ہجری (۱۲۲۹ھ) میں مولوی سید احمد صاحب کے ساتھ جہاد کیا۔ وہاں سے واپس آ کر مکہ معظمہ کو گئے۔ ایک عرصہ تک وہاں حاضر رہے۔ پھر وطن کو واپس آئے۔ بارہ سو بیاسی ہجری میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ احمد خاں غفلت کے شاگرد تھے۔ فارسی اور اُردو دونوں میں نظم لکھتے تھے۔ اُردو کلام کا نمونہ تذکرہ شمیم سخن میں موجود ہی۔

تفسیر فتح العزیز سورۂ تبارک کا ترجمہ غالبًا آپ ہی کا ہی۔ یہ ترجمہ فارسی سے آپنے بموجب فرمائش محمد علی بن محمد حسین روگھی رئیس بمبئی ۱۲۶۴ھ میں کیا تھا۔ اور اول بار مطبع محمدی میں چھپا۔ پھر مطبع نظامی میں ۱۲۸۰ھ میں طبع ہوا۔

مولوی محمد حسین خاں

ولد کمال خاں قوم باجوڑی۔ جامع معقول و منقول تھے۔ مولوی محمد علی حافظ شبراتی۔ سید احمد اخوند وغیرہم سے عربی علوم پڑھے۔ فارسی میں عظیم خاں سے تلمذ تھا۔ چالیس سال کے سن میں بارہ سو اٹھتر ہجری میں (۱۲۷۸ھ) میں انتقال ہوا اور پیلے تالاب پر مسجد کے پاس دفن ہوئے۔ مولوی عبدالحق حقی و صفا کے حقیقی ماموں تھے۔ حقی نے فارسی اور معقول کی کتابیں اُنسے پڑھی تھیں۔ مولوی محمد منیب خاں مرحوم کے حقیقی ماموں تھے اور ابتدائی تعلیم مولوی منیب خاں نے انھیں سے حاصل کی تھی۔

مولوی محمد روشن

انؔ کے بزرگ موضع تادریہ علاقہ بھرت پور کے رہنے والے تھے۔ جو انگریزی عملداری میں ہی۔ خود انکے بود و باش دگانوں کا نام نہیں پڑھا گیا۔) ہی یہ مقام فیض محمد خاں فرزند نجابت علی خاں بھڑیچ کی مدد معاش میں دیا گیا ہی وہاں سے طلب علم میں

ؔلہ تذکرہ شمیم سخن۔ ؔلہ روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

غوث گڈھ گئے (ضلع مظفر نگر) اور پھر رام پور آئے۔ مولوی احمد خاں اور مولوی سلام اللہ سے چند کتابیں بطور تبرک پڑھیں۔ مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ ایسے ذہن اور حافظہ کا آدمی ابھی تک نہیں دیکھا۔ بے تعلیم استاد اکثر چیزوں کو جیسا کہ چاہیے جانتے تھے اور سب کے ساتھ مثل برادروں کے بے تکلف رہتے تھے۔ یہ زمانہ تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا کا ہے۔

مولوی محمد سعید خاں

نبیرہ مولوی مغل خاں۔ اخون خیلون کے محلہ میں رہتے تھے۔ رام پور میں پیدا ہوئے یہیں علوم معقول و منقول حاصل کئے۔ عربی کے بڑے فاضل تھے۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ تمام فنون درسیہ میں مناسبت تھی۔ نظم و نثر میں بھی قدرت تھی کلکتہ جاکر انگریزی زبان میں بھی کمال حاصل کیا۔ مفتی شرف الدین کے داماد تھے۔ برٹش گورنمنٹ میں منصف تھے۔ قانونی محکمہ میں بھی بہت کام کیا اخون خیلون کے محلہ میں مہدی علی خاں ٹھیکہ دار کے مکان کے سامنے والی دونوں مسجدیں آپ ہی نے بنوائیں۔ بحالت ملازمت برٹش گورنمنٹ فتحپور ہسوہ میں انتقال کیا۔ اور وہیں سید شاہ راجی قدس سرہٗ کے مزار میں دفن ہوئے۔ مولوی امان علی[سلہ] احمد آبادی خلف حکیم شیر علی نے بھی کتب مطولات آپ سے پڑھی تھیں۔

ملا محمد سواتی

مولانا غلام جیلانی رفعت کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ کتب فقہ پر اچھی طرح عبور تھا۔ درس و تدریس انکے مکان پر ہوتا تھا۔ حدیث اور فقہ میں اچھی مہارت تھی۔ محلہ راجدوارہ میں جو اونچا محلہ کہلاتا ہے۔ وہ انھیں کا تھا۔ مکان کا بڑا دروازہ خام تھا۔ اندر مکان خام بھی اچھا تھا۔ رام پور سے ٹونک چلے گئے۔ نواب وزیر الدولہ نے چار کنوئیں اور کچھ اراضی دی جواب تک ان کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

سلہ تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی صفحہ ۰۰

ٹونک ہی میں انتقال ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک محمد عادل خاں دوسرے محمد عبدالرؤف خاں دونوں عالم تھے۔ عبدالرؤف خاں کا انتقال رام پور میں ہوا۔ اور پیلو والی مسجد کے جنوبی پہلو میں ان کی قبر کنکر کی بنی ہوئی ہے۔ عادل خاں کا انتقال ٹونک میں ہوا۔ وہاں ان کی اولاد موجود ہے۔

شاہ محمد شرف مجددی

ولد[لہ] شیخ ضیاء الدین مجددی۔ حافظ قرآن۔ اور عالم وفقیہ اور صاحب تقوی تھے نسبت باطنی شیخ ضیاء الدین یوسف مشہور بہ چھوٹو میاں سے جو آپ کے دادا کے بھائی تھے۔ حاصل کی اور نقشبندی۔ قادری چشتی۔ سہروردی۔ اور کبروی۔ وغیرہ طریقوں کی خلافت اور اجازت سے مشرف ہوکر طالبوں کی ہدایت میں سرگرم رہے اور طریقہ قادریہ کی اجازت اپنے چچا شاہ گدا ابن زین العابدین سے بھی پائی تھی۔ حدیث مسلسل الراحمون یرحمہم اللہ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء کی اجازت حضرت محمد ارشد مجددی سے تھی۔ آپ اپنے آباء کرام کی طرح اوقات بسری کرتے تھے۔ انتقال سے پہلے شب برات کو بزرگوں کا فاتحہ پڑھکر مراقبہ کیا۔ ایک لحظہ کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ اس فقیر کا نام آج رات میں زندوں کی فہرست سے خارج ہوگیا۔ اور اسی سال میں فقیر کا انتقال ہوگا۔ چنانچہ اسی سال تیسری جمادی الاخری بارہ سو تین ہجری (۱۲۰۳ھ) میں شہید ہوئے۔ مادہ تاریخ ہے۔ شرف شد شہید۔ رام پور ہی میں دفن ہوئے۔ وجہ شہادت مجھے معلوم نہیں ہوئی۔

مولوی محمد شاہ صرفی نحوی

رام پور کے رہنے والے محلہ قاضی کی گلی میں رہتے تھے۔ مدرسہ رام پور میں ملازم تھے۔

لہ جواہر علویہ۔

مراح الارواح اور شرح جامی وغیرہ کتابیں خوب پڑھاتے تھے۔

مولوی سید محمد شاہ محدث

ولد میاں حسن شاہ محدث ساکن محلہ زینہ عنایت خاں رام پور میں تقریباً ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں اپنے والد سے صرف ونحو اور فارسی کی کتابیں پڑھیں مینا بازار اور ظہوری شیخ احمد علی صاحب سے پڑھی۔ فقہ حنفیہ کی کل کتابیں ابتدا سے اخیر تک اپنے والد سے پڑھیں۔ بعض کتب اصول فقہ مولوی عزیز اللہ ولایتی اور بعض اپنے والد سے پڑھیں۔ کتب تفسیر اور صحاح ستہ۔ مشکوۃ حصن حصین اور موطا امام مالک بھی والد سے پڑھیں۔ کچھ معقول کا استفادہ مولوی معظم شاہ ولایتی شاگرد مفتی سعد اللہ سے کیا۔ قصیدہ بردہ۔ حرز یمانی۔ اسمار بدرین حزب البحر اور دیگر وظائف اپنے والد کو سنائے۔ اور اجازت حاصل کی۔

دلائل الخیرات کی اجازت قاضی عبد السلام بدایونی سے جو مولوی شمس الاسلام کے والد تھے پائی۔ قادریہ طریقہ میں اپنے والد سے ذکر وشغل سیکھا۔ ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے والد کی خدمت سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کا شوق غالب ہوا تو دو بار اجمیر گئے۔ دہلی میں اخبار الاخیار کی روایت کے موافق اکثر مزارات کو تلاش کرکے فاتحہ پڑھا۔ جے پور میں مولانا بہار الدین کے مزار پر حاضر ہوئے۔ دوبار پیران کلیر گئے۔ آگرہ میں شاہ ابو العلا اور سلیم چشتی کے مزار پر حاضر ہوئے۔ گنگوہ میں عبد القدوس اور کرنال میں شاہ بو علی قلندر کے مزاروں پر فاتحہ خوانی کی۔ لکھنؤ میں شاہ مینا اور جونپور میں وہاں کے اولیاء اللہ کے مزاروں پر گئے۔ بنگالہ میں مقام گوڑ وپنڈوہ میں اخی سراج خلیفہ نظام الدین محبوب الٰہی اور انکے خلیفہ شاہ علاء الحق اور انکے خلیفہ حضرت نور قطب عالم کے مزاروں پر حاضر ہوئے۔ شاہ نعمت اللہ نارنولی۔ اور مرتضیٰ آفندی کے مزار

بھی دیکھے۔ دکھن میں جاکر گلبرگہ میں شیخ محمد گیسو دراز خلد آباد میں برہان الدین غریب نواز۔ اور سید زین الدین شیرازی وغیرہ بزرگوں کے مزارات پر گئے۔

جون پور کے چار مہینے کی اقامت میں مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ مولوی سید احمد رائے بریلوی نے شاہ صاحب کو نقشبندی طریقہ میں تعلیم فرمائی اور خلافت عطا کی۔

آپ کو حدیث کے شوق کا باعث ایک خواب ہوا۔ آپ نے ایک بار خواب دیکھا کہ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ایک خرمے کا درخت ہے اور میں خرمے توڑ رہا ہوں۔ کسی شخص نے آواز سے کہا۔ کہ تم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے درخت سے خرمے توڑتے ہو۔ شاہ صاحب نے اِس خواب کی یہ تعبیر سمجھی کہ مسجد جامع دہلی کی سیڑھیوں سے شاہ عبد العزیز صاحب کا خاندان مراد ہے۔ اور خرمے کے درخت سے میرے والد اُسی دن سے شوق حدیث کی تکمیل اور اشاعت کا غالب آگیا۔

جس زمانہ میں نواب محمد علی خاں بہادر والیِ ٹونک۔ بحالت معزولی بنارس میں مقیم تھے۔ شاہ صاحب اُنکے متصل مسجد میں جاکر مقیم ہوے۔ نواب صاحب نے فرمایا ہمارے لڑکے عبد الوہاب خاں صاحب کو حدیث پڑھایا کرو۔

آپ نے مسجد میں پڑھانا قبول کیا۔ موطا امام مالک حصن حصین مشکوۃ اور شمائل ترمذی چار کتابیں پڑھائیں۔ وہاں سے رخصت لیکر آپ اپنے گھر آئے۔ خواب میں دیکھا کہ سید معصوم صاحب کی مسجد کے بالاخانہ پر جو ضلع مالدہ ملک بنگالہ میں ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث حدیث پڑھا رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ نواب ٹونک کے صاحبزادے کو بنارس پڑھانے آیا کرتا ہوں۔ گو وہ مسجد میں پڑھتے ہیں۔ مگر یہ امر مجھے شاق ہے۔ آپ دعا کیجیے کہ میں اپنے مکان پر پڑھایا کروں۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا اور ہاتھ بلند فرما کر دعا کی اس خواب کے بعد آپ بنارس کو نہیں گئے۔ اور مکان پر رہنے لگے۔ مولوی عبد الحق خیر آبادی کی تحریک سے نواب خلد آشیانے

آپ کا تعلق مدرسہ میں کر دیا۔ نواب خلد آشیاں کے انتقال کے بعد مدرسہ میں انگریز اور دیگر حکام آنے لگے آپ ہنگام سبق کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔ اسلئے بعض حکام نے آپ کو اپنے مکان پر حدیث پڑھانے کی اجازت دی۔ پچاس برس تک رات دن حدیث ہی کا ذکر رہا۔ اور یہی فکر رہی۔ اپنی ضرورتوں کو تنگ کر کے نہایت عمدہ ذخیرہ کتابوں کا جمع کر لیا تھا۔ طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ بہت سے طالبعلم فیضیاب ہوکر چلے گئے۔ آپ کے شاگردوں میں مولوی منور علی محدث۔ حافظ وزیر محدث۔ حافظ عبدالوہاب خاں۔ میاں نزاکت علی۔ ملا اعظم الدین بنگالی مولوی محمد رضا خاں مرحوم۔ حافظ محمد عمر خاں مرحوم۔ مولوی عبدالکریم ولایتی مدرس حیدرآباد دکن مولوی مجاہد الدین سلہٹی۔ مولوی عبدالواحد ولایتی۔ مولوی عبدالعلی قاضی زادہ سواتی۔ مولوی محمد درویش بنگالی قاضی غلام احمد تلبانی شافعی۔ مدرس اول مسجد جامع بمبئی۔ مولوی شرافت اللہ۔ اور شاہ صاحب کے فرزند میاں حامد شاہ معروف ہیں۔ ان کے علاوہ ناتمام کتب سیکڑوں نے پڑھی ہیں۔ صورت سے نور مجسم معلوم ہوتے تھے۔ اخلاق نہایت وسیع۔ حلم میں بےمثل۔ امور خیر میں ساعی رہتے تھے۔ اور اپنے ملنے والوں کی ہر طرح مدد فرماتے تھے۔

بحر العلم شرح عین العلم اُردو میں بموجب حکم نواب محمد علی خاں بہادر والیٔ ٹونک لکھی اور ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی چھ سو اسی صفحہ ہیں۔

۲۲۔ شعبان چہارشنبہ کے دن ۱۳۰۸ھ میں انتقال فرمایا۔ بغدادی صاحب کے مزار میں چبوترہ پر دفن ہوئے۔ مولانا جلیل نے تاریخ کہی اور مزار پر کندہ کرائی۔

ثبت بر لوح مزارش کن جلیل

وارثِ دینِ رسول دوسرا

۱۳۰۸ھ

قاضی مولوی محمد حامد شاہ صاحب محدث آپ کے فرزند جانشین ہیں۔

میاں محمد عاشق

ولد شاہ غلام بولن - ولد شاہ کریم اللہ ابن شاہ رحمت اللہ ابن حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہم - قوم کے سید تھے - بارہ سو بیالیس ہجری ۱۲۴۲ھ میں قصبہ سیوہارہ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے - راقم نے اُنکے مکانات منہدمہ کی زیارت کی ہے جو آپ کے مسکونہ تھے ۱۸۵۷ء کے بعد رام پور کی سکونت اختیار کی - کتب عربی و فارسی معمولی پڑھیں تھیں - اور کریم بخش ساکن نہٹور ضلع بجنور آپ کے اُستاد تھے اپنے والد ماجد شاہ غلام بولن سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی ہزاروں آدمیوں کو فیض پہونچا بہت لوگ خلیفہ ہوئے - ان میں سے حسن موسی ساکن کلکتہ اور بخشی تصدق حسین ساکن کرت پور - ضلع بجنور بڑے خلفا میں سے ہیں -

ایک بار میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ خدمت میں عصر و مغرب کے درمیان میں حاضر ہوا مسجد میں مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے بار بار آنکھیں بند کر لیتے تھے - آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوا معلوم ہوتا تھا - اکثر خاموش رہتے تھے مسجد کے متصل مکانات تھے - وہیں گاڑیبان وغیرہ آکر ٹھہر جاتے تھے - اکثر ایسا ہوتا تھا کہ گاڑیبان کو گھر میں لاکر کھانا کھلا دیا گھر میں سب پر فاقہ ہوگیا - نہایت کم سخن تھے - جائداد زمینداری معقول تھی مگر اُسکا کوئی حساب کتاب نہیں جو آیا خرچ کر دیا - اکثر گھر بھر فاقہ سے رہتا - روپیہ اور ضرورت مند لیجاتے - بدھ کے دن صفر کی دسویں تاریخ تیرہ سو گیارہ ہجری (۱۳۱۱ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا جنازہ میں اسقدر کثرت تھی کہ بلاسپور دروازہ کے باہر نماز ہوئی راقم کو بھی شرکت نماز کا فخر ملا -

محلہ بلاسپور دروازہ میں اندرون شہر آپ کا وسیع باغ ہے - اُسمیں مزار ہے اور باغ کے قریب ہی آپ کے مکانات ہیں - آپ کے دو فرزند محمد معشوق علی و محمد صادق علی نے کم سنی میں انتقال کیا - اب صرف سید خواجہ احمد آپکے فرزند

موجود ہیں۔ عالم متقی پرہیزگار۔ ہمدرد قوم ہیں اللہ تعالیٰ ان کو زندہ رکھے۔

مولوی محمد عظیم اخوندزادہ

جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد کے عالم اور اہلکار ہیں۔

مولوی سید محمد علی

مولوی حیدر علی رام پوری کے بھائی تھے۔ سید احمد صاحب کے خلیفہ اور حقیقی بھانجے تھے۔ حج بیت اللہ اور جہاد کے قصد سے بنارس گئے تھے۔ ایک لاکھ کے قریب آدمی تھے وہاں اُنسے بیعت ہوے شہر میں جہاں وعظ کہتے تھے ہزاروں لوگ مرید ہوکر انکی ہمراہی پر آمادہ ہوجاتے تھے۔ بنارس میں ٹھٹھری بازار کی کولہ والی مسجد میں شاہ امان اللہ[1] خلیفہ مولانا عبدالرحمٰن موحد لکھنوی رہتے تھے۔ اُن سے بھی ملے تھے۔ اور جہاد کی ترغیب دی تھی۔ بڑے شاعر فارسی کے تھے۔ باغ رحمت بزبان فارسی ان کی تصنیف سے چھپ گئی ہے۔ نواب محمد علی خاں بہادر والیٔ ٹونک نے طبع کرائی تھی۔ چہل حدیث کا ترجمہ ہے۔ الہ آباد میں انتقال ہوا۔

مولوی محمد علی

ابن مولوی وزیر احمد محدث بن علی محمد بن غلام محمد قوم شیخ فضلی رام پور کے ٹھوٹر محلہ میں تیرہ سو آٹھ ہجری (سنہ ۱۳۰۸ھ) میں غرہ محرم پنجشنبہ کے دن پیدا ہوے۔ ساڑھے نو سال کی عمر میں مولوی عبداللہ امرتسری سے قرآن شریف حفظ کرلیا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ ارشاد الصرف۔ نحو میر۔ شرح مأتہ عامل مع ترکیب ہدایۃ النحو اور کافیہ کو حفظ کیا۔ مدرسۂ عالیہ رام پور میں مولوی معزاللہ خاں۔ مولوی احمد امین۔ مولانا فضل حق پرنسپل سے کل درجوں کی کتابیں علی الترتیب

---

[1] انوار الرحمٰن لتنویر الجنان صفحہ ۲۹۴۔

پڑھکر امتحان میں کامیاب ہوے۔ اور دو سال درجۂ تکمیل کی کتابیں پڑھکر امتحان دیکر سند فراغ حاصل کی۔ ادب اور حدیث میں سب کتابیں اپنے والد سے حاصل کیں۔ فی الحال مدرسہ انوار العلوم رامپور میں مدرس عربی ہیں۔ فہم بہت خوب۔ استعداد اچھی ہے طلبا کو طرز درس بہت پسند ہے۔ جوان صالح ہیں۔ اور امید ہے کہ علمی دنیا میں بہت شہرت حاصل کرینگے۔

مولوی محمد علی خاں

ولد مولوی محمد شفیع خاں ولد مولوی شاہ نواز خاں نو سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ مولوی عبد الرزاق خاں سے فارسی کی تکمیل کی۔ مولانا سلامت اللہ سے عربی کتب پڑھیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۹ سال محافظ خانہ فوجداری رام پور میں محرر ہوگئے۔ بحالت ملازمت سنہ ۱۹۱۲ء پنجاب یونیورسٹی کے درجہ منشی میں اور سنہ ۱۹۱۳ء میں منشی عالم کے امتحان میں کامیاب ہوے۔ اور تمام یونیورسٹی میں پہلا نمبر رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں منشی فاضل کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اور ریلوے ہائی اسکول ٹونڈلہ میں ہیڈ مولوی مقرر ہوے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ذخیرہ معلومات نامی کتاب تالیف کی جو طلباے فارسی کے لئے نہایت مفید ہے اور طبع ہوگئی ہے۔

مولوی محمد علی

ولد[1] ملا خواص افغانی سنہ ۱۲۱۰ھ تک زندہ تھے۔ مطالب امور عامہ و ما یعم الاجسام حواشی سید زاہد۔ اور سلم کی شرحیں بر زبان یاد تھیں۔

حاجی مولوی محمد علیخاں

ولد منشی محمد عمر خاں ولد اخونزادہ مولوی محمد عیاض ولد اخونزادہ محمد شاہ خاں باجوڑی رام پور میں بارہ سو سڑسٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۷ھ) میں پیدا ہوے۔

---

[1] روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں علیہ ح

اور بوجہ اپنے چچا مولوی محی الدین خان کے تعلق کے جے پور چلے گئے وہاں فروری ۱۸۶۱ء میں انگریزی اسکول میں داخل ہوئے۔ گھر پر عربی فارسی اور ہندی کی تعلیم ہوتی تھی۔ انٹرنس تک تعلیم ہوئی تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا ۲۱ مئی ۱۸۷۰ء کو اسکول چھوڑا عربی کی اور انگریزی کی اچھی استعداد ہوگئی تھی۔ ۲۲ مئی ۱۸۷۰ء سے دسمبر ۱۸۸۰ء تک کمیٹی واضع قوانین جے پور کے سررشتہ دار پچھتر روپے کی تنخواہ پر رہے۔ پچپن ایکٹ بنا کر پیش کئے۔ یکم جولائی ۱۸۸۰ء کو اس عہدہ کا استعفا دیا۔ مگر ریاست نے آپ کے والد کی پنشن پچھتر روپے بحال کر دی۔

۲۰ جون ۱۸۷۸ء سے ستمبر ۱۸۷۸ء قحط کے کام کی نگرانی سپرد ہوئی۔ ڈاکٹر ڈیل مائن نے رپورٹ میں اچھے الفاظ سے یاد کیا ہو۔ ۸ ستمبر ۱۸۷۸ء سے چار مہینے کے لئے اسسٹنٹ مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ علاوہ پنشن کے پچھتر روپے الاونس مقرر ہوا۔ ۱۱ دسمبر ۱۸۸۰ء سے ۲۹ اپریل ۱۸۸۱ء تک دو سو آٹھ روپے کی تنخواہ پر کونسل کے ریزیڈنسی کونسل نے ۳۰ اپریل و ۳۰ مئی ۱۸۸۱ء کو دو سارٹیفکٹ دیے ۳۰ اپریل ۱۸۸۱ء سے ۲۸ اکتوبر ۱۸۸۲ء تک اسسٹنٹ مجسٹریٹ اور قائم مقام کوتوال رہے - قواعد متعلق انسداد چوری کے صلہ میں کونسل نے انعام دیا۔ کرنل ڈبلیو ایچ بینن نے بھی ۵ مئی ۱۸۸۱ء کو سند دی ۱۸۸۲ء میں قائم مقام ناظم سوائے مادھوپور مقرر ہوئے ۱۲ دسمبر ۱۸۸۲ء سے ۲۱ جولائی ۱۸۸۶ء تک شیخاواٹی کے ناظم رہے۔ اور وہاں بہت سی اصلاحیں کیں جسکا راج اور گورنمنٹ انگریزی دونوں نے اعتراف خدمت کیا۔ ۲۲ جولائی ۱۸۸۶ء سے ۵ جولائی ۱۸۹۲ء تک جج عدالت اپیل پانچسو کی تنخواہ پر رہے ۶ جولائی ۱۸۹۲ء سے ممبر کونسل آٹھ سو روپے ماہانہ پر مقرر ہوئے۔ اور اس عہدہ پر ۱۶ مارچ ۱۸۹۵ء تک کام کیا۔

پولیٹکل ایجنٹ اور ریاست دونوں بہت خوش رہے۔ اسکے بعد تین سو روپے کی پنشن لیکر رام پور آئے۔ ۱۱۔ جولائی ۱۹۲۶ء کو اعلیٰ حضرت بندگان حضور پرنور جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہم نے تین سو روپے کی تنخواہ پر ڈسٹرکٹ و سیشن جج رام پور کا عہدہ عطا کیا۔ آپ نے نہایت دیانت سے بلا رد و رعایت خدمت انجام دی۔ تنخواہ میں سے ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولوی محمد امیر صاحب جے پوری کو اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی درگاہ کو بھیجتے تھے۔ اسکے سوا ہر صادر و وارد کے لیے ان کا گھر مہمان خانہ تھا۔ نقد سے بھی امداد کرتے تھے وضع نہایت سادہ اور متشرع۔ لباس شرعی نشست و برخاست میں سنت کا لحاظ تھا۔ تہجد کی نماز قضا نہیں کرتے تھے۔ کتب دینیات کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ محلہ کے لوگوں کو نرمی اور تشدد سے صوم و صلوۃ کا پابند کردیا۔ غربا کے بچوں کے لئے گھر پر مدرسہ کھولدیا تھا۔ شیرینی سے بہت ذوق تھا۔ عرصہ سے ذیابیطس میں مبتلا تھے مگر پرہیز کے پابند نہ تھے باوجود مشائخانہ وضع وقطع کے کرکٹ کا شوق تھا اور خوب کھیلتے تھے آپ نے شیخا والی اور قلعہ رنتھبور واقع جے پور کی اردو میں تاریخ لکھی اور دینیات میں فلاح دارین اُردو کتاب تصنیف کی دونوں طبع ہوگئی ہیں ذیابیطس کی وجہ سے پھنسیاں نکلیں۔ دو مہینے تک شکایت رہی۔ انتقال سے دو ہفتہ پیشتر ایک چھوٹی سی پھنسی گدی پر نکلی۔ سوزش زیادہ تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ سرطان ہے۔ اسکے صدمہ سے تپ بھی آگئی۔ ضعف بڑھتا گیا۔ بیہوشی رہنے لگی۔ عالم بیہوشی میں ہر وقت نماز پڑھتے تھے۔ پانی تین گھونٹوں میں پیا کرتے تھے۔ حالت غفلت میں بھی تین ہی دفعہ میں پانی پیتے تھے۔ اُس حالت سکرات میں پاجامہ بدلوایا۔ آدمی نے بائیں پاؤں میں پاجامہ ڈالنا چاہا۔ پاؤں

سمیٹ لیا۔ داہنا پانوں پھیلا دیا۔ اسی حالت میں رمضان کی پچیسویں تاریخ سنہ تیرہ سو تیس ہجری (۲۵ رمضان ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء) میں یکشنبہ کے دن ایک بجے دن کو انتقال ہوا۔ اور مولانا حافظ جمال اللہ شاہ صاحب کے احاطۂ مزار میں جانب مشرق دفن ہوے۔ ایک فرزند فیاض علی خاں رام پور میں اور دوسرے بجے پور میں ملازم ہیں۔

صاحبزادہ محمد علیخاں عرف چھٹن صاحب

ابن صاحبزادہ محمد کاظم علی خاں ابن نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ والیِ ریاست رام پور۔ ۱۲۷۰ھ کے قریب رام پور میں پیدا ہوے۔ آٹھ نو سال کی عمر تھی کہ آپ کے والد رام پور سے ترک وطن کر کے بریلی میں مقیم ہو گئے۔ رام پور میں اس وقت جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں رئیس تھے نواب صاحب نے آپ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ والدین شیعی تھے۔ مگر آپ کی تربیت حنفی طریقہ پر ہوئی۔ علماے شہر سے نہایت محنت سے علوم وفنون فارسی و عربی پڑھے۔ مولانا عبدالحق شمس العلما خیر آبادی سے معقول پڑھی۔ والد نے آپ کو محروم الارث کر دیا۔ نواب خلد آشیاں کی صاحبزادی سے عقد ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد نواب فردوس مکاں کی صاحبزادی سے عقد ہوا جو ابتک حیات ہیں نواب خلد آشیاں کے عہد میں صدر کے حاکم رہے۔ بغداد جا کر نقیب سید عبدالرحمٰن افندی سے بیعت ہوے۔ اور شافعی مذہب اختیار کیا۔

عربی کی نہایت اعلیٰ استعداد تھی۔ خط نسخ کے خوشنویس تھے۔ معقول میں ید طولیٰ تھا۔ بتاریخ ۲۸۔ محرم ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء یوم چہارشنبہ علی الصباح نو بجے دو بجے کے بعد انتقال فرمایا۔ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوے۔ دو صاحبزادے ہیں۔ چھوٹے اچھن صاحب لندن میں انجینیری میں تعلیم پا رہے ہیں۔

حکیم محمد عمر خاں

ولد اخون زادہ۔ ولد حکیم بایزید اخون زادہ۔ علوم و فنون فارسی و عربی رام پور میں پڑھے۔ صاحبزادہ سید مہدی علی خاں بہادر مرحوم کے ملازم تھے۔ انکی صحبت میں شیعہ مذہب اختیار کیا۔ پھر رام پور سے باہر چلے گئے۔ اخر میں جاورہ میں ملازم ہوے۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں بہادر مرحوم کے با اختیار ہونے سے پہلے جاورہ میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوے۔ طب میں اچھی دستگاہ تھی ایک فرزند غلام عباس خاں یادگار چھوڑے۔

مولوی محمد نور خاں

ابن بشارت خاں ولد ملا حجاب خاں افغان قوم رزڑ رام پور میں پیدا ہوے۔ محلہ چوک محمد سعید خاں کے متصل مکان تھا۔ ان کی اولاد اب بھی اسی محلہ میں مقیم ہے۔ ملا حجاب خاں افغان سے تجارتی گھوڑے لیکر بعہد جناب نواب سید علی محمد خاں بہادر بدایوں آئے۔ ملا بشارت خاں کو جمعداری ملی اور بدایوں میں انتقال ہوا۔ اپنے والد اور علماے رام پور سے نہایت محنت سے علم حاصل کیا اور بے بدل عالم ہوئے۔ حافظہ بہت اچھا تھا۔ ایک جلسہ میں دو دو تین تین طلبا کو پڑھاتے تھے۔ فقہ۔ حدیث و تفسیر کا زیادہ درس ہوتا تھا۔ طلبا کو مکان پر پڑھاتے تھے۔ حضرت نواب فردوس مکاں صاحبزادہ عباس علیخاں۔ اور صاحبزادہ ہدایت علی خاں نے بھی آپ سے پڑھا۔ مفتی محمد سعد اللہ نے بھی آپ سے فیض پایا۔ مولوی جعفر علی خاں نے صرف و نحو آپ سے پڑھی تھی۔ درس کا طریقہ مقبول عام تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے ہنگامہ میں شوق شہادت دامنگیر ہوا۔ اپنے بیٹے امداد علی خاں اور عبد العلی خاں کو لیکر دہلی گئے۔ کالی پہاڑی پر انگریزوں کے مقابلہ میں ۱۶۔ ذیقعد کو مع امداد علی خاں فرزند کے شہید ہوے۔

امداد علی خاں کی اٹھارہ سال کی عمر تھی۔ کتابیں ختم ہو چکی تھیں۔ عبد العلی خاں زندہ واپس آئے۔ امداد علی خاں کی اولاد میں حافظ اسد علیخاں افسر فیل خانہ زندہ ہیں۔ اور ذی عزت ہیں۔

حکیم مولوی محمد فیاض خاں

ولد عبد اللہ اخوند۔ ولد مولوی بشارت اللہ اخوند قصبہ بلاسپور ریاست رام پور میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ تحصیل ہے اور رام پور سے شرق کو بارہ کوس کے فاصلہ پر ہے ابتدا از مولوی حفظ اللہ مدفون موضع ستورہ پرگنہ بلاسپور سے کتابیں پڑھیں۔ پھر مولانا فضل حق خیر آبادی۔ اور مولانا شاہ عبد العزیز سے علم حاصل کیا۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ ساکن کھڑہ کھوندل پور پرگنہ بلاسپور کے مرید ان خاص میں سے تھے۔ ریاست ٹونک میں بزمانہ نواب وزیر الدولہ بہادر مرحوم بعہدہ وکالت دو سو روپے کے نوکر تھے۔ چھیالیس برس کی عمر میں رجب کی پچیسویں تاریخ بارہ سو بہتر ہجری (۱۲۷۲ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔ آپ کا مزار قلاش خاں کی مسجد کے قریب کے قبرستان میں مولانا منیر علی مرحوم کے دروازہ کے سامنے ہے آپ کے فرزند حکیم محمد یوسف خاں نے ذیل کی تصانیف بتائی ہیں۔

تصانیف کے نام

خرد آموز۔ کثیر الفوائد۔ ضرور المبتدی۔ سراج الصبیان۔ گلزار جنت۔ آزمائش نامہ رسول معروف بہ فاختہ وباز نامہ۔ صولت حیدری۔ جواہر معانی۔ خلاصۃ القوانین۔ بحر الفیوض۔ سرچشمۂ فیض۔ منابع الفوائد۔ مجربات فیاضی۔ معروضات فیاضی۔ رسالۂ جراحت۔ رسالۂ ادویۂ مفردہ۔ قرابادین فیاضی۔ خلاصۃ العلاج۔ مثنوی شب چراغ۔ فالنامہ قرآنی۔ ترجمہ تاریخ مبلغ الجمان۔ شرح شعر قیمت۔

"گزارد پا اگر درچشم بلبل نخاروا ز خیال خندہ گل"

(اس شعر کے پچیس معنے لکھے ہیں) شرح شعر حافظ۔

"از نام چہ پرسی کہ مرا ننگ زنام ست وز ننگ چہ پرسی کہ مرا نام زننگ ست"

(اس شعر کے پندرہ معنے لکھے ہیں۔) محک العلما شرح شعر نظامی۔

"بہ بیں شیر گردوں جہاں چوں گرفت کہ خرگوش باماہ گردوں گرفت"

اِس شعر کی شرح نواب وزیرالدولہ بہادر نے امتحاناً لکھوائی تھی۔

ضوابط خمسین متعلق وکلاء۔ اِن کتابوں میں سے آزمائش نامہ اور جواہر معانی طبع ہوچکی ہیں۔ جواہر معانی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ اُردو میں تین ہزار سات سو باون شعروں میں نظم کیا ہے۔

مولوی مرزا محمد اکرم تخلص آشنا

ولد مرزا محمد اسلم۔ ولد مرزا احمد ولد مرزا محمد اسحٰق برلاس ولد مرزا ابراہیم مسعود برادر خالہ زاد سلطان محمود خراسانی۔

مرزا محمد اسحٰق برلاس ۱۰۹۰ھ میں تبریز میں پیدا ہوے۔ سن شعور میں سپہ سالار ملک ہرات ہوے۔ اور نادر شاہ کی جنگ میں ہرات میں فوت ہوے۔ مرزا محمد اسحٰق کے بیٹے مرزا احمد تحصیل علوم وفنون عربیہ واحادیث وتفسیر کے بعد ۱۱۴۵ھ اور ۱۱۵۰ھ کے درمیان دہلی آئے۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی نے آپ کے تبحر علمی کی وجہ سے نواب غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے مدرسہ میں مدرس اعلیٰ مقرر کردیا۔ آپ نے برلاس خاندان میں امرائے شاہی میں سے ایک جگہ شادی کی۔ اُن سے مرزا معظم۔ مرزا اعظم۔ اور مرزا محمد اسلم پیدا ہوے۔ مرزا معظم عین شباب میں گھوڑے سے گرکر مرگئے۔ مرزا اعظم باپ کی حیات میں دکن کو گئے۔ پھر انکا پتا نشان نہیں معلوم ہوا۔ مرزا محمد اسلم دہلی میں باپ کے پاس رہے۔ مرزا محمد امین کی

بیٹی سے شادی ہوئی۔ مرزا محمد امین بھی امرائے دربار میں سے تھے۔ ان کی بیٹی کے بطن سے مرزا محمد اکرم پیدا ہوے۔ مرزا احمد محدث کا انتقال دہلی میں ۱۱۸۶ھ میں ہوا ۱۱۷۶ھ میں مرزا محمد اسلم نواب عالی جاہ قاسم علی خاں والیِ بنگالہ کے دربار میں سپہ سالار ہو گئے۔ آپ کے اہل وعیال دہلی سے مرادآباد آئے اور بنگالہ کا قصد تھا۔ کہ نواب قاسم علی خاں کی حکومت ختم ہو گئی۔ مرزا محمد اسلم بنگالہ سے بریلی آئے۔ اور بحالت علالت مرادآباد پہونچے۔ اور مرادآباد میں ۱۱۸۰ھ میں انتقال ہوا۔ سید احمد صاحب کے طویلہ کی کھڑکی کے باہر دفن ہوے۔ اُسوقت مرزا اکرم کی عمر سات سال کی تھی۔ آپ اپنی والدہ کے ساتھ ۱۱۸۰ھ میں اپنی خالہ مولوی محمد مقیم کی بیوی کے گھر رام پور آئے۔ یہ مولوی صاحب جناب نواب سید محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر کے صاحبزادوں کے استاد تھے آپ بھی اخلاف نواب صاحب کے ساتھ پڑھتے تھے مولوی محمد مقیم بطور سفیر ریاست گورنر ہندوستان کے پاس بھی بھیجے جاتے تھے۔ تحصیل علم کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں ۱۱۸۹ھ میں آپ کی شادی مرادآباد محلہ مغل پورہ میں مرزا غلام مصطفےٰ بیگ کی دختر سے ہوگئی۔ علما کی صحبت سے رغبت تھی اُردو شاعری کا بھی مذاق تھا۔ آشنا تخلص تھا۔ تمام عمر صاحبزادہ سید محمد نظام علی خاں صاحب بہادر خلف جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے مصاحبوں میں رہے۔ اُردو کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں ہی ۱۲۳۳ھ میں رام پور میں انتقال ہوا۔ اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں چبوترہ کے نیچے دفن ہوے۔

آپ نے تین فرزند یادگار چھوڑے۔ مولوی مفتی عبدالقادر خاں، مرزا محمد ناصر۔ مرزا غلام باسط۔

حکیم محمد محسن خاں دہلوی

جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) تھے۔

خضر[۱] خاں خاصوں کے جماعہ دار کے درد سر کا علاج کرتے تھے۔ مگر فائدہ نہوا تو حکیم بایزید سے نواب صاحب بہادر نے رجوع کیا۔ انکے بزرگ اصلی[۲] باشندہ کشمیر کے تھے۔ کول قوم تھی۔ اتفاق سے بعہد جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر رام پور آئے۔ نواب صاحب موصوف کے صاحبزادہ نظام علی خاں صاحب سخت علیل تھے۔ کل طبیب عاجز آگئے۔ آپ کا علاج مفید ہوا۔ نواب صاحب نے اپنا اور کل خاندان کا علاج آپ سے متعلق کردیا۔ شہر میں حذاقت کی شہرت تھی۔

جناب عالیہ والدہ نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے انتقال کے بعد نواب نصر اللہ خاں صاحب کی نیابت کے زمانہ میں دہلی چلے گئے۔ طب کے علاوہ خوشنویس منشی۔ مورخ۔ اور موسیقی داں بھی تھے۔ فنون رسمیہ کے مصطلحات سے آگاہ تھے۔ مسائل کلامیہ۔ اختلافیہ۔ امامیہ۔ اور اشاعرہ سے خوب واقف تھے۔ لیکن گفتگو میں اپنی برتری کے خیال میں رنجیدہ بھی ہوجاتے تھے۔ کمپنی صاحب انگریز کے عہد میں میرٹھ میں پرمٹ کے داروغہ ہو گئے تھے۔ مگر میر عبداللہ عظیم آبادی کے جھگڑے میں موقوف ہوگئے۔ ۱۲۳۰ھ تک دہلی میں زندہ تھے۔

ایک لڑکا محمد احسن خاں باپ کے مرنے کے بعد زندہ تھا۔ ایک لڑکا محمد عابد خاں تھا۔ جو نوجوان قطب صاحب و دہلی کے درمیان راہ میں رہزنوں کے ہاتھ سے مرہٹوں کے تسلط دہلی کے زمانہ میں مارا گیا۔

یہ دونوں فرزند منکوحہ سے تھے۔ ایک تیسرا لڑکا اور بھی تھا۔

سید محمد مشتاق

ابن سید محمد جمال شاہ صاحب نبیرہ سرپا باصاحب۔ رام پور میں جمعہ کے دن شعبان کی پچیسویں تاریخ بارہ سو ترپن ہجری (۱۲۵۳ھ) میں بطن بی بی شمس النسا

---

[۱] فصول فیض اللہ خانی۔ [۲] روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

بنت مولانا فقیہ الدین سے پیدا ہوے۔ صرف نحو مولوی محمد شاہ سے حدیث مفتی
سعد اللہ اور فقہ ملا فقیر محمد افغانی سے حاصل کی پھر اکتساب طریقۂ باطنی پر
متوجہ ہوے۔ سکر و مستی ایسی غالب ہوئی۔ کہ دنیا اور ما فیہا کی خبر نہ رہی۔ بہت جوش
و خروش اور غیر مقیدی سے زمانہ بسر کرتے رہے۔ جب سکر دور ہوا اپنے والد سے
خرقۂ خلافت پایا اور مسند ارشاد کو زینت دی چالیس سال سے گھر سے قدم باہر
نہیں نکالا البتہ اس درمیان میں حج و زیارت کو ضرور تشریف لے گئے تھے۔
کسی کے مکان پر نہیں گئے۔ شب و روز یاد الٰہی میں بسر ہوتی ہی۔ مریدین حاضر
ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ اخلاق ایسے وسیع کہ ہر امیر اور غریب پر یکساں
شفقت ہی۔ آپ کے خلفا میں صاحبزادہ محمد رضا خاں۔ مولوی تجمل حسین گڈہ مکیسری
سید غضنفر علی شاہ دہلوی اور منشی رضا علی رام پوری ہیں۔ آپ نے کتاب سی حرفی
مصنفۂ مولانا عبد الکریم عرف کریم داد بابا اور سی حرفی تصنیف مولانا امام الدین
ننگرہاری عرف درویزہ بابا جسکا نام مخزن المعانی بھی ہی۔ اور پشتو زبان ہی
اپنے والد سے پڑھکر اردو ترجمہ کیا۔ مگر ابھی اسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ کہ آپکے
والد سے کسی مرید نے دیباچہ آپکے نام سے لگا کر اسکو چھاپ دیا۔ ۱۳۱۲ھ میں
اپنے ترجمہ کی تصحیح کر کے اس کا نام مرج البحرین رکھا۔ اور ریاست رام پور کے
سرکاری مطبع میں طبع کرایا۔ اس کتاب کے اخیر میں آپکے والد کے مکتوبات اور
کلام منظوم اور شجرہ خاندان بھی شامل ہی۔

حکیم محمد مشتاق خاں

ولد حکیم محمد اسحق خاں عرف مسیح الدین ولد حکیم مولوی فیاض خاں ساکن قصبہ بلاسپور
تحصیل ریاست رام پور۔ اپنے چچا حکیم عبد الرزاق خاں مرحوم کے شاگرد رشید
ہیں طب میں طبیعت رسا ہی۔ تیس سال سے جونا گڈھ میں مقیم ہیں۔ بطور خود

مطب کرتے ہیں کسی کی ملازمت نہیں کی۔ آپ کے فرزند محمد اسحق خاں ثانی اور محمود الآفاق خاں طلب علم میں مصروف ہیں۔

حکیم محمد مصطفیٰ[1] خاں

ولد حکیم محمود خاں ولد محمد اکبر خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ محلہ جھوٹر میں رہتے تھے۔ اپنے والد اور علمائے رام پور سے کل علوم فارسی و عربی اور طب حاصل کیے۔ اور طبابت ہی کا مشغلہ تھا۔ ١٢٨٩ھ بارہ سو نواسی ہجری میں رام پور میں انتقال کیا۔

سید مظفر حسین

ولد سید عباد اللہ عرف عبدو میاں صاحب سید حسنی از اولاد سید عبد الرزاق صاحب خلف اکبر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہم رام پور میں جناب نواب سید محمد علی خاں صاحب بہادر کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اول حفظ قرآن مجید کیا۔ پھر کتب فارسی و عربی خلیفہ غیاث الدین اور مولوی محمد علی شاگرد مفتی شرف الدین صاحب اور دیگر علمائے شہر سے پڑھیں۔ سید شاہ شبیر علی قادری رزاقی سے بیعت تھے۔ تمام عمر کسی کی نوکری نہیں کی۔ عبادت الٰہی اور درس تفسیر و حدیث سے کام تھا۔ کتابت کا بھی شوق تھا۔ بہت سی کتابیں نقل کیں۔ والد خبر گیراں تھے۔ تاریخ وفات کا حال معلوم نہیں ہوا۔ بیرون سرائے دروازہ منا شاہ کے تکیہ میں دفن ہیں۔ سید محمد منظر امام لڑکا چھوڑا تھا۔ آپکے شاگردوں میں سے اخون زادہ احسان خاں و حافظ محمد حسن خاں وغیرہ بہت سے ہیں۔

مولوی محمد مقیم

ان کا تعلق نواب مصطفیٰ خاں بہادر کے ہاں تھا۔ جو نواب سید غلام محمد خاں بہادر کے سالے تھے۔ ان[1] کی بیوی بھی نواب صاحب کے ہاں رہتی تھیں

[1] فصول فیض اللہ خانی۔

مولوی محمد کرم آشنا کے خالو تھے۔ اور جناب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کی طرف سے بطریق سفارت گورنر کے پاس آتے جاتے تھے۔

مولوی سید محمد گل خاں مشوانی

ابن[1] بخشی مولوی محمد عنایت اللہ۔ ابن مولوی عبدالحکیم (محشی شریفی میراث) ابن ملا محمد ظریف۔ ابن اخوند عبداللہ (جنکی اولاد نجیب آباد میں اخوند خیل مشہور ہے) ابن ملا یوسف ابن ملا بدرالدین عرف بدور۔ ابن ملا تفضل علی عرف تفض۔ ابن سید مشوانی۔ ابن سید محمد گیسو دراز (مدفون گلبرگہ جنکے ملفوظات مطبوع ہیں) ابن سید یوسف۔ ابن علی۔ ابن محمد۔ ابن یوسف۔ ابن حسین۔ ابن ابو عبداللہ الحسین الفدان۔ ابن ابی منصور محمد الاکبر۔ ابن عمر ابن یحییٰ۔ ابن حسین۔ ابن زید الشہید۔ ابن حسین۔ ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کنز الانساب مصنفہ حضرت سید مشوانی میں مفصل حال اس نسب کا لکھا ہے اور ہر ملک میں اپنی شاخ کے نامی بزرگوں سے منسوب ہیں۔ مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ۔ ایران وخراسان وغیرہ میں حسینی۔ زیدی وجندی کے نام سے اور افغانستان۔ کوہ سلیمان۔ اور بلوچستان کے حصوں میں جہاں آباد ہیں مثل کابل وقندھار۔ مواضع کوٹہ عجین نواح قندھار۔ موضع کڑرانی۔ ژوب۔ لورالائی۔ شیلاباغ زیارت وغیرہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور اور نجیب آباد میں مشوانی کہلاتے ہیں جس آباد گلبرگہ۔ حیدرآباد دکن مالیر کوٹلہ۔ دہلی اور امروہہ وغیرہ میں سید محمد گیسو دراز کی وجہ سے گیسوی نام ہے سادات پر جب مظالم عرب و عراق میں ہونے لگے تو سید محمد گیسو دراز کے مورث اعلیٰ وہاں سے افغانستان میں آئے۔ قوم تارن جو اولاد سید طاہر آب شناس کی تھی۔ اور جنکے مورث اعلیٰ سید طاہر سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں تھے۔ اور وہ قبیلہ کانکڑ کے قریب آباد تھے۔

---

[1] از سفرنامہ مولوی مجتبیٰ خاں مطبوعہ۔ جولائی ۱۹۱۴ء و خط مولانا موصوف۔

ان میں پناہ لی اور دختران قبیلہ شیرانی بختیاری اور کرورانی سے نکاح کیے۔ اور وہیں اُن کی اولاد آباد ہوگئی۔ بی بی مشو دختر سادات قوم تارن کے بطن سے جو اولاد ہوئی اُنکا نام مشوانی ہوگیا مسماۃ بخبنی دختر قوم شیرانی بختیاری کی اولاد کا نام شیرانی ہوگیا۔ دختر قوم کررانی کے بطن کی اولاد کا نام دَرَوک اور ہنی رکھاگیا۔

مولوی محمد گل کے والد مولوی سید عنایت اللہ احمد شاہ درّانی کے لشکر کے ساتھ پانی پت کی لڑائی میں شریک تھے اور نواب نجیب الدولہ بہادر کی فوج کے منجانب شاہ درانی مددگار تھے بعد ختم جنگ نواب صاحب نے شاہ سے آپ کو مانگ لیا۔ شاہ درانی نے تلوار اور مرصع کمر بند عطا کیا۔ اور ہندوستان میں رہنے کی اجازت دی نواب نجیب الدولہ نے اپنی فوج کا بخشی مقرر کیا اور خان کا خطاب بخشا جواب تک اُن کی اولاد کے نام میں ہے۔ مولوی محمد گل کے والد کا انتقال نجیب آباد میں ہوا۔ اور نواب عبدالقادر خاں کے ہنگامہ کے بعد نجیب آباد سے ترک وطن کر کے اپنے دو بیٹے مولوی عبدالرحیم خاں اور مولوی عبدالصمد خاں کو ساتھ لیکر اول حافظ رحمت خاں کے پاس گئے اور وہاں سے رام پور میں آکر محلہ فیل خانہ کہنہ میں مقیم ہوے۔ اور انتقال کے بعد اُسی محلہ کے قبرستان میں دفن ہوے۔ ابتدائی تعلیم کا حال نہیں معلوم ہوا۔ مگر فضل وکمال میں مشہور تھے۔ ظاہری علوم کے سوا باطنی فیضان سے بھی بہرہ یاب تھے۔ شافیہ شرح جامی پران کے حواشی ہیں۔

مولوی مرزا محمد ناصر

ولد مرزا محمد اکرم آشنا۔ رام پور میں پیدا ہوے۔ علوم درسیہ عربی کی تحصیل کے بعد انگریزی حکومت میں سلسلہ ملازمت اختیار کیا۔

مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ بمقام اجمیر تاریخ ۱۰ صفر ۱۲۳۹ھ مطابق ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۲۳ء میرا بھائی غلام ناصر جو مجھسے تیرہ سال چھوٹا ہے

ملنے آیا۔ علوم رسمیہ کی تحصیل کرلی ہی۔ ریاضی سے بہت مناسبت ہی۔ وبلڈرصاحب
اور طامس ہربرٹ کی عنایت سے جبل پور کا صدر امین ہی۔ حلیم خوش خو۔ وجیہہ
اور بے آزار ہی۔ مگر آرام دوست۔ اور کاہل وقت بہت ضائع کرتا ہے۔ ترقی دانش
وعلم میں کوشش کم ہی۔ طبع موزوں ہی۔ لیکن سب کام سرسری ہیں تنقید نہیں ہی
طب میں بہت مشق ہی۔ فصد میں نہایت دسترس ہی۔
ہوشنگ آباد میں صدر امین تھے۔ وہاں سے علیل ہوکر رام پور آئے۔ اور یہاں
انتقال ہوا۔ مولانا جمال الدین علیہ الرحمہ کے مزار میں مولوی عبدالقادر خاں
صدر الصدور کے برابر دفن ہوے۔ تاریخ وفات کا پتا نہیں ملا۔ ان کے ایک بیٹے
عبدالاحد تھے۔ نہایت حسین تھے۔ اودھ کے شاہی محلات میں کسی سے عقد کرلیا تھا
کلکتہ میں سنہ ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ مرزا محمد ناصر کو شاعری کا بھی ذوق تھا۔
یہ دو رباعیاں یادگار ہیں۔

رباعی بملاحظہ جناب نواب سید محمد یوسف علیخانصاحب بہادر فردوس مکاں

ہیش تو بہ دہر شہسوارے نہ بود	چوں من بزمانہ خاکسارے نبود
خواہم کہ رکاب تو بہ بوسد خاکم	برخاطر شہ اگر غبارے نبود
جسدن کہ بوتراب علی کو ملا خطاب	حیران تھے سب کہ معنی ہیں کیا اس خطاب کے
ابن علی نے اپنے تئیں خاک میں ملا	معنی سبھوں پہ کھولدیے بوتراب کے

مولوی حافظ محمد نذیر

ابن حافظ حاجی محمد صدیق بن حافظ محمد ہاشم بن محمد الغیر خاں غلزی ساکن رام پور
شاگرد مولانا ارشاد حسین مرحوم مجددی۔ نہایت متقی اور صالح تھے۔
سنہ ۱۲۸۹ھ میں کعبۃ اللہ کو گئے۔ اور وہاں دوار الشفا شرح قصیدۂ بردہ نامی کتاب
فارسی زبان میں لکھی اور جناب نواب کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کے نام پر

معنون کی اس شرح کو ان کے بیٹے مولوی محمد بشیر خاں نے سنہ ۱۳ھ میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپوایا ہے۔

مولوی محمد نبی خاں

ولد محمد شفاعت خاں قوم افغان۔ رام پور میں محلہ شاہ آباد دروازہ میں اٹھارہ سو ستر عیسوی (سنہ ۱۸۷۰ء) میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد علی خول کے سپاہیوں میں ملازم تھے۔ اور ناخواندہ تھے۔ مگر آپ کو تعلیم دلانے میں ہمت صرف کردی۔ آپ نے قرآن شریف قاری عبد المولی مرحوم مرادآبادی سے حفظ کیا۔ انبیٹھ ضلع سہارنپور جاکر مولوی سخاوت علی مرحوم سے صرف و نحو عربی کی کتابیں پڑھیں پھر حسن پور ضلع مرادآباد میں مولوی احمد الدین ولایتی ساکن باجبام خیل ضلع پشاور سے۔ کافیہ شرح جامی منطق میں قطبی تک اور فقہ میں کنز الدقائق تک کتابیں پڑھیں۔ دہلی جاکر مولوی عبد العلی ساکن عبد اللہ پور ضلع میرٹھ سے ادب پڑھا۔ اور رام پور آکر مدرسہ عالیہ میں درجۂ پنجم سے لیکر درجۂ اول تک کتب درسیہ پڑھیں۔ مولوی ارشد علی مرحوم مولوی مجاہد الدین بنگالی۔ مولانا فضل حق رام پوری مولانا ظہور الحسن رام پوری۔ مولانا محمد طیب مکی شمس العلما مولانا عبد الحق خیرآبادی اور مولانا اسد الحق خیرآبادی جو اس وقت مدرسہ عالیہ میں ملازم تھے۔ سب آپ کے اساتذہ میں ہیں اور کل کتابیں قراۃ پڑھی ہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ مولوی جعفر علی خاں مرحوم رام پوری سے اور باقی صحاح ستہ مولانا منور علی رام پوری محدث سے قراۃ پڑھیں۔ کتب طبیہ حکیم حسین رضا خاں مرحوم سے پڑھیں۔ مدرسہ عالیہ میں ملازم ہیں نہایت نیک۔ صاف باطن اور بے تکلف ہیں۔ تکالیف دنیوی پر صبر کی عادت ہو۔ اور استغنا کامل ہو۔ مدرسہ عالیہ کے وقت کے علاوہ اپنے مکان پر حسبۃ للہ طلبا کو بکثرت پڑھاتے ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

محمد نبی خاں تخلص معجز

ولد محمد سردار خاں ولد خدایار خاں رسالدار قوم افغان۔ جمادی الاولی کی تیرھویں یا چودھویں تاریخ بارہ سو ساٹھ ہجری میں رام پور میں پیدا ہوئے سن شعور میں کتب درسیہ فارسی کی تحصیل کے بعد علوم عربیہ مولوی حکیم عبدالکریم خاں رام پوری مفتی عبدالقادر میوی عبدالعلی جونپوری۔ اور سید لعلی خیرآبادی سے حاصل کئے۔ مولوی سید علی فی الحال حیدرآباد میں جج ہیں۔ فارسی کلام نظم سید منصور علی مرحوم کو اور اردو داغ دہلوی کو دکھایا دیوان ہے۔ مگر ابھی تک غیر مرتب ہے۔ اور طبع نہیں ہوا ہے خط نستعلیق مولوی سلام اللہ رام پوری اور میر عوض علی لکھنوی سے حاصل کیا۔ اس پیرانہ سالی میں بھی جلی اور خفی میں وہ قوت ہے۔ کہ آجکل نوجوان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ راقم سطور کے پاس دونوں قسم کے آپ کے کتبہ موجود ہیں سلسلۂ نقشبندیہ میں شاہ محمد امین الدین قدس سرہٗ ساکن دیوا کے بیعت ہے۔ آپ کے دادا خدایار خاں رسالدار ولایت سے آکر ٹونک میں نواب محمد امیر خاں مرحوم کے پاس قیام پذیر ہوئے تھے۔ آپ کے والد کی معافیات مرادآباد فتح گنج ضلع بریلی میں تھیں۔ اور لکڑی کی تجارت بھی کرتے تھے۔ اور نواب جنت آرام گاہ جناب نواب سید محمد خاں صاحب بہادر کے عہد میں آپ کے والد کوتوالی میں جمعدار تھے۔ اور شہر کی سولہ چوکیوں پر افسر تھے۔ آپ نے بھی تحصیل علم کے بعد دیہات استاجری میں چند گانوں لے لئے تھے بارہ سو نوے ہجری (سنہ ۱۲۹۰ھ) میں بھوپال گئے منشی وجیت علی صاحب کی وساطت سے نواب صدیق حسن خاں بہادر کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ آپکی قابلیت کی وجہ سے نواب صاحب موصوف نے امیدواری کا سلسلہ قائم کرادیا مولوی احمد رضا خاں کا تقرر گورنمنٹ کی طرف سے بھوپال میں ہوا۔ انھوں نے آپکی سفارش نہایت اچھے الفاظ میں کی۔ پھر آپ نے نائب ناظم اور تحصیلدار یکا امتحان دیا۔

اور درجۂ اول کی وکالت کی سند حاصل کی اب تک وکالت کرتے ہیں۔
آپ کے اوقات نہایت اچھے ہیں۔ باوجود وکالت دینی امور میں سرگرم ہیں۔
ذکر و شغل بھی جاری ہے۔ خوش اخلاق اور محبت آپ کا خمیر ہے۔ آپ کا ایک فرزند
الطاف علی خاں نامی تیرہ سو اکتیس ہجری (۱۳۳۱ھ) میں اکیاون برس کا ہو کر مر گیا۔
اب تین پوتے موجود ہیں۔ ان میں سے بڑا لڑکا محمد جعفر علی خاں فارسی۔ عربی۔ اور
دینیات میں استعداد کامل رکھتا ہے۔ اور بھوپال میں ملازم ہے۔ اُردو کلام کا نمونہ
تذکرۂ آثار الشعرا مطبوعۂ بھوپال میں موجود ہے۔

حکیم مولوی حاجی منور علی محدّث

ولد حکیم محمد مظہر حق۔ رام پور میں ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں
کئی پشت سے طبابت چلی آتی ہے۔ آپ کے دادا حکیم محمد حسن۔ اور اُن کے والد حکیم
محمد عظیم اور اُن کے والد حکیم محمد عبد الرحیم مشہور طبیب تھے۔
آپ نے درسیات عربیہ و فارسی کی تکمیل رام پور میں کی ہے۔ اپنے والد سے فارسی
حافظ محمد صدیق شمس العلما مولانا عبد الحق خیر آبادی اور دیگر اساتذہ سے دیگر
کتابیں پڑھیں۔ صحاح ستہ کی سند مولانا سید محمد شاہ محدث رام پوری سے
حاصل کی۔ طب کی تکمیل طالب علمی میں کر چکے تھے۔ اور کتب درسیہ طب حکیم
محمد یعقوب خاں رام پوری سے پڑھیں۔ اور مطب بھی کیا۔ حکیم محمود خاں کی حیات
میں حاذق الملک حکیم عبد المجید خاں کی خدمت میں بھی کچھ دن رہے اور اپنے
مکان پر چھبیس ستائیس سال سے مطب کرتے ہیں۔ مکان پر جو مریض آتے ہیں
اُن کا علاج ہمیشہ مفت کیا۔ مریض کو مکان پر جا کر دیکھا تو احباب میں کبھی ہدیہ
قبول نہیں کیا۔ کسی پہلو سے مریض کو اپنی فیس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے۔
ابتدائے عمر سے پابندی صوم و صلوۃ ہے۔ اخلاق نہایت وسیع۔ دوستوں اور

عزیزوں سے محبت غربا کی حاجت براری میں شفقت ہی۔ اب مدرسہ عالیہ میں کئی سال سے حدیث پڑھاتے ہیں۔ قانع اسقدر ہیں کہ باہر سے سوڈیڑھ سو کی ملازمت کے پیام آئے مگر نہیں گئے۔ کبھی کبھی ترک ملازمت کا ارادہ ہوا مگر راقم الحروف کی التماس سے فسخ کردیا۔ وعظ بھی ہر جمعہ کو اپنی مسجد میں فرماتے ہیں نہایت اثر زبان میں ہی۔ وجہ یہ ہو کہ ظاہر و باطن یکساں ہی طلبا کو پڑھانے سے کسی حالت میں عذر نہیں۔ اب بہت ضعف ہوگئے ہیں سال گذشتہ میں ایسے علیل ہوے کہ امید زندگی نہ تھی۔ صورت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نمایاں ہی خدا زندہ رکھے۔ فی الحال ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر عربی ہیں۔

حاجی محمدی صاحب

عرف حاجی صاحب دھنے۔ والد کا نام معلوم نہیں ہوا۔ قوم کے دھنے موضع حیات نگر متصل پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ گیارہ سو نوے ہجری میں (سنہ ۱۱۹۰ھ) حیات نگر میں پیدا ہوے۔ معلوم نہیں کن اسباب سے رام پور آئے اور لال مسجد میں قیام کیا۔ کچھ دنوں کے بعد رام پور میں عقد کرلیا اور پھلوار کے محلہ میں رہنے لگے۔ جس مسجد میں مزار آپ کا ہی۔ اسکو خام بنایا۔ اور اکثر اوقات اس مسجد کے جنوبی حجرہ میں رہتے تھے۔ لکھے پڑھے نہ تھے۔ مگر حق پرستی کا ذوق تھا اسلئے مسائل سے خوب واقف تھے جس زمانہ میں آپ کا قیام لال مسجد میں تھا۔ اُس وقت میں لال مسجد کے حجرہ میں یا مسجد کے قریب عبداللہ شاہ صاحب نامی ایک افغانی رہتے تھے۔ اُن کی یہ عادت تھی کہ پچھلی شب میں قیام گاہ سے برآمد ہوتے۔ اور ضرورتوں سے فارغ ہوکر پھر بند ہوکر بیٹھ جاتے تھے۔ اکثر لوگ ان سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے۔ مگر وہ کسی سے ملتفت نہیں ہوتے تھے۔ حاجی صاحب کو بھی ان سے اعتقاد ہوا۔ رات کو روزانہ انکے حجرہ سے قریب حاضر رہتے تھے۔ اور اپنی حاضری کسی نہ کسی طریقہ سے ثابت کردیتے تھے۔

ایک روز موقع پاکر خالی حجرہ میں حاجی صاحب بھی جا بیٹھے۔عبداللہ شاہ صاحب تشریف لائے۔توحاجی صاحب کو باہر ڈھکیلنے لگے۔ حاجی صاحب نے پانوں پکڑ لیے۔ اور عرض کیا۔کہ میں آپ کا غلام بنا چاہتا ہوں۔اور میرا حصہ آپ کے ہاں ہے۔ شاہ صاحب نے پھر مزاحمت نہ کی اور حاضر باشی کا یہ اثر ہوا کہ پانوں بھی دبانے لگے اور باتیں بھی ہونے لگیں۔ایک روز موقع پاکر حاجی صاحب۔نے بیعت کی استدعا کی۔اور عبداللہ شاہ صاحب نے چشتیہ طریقہ میں مرید کر لیا اور تعلیم ذکر شغل شروع کی۔ شاہ صاحب مولانا فخرالدین دہلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔حاجی صاحب نہایت خوش اوقات تھے۔ دھنائی میں بھی یہ کمال تھا کہ ایک چھٹانک روئی کو ایک انگرکھ میں بھرتے تھے۔اور جب آفتاب کے رخ پر انگرکھ کو دیکھا جاوے تو کسی جگہ روئی کی کمی بیشی معلوم نہیں ہوتی تھی۔مگر اجرت معمولی لیتے تھے۔بازار سے پرانا گودڑ خرید کر اسکے فتیلے بنا کر فروخت کرتے تھے۔یہی بسر اوقات کا ذریعہ تھا۔شہر کے غربا۔امرا۔عالم۔ جاہل۔اور طلبائے علم اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔اور آپ کی کراماتیں مشہور ہیں اکھڑے ہاتھ اور پانوں کو بھی چڑھاتے تھے۔اور یہ انکی برکت خاص تھی۔ کہ فوراً آرام ہو جاتا تھا۔راقم کے برادر معظم جناب محمد حشمت علی خاں صاحب بہادر کا ہاتھ لڑکپن میں اکھڑ گیا تھا۔آپ خدمت میں حاجی صاحب کے حاضر ہوئے۔مالش کرتے ہی درد وغیرہ جاتا رہا۔اور ہاتھ کام دینے لگا۔آپ کے خلفا میں محب اللہ صاحب مدنی اور آپ کے فرزند محمد صدیق صاحب مشہور ہیں۔معتقدین کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ دیگر خلفا کا حال معلوم نہیں ہوا۔حاجی صاحب نے نوے برس کی عمر میں اتوار کے دن عید کی گیارھویں تاریخ بارہ سو اسی ہجری (۱۲۸۰ھ) میں انتقال فرمایا اور خاص بازار قدیم میں لب راہ مسجد میں مزار ہے۔تمام تجہیز وتکفین کے مصارف نواب خلد آشیاں بہادر نے بھیجے اور انکے حکم سے مزار پختہ بنا۔ریاست سے دس روپے سال سالانہ

عرس کے لئے ملتے ہیں۔ آپ کے فرزند مولوی محمد صدیق صاحب کا انتقال ہوگیا۔ حاجی صاحب کے پوتے شاہ عبدالرزاق صاحب آجکل سجادہ نشین ہیں۔

مولوی محمد منیب خاں

ابن مولوی محمد اکبر خاں عرف حاجی عجیب گل خاں قوم افغان باجوڑی ساکن محلہ لال مسجد صفر کی بیسویں تاریخ سنہ بارہ سو اٹھاون ہجری (۱۲۵۸ھ) میں پیدا ہوئے۔ فارسی کتابیں اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں شیخ احمد علی اور اپنے والد اور ماموں سے پڑھیں۔ معقول اور ریاضیات مولوی عبدالعلی خاں ریاضی داں رام پوری وہدایت اللہ خاں رام پوری سے حاصل کی۔ فقہ اور اصول فقہ اخوند نالربار والے سے پڑھیں۔ حدیث اور فقہ مولانا عالم علی مرادآبادی سے اور طب کی کتابیں حکیم یعقوب لکھنوی اور مولوی نور کریم سے پڑھیں۔ پچاس سال سے برابر طلبا کو بغیر کسی معاوضہ کے پڑھاتے ہیں۔ کربلائے معلٰی اور نجف اشرف بھی گئے۔ سرکار مرزا سے صحبت رہی۔ حیدرآباد دکن سے ساٹھ روپے منصب کے پاتے تھے۔ چھ سات سال سے ریاست رام پور سے بھی پچاس روپیہ مہینا ملتا تھا۔
آپ کے ایک فرزند محمد منیف خاں ایف۔ اے پاس ہیں۔ اور گھر پر مستاجری دہات کا کام کرتے ہیں۔ افسوس کہ مولانا نے ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۰؁ء میں رام پور میں انتقال فرمایا۔ میاں سبحان شاہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے۔

ملا محمد یار

رام پور[1] کے رہنے والے تھے۔ شاہ درگاہی صاحب کے خلیفہ تھے۔

حکیم سید محمد یحیٰی عرف منّا میاں

ولد سید کاظم علی عرف قاضی میاں ابن سید نور شاہ ابن سید سلطان احمد عرف

[1] مجمع الکرامات۔

شاہ بھولے میاں صاحب۔ حضرت جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے رام پور محلہ راجدوارہ میں پیدا ہوئے۔ کتب فارسی و عربی کی تحصیل کے بعد کتب طبیہ چھ سال تک حکیم علی حسین خاں لکھنوی سے پڑھیں اور مطب بھی کیا۔ اسکے بعد پچیس سال تک حکیم محمد ابراہیم خاں سے پڑھا۔ اور ان کے مطب میں حاضر رہے۔ حکیم ابراہیم خاں کو آپ کی لیاقت پر ناز تھا اور امراض متضادہ کے متعلق اکثر آپ ہی سے نسخہ لکھایا کرتے تھے۔ اور اپنے والد حکیم یعقوب صاحب اور اُستاد حکیم میر محمد مرتعش صاحب کا مطب تمام و کمال آپ کو دیدیا تھا۔ اُس میں سے کچھ حصہ آپ نے حکیم حافظ عبدالعلی خاں مرحوم خلف حکیم محمد ابراہیم خاں صاحب مرحوم کو نقل کرادیا تھا شفاخانہ تحصیل شاہ آباد علاقہ رام پور میں ملازم تھے۔ اٹھاون سال کی عمر میں ۱۳۱۶ھ میں عارضہ ورم و اسہال کبدی سے انتقال فرمایا۔ اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے۔ اغفرلہ مادہ تاریخ وفات ہی۔

حکیم محمود خاں

ولد محمد اکبر خاں جنگ دوجوڑہ میں اُن کے والد اکبر خاں مارے گئے۔ محمود خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ علوم عربی و فارسی اور طب یہاں کے علما سے حاصل کی ریاست بھوپال میں پانچسو روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی۔ رئیس کو اس قدر اعتقاد تھا کہ کبھی رخصت نہ دی۔ بیس برس کی ملازمت کے بعد بھوپال میں غالباً ۱۲۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ حکیم مولوی محمد مصطفیٰ خاں۔ مولوی محمد مرتضیٰ خاں اور حکیم محمد مجتبیٰ خاں تین فرزند عالم فاضل۔ اور طبیب یادگار چھوڑے۔

مولوی محمود

جناب[۱] نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۸۰ھ) کے

---

[۱] انوار الرحمٰن لتنویر الجنان مولوی نور اللہ مطبوعہ صفحہ ۲۷۔

عہد میں جامع معقول اور منقول اُستاد مشہور تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن موحد لکھنوی نے انھیں سے ساڑھے چار برس تک رام پور میں کتابیں پڑھیں اور صدرا و شمس بازغہ تک کتابیں ختم کیں۔

مولوی محمود عالم

قوم کے سواتی والد کا نام مولوی محمد شاہ صرفی نحوی ہے۔ علوم درسیہ ملا عبدالرحیم مفتی شرف الدین۔ مولانا تراب علی لکھنوی۔ مفتی محمد سعد اللہ۔ مولوی عبدالجلیل علی گڈھی وغیرہ سے پڑھے۔ اسکے بعد بنگالہ میں مختلف مقامات پہ ملازمتیں کرتے رہے بعد وفات اپنے والد کے مدرسۂ عالیہ رام پور میں ملازم ہوئے۔ جمیع فنون کی کتابوں کا درس دیتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں سے مولوی محمد وزیر محدث حافظ محمد رضا خاں۔ ملا سید ولی۔ ملا معظم شاہ وغیرہم اور حکیم عبدالرشید خاں ہیں آغا جو لکھنوی نے بھی تمام کتب درسیہ اِن سے پڑھیں۔ اور ملا سید ولی ولایتی رام پوری سے بھی پڑھیں۔ اعظم شاہ ولایتی بھی رام پور میں ان کے شاگرد تھے۔ اور مدرسہ میں نوکر تھے۔ صرف و نحو میں تو اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ تیرہ سو دو ہجری (۱۳۰۲ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ رحلت از مولانا محمد سعید حیرت

مولوی محمود عالم عالمِ پرہیزگار	چوں زعالم شد قلوب عالمے راشد غمے
گفت حیرت سال فوتِ آنجناب از روے درد	رحلتِ محمود عالم کرد بیدل عالمے

۱۳۰۲ھ

مولوی محی الدین خاں

اصل میں طالبی تھے۔ رام پور میں نشو و نما ہوئی۔ نواب وزیر الدولہ کے عہد میں ٹونک گئے۔ وہاں ملازم ہوگئے۔ وہیں انتقال ہوا۔ عالم کامل تھے۔ اور عملیات کا بہت شوق تھا۔

مداری شاہ

یہ نہایت[1] صغیر السن تھے۔ کہ والدین مر گئے۔ کوئی سرپرست نہ تھا۔ خود کھانا پینا بھی نہ آتا تھا۔ شاہ درگاہی صاحب نے اُن کو اپنے پاس رکھا دونوں وقت اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی تک انکو اسی طرح رکھا شاہ صاحب کہا کرتے تھے۔ میرا بھولا مداری۔ نہایت درویش صفت آدمی تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی غرض نہ تھی۔ عبادت اور مجاہدہ سے کام تھا۔ ان کا مزار شاہ درگاہی علیہ الرحمہ کے مزار کے احاطہ میں ہے۔

مولوی حکیم مرتضےٰ تخلص مرتضیٰ

ولد قاری علی حسین ابن سید قمر علی حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے رامپور میں پیدا ہوئے۔ محلہ کڑہ جلال الدین خاں میں رہتے تھے۔ علوم عربیہ مولوی فضل حق خیرآبادی شمس العلما مولوی عبد الحق خیرآبادی۔ مفتی طالب حسن۔ مولوی عبید اللہ خاں رام پوری اور مولوی عالم علی محدث مرادآبادی سے پڑھے۔ طب حکیم محمد ابراہیم خاں لکھنوی سے پڑھی۔ خوشنویسی نستعلیق میں میر عوض علی کے شاگرد رشید تھے۔ شاعری میں نواب مرزا خاں داغ اور منشی احمد حسن خاں عروج خواجہ بشیر احمد۔ اور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے تلمذ تھا۔ خواجہ اللہ بخش صاحب چشتی ساکن تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخاں سے بیعت تھے۔ نواب عرش آشیاں بہادر اور اعلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہم کے استاد تھے۔ صاحبزادہ سید محمد علی خاں بہادر عرف چھٹن صاحب صاحبزادہ سید مصطفیٰ علی خاں بہادر مرحوم ہوم سکرٹری۔ اور ان کے والد صاحبزادہ سید محمود علی خاں صاحب بہادر مرحوم صاحبزادہ شبیر علیخاں صاحب بہادر ابن نواب خلد آشیاں بھی آپ کے زیر تربیت رہے۔ ضلع علی گڈھ میں علد بجلیل خاں

[1] مجمع الکرامات فارسی۔

خلیل الرحمٰن خاں۔ محمود صالح خاں۔ حافظ عبدالعلیم خاں۔ اور محمد عمر خاں کو بھی پڑھایا۔ شہر میں اور بہت سے شاگرد موجود ہیں۔ خوشنویسی میں بھی بہت سے تلامذہ زندہ ہیں۔ جلی وخفی نستعلیق خوب لکھتے ہیں۔ تصانیف میں تحفۂ حامدیہ منظوم اُردو طبع ہوچکی ہے۔ علاج الاطفال طب فارسی موجود ہے۔ حامد النحو عربی۔ نظم المعجزات نبوی اُردو بھی آپ کی تصانیف سے ہیں۔ مگر مکان میں آگ لگ جانے سے تلف ہوگئیں۔ رجب کے مہینے میں نوچندی جمعرات کے دن جولائی ۱۹۰۶ء میں انتقال فرمایا۔ جمعہ کے دن شاہ رفیق کے تکیہ میں دفن ہوئے۔ سید احمد حسن۔ سید رضا حسن خوشنویس۔ سید مبارک حسن۔ سید محمود حسن۔ زندہ ہیں۔ رسالہ تشبیہ فارسی مصنف کے قلم کا لکھا ہوا ۹۸ صفحہ کا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔

مولوی مرتضیٰ خاں

ولد حکیم محمود خاں ابن محمد اکبر خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ یہیں علوم عربی وفارسی حاصل کئے۔ نہایت فاضل اور بڑے فقیہ تھے ضلع کانپور میں انگلش گورنمنٹ کی ملازمت میں منصف کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ علیل ہوکر بحصول رخصت بھوپال گئے۔ تقریباً بارہ سو اٹھاسی ہجری میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے متاہل نہیں ہوئے تھے۔

پیر جی مرتضیٰ خاں

قیمت خاں جمعدار کے بیٹے رام پور میں جھولے والی املیوں کے محلہ میں رہتے تھے۔ مولانا سعد اللہ خاں رام پوری سے صرف ونحو پڑھی۔ غازی سید احمد رائے بریلوی سے بیعت ہوئے اور خلافت ملی۔ رام پور میں ریاست سے بطور پرورش چالیس روپے مہینا ملتے تھے۔ نواب وزیر الدولہ نے بہت اصرار سے ٹونک بلالیا۔ وہاں بہت دولت وعزت ملی۔ نواب محمد علی خاں والیٔ ٹونک اور اُن کی کل اولاد ان سے بیعت ہوئی۔ ٹونک ہی میں اُنکا انتقال ہوا اور موتی باغ میں مزار ہے۔

کتاب احسن الوصایا اُردو مطبوعہ ۱۳۰۹ھ۔ اور دافع الفساد نافع العباد قاطع الشرک والبدعات اُردو مطبوعہ ۱۳۱۲ھ ان کی تصنیف سے ہیں۔ ترجمہ اُردو راہ نجات۔ لکھکر بغرض تعلیم نسواں طبع کرایا۔ اولاد ٹونک میں ہے۔ مگر کوئی عالم نہیں ہوا۔ البتہ ایک بیٹا حکیم احسن اللہ خاں نے حکیم دائم علی اور حکیم برکات احمد سے طب پڑھی اور علاج کرتے تھے شوال ۱۳۳۲ھ ٹونک میں انتقال ہوا۔

پیرجی مرتضیٰ خاں

ولد مصری خاں ساکن محلہ محل کمیدان۔ ابتدا میں علوم دینی حاصل کئے پھر جناب حافظ شاہ جمال اللہ صاحب سے بیعت کی اور ریاضت و مجاہدہ کرنے لگے۔ حافظ صاحب کی رحلت کے بعد (۱۲۰۹ھ) شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ رام پور میں انتقال کیا اور اپنے محلہ کی مسجد میں جو خود تعمیر کرائی تھی دفن ہوئے۔ ایک سو پانچ سال کی عمر ہوئی۔

مستجاب خاں عرف بیرنگ شاہ

ولد مصطفیٰ خاں قوم افغان موضع شیخوپورہ تحصیل سوار ریاست رام پور میں رجب کی دوسری تاریخ سنہ بارہ سو ستاون ہجری (۱۲۵۷ھ) میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے کلام شریف پڑھا۔ اسکے سوا کوئی تعلیم نہیں ہوئی۔ مگر آخر میں اردو بے تکلف پڑھ لیتے تھے۔ بچپن میں آپ کو حالت بیداری میں حسین عورتیں ہنستی ہوئی نظر آتی تھیں۔ یہ حالت آپ نے اپنے والد سے کہی۔ آپ کے والد نے کہا ایسے وقت آیت قطب پڑھ لیا کرو۔ جب آپ یہ آیت پڑھتے وہ صورتیں ہنسی ہوئی نظر سے غائب ہو جاتیں۔ تھوڑے دنوں میں یہ حالت بالکل جاتی رہی آپ کے والد نے شیخوپورہ سے ترک سکونت کرکے موضع خان پور تحصیل سوار میں اقامت اختیار کی اور آپ کی شادی موضع کمود تحصیل سوار میں ہوئی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد

آپ اپنی سُسرال میں کھود چلے آئے۔ اور وہیں تا حیات رہے۔ ایک بار حالت جوانی میں ایک بزرگ کی صورت بحالت بیداری نظر آئی اور غائب ہو گئی۔ دوبارہ پھر وہ صورت حالت بیداری میں نظر آئی تو آپ نے نام دریافت کیا۔ اُس صورت نے اپنا نام جعفر شاہ بتایا۔ یہ شعر پڑھا۔

مست ہی رہتے ہیں ہم دن رات کیا ہم قلندر رہیں ہماری ذات کیا

اس شعر کو سنکر آپ کو جذب لاحق ہوا۔ بڑے بڑے لکڑ جو پانچ چھ آدمی نہیں اُٹھا سکتے اپنے ہاتوں پر لئے پھرتے تھے۔ موضع کھود کے نیچے دریائے کوسی رواں ہے۔ گرمیوں کے موسم میں اسکے گرم ریت میں جاکر اپنے آپ کو دبا دیتے اور گھنٹوں اُس دھوپ میں ریت پر لوٹا کرتے۔ اُسی حالت مستی میں حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔ دہلی کے پاس کوئی موضع مالم ہے وہاں میاں جعفر شاہ رہتے تھے۔ یہ وہی صورت تھی جو ان کو دوبارہ نظر آئی تھی۔ میاں جعفر شاہ نے حکم دیا کہ تمھیں کھانا ملا کریگا۔ خانقاہ کے لئے جنگل سے لکڑیاں لایا کرو۔ چھ مہینے تک اس کام کو کیا۔ عادت تھی نہیں ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے چھ مہینے کے بعد میاں جعفر شاہ نے حکم دیا کہ اب تم خواہ کعبۃ اللہ کو جاؤ یا مکان کو اب تمھیں اجازت ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں سمندر کے کنارہ تک گیا۔ اسکے سوا کچھ نہیں فرمایا۔ لوگ کہتے ہیں حج ادا کیا تھا پھر اپنے مکان کو واپس آئے۔ جذب بالکل جاتا رہا تھا۔ میاں دیدار شاہ خلیفہ میاں احمد علی شاہ نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ میاں دیدار شاہ کا مزار موضع لسوی علاقہ تراکین میں تحصیل بلاسپور سے جانب شمال علاقہ انگریزی میں تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ مزار کے متعلق باغ اور مسجد اور خانقاہ بہت خوشنما دریائے ہیگل کے کنارہ ہے اُسی جگہ میاں نظام الدین ترک خلیفہ شاہ درگاہی کا بھی مزار ہے میاں دیدار شاہ سے بیعت ہو کر ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہو گئے بہرنگ شاہ نام آپ کے پیر نے رکھا ہے۔ اور پیر و مرشد آپ کے

فرمایا کرتے تھے کہ بیرنگ شاہ ایسا فقر کم دیکھنے میں آیا۔ یہ حالت سلوک تا حیات قائم تھی۔ نماز روزہ کی سخت پابندی تھی۔ دروازہ میں آپ کا جہاں مصلا نماز کا بچھا تھا سانپ آجاتے تھے۔ آپ اُن کو نہیں مارنے دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ ہم انھیں تکلیف نہ دینگے۔ تو یہ ہمیں نہ ستائیں گے۔ آپ کے والد کی گذر کاشتکاری پر تھی۔ آپ کا گزر توکل پر تھا۔ سنہ اٹھارہ اکیانوے عیسوی (۱۸۹۱ء) میں ریاست نے آپ کو ایک قطعہ اراضی موضع کھودیں دیا اس میں چھوٹا سا باغ لگایا اور کچھ اراضی میں کاشت ہوتی تھی۔ لوگوں نے وہاں ایک قبہ اور چبوترہ پختہ بنوادیا تھا۔ ایک بڑا کنواں بھی بنوایا۔ مہمانوں کے لئے مکان بھی بنے ہوے ہیں۔ آپ کے مرشد بھی کبھی کبھی آپ کے پاس آتے تھے۔ رجب کی دوسری تاریخ سنہ تیرہ سو بارہ ہجری (۱۳۱۲ھ) میں انتقال ہوا اور اُسی قبہ میں دفن ہوے۔ مرید بہت سے تھے۔ لیکن اجازت بیعت کسی کو نہیں دی اور فرماتے تھے میرے پیرو مرشد حیات ہیں جسکو وہ قابل سمجھیں گے خلیفہ کر دینگے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مرشد میاں دیدار شاہ نے چند لوگوں کو خلافت عطا کی منجملہ ان کے میاں محمد شاہ اب صاحب سجادہ ہیں۔ اور مزار پر تمام امور کے متکفل ہیں۔

میاں محمد شاہ ہندو کایستھ موضع نریت نگر تحصیل سوار کے باشندے ہیں پہلے خواب میں میاں بیرنگ شاہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اور خواب کی بدولت اسلام سے مشرف ہوے۔ میاں بیرنگ شاہ کے ایک لڑکا عبد الوہاب نامی تھا۔ مگر وہ بچپن ہی میں مرگیا۔ اب کوئی اولاد نہیں ہے۔

مسترشدالنسا بیگم معروف بہ روشن جہاں آرا بیگم

بنت[۱] مولانا محمد ارشد۔ شاہ رؤف احمد مجددی کی والدہ ہیں۔ ولادت آپ کی

---

[۱] جواہر علویہ۔

نجیب آبادمیں ہوئی۔ جب ان کے والد مع تمام قبائل کے رام پور میں آئے تو نواب نصراللہ خاں نائب نواب سید احمد علی خاں بہادر مرحوم ان کے والد مولانا محمد ارشد کے مرید ہو گئے۔ ان کو اپنے والد سے بیعت تھی۔ ہر وقت اذکار اور عبادات میں مشغول رہتی تھیں۔ آپ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر رکھا تھا کہ جسکے حق میں دعا کرتیں قبول ہو جاتی۔ اخیر عمر میں بصارت بالکل جاتی رہی مگر اوقات نماز پر سب گھر والوں کو ہدایت کرتیں۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز پڑھو خصوصًا برسات کے موسم میں متواتر تجربہ ہوا۔ ایک نماز کے لئے وضو کر کے دوسری نماز کے واسطے پانی بھر کر پاس رکھ لیتیں مرنے سے چھ مہینے پہلے قسم قسم کے امراض پیدا ہوئے۔ پنجشنبہ کو عشا کی نماز کے بعد بائیسویں محرم بارہ سو اکتالیس ہجری (۱۲۴۱ھ) کو رام پور میں انتقال فرمایا۔ محلہ بڑے پیر صاحب کے جھنڈے میں اپنے والد کے مزار کے متصل دفن ہوئیں۔

مولانا محمد مرشد

ولد مولانا محمد ارشد ولد مولوی فرخ شاہ ابن خواجہ محمد سعید ابن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہم۔ آپ گیارھویں صفر گیارہ سو سترہ (۱۱۱۷ھ) کو سرہند میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلی اور نقلی میں کامل۔ اعلیٰ درجہ کے محدث اور مفسر تھے۔ نسبت باطنی میں بھی کمال تھا۔ کتاب سرالمرشدین میں حالات مفصل ہیں۔

گیارہ سو ستر (۱۱۷۰ھ) میں سرہند کو تیسری بار جب سکھوں نے تباہ و برباد کیا تو آپ مع اہل و عیال رام پور تشریف لائے۔

باطنی سلوک کی اجازت حدیث کی سند مصافحہ کی سند اور صحاح ستہ کی سند اپنے والد سے لی۔ قادریہ۔ خرقہ جو شاہ سکندر سے مجدد علیہ الرحمہ کو ملا تھا۔ وہ آپ کو اپنے والد سے ملا۔ اپنے آبا و اجداد کے سجادہ نشین تھے آپ سے بہت سے خرق عادات ظاہر ہوئے۔

سلہ جواہر علویہ۔

ایک مرتبہ میاں ضیاء النبی (جنکی مسجد اور گھیر مشہور ہے) کو خفقان ہوا آپ کی توجہ سے بالکل صحت ہوگئی۔ ایک بار[۱] انگریزوں نے رام پور پر چڑھائی کی جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے آپ سے دعا کی التماس کی انگریز چند روز کے بعد چلے گئے ایک شخص جُنُب سہواً آپ کے حلقۂ مراقبہ میں آگیا۔ آپ نے اسکو آگاہ کردیا۔ ایک شخص اجنبی عورت کے ساتھ کھانا کھا کر آیا آپ نے مکاشفہ سے حالت معلوم کرکے اس کو منع کیا۔ ملا محمد ارم۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے علوم ظاہری کی تکمیل کرکے بہت سے بزرگوں کی خدمت میں سلوک باطنی کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ایک روز خواب میں دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپ کے پیرزادہ کے پاس جاؤ ملا ارم صبح کو حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا ملا تم سفارش لیکر آئے ہو پھر بیعت کرلیا۔

ملا کا بیان ہے کہ ہاتھ پکڑتے ہی زمین و آسمان آئینہ کی طرح روشن ہوگئے۔ میرے پیر و مرشد منشی محمد رشد علی خاں قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ شاہ درگاہی علیہ الرحمہ کو حالت استغراق بہت رہتی تھی۔ اور قلبی جوش و خروش کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس حالت میں آپ کو یہ خیال ہوا کہ اب تکمیل باطنی ہوچکی ایک روز حافظ شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ کے حضور میں حسب عادت حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب نے فرمایا درگاہی کبھی مولانا رشد کے ہاں بھی حاضر ہوتے ہو عرض کیا کبھی نہیں ارشاد ہوا کہ کل جانا۔ عصر و مغرب کے درمیان میں۔ شاہ درگاہی صاحب مولانا رشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات پڑھا رہے تھے۔ جسوقت شاہ درگاہی پہونچے اُسوقت یہ درس تھا کہ جوش و خروش اور واردات قلبی تو سلوک باطنی کی ابجد ہے۔ درس ختم ہوا تو ہوا تو شاہ صاحب جناب حافظ شاہ جمال اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضور آج تو کمر ٹوٹ گئی۔ ہمت پست ہوگئی۔ ارشاد ہوا کہ درگاہی پھر ایسے خیالات

---

[۱] اِس واقعہ کا ذکر کسی تاریخ میں نہیں ہے۔

فاسد کیوں باندھے تھے۔ مولانا مرشد تقویٰ۔ طہارت۔ اتباع سنت میں نہایت مستعد تھے۔ علوم ظاہری بھی پڑھاتے تھے۔ اور تلقین باطنی بھی کرتے تھے شنبہ کے دن ظہر کی نماز کے وقت انیسویں رجب کو بارہ سو ایک ہجری (۱۲۰۱ھ) میں رام پور میں انتقال فرمایا۔ محلہ بڑے پیر صاحب کے جھنڈے میں وسیع قبرستاں میں ایک مختصر مسجد ہے اُس مسجد کے صحن سے ملحق ایک چھوٹی سی چار دیواری میں مزار ہے۔

مولوی مسعود خاں ولد مولوی نظام الدین خاں

رام پور کے رہنے والے پورے عالم تھے۔ روزگار پیشہ تھے۔ اخیر میں ٹونک میں جاکر دیوانی کے ناظم نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد میں ہوئے۔ نواب عبیداللہ خاں ساعی تھے۔ نواب ابراہیم علی خاں صاحب کو عبیداللہ خاں صاحب سے تکدر ہوا تو یہ موقوف ہو گئے۔ عبیداللہ خاں نے ان کو بھوپال میں نواب صدیق حسن خاں کے پاس بھیجدیا وہاں جاکر ملازم ہو گئے۔ رام پور میں ۱۹۔ جون سنہ اُنیس سو چار عیسوی (سنہ ۱۹۰۴ء) میں انتقال ہوا۔ اور اپنے والد مولوی نظام الدین خاں مرحوم کے برابر میر باز خاں کے گھیر میں دفن ہوئے۔

ملا مسعود عالم خاں

ولد میاں احمد اخون زادہ تمام کتب عقلیہ و نقلیہ مفتی شرف الدین مولوی عبدالرحیم مولوی تراب علی لکھنوی۔ مفتی محمد سعداللہ وغیرہ سے پڑھیں۔ جھولے والی اہلیوں کے محلہ میں مکان تھا۔ رام پور ہی میں پیدا ہوئے۔ نہایت متورع۔ متوکل اور عابد زاہد تھے۔ خانہ نشین تھے۔ ابتدا میں تمام کتابیں پڑھاتے تھے۔ اخیر عمر میں درس و تدریس چھوڑ دی تھی۔ اور رات دن زہد و عبادت میں رہتے تھے۔

حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت بھی بدرجۂ کمال تھا۔ قوی ہیکل اور دلبر بھی تھے۔ صاحبزادہ باقر علی خاں بہادر مرحوم کے ہاں کبھی کبھی آتے جاتے تھے۔

تقریبًا بارہ سو اٹھانوے ہجری (۱۲۹۸ھ) میں انتقال ہوا۔ اور محلہ کے قبرستان میں دفن ہوے۔

مصاحب جنگ

یہ کوئی ذی علم بزرگ تھے۔ ہشت خلد فارسی مولفۂ غلام جیلانی رفعت کے دیباچہ میں وحشت خلد کی ترتیب دہندوں میں انکا نام بھی ہے۔

تاریخ وفات از عنبر شاہ خاں عنبر

چوں گزشتِ ازجہاں مصاحب جنگ　　رگِ جانم کشاد نشترِ آہ
وز پے استطارِ سال وفات　　از دِ غمِ سینہ سوز) پیشد سرآہ
۱۳۱۳ ـ ۱۲ = ۱۳۰۱ھ

مولوی مصری خاں

احمد شاہ کے حملہ کے زمانہ میں ولایت سے آئے۔ آنولہ میں مقیم ہوے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں بہادر نے اپنے مصاحبوں میں رکھ لیا اور رام پور کو ہمراہ لائے۔ ایک سو روپے مہینا مقرر کر دیا۔ علوم عربیہ خصوصًا علم دین میں کامل تھے۔ ایک مسجد اور دو تین مکان بنائے جو اب تک محلہ کمبدن میں موجود ہیں۔ رام پور میں انتقال کیا۔ ایک سو دس سال کی عمر ہوئی دریا خاں کے گھیر میں دفن ہوے۔

مظفر خاں تخلص گرم

ولد محمد خاں قوم پٹھان۔ رام پور میں پیدا ہوے۔ علوم و فنون متداولہ حاصل کر کے دہلی میں نواب محمد عبد اللہ خاں برادر حقیقی جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کے مصاحبوں میں مدتوں رہے۔ جب وہ میرٹھ گئے۔ تب بھی اُن کے ساتھ تھے۔ ذوق سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ اخیر میں جے پور چلے گئے تھے۔ وہاں جمادی الآخر کی دسویں تاریخ بارہ سو پچاسی ہجری

(۱۲۵۸ھ) میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوا اور جے پور ہی میں دفن ہوئے۔
نمونۂ کلام گلستانِ سخن قادر بخش صابر اور انتخاب یادگار میں ملاحظہ ہو۔

حاجی حافظ مولوی حکیم مظہر علی

اصل وطن مراد آباد محلہ کسرول تھا۔ قوم شیخ مفتی محمد سعد اللہ کے داماد تھے۔ عربی۔ فارسی۔ طب۔ علمائے رام پور اور مفتی محمد سعد اللہ۔ حکیم علی حسین خاں و حکیم محمد ابراہیم خاں لکھنوی سے حاصل کی۔ فن ڈاکٹری کی بھی تحصیل کی۔ آپ کی ذہانت اور علمیت کی زبانوں پر داستانیں ہیں کچھ دنوں مدرسۂ عالیہ ریاست رام پور میں مدرس رہے۔ ریاست اندور میں ابتداً بزمرۂ اطبا سو روپے ماہانہ پر اور پھر سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر مقرر ہو گئے تھے۔ رام پور اور باہر کے اکثر طلبا کو پڑھایا۔ عربی کے اکثر فنون میں مہارت تھی۔ ہدیہ سعیدیہ پر کچھ اعتراض کئے تھے۔ معلوم نہیں چھپے یا نہیں۔ ماہ شوال سنہ بارہ سو اٹھانوے ہجری (۱۲۹۸ھ) میں لاولد اندور میں انتقال کیا۔ عیدگاہ اندور کے متصل بڑھ کے درخت کے نیچے مزار ہے۔

حکیم مظہر احسن خاں تخلص احسن

ولد حکیم مجتبیٰ خاں۔ ابن حکیم محمود خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی کی تکمیل مولوی عبد المجید خاں۔ سید علی حسین اور مولوی نور النبی صاحب سے کی۔ خطِ نسخ میں حافظ فیاض کے نستعلیق میں میر عوض علی صاحب کے شکست و شفعا میں منشی عطا حسن کے شاگرد تھے۔ خط گلزار اور غبار اپنی ایجاد تھی ہفت قلم تھے۔ عروض و قافیہ میں مولوی جمال شاہ خاں اور منشی مظفر علی خاں اسیر کے شاگرد تھے۔ شاعری میں پہلے مرزا اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد تھے پھر اسیر سے اصلاح لینے لگے۔ ایک دیوان فارسی ایک دیوان اردو یادگار ہے۔ عروض سیفی فارسی کی شرح اردو میں نہایت بسط سے لکھی۔ طبیب حاذق تھے۔ بہت بڑا مطب تھا۔

پیلی بھیت ہی میں قیام تھا۔ لکڑی کی تجارت بھی کرتے تھے مطب کی ترقی کی وجہ سے لکڑی کی تجارت ترک کی اور زمینداری خرید لی ۱۳۰۲ھ میں پیلی بھیت سے خورشید آفاق نامی اُردو کا ہفتہ وارا خبار نکالا۔ اور مطبع کا نام مطبع مظہری رکھا۔ درس کا شغل بھی جاری تھا۔ پیلی بھیت میں بہت سے شاگرد ہیں۔ تصانیف کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ مارچ کی پندرھویں کو اٹھارہ سو اکیانوے عیسوی (۱۸۹۱ء) میں سنتالیس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ اور پیلی بھیت ہی میں دفن ہوئے اولاد میں کوئی عالم نہیں ہوا۔

مولوی مظہر جمیل

فرزند اصغر مولوی مفتی شرف الدین۔ اکتساب علوم وفنون کے بعد اپنی حسن لیاقت سے ساگر ملک متوسط کے منصف مقرر ہوئے۔ پھر ہرداہنڈیا میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر ترقی کی۔ غدر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپکے حسن انتظام سے ضلع ہوشنگ آباد اور اسکے اطراف میں امن رہا۔ برٹش گورنمنٹ نے اِس خیر خواہی کے صلہ میں خلعت وشمشیر وگھڑی وغیرہ کے علاوہ راجہ گنگا دھر باغی کی ضبط شدہ علاقہ میں سے چار ہزار سالانہ کی جاگیر آپ کو دی۔ اور اسکی بقیہ علاقہ کا انتظام آپکے فرزند مولوی فضل القادر کے نام ہوگیا۔ مولوی مظہر جمیل کی شادی حافظ سید علی جان ساکن رام پور محلہ تھانہ جھیانی کی دختر سے ہوئی تھی۔ سید صاحب زمیندار موضع پیپل گانوں اور موضع بھرت پور واقع تحصیل بسولی ضلع بدایوں تھے۔ مقام ہرو امیں انتقال کیا اور اسٹیشن کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک مولوی فضل القادر اور دوسرے مولوی حفظ الکبیر اور تین بیٹیاں تھیں۔ مولوی فضل القادر ۱۸۵۷ء میں تحصیلدار سدنی ملک مالوہ تھے۔ بعد کو ڈپٹی کلکٹر اضلاع منڈلا ہوشنگ آباد اور گنڈوا کے ہوگئے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو کر پنشن لیلی۔ انکی شادی رام پور میں

محلہ مدرسہ کے خانزادوں میں ہوئی تھی مولوی فضل القادر کے فرزند مولوی ظہور الاسلام تھے جو ہاتی پکڑنے کے شوق میں سیلون کو گئے۔ اور علیل ہو کر وہیں لاولد انتقال کیا۔ ایک بیٹی تھیں جو مولوی منظہر المحمود فرزند مولوی حفظ الکبیر کو منسوب ہیں۔

مولوی حفظ الکبیر فرزند اصغر جبل پور میں میر منشی ہوے۔ چند روز کے بعد ملازمت ترک کر دی۔ شکار کا شوق تھا۔ غریب پروری اور دوست نوازی کی کوئی حد نہ تھی بڑی شان و شوکت اور مجمع کے ساتھ سیر و شکار کرتے تھے اپنی جاگیر کھڑپاپڑہ ضلع ہوشنگ آباد کی آمدنی بھی بڑھائی ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ء میں اندور میں انتقال کیا۔ اور غفور خاں کی چھاونی میں دفن ہوے۔ مولوی منظہر المحمود اور ظہیر السعید دو فرزند یادگار ہیں۔

مفتی شرف الدین صاحب کی اولاد بعنایت الٰہی رام پور میں موجود ہے۔

چونکہ اب اس خاندان کا تعلق سکونت بالکل رام پور میں نہیں ہے۔ اس لئے مجمل حالات یہاں لکھدئے۔

مولوی منظہر جمیل کی تین بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی حافظ محمد حسن خاں ساکن رام پور محلہ تھانہ جمیانی کو منسوب ہوئیں جنکی اولاد میں حافظ محمد یعقوب خاں ملازم محکمہ صدر رام پور موجود ہیں۔ دوسری بیٹی سید عفیف الدین پسر عبدو میاں ساکن محلہ تھانہ جمیانی خالہ زاد بھائی کو منسوب ہوئی تھیں۔ جو لاولد مریں تیسری بیٹی ابھی تک کہ ۱۲ صفر ۱۳۴۲ھ ہے زندہ ہیں۔

مولوی معزالدین خاں

قوم کے خٹک تھے۔ ولایت سے رام پور آئے۔ علم فقہ ولایت میں حاصل کر لیا تھا۔ ملا عرفان کی مسجد کے قریب رہتے تھے۔ چھیانوے برس کی عمر ہوئی تقریباً بارہ سو اڑسٹھ ہجری (۱۲۶۸ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا خسرو باغ کے مشرق میں جو قبرستان کے اندر مسجد ہے اسکی پشت پر دفن ہوے۔ تین اولادیں یادگار

چھوڑیں ایک عبدالرشید خاں ۔ دویم ۔ مولوی حکیم حافظ عبدالمجید خاں سویم عبدالصمد خاں ۔

معظم خاں عرف فقیرجی

قوم پٹھان شاہ آباد دروازہ رہتے تھے ۔ ابتدا میں گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے ۔ ایک بار ہردوار سے گھوڑے لیکر دہلی گئے ۔ وہاں سید غلام حسین صاحب عرف خلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہم سے بیعت ہوکر خلافت پائی ۔ گھوڑوں کی تجارت ترک کر کے ٹٹو پر غلہ باہر سے لاد کر لاتے اور فروخت کرتے ۔ پھر اسکو بھی ترک کیا اور بھینسیں پالکر دودھ فروخت کرنے لگے ۔ دودھ کے خریدار کے سامنے اول دودھ کے برتن کو آنچ پر رکھکر خوب خشک کر لیتے ۔ پھر دودھ دوہتے ۔ اسکو بھی پھر ترک کر دیا ۔ اور گھاس کھود کر سر پر لاتے اور بازار میں فروخت کرتے ۔ اس زمانہ میں ایک بوجھا گھاس کا دو منصوری پیسے کو فروخت ہوتا تھا ۔ وہی دو پیسے منصوری روزانہ مصارف کا ذریعہ تھے ۔ لیکن ان تمام حالات میں جانماز اور مٹی کا برتن وضو کے لئے ساتھ رکھتے تھے ۔ اخیر عمر میں گھانس چھیلنا ترک کر دی تھی ۔ اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے تھے ۔ کہ ایک روز گھانس چھیلتے چھیلتے یہ صدا آئی کہ کب تک مجھے قتل کرو گے ۔ غالبًا اسکے بعد اُنکی اولاد کفیل تھی ۔ شہر کے باہر اکثر چلے جاتے کسی ضعیف مرد یا عورت کو بوجھ لاتے ہوے دیکھتے تو خود اپنے سر پر رکھکر اُسکا بوجھ پہونچا دیتے تھے ۔ مرض فتق اور پتھری کا تھا ۔ مؤلف انوار العارفین سے فرماتے تھے ۔ کہ جو ریزہ پتھری کا نکلتا ہے اُسمیں بھی لذت محسوس ہوتی ہے ۔ اور اُن سے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ میں نے میاں حسن شاہ محدث کو کچھ نصیحت کی تھی ۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسا نیک ہے ۔ کہ ہماری اولاد کو نصیحت کرتا ہے ۔ بہت سے آپکے مرید تھے ۔ حافظ محمد عمر خاں

مرحوم۔ شاہ جی نظر محمد خاں مرحوم اور میاں حسن شاہ محدث آپ کے خلیفہ تھے۔
جمادی الاولیٰ کی پچیسویں تاریخ بارہ سو سرسٹھ ہجری (۱۲۶۷ھ) میں انتقال ہوا اور
بیرون شاہ آباد دروازہ متصل روشن باغ سڑک سے غرب کی جانب چھوٹے سے
احاطہ میں پختہ مزار ہے۔ آپ کے قدموں میں شاہ جی نظر محمد خاں دفن ہیں۔
پوتوں کی اولاد موجود ہے۔ مگر درویشی کا اثر نہیں۔

مولوی محمد مغل خاں

رامپور میں رہتے تھے۔ دس برس سے عارضہ در دیجی سوداوی مراقی تھا سید محمد قاسم
شاہ صاحب اور مولوی محمد بادشاہ صاحب کے ایما سے حکیم بایزید اخون زادہ نے علاج
کیا۔ اور اچھے ہو گئے۔ مولوی عبدالقادر خاں صدر الصدور اپنے روزنامچہ میں انکو
محدث لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے انکو نہیں دیکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
۱۲۱۴ھ سے قبل انتقال ہو گیا تھا۔ یہ بھی روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ آجکل اُن کے
پوتے مولوی محمد سعید موجود ہیں۔ حافظ قرآن ہیں اور جملہ فنون درسیہ میں
مناسبت ہے۔ اور فتح پور میں قائم مقام صدر امین ہیں۔ طبع موزوں ہے اور
نثر نویسی میں قدرت ہے۔

مُلا معظم شاہ ولایتی

رام پور میں آکر مفتی سعداللہ۔ مولوی عبدالعلی خاں اور مولوی محمود عالم سے کتابیں پڑھیں۔
مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس بھی ہو گئے تھے۔ محلہ کیلے والے تالاب پر شادی کی
ایک بیٹا چھوڑ کر یہیں رام پور میں انتقال کیا۔ بیٹا علم سے بے بہرہ ہے۔

مولوی معین الدین

ولد مولوی ظہور الدین وکیل۔ آپ کے والد بنگالہ کے رہنے والے تھے۔ رام پور میں

سلہ فصول نیفراسد خانی ورق ۲۱۰۔

تکمیل علم کے بعد عقد کر لیا۔ اور وکالت کی سند لیکر وکالت کرنے لگے۔ رام پور ہی کو وطن بنا لیا۔ مولوی معین الدین کی تعلیم میں پوری کوشش کی۔ مولانا محمد طیب مکی مرحوم کے تلامذہ میں داخل ہوئے۔ درسیات عربی سے فارغ ہو کر مدرسہ عالیہ میں مدرس مقرر ہو گئے۔ تخمیناً تیس بتیس سال کی عمر میں ۱۹۱۵ء کی طاعون میں رام پور میں انتقال ہوا۔

مولوی سید منصور علی

اصل[1] نام سید زین العابدین عرف منصور علی بن سید حسن علی۔ مولانا رستم علی کے نواسہ تھے۔ آپ کی والدہ امام النسا مولانا رستم علی کی بڑی صاحبزادی تھیں آپ کا تین برس کا سن تھا۔ کہ والدہ کا انتقال ہوا۔ نانا کے گھر میں پرورش ہوئی میاں رفیع الدرجات نزہت تخلص سے کتابیں پڑھیں۔ علم کا زیادہ شغلہ نہ رہا۔ مگر طبیعت قدرتی طور پر رنگین اور ذہن رسا تھا۔ نظم فارسی اور اردو میں کامل دستگاہ تھی۔ فارسی نظم میں طبیعت گویا بحر رواں تھی۔ تاریخ گوئی میں بےمثل تھے۔ فی البدیہ مادۂ تاریخ نکالتے تھے۔ نکاح نہیں کیا تمام عمر تجرد اور عبادت میں گزار دی۔ جب نکاح کے لئے لوگوں نے مجبور کیا تو یہ قطعہ طبعزاد پڑھ دیا۔

بنامرادیِ من سرو کے رسد کہ من ۔۔۔ بروں ز گلشن واز آشیاں ہمی مانم
دگر ز حالتِ آزادیم چہ مے پرسی ۔۔۔ کہ در محلۂ آزاد خاں ہمی مانم

رام پور میں محلہ بنگلہ آزاد خاں کے نام سے موسوم ہے وہیں آپ کا مکان تھا۔ جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں (۱۸۵۵ء تا ۱۸۶۵ء) ایام ولیعہدی سے دس روپے ماہانہ عطا فرماتے تھے۔ یہ دس روپے آپ کے لئے دس ہزار کا حکم رکھتے تھے۔ کسی کے گھر گئے نہ کسی چیز کے طالب ہوئے اپنے

[1] تواریخ عجیبہ مولوی نثار علی رام پوری۔

ماموں مولوی محبوب علی سے جنکا مزار مراد آباد میں ہی بیعت تھے ہر وقت داڑھی کو کپڑے سے چھپائے رکھتے تھے۔ ایک بڑی چادر کندھے سے اُوڑھے رہتے تھے۔ چھ چھ مہینے تک کپڑے نہیں بدلتے تھے۔ کبھی ایک ایک سال ہو جاتا کہ گھر سے قدم باہر نہیں نکالتے۔ اور کبھی شہر اور جنگل میں روزانہ مہینوں سب بھر پھرا کرتے۔ ہر وقت ایک چھوٹی سی چھڑی۔ ایک پشت خار۔ ایک تسبیح اور پیتل کی چھوٹی سی تختی پاس رہتی تھی۔

ہر وقت اُس تختی پر انگلی سے کلمہ طیبہ لکھا کرتے تھے۔ اپنا کلام کبھی تحریر نہیں کرتے تھے۔ لوگ لکھکر لیجاتے تھے۔ کل کلام برزبان یاد رہتا تھا۔

بجواب گلستان سعدی ایک گلستاں لکھی سات باب لکھے تھے۔ کہ خواب میں سعدی کو دیکھا کہ وہ منع کرتے ہیں۔ وہ ناتمام لوگوں کے پاس رہی۔ کریما۔ ماقیما۔ اور مخموٓسہ کو تضمین کیا تھا۔ خالق باری کو واقعہ کربلا کے بیان میں تضمین کیا۔

کہتے ہیں کسی بوٹی سے چاندی بھی بنا لیتے تھے۔ مگر کبھی اپنی ضرورت کے لئے نہیں بنائی۔ آپ کا مکان برسات میں گرنے لگا جس طرف کا حصہ گر گیا دوسرے حصہ میں جا بیٹھے یہانتک کہ چند سال میں کل مکان گر گیا۔ نہ کسی کو عملہ اُٹھانے سے منع کیا نہ کسی سے مرمت کرائی کل عملہ کا خاتمہ ہو گیا۔ کسی خدمت میں حاضر ہونے والے نے چھیڑ دیا تو اُسی میں مر کر اُٹھے ہر وقت حاضر باشوں کا دربار لگا رہتا تھا۔ کبھی ملنا بھی ترک کر دیتے تھے صوم صلوٰۃ کے سخت پابند تھے۔ رمضان میں ایک شب میں پورا قرآن بھی سنا کرتے تھے۔ کسی کو مرید نہیں کیا۔ نہ کبھی اس قسم کی گفتگو کرتے تھے۔ تحقیق زبان فارسی۔ شعر و شاعری۔ فقہ اور تصوف کی باتیں اکثر کرتے تھے۔ کلام اور تصانیف کو کسی نے جمع نہیں کیا۔ ذیقعدہ کی اکیسویں تاریخ تیرہ سو چھ ہجری سنہ ۱۳۰۶ھ میں انتقال ہوا۔ اور اپنے نانا مولانا رستم علی کے مزار میں

دفن ہوئے۔ نماز جنازہ میں اکثر علما صلحا اور امرا شہریک تھے۔

حافظ مولوی سید منیر علی

ابن[۱] مولوی رستم علی ابن مولوی سید محمد اسمٰعیل ابن مولوی سید محمد اسحٰق۔ رمضان کی پانچویں تاریخ بارہ سو بائیس ہجری میں بعہد جناب نواب سید احمد علی خانصاحب بہادر (۱۲۰۹ ہو ۱۲۵۶ھ) رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ مولانا جمال الدین کی صاحبزادی تھیں۔ بچپن میں سوتے سوتے لفظ اللہ کہتے اور ایک آہ کھینچتے۔ مولانا جمال الدین نے یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ یہ بچا بزرگ اور ولی ہوگا۔ اپنے والد اور دیگر اساتذہ شہر سے فارسی عربی کے کل علوم و فنون حاصل کئے اپنے بھائی مولوی محبوب علی اور اپنے والد کے تلامذہ مولوی عبدالرحیم اور مولوی بزرگ علی جو کول میں منصف تھے اُنسے بھی استفادہ کیا۔
حافظ تھے۔ اور قرأت خوب جانتے تھے۔ اپنے والد سے سلسلہ قادری میں بیعت کی اور مثل خدام کے والد کی خدمت میں ہر وقت سرگرم رہتے تھے۔ آپ کی شادی مرادآباد میں بنت سید محمد علی شاہ صاحب سجادہ شاہ بلاقی سے ہوئی جنکا نام دولت النسار تھا۔ بیوی بھی نہایت مرتاض اور اہل دل تھیں۔ علوم ظاہری کی ساتھ باطنی ریاضت اور مجاہدہ بھی خوب کیا۔ میاں محمد علی خلف اصغر حافظ محمد امین نہٹوری کی خدمت سے بھی باطنی فیض پایا۔ قرآن شریف اس طرح پڑھتے تھے کہ لوگ روتے تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔
حافظ غلام نبی ساکن رام پور۔ سید حسین شاہ محدث رام پوری۔ مولوی غلام ناصر خاں اہلکار گوالیار۔ مولوی غلام حضرت خاں رام پوری۔ حکیم مولوی نظر علی مرادآبادی مولوی اشرف علی مرادآبادی۔ فتح جنگ خاں۔ مولوی محمد اسحٰق مولوی

---

[۱] تواریخ عجیبہ سید نثار علی رام پوری قلمی۔

اکبر علی خاں رام پوری سید ظہور حسین وکیل ہائی کورٹ الہ آباد۔ سید منصور علی رام پوری۔ مولوی عبد الواحد مہاجر حکیم رحمن بخش جو جیپور میں تھے۔ حافظ عبد الحکیم برادر قاری عبد الرحیم۔ اور مولوی احمد حسن وغیرہ آپ کے شاگرد و نیس نامور ہیں۔ نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کے دربار میں علماے شہر سے ایک جگہ نماز جمعہ ہونے پر گفتگو بہت خوب کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسیکا لحاظ نہ تھا۔ مراد آباد میں ایک روز مسجد خواجہ مصطفےٰ صاحب سے صبح کی نماز پڑھکر مکان کو آتے تھے۔ سید احمد علی شاہ صاحب سجادہ مزار شاہ بلاقی بھی ساتھ تھے۔ راہ میں آتے ہوے۔ دیکھا کہ سید مظہر علی شاہ اپنے دیوان خانہ میں مع احباب کے بیٹھے ہیں۔ امیر بخش رنڈی ستار بجارہی ہی۔ سید احمد علی شاہ سے کہا تم اپنے بھائی کو منع نہیں کرتے یہ کیا بدعت کرتا ہی۔ انھوں نے عرض کیا کہ جوان آدمی ہی میری نہیں سُنتا۔ آپ اک ڈنڈا لیکر گئے۔ ڈھولک اور ستار توڑ دیا اور سب مجمع درہم برہم ہوگیا۔ سید مظہر علی شاہ سے کہا یہ وہ مکان ہی جس میں طالبانِ خدا نے برسوں عبادت کی ہی۔ تو اولاد ہوکر عبادت خانوں میں یہ فسق کرتا ہے۔ وہ خاموش ہوگئے۔ لوگوں نے آپ کے مارنے کا ارادہ کیا ظہر کی نماز تو گھر میں پڑھی اور عصر کو لکڑی لیکر مسجد میں آئے۔ کچھ لوگ جمع تھے۔ فرمایا جسکا حوصلہ ہو آئے۔ مگر کسی کی جرأت نہیں ہوئی۔ پہلے آزاد خاں کے بنگلہ پر رہتے تھے۔ پھر مسجد قلاش خاں کے پاس رہنے لگے مسجد بالکل شکستہ تھی۔ اُسکو درست کرایا۔ ملازمت کے بہت سے پیام آئے مگر قبول نہیں کی۔ ایک ملک تحصیل سوار میں بلکھڑہ نامی ہی۔ اُس سے گزر تھی ۱۸۵۷ء کے غدر میں فوج رام پور اور مراد آباد کے باشندوں سے مراد آباد میں جھگڑا ہوگیا۔ یہ واقعہ کدو خانی کے نام سے مشہور ہی۔ مراد آباد میں اہل مراد آباد کو جو رام پور والا ملتا مار ڈالتے تھے پچیس تیس

آدمیوں کو آپ نے بچایا اور پھر اہلِ شہر سے مصالحت کرا دی جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں نے بلاکر تیس روپے ماہانہ مقرر کردیے۔ آپ کی علمت اور کرامتیں مشہور ہیں۔ انتقال سے ایک ہفتہ پہلے ملنے والوں سے کلمات رخصت فرماتے تھے۔ پنجشنبہ کے دن عثمان خاں خادم سے فرمایا کل بعد نماز جمعہ ہمارے ساتھ والد کے مزار پر چلنا۔ اور شیرینی لینے جانا۔ تم کو فائدہ ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا آپ پیدل کیونکر جائیں گے۔ فرمایا خیر پالکی نہیں ہو تو تمھارے کندھوں پر چلے چلیں گے۔ شب جمعہ میں ایک پلنگ قبلہ رُخ بچھوایا۔ اور خود با ہمت اُٹھکر قبلہ کی طرف منھ کر کے لیٹ گئے۔ اور ذکر شروع کردیا۔ جمعہ کے دن بعد نماز صبح رجب کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو نوے ہجری (۱۲۹۰ھ) میں انتقال فرمایا۔ اور اپنے والد مولانا رستم علی کے مزار میں بیرون شہر دفن ہوے۔ قبر پر آپ کے فرزند مولوی نثار علی کی تصنیف یہ تاریخ کندہ ہی۔

شد فوت آن سراج منیر و فروغ دیں ۔۔۔ سالش نثار گفت کہ مخدوم متقیں

مولوی محی الدین خاں

آپ رام پور میں (۱۸۰۲ء) سنہ اٹھارہ سو دو عیسوی میں پیدا ہوے۔ اور اخون زادہ محمد عیاض خاں سے جو عالم متبحر تھے کل علوم عربیہ پڑھے۔ اخون زادہ موصوف کا انتقال ۱۸۱۵ء میں ہو گیا۔ اسکے بعد آپ کو ملازمت کی تلاش ہوئی ٹونک میں جناب نواب امیر خاں بہادر کے ہاں ملازم ہوے۔ اور وہاں سے جاورہ گئے۔ نواب محمد غفور خاں بہادر کے میر منشی مقرر ہو گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد ۱۸۲۳ء میں کلکتہ گئے۔ اور مدرسہ عربیہ کمپنیہ میں تین سال تک عربی کی تکمیل کی۔ اور انگریزی بھی حاصل کی۔ علمائے کلکتہ نے اپنی تحریر مورخہ ۳۱۔ جولائی ۱۸۲۶ء مطابق ۵۔ ربیع الآخر ۱۲۴۲ھ میں آپ کی استعداد اور ہمہ دانی کی بہت تعریف کی ہی۔

کلکتہ میں سر ہنری فین کمانڈر انچیف کے دفتر میں نوکر ہوکر میر منشی کے عہدہ تک ترقی پائی۔ اس کے بعد سندھ کو گئے۔ وہاں کپتان ولیم فریڈرک کرٹس اور کرنل اوٹرم کے رسالہ میں میر منشی ہوئے۔ میجر جنرل سر چارلس نیپیر گورنر ممالک مفتوحہ سندھ نے اپنے پروانہ مورخہ ۴۔ جنوری ۱۸۴۴ء میں لکھا ہی کہ تم نے استعفا پیش کیا ہی۔ ابھی کام تمھارا باقی ہی۔ مگر بوجہ تمھاری ضرورت کے منظور کیا جاتا ہے۔ تم نے اپنی ابتدائی ملازمت میں ۱۴۔ جون ۱۸۴۲ء تا ۴۔ جنوری ۱۸۴۳ء تک سکھر کی ایجنسی میں کرنل اوٹرم رزیڈنٹ سندھ کے پاس نہایت محنت اور خیر خواہی سے کام کیا۔ اور ایک سال چار مہینے ہمارے پاس ایام صلح اور جنگ میں نہایت امانت اور ہوشیاری سے خدمتیں انجام دی ہیں وہاں سے ترک تعلق کے بعد لاہور میں میجر ایف۔ گریگر ڈپٹی کمشنر کے پاس آئے اور سررشتہ دار قلعہ لاہور مقرر ہوئے۔ میجر موصوف نے تحریر مورخہ ۵۔ مئی ۱۸۵۱ء میں آپ کی خدمتوں کا نہایت اچھی طرح اعتراف کیا ہی۔ اسکے بعد راجہ دلیپ سنگھ کی تعلیم و تربیت پر بحکم گورنمنٹ انگریزی مقرر ہوئے۔ جب راجہ ولایت کو گئے۔ آپ لاہور سے آکر ریاست جے پور میں فیصلہ سرحدات کے لیے بطور امین مقرر ہوئے۔ اور وہاں بھی انگریز اور ریاست کے حکام دونوں خوش رہے۔ اور پھر جے پور میں نائب فوجداری پر ترقی پائی۔ یہاں سے ترک تعلق کر کے آبو پر راجپوتانہ ایجنسی کے میر منشی ہو گئے۔ آبو سے علیحدہ ہوکر اودے پور کی ایجنسی کے میر منشی مقرر ہوئے۔ اسکے بعد راجپوتانہ کی ایجنسی میں ۲۷۔ اپریل ۱۸۶۰ء کو مستقل میر منشی مقرر ہوئے۔ اور چودہ سال تک اِس خدمت کو نہایت احتیاط اور بیدار مغزی سے انجام دیکر مستعفی ہوکر ریاست جے پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ایام غدر کی خدمات کے صلہ میں برٹش گورنمنٹ نے آگرہ کے دربار میں ۳۱۔ نومبر ۱۸۵۹ء کو دو ہزار روپیہ کا خلعت دیا اور سو روپے ماہانہ بلا خدمت وظیفہ مقرر کیا۔ اور ریاست جیپور نے

غدر ۱۸۵۷ء کی خدمت کے صلہ میں اپنی ریاست میں دو گانوں کھو کا پاس اور سربرام پور عنایت کئے اسکے علاوہ بھی ریاست نے مکان اور چند دوکانیں انعام میں دی تھیں۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۳ء کو بانوے برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور جے پور میں مولانا شاہ ضیاء الدین کے احاطہ مزار میں دفن ہوے۔ مرنے کے قریب مال کا اکثر حصہ اعانت غربا۔ کفالت فقرا اور اشاعت و تقویت دین میں صرف کیا۔ کتابیں شاہی۔ بہت عمدہ اور وافر جمع کی تھیں وہ بالکل تلف ہو گئیں۔ ایک فرزند شرف الدین خاں رام پور میں فوت ہو گئے۔ دوسرے بطن کی اولاد جے پور میں ہے حاجی محمد علیخاں مرحوم ممبر کونسل جے پور اور سشن جج ریاست رام پور نے آپ کے مختصر حالات اور اسناد و پروانہ وغیرہ ۱۸۹۳ء میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع کرائے تھے اس مختصر سوانح عمری سے یہ حالات لکھے ہیں۔

مولوی موسیٰ خاں

ولد احمد خاں۔ محلہ راج دوارہ میں رام پور میں پیدا ہوے۔ کتب معقول مولوی فضل حق خیر آبادی۔ مفتی شرف الدین مولوی جلال الدین نابینا۔ مولوی جمال شاہ خاں صرفی نحوی۔ مولانا عبد العلی خاں ریاضی داں سے پڑھیں۔ فقہ اخون صاحب سے پڑھا۔ جو چھوٹے صاحب کے باغ کے پاس رہتے تھے۔ طب میں قانون تک حکیم علی حسین خاں لکھنوی سے کتابیں پڑھیں کتابیں خصوصاً طب کی پڑھاتے بھی تھے۔ مگر شطرنج میں ید طولیٰ تھا۔ رات دن شطرنج کھیلتے تھے۔ اور خوب کھیلتے تھے۔ غالباً ۱۳۰۳ھ میں انتقال ہوا محلہ نالہ پار کے قبرستان میں دفن ہوے۔ اولاد ناخواندہ ہے۔

حکیم سید مہدی علی کمال

ولد حکیم سید ضامن علی جلال لکھنؤ میں پیدا ہوے۔ فارسی۔ عربی۔ عروض کی تکمیل

کرنے کے بعد طب پڑھی۔ مطب خوب تھا۔ والد کے انتقال کے بعد رام پور آئے۔
ریاست نے پچاس روپے مہینا مقرر کردیا تھا۔ اور اپنے مکان پر مطب بھی کرتے تھے۔
جامع اللغات جو امیر اللغات کا فی الحال تام ہو۔ اور اُسکی ترتیب ریاست میں ہو رہی ہو
اُسکی تدوین میں بھی شریک تھے۔ نہایت خلیق۔ بیحد متین۔ اور قابل تھے۔ آپکی
کئی تصنیفیں عروض وغیرہا کے متعلق چھپ گئی ہیں۔ صفر کی دوسری تاریخ سنہ تیرہ سو
انتیس ہجری (۲۹ سنہ ۱۳ھ) میں رام پور میں انتقال فرمایا۔

میر ملھو تخلص صنعت

صاحب تذکرہ تکملۃ الشعرا لکھتے ہیں کہ شاہجہاں آباد کے رہنے والے تھے۔
آنولہ کمشنری بریلی میں نشو ونما پائی۔ چند روز سے رام پور قیام ہے۔
سادات حسینی سے ہیں۔ زید بن علی کرم اللہ وجہ سے سلسلۂ نسب ملتا ہو۔
جوان صالح اور بردبار ہی۔ درویشی کا شوق ہے۔ تنہائی میں بسر ہوتی ہے۔
دولتمندوں سے نہیں ملتے ہیں۔ فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں کبھی کبھی
شعر کہتے ہیں اپنے ہاتھ سے جو اشعار لکھکر دئے وہ درج تذکرہ ہیں۔ انتہی
کلام فارسی سے معرفت علمی اور قوت بیان ظاہر ہے۔ تعلیم عربی کی تفصیل نہیں
معلوم ہوئی۔ آپ کا دیوان اُردو قلمی کتب خانہ ریاست میں موجود ہو، ۴ صفحہ ہیں۔
جناب نواب سید احمد علی خاں بہادر کا کوئی بٹیر مر گیا جو بہت پسند تھا اُس کی
تاریخ اور نوحہ مخمس میں لکھا ہی۔ اس تاریخ سے واضح ہو کہ ۱۲۳۶ھ کے بعد انتقال ہوا ہے۔

دل سے نکلتی ہو مرے درد سے اسکے غم میں آہ | کھانچہ سے تن کے ہو خفا ہائے بغیر اشتباہ
ہفتہ کے روز لی وہیں ملک بقا کی نے راہ | غرہ دومی ربیع اور بوقت چاشت گاہ

دار فنا سے کیا کہوں حیف وہ اُڑ گیا بٹیر

آنکھوں[1] کے میرے سامنے ہائے وہ اُڑ گیا تو پھر | جانے سے اسکے آہ آہ دل پہ قلق ہوا تو پھر

[1] اصل نسخہ میں یہی عبارت ہو۔

دل کو تشفی دی تو میں اور قلق گھٹا تو پھر — سال وفات اسکا جب دل سے طلب کیا تو پھر

آئی ندا یہ طالبا آہ ثمر و اثیر

۱۲۶۸ھ

میر حسین تخلص تسکین

ولد میر حسن عرف میرن صاحب شاہ جہاں آباد کے رہنے والے۔ آپ کا نسبی سلسلہ فرخ سیر بادشاہ کے وزیر حسین علی خاں کے قاتل میر حیدر سے ملتا ہے آپ کی ولادت دہلی میں ۱۲۱۸ھ میں ہوئی۔ فارسی کی تکمیل مولوی امام بخش صہبائی سے کی۔ شاہ نصیر اور مومن خاں سے نظم میں استفادہ کیا۔ طبیعت بہت پاکیزہ اور ذہن رسا تھا۔ تلاش معاش میں لکھنؤ گئے۔ ناکام آئے۔ کئی سال میرٹھ میں رہے۔ رام پور میں آئے۔ تو ریاست نے قدر دانی کی۔ زمرۂ ملازمین میں داخل ہوئے۔ سکڑوں شاگردوں نے فائدہ حاصل کیا۔ شوال کی سترھویں تاریخ بارہ سو اڑسٹھ ہجری (۱۲۶۸ھ) میں رام پور میں انتقال کیا۔ جناب نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے مقبرہ کے متصل دفن ہوئے۔ پچاس برس کی عمر ہوئی۔ آپ کے بیٹے میر عبدالرحمٰن کو مومن خاں نے فرزندی میں لیا تھا اور میر عبدالرحمٰن ہی نے مومن خاں کا دیوان مرتب کیا تھا۔ آپ کا مختصر دیوان اردو ۲۰۷ صفحہ کا کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔ قربان علی سالک نے تاریخ وفات لکھی ہے۔

ارم میں مومن و تسکین و عارف

یہ تینوں شاعر ایک ہی سال مرے ہیں۔ ان کے بیٹے میر عبداللہ غمگین نہایت حسین و خوبرو تھے باپ کے ساتھ رام پور میں آکر علاقہ عدالت میں نوکر ہو گئے تھے تیئیس برس کی عمر میں ۱۲۶۶ھ میں ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ انتقال ہوا۔ باپ بیٹوں کی قبریں برابر ہیں کلام کا نمونہ انتخاب یادگار اور گلستانِ سخن قادر بخش صابر میں ملاحظہ ہو۔

۱؎ انتخاب یادگار۔ خمخانۂ جاوید جلد دوم۔ ۲؎ گلستانِ سخن۔

مولوی محمد

قوم افغان۔ غالباً انکا انتقال بارھویں صدی کے اخیر میں ہوا مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں۔ کہ میں نے صغر سن میں ان کو دیکھا تھا فقہ میں ایک کتاب ان کی کتب خانہ ریاست میں موجود ہی۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا سید عالم علی مراد آبادی مشہور ہیں۔ حیدر علی خاں ولد انور خاں رئیس اور جلال الدین شاگرد تھے۔

مولوی معوان حسین

پسر دوم حضرت مولانا ارشاد حسین مغفور۔ رام پور کے کھاری کنوئیں محلہ میں تیرہ سو چھ ہجری (سنہ ۱۳۰۶ھ) میں پیدا ہوے۔ فارسی و عربی کتب مولانا شاہ سلامت اللہ اعظم گڈھی۔ اور مولانا عبدالغفار خاں رام پوری سے پڑھیں۔ اب خدا کے فضل سے خود درس دیتے ہیں۔ مدرسہ ارشادیہ میں طلبا کو پڑھاتے ہیں۔ طلبا کا ہجوم ہے۔ اللھم زد فزد۔ بہت خلیق اور متواضع ہیں۔ زہد و تقویٰ میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم ہیں۔ مولوی حافظ محمد عنایت اللہ خاں سے نقشبندی طریقہ میں مجاز ہیں۔ مدرسہ ارشادیہ جسکی عمارت نو تعمیر عالیشان بن چکی ہی۔ اسکے مہتمم اور منتظم آپ ہی ہیں۔ بلکہ یہ مدرسہ بھی اب آپ کی ذات سے وابستہ ہی اللہ تعالیٰ اسکو ترقی دے۔ ریاست سے آپ کا وظیفہ مقرر ہی۔ اور کچھ جائداد بھی ہی۔

ناصر خاں

ولد نجابت خاں۔ نجابت خاں پٹھان سالارزی ساکن بونیر تھے۔ دولت و ثروت بہت تھی۔ نواب سید علی محمد خاں بہادر غفراں مآب سرہند سے انکو اپنے ہمراہ لائے۔ فقیہ تھے۔ زیادہ قیام بریلی میں رہا اور محمد عمر خاں کی بہن ان کو منسوب تھیں۔

سلہ تذکرہ علماے ہند مولوی رحمن علی صفحہ ۱۰۰۔ سلہ روزنامچہ مولوی عبدالقادر خاں۔

اور بریلی ہی میں انتقال ہوا۔ ناصر خاں ذی علم اور شاعر تھے۔ ولادت کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی۔ پیر بیرام خاں کی دختر سے عقد ہوا جنکا حال اسی کتاب میں ہے۔ ملا احمد خوں سے بینتی ناصر خاں کا انتقال رام پور میں ہوا اور اللہ ہو کے تکیہ میں دفن ہوے۔ غلام محمد خاں اور حکیم غلام احمد خاں فاخر دو فرزند یادگار رہے۔

ناصر خاں

صاحب تذکرہ تکملۃ الشعرا لکھتے ہیں کہ "ناصر خاں پسر اکرڈ خاں قوم بونیر وال محمد عمر خاں اکوزئی کے بھانجے تھے۔ ذاتی اور صفاتی خوبیوں کا مجموعہ تھے حسن صورت و سیرت دونوں پائے تھے۔ ذہن صائب اور فکر مناسب بھی۔ اُردو اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے۔ باوجود نومشقی کے مضامین خوب نکالتے تھے راقم الحروف کے ساتھ کمال ربط تھا۔ اکثر باہم بیٹھکر غزلیں کہا کرتے تھے۔ عین جوانی میں دق ہوگئی اور انتقال کیا برسوں کی گردش میں بھی ایسا آدمی نہیں پیدا ہو سکتا۔ انتہی" نظم جو تذکرہ میں موجود ہے اسکے دیکھنے سے علمی قابلیت بخوبی عیاں ہے اس نوعمری میں نہایت اہی کمال پیدا کیا۔ اور کلام میں خوب رنگ ہے۔

محمد ناصر خاں تخلص حشمت

ولد محمد یوسف خاں۔ مرد عالم تھے۔ ناگپور میں اخوندزادے عبدالاحد خاں سے کتب درسیہ پڑھیں۔ نظم فارسی میں سید رفیع الدرجات نزہت رام پوری سے تلمذ تھا۔ ناگ پور میں رسالدار تھے۔ ستر برس کی عمر ہوئی۔ کنز العابدین مسائل فقہیہ اُردو منظوم کتاب ۱۳۲۵ھ میں لکھی۔ اسکا خطبہ حمد و نعت عربی میں ہے اور نثر فارسی میں۔ اپنی کتاب کے ماخذ میں نام بنام چھ کتابوں کے نام لکھے ہیں دیباچہ میں اپنا نام اور والد کا نام لکھا ہے۔ اور اپنے اُستاد کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ حضرت مولانا عارف باللہ عبدالاحد خاں قاضی زادہ کنجورہ قدس اللہ سرہما

اور کل ابواب اور فصول کی تفصیل لکھی ہے

ابتدا کتاب

حمد کہتا ہوں تری اے ذوالجلال ... ذات تیری لم یزل ہے لایزال
کل شئ ھالك الا تو ئی ... لیس فیھا مالك الا تو ئی
کرد پیدا این جہان و آن جہاں ... نیز کل مخلوق دریک کن فکاں
نیست بر خلقت مگر دانا ئے تو ... ہم زفضل و صنعتش بینا ئے تو
تو ہے دانا جملہ اخفا و جلی ... جو کہ کرتے ہیں گے جن و آدمی
بھید سب خلقت کا ہی تجھ پر عیاں ... من چہ گویم اے علیم دو جہاں

خاتمہ

اختتام اسکا ہوا اہلِ نجات ... روز شنبہ کے بشہر شب برات
دوازدہ پینتیس سن میں اہلِ دیں ... اور نام اس کا ہے کنز العابدیں
جو کوئی اسکو پڑھے اور نا لکھے ... وہ دعا حق میں مصنف کے کرے
شیخ من عبد الاحد ذو برکت ست ... اسم من ناصر تخلص حشمت ست
مصطفیٰ آباد جائے مسکنم ... از آبا و اجداد آں متوطنم

یہ کتاب قلمی ۲ ۵ ۸ صفحہ کی کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔ بارہ سو ساٹھ ہجری (سنہ ۱۲۶۰ھ) میں قضا کی۔

مولوی محمد ناصر خاں تخلص ناصر

ولد مولوی کرم آشنا۔ پہلے سرکار انگریزی میں جبل پور وغیرہ اضلاع دکن میں صدر امین تھے۔ پھر آکر اس ریاست میں نوکر ہوے۔ قدردانی سرکار سے معزز اور مقتدر رہے۔ علم بہت اچھا تھا۔ طبیعت عالی تھی۔ مزاج مستقل ذہن رسا تھا۔ ساٹھ برس کی عمر ہوئی۔ شعبان کی نویں تاریخ بارہ سو اٹھتر ہجری

(سنہ ۱۲۵۹ھ) میں قضا کی شعر میں عبدالقادر خاں غلین سے تلمذ تھا۔

ناصر احمد خاں

ولد خلیل احمد خاں شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ لکھے پڑھے نہ تھے۔ اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کے والد کسی سے بیعت نہ تھے۔ صرف درود صلوٰۃ بھیجنا کا ورد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں پہونچا تھا۔ اُسکی برکات سے باوجود اُمی ہونے کے مطالب و نکات علمی بیان کرتے تھے بعض وقت یہ حالت ہوتی تھی کہ لفظ اللہ زبان سے نکالنا مشکل ہو جاتا تھا اور کہتے تھے کہ وہ اسم کہو جو تکبیر اولی میں پڑھتے ہیں۔ ان کی صحبت میں قلب میں جوش و خروش پیدا ہوتا تھا۔ رام پور میں شادی ہوئی تھی۔ آخر میں رام پور آگئے۔ دسویں جمادی الاول سنہ ۱۲۶۶ھ کو رام پور میں انتقال کیا۔ موتی مسجد کی پشت پر اپنے سالے اور خلیفہ عظمت اللہ خاں کی دیوار کے نیچے دفن ہوئے۔

ملّا نین

محلہ کیلے والے تالاب کے رہنے والے تھے۔ ملا معظم شاہ ولایتی سے کتب ابتدائی منطق کی پڑھیں۔ اسکے بعد مولانا عبد العلی ریاضی داں سے کتب کی تکمیل کی۔ صاحبزادۂ رضا علی خاں صاحب کے ہاں شہریار دولھا انکے فرزند کی تعلیم پر تین برس ملازم رہے۔ اسکے بعد دیو بند چلے گئے۔ دیو بند میں بالاستیعاب حدیث و فقہ و اصول پڑھا۔ گوالیار جا کر کسی مدرسہ میں مدرس ہو گئے تھے۔ اور وہیں عقد کر لیا تھا۔ عہد نواب خلد آشیاں (سنہ ۱۲۸۱ تا سنہ ۱۳۰۶ھ) میں زندہ تھے۔ اور حال معلوم نہیں ہوا۔

مولوی سید نثار علی

ولد سید منیر علی۔ ولد مولانا رستم علی رام پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذۂ شہر

---

[1] انتخاب یادگار۔

سے فارسی عربی اور طب کی تکمیل کی مدرسۂ عالیہ ریاست میں ملازم تھے۔ اپنے والد سے خلافت پائی۔ نہایت نیک باطن پابند شریعت تھے۔ طب میں بھی خوب مہارت تھی۔ نہایت خلیق اور مسلمانوں کے خیر خواہ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوشاں رہتے تھے۔ یکشنبہ کے دن صبح سات بجے دوسری ربیع الاول سنہ تیرہ سو بیس ہجری (۱۳۲۰ھ) مطابق ۸۔ جون ۱۹۰۲ء کو رام پور میں انتقال فرمایا۔ اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مولوی محمد یوسف حسن مدرس مدرسۂ عالیہ رام پور۔ مولوی محمد ابرار حسن۔ مدرس اول۔ و مولوی جمیل حسن مدرس آپ کے فرزند صاحب درس ہیں۔ مولوی محمد خورشید حسن طالب علمی کر رہے ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔ تصانیف سے گلشن فیوض فارسی ہے۔ یہ تاریخی نام رسالہ کا ہے جس میں آداب تلاوت قرآن ۱۴۵ صفحہ پر لکھے ہیں۔ نام کتاب سے ۱۳۰۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہی تاریخ تصنیف ہے۔ خطبہ جناب نواب سید محمد کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کے نام پر لکھا ہے۔ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔ تواریخ عجیبہ فارسی نام تاریخی ہے جس کے اعداد ۱۳۰۸ھ ہوتے ہیں۔ بموجب حکم جناب نواب سید مشتاق علی خاں صاحب بہادر عرش آشیاں۔ مولانا جمال الدین۔ مولانا رستم علی۔ مولانا منیر علی۔ مولانا محبوب علی۔ مولانا منصور علی کے حالات ہیں۔ قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست میں ہے۔

ملا نسیم

قوم[1] افغان۔ سوات کے طلبا کا مرجع اپنے وقت میں تھے۔ طلب حق میں کوئی عار نہ تھی۔ اخیر عمر میں شمس بازغہ کو مولوی کمال سے پڑھا۔ حالانکہ بارہا خود طلبا کو پڑھا چکے تھے۔ تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں غالباً انتقال ہوا۔

مولوی نجم الغنی خاں

ولد مولوی عبد الغنی خاں ابن مولوی عبد العلی خاں ابن مولوی عبد الرحمٰن خاں

[1] روزنامچہ مولانا عبد القادر خاں۔

ابن مولوی محمد سعید خاں ان کے اسلاف میں سے مولوی محمد سعید خاں جنکا نسب چنگیز خاں سے ملتا ہے۔ طلب علم کے شوق میں اپنے وطن تراہ سے دہلی آئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے فنون تفسیر و حدیث کی تکمیل کی۔ اور انکی رفاقت میں حج کیا۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد بریلی آئے حافظ رحمت خاں نے اپنے بیٹے عنایت خاں کی تعلیم پر مقرر کیا۔ مولوی محمد سعید خاں کے انتقال اور حافظ رحمت خاں کی حکومت کے زوال کے بعد ان کے پانچوں بیٹوں کو جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر نے رام پور بلا لیا۔

نجم الغنی خاں کی ولادت ۱۰۔ ربیع اول سنہ ۱۲۷۶ھ کو رام پور میں ہوئی۔ انکی ماں غنی خاں عرف روزی خاں اکوزئی مشہور روہیلہ سردار کی پوتی ہیں۔ اوائل عمر میں اودیپور اپنے والد کے پاس چلے گئے اور فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں سنہ ۱۳۰۱ھ میں رام پور آکر علوم عربیہ کی تکمیل کی۔

شمس العلما مولانا عبدالحق۔ مولوی محمد طیب مکی اور مدرسۂ عالیہ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ سنہ ۱۸۹۰ء کے امتحان سالانہ مدرسۂ عالیہ سے درجۂ اول پر کامیاب ہوئے۔ یونانی طب حکمائے لکھنؤ اور اپنے ماموں حکیم محمد اعظم خاں سے حاصل کی۔

کچھ دن رام پور میں ریاست کی ملازمت کی اور یکم نومبر سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۲۲ء تک اودے پور کے ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی رہے۔ وہاں سے ترک تعلق کرکے تمام توجہ تصنیف اور تالیف پر مصروف کی۔ ان کی تصانیف کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور اہل رام کو انکی ذات پر فخر کرنا بجا ہے۔ باوجود قلت معاش اپنے سرمایہ سے اپنی تالیفات کو مشتہر کراتے ہیں۔ اپنی صحت اور تن آسانی کا مطلق خیال نہیں ہے۔ شب و روز تالیف اور تصنیف کا مشغلہ ہے۔ اور انکے قلم سے رام پور اور اہل رام پور کی علمی شہرت کا سارے ہندوستان میں چرچا ہے۔ مخصوص علم دوست احباب کے سوا

کسی سے ملتے نہیں ہیں۔ اور استغنا ایسا ہی کہ کسی دولتمند سے کبھی اپنی حاجت بیان نہیں کی۔ اپنے بیٹے شمس الغنی خاں کی نہایت اعلیٰ درجہ پر تربیت کی اور وہ فخر رام پور فی الحال اجمیر کے سی۔ ٹی۔ اسکول کے پرنسپل ہیں۔ نجم الغنی خاں کی تصانیف کی یہ فہرست ہی۔

۱۔ مذاہب الاسلام۔ چند بار طبع ہو چکی ہی۔ ۲۔ عقود الجواہر فی احوال البواہر مطبوعہ۔ ۳۔ سلک الجواہر مطبوعہ۔ ۴۔ اخبار الصنادید تاریخ رام پور۔ ۵۔ تاریخ اودھ پانچ جلدوں میں دوبار طبع ہو چکی ہی۔ ۶۔ کارنامہ راجپوتاں مطبوعہ۔ ۷۔ وقائع راجستان مطبوعہ۔ ۸۔ تاریخ راجپوتانہ زیر طبع۔ ۹۔ نہج الادب قواعد فارسی مطبوعہ۔ ۱۰۔ رسالہ نجم الغنی قواعد فارسی مطبوعہ۔ ۱۱۔ منتہی القواعد مطبوعہ۔ ۱۲۔ بحر الفصاحت مطبوعہ۔ ۱۳۔ مفتاح البلاغت مطبوعہ۔ ۱۴۔ خواص الادویہ مطبوعہ۔ ۱۵۔ خزائنۃ الادویہ مطبوعہ۔ ۱۶۔ قرابادین نجم الغنی۔ ۱۷۔ مختصر الاصول مطبوعہ۔ ۱۸۔ مزیل الغواشی مطبوعہ۔ ۱۹۔ تہذیب العقائد مطبوعہ۔ ۲۰۔ تعلیم الایمان مطبوعہ۔ ۲۱۔ تذکرۃ السلوک مطبوعہ۔ ۲۲۔ شرح سراجی مطبوعہ۔ ۲۳۔ معیار الافکار مطبوعہ۔ ۲۴۔ شرح چہل کاف مطبوعہ۔ ۲۵۔ مفتاح المطالب مطبوعہ۔ ۲۶۔ تسہیل اللغات زیر تالیف۔

قاری محمد نسیم

حکیم[1] بابزید اخون زادہ کے ہم عصر ہیں۔ ولایت سے آئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے خود اپنے آنے کا قصہ حکیم موصوف سے بیان کیا تھا۔ آپ قاری عبیداللہ کے شاگرد تھے اور قاری عبیداللہ مولانا مغربی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علم قرأۃ اور خوش الحانی میں مشہور روزگار و ممتاز تھے۔ مولوی عبدالقادر خاں غمگین اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ تحقیق قرأت۔ اور حروف۔ مخارج۔ مدات۔ اوقات۔ اور رسم خط میں آیات الٰہی سے ایک نشانی تھے۔ میں نے نہ اُنسے پہلے نہ اُنسے بعد کوئی ایسا آدمی دیکھا۔

[1] فصول فیض اللہ خانی صفحہ ۲۰۔

اور دیگر علوم و فنون میں بھی کامل تھے۔ آپ کی اولاد میں سے کسی کا پتہ نہیں معلوم ہوا البتہ آپ کے داماد حاجی حافظ قاری فخراللہ ولد شیخ اسلم کا نام معلوم ہوا ہو جس کی تصنیف سے علم قرأت میں اُردو رسالہ فخرالمتعلمین ہے غالباً قاری نسیم صاحب کا انتقال ۱۲۱۴ھ کے قریب ہوا۔ مولوی احمد علی عباسی چریا کوٹی[1] المتوفی ۱۲۷۰ھ نے آپ سے علم تجوید حاصل کیا تھا۔

مولوی نصیر احمد خاں تخلص سحاب

ولد محمد سعید خاں افغان امان زئی۔ رام پور کے محلہ بزریا خانساماں میں ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی مولوی مقبول ولایتی۔ اور خلیفہ شیخ احمد علی رام پوری سے پڑھی عربی مولانا عبدالعلی خاں رام پوری۔ مفتی عبدالقادر رام پوری اور دیگر اساتذہ رام پوری سے حاصل کی۔ ذہن رسا۔ اور طبیعت نہایت سنجیدہ تھی۔ شاعری میں سید اسمٰعیل حسین منیر کے شاگرد تھے۔ اور خوب کہتے تھے اخبارات میں بھی کبھی کبھی مضامین لکھتے تھے۔ ریاست کے گاؤں مستاجری میں تھے۔ اور کھنڈسار بھی کرتے تھے۔ زمانہ نے فرصت نہ دی ورنہ یہ جوہر قابل ہندوستان میں بےمثل ہوتا۔ ۱۲۔ اگست ۱۹۰۶ء کو انتقال کیا۔ نذر احمد خاں جمیل احمد خاں شفیع احمد خاں۔ طفیل احمد خاں۔ اور عزیز احمد خاں پانچ فرزند یادگار ہیں۔ عزیز احمد خاں بی۔اے۔ ال ال بی ہیں۔ اور اُمید ہو کہ اُن سے خاندان کو نمود ہوگی۔

مولوی نصیر الدین

ولد مولوی شیر محمد رام پور میں پیدا ہوئے۔ اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔

ملا نصیر اخوند

قوم کے مہمند۔ اشتغر کے رہنے والے تھے۔ ولایت سے رام پور میں آئے ا۔

---

[1] تذکرہ علمائے ہند۔

احمد شاہ خاں خٹک کی مسجد میں ٹھہرے۔ بڑے عالم اور نہایت پرہیزگار تھے۔ اعمال میں بھی یدطولی رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کیمیا بناتے تھے۔ پوشاک نہایت عمدہ پہنتے تھے۔ اکثر طلبا کو مسجد میں بلا معاوضہ پڑھاتے تھے۔ عہد جنت آرام گاہ میں آئے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے مکہ معظمہ کو گئے۔ اِن کے ساتھ میاں رحیم الدین ولایتی بھی گئے۔ ان کی نسبت بھی لوگوں کو گمان کیمیا کا تھا۔ ملا نصیر اخوند ہندوستان کو حج کرکے واپس آئے اور سورت میں انتقال ہوا۔

مولوی نصیر الدین خاں تخلص صابر

ولدِ غلام حسین خاں خلف مولوی غلام جیلانی خانصاحب ساکن محلہ دو محلہ ابتدای کتب فارسی مولوی غلام جیلانی رفعت سے شروع کیں۔ انھوں نے ایک اپنے صاحب استعداد شاگرد کو ان پر مامور کر دیا۔ مگر آپ ایسے ذہین تھے کہ اُنسے کام نہ چلا۔ پھر مولوی صاحب نے خود پڑھانا شروع کیا یہ روزانہ مطالعہ کرکے جاتے تھے۔ اور مثل آموختہ کے سبق پڑھتے تھے۔ عربی کی تحصیل مولوی نور الاسلام رامپوری سے کی جو شاہ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ کے اولا سے تھے اور نواب جنت آرام گاہ کے عہد میں یہاں مفتی عدالت بھی رہ چکے تھے۔ علم ادب میں بڑے ذی کمال علم معقول میں بے عدیل نثر عربی لکھنے میں بیمثال تھے۔ فارسی اور اُردو نظم بھی لکھتے تھے۔ کلام انتخاب یادگار میں ملاحظہ ہو۔ باز کے شکار کا بیحد شوق تھا۔ گھوڑے پر سوار ہیں طلبا کا گروہ ساتھ ہے۔ ابتدائی کتب حکمیہ راہ میں پڑھاتے جاتے ہیں۔ شکار کے شوق میں طلبا کی طرف توجہ کم تھی۔ مولانا ارشاد حسین صاحب فرماتے تھے کہ کسی طالب علم نے اُن سے ایک پوری کتاب نہیں پڑھی۔ یہ میرا ہی کام تھا کہ شرح جامی میں نے تمام و کمال آپ سے پڑھی۔ اور میں پچھلی شب میں حاضر ہو کر پڑھتا تھا۔ صبح کی نماز تک پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح میری کتاب

پوری ہوگئی۔ حافظ غلام نبی صاحب جنکا تبحر مشہور رہی۔ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ حکیم عثمان خاں باشندہ محلہ گھیر سیف الدین خاں نے کتب طبیہ کا علمی حصہ آپ ہی سے پڑھا تھا۔ نواب خلد آشیاں بہادر نے بزمانۂ ولیعہدی آپ سے بھی کچھ پڑھا تھا۔ بعض اوقات نواب صاحب ممدوح خود آپ کے مکان پر پڑھنے تشریف لاتے تھے۔ آپ کے پاس کتابوں کا بھی اچھا ذخیرہ تھا۔ سنا ہے اپنی مسجد کے حجرہ میں کتابیں بند کر کے رکھدی تھیں۔ اور یہ وصیت کی کہ اولاد میں سے جو اسکا اہل ہو وہ تصرف کرلے ان کی اولاد میں کوئی علمی مذاق کا نہ تھا۔ اسلیے سب کتابیں تلف کردیں۔ معتدبہ حصہ ریاست کے کتب خانہ میں پہونچ گیا۔ آپ کے پاس نہایت خوشخط قلمی نسخہ الفیہ ابن حاجب کا تھا نواب خلد آشیاں نے طلب فرمایا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کتاب کی کیا ضرورت ہے خوشنویس بھیجدیجیے میں کتاب نقل کرادوں گا۔ پوری کتاب خود حفظ پڑھکر لکھادی۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مشاغل سے چالیس روز کی بھی مہلت ملے تو قرآن شریف حفظ کرلوں صاحبزادہ مہدی علی خاں صاحب بہادر سے بہت بے تکلفی کی دوستی تھی۔ عربی میں کئی رسالے لکھے وہ انھیں کے پاس رہے۔ ایک کتاب حکماء یونان کے عقائد کی تردید میں لکھی تھی جس کی خود بھی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ وہ کتاب صاحبزادہ صاحب موصوف کو دیدی تھی۔ قطع وضع آپ کی مولویانہ نہ تھی۔ بلکہ سپاہیانہ طرق سے ہتھیار بند رہا کرتے تھے۔ ایکبار دہلی گئے۔ اتفاق سے کسی مسجد میں مولوی اسمعیل صاحب سے سامنا ہوا۔ مولوی صاحب نے کسی مسئلہ میں گفتگو شروع کردی اور بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ جب چلے آئے تو مولوی اسمعیل صاحب نے لوگوں سے کہا کہ آج ایک سپاہی سے ایک مسئلہ میں خوب بحث ہوئی واقف لوگوں نے کہا وہ سپاہی نہیں ہیں بلکہ مولوی نصیر الدین خاں صاحب رام پوری تھے۔

مولوی صاحب نہایت زندہ دل تھے - اکثر میووں کی فصل میں شاد اور دوستوں کے ساتھ باغوں میں جاکر نوروز کرتے تھے - آپ کی مرض موت میں نواب جنت آرامگاہ نے مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کو بلایا - آپ کے ایک دوست مولوی جلال الدین آپ کے ہمسایہ تھے اُن سے کہا کہ اگر صحت ہوگئی تو میں اُن سے گفتگو کرونگا - مگر تم اُن سے ہرگز گفتگو نہ کرنا اِس لئے کہ وہ نہایت زبردست معقولی ہیں - مولوی فضل حق صاحب جس وقت رام پور پہونچے آپ کا انتقال ہوچکا تھا - مولوی فضل حق صاحب آپ کے مکان پر فاتحہ خوانی کو آئے - اور بہت افسوس سے کہتے تھے - کہ گو میرا آنا نواب صاحب کے حکم سے ہوا ہی - مگر زیادہ تر شوق یہاں آنے کا مولوی صاحب مرحوم کی ملاقات کے لئے تھا - مولوی صاحب کے تین بیٹے عبدالقادر خاں عبدالرزاق خاں اور محمد شفیع خاں نامی تھے - عبدالقادر خاں نے اپنے والد سے صرف و نحو اور کچھ ادب پڑھا تھا - باقی دونوں صاحبزادوں کو علم نہ تھا - چون برس کی عمر ہوئی - ذیحجہ کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو چھیاسٹھ ہجری (۱۲۶۶ھ) میں انتقال ہوا - اپنے دادا کی قبر کے متصل دفن ہوئے - عبدالقادر خاں آپ کے فرزند کو بوجہ پاس استادزادگی کے ستر روپے تنخواہ ملتی تھی - اب صرف محمد شفیع خاں کا ایک فرزند محی الدین خاں باقی ہے - اور کوئی اولاد نہیں ہی -

مولوی سید نظام الدین

نادون کے رہنے والے تھے - نواب جنت آرام گاہ کے عہد میں (۱۲۵۶ھ تا ۱۲۷۱ھ) مدرسۂ رام پور میں تمام کتب درسیہ پڑھیں - سید عبدالقادر کے ہاں شادی ہوئی - میاں مجدالزماں سے بیعت تھے - تمام عمر زہد و تقویٰ و ذکر و اشغال میں گزری - شفاخانہ یونانی میں محرر تھے - آٹھ دس سال ہوئے کہ انتقال ہوا - شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے - اب ایک بیٹا سید فخرالدین زندہ ہی -

میاں نعیم شاہ

آپ کے والد ولایتی تھے۔نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد میں آپکے
والد مع چھ ولائیتیوں کے آئے تھے۔یاغستان کے رہنے والے اور اخون درویزہ بابا
کی اولاد سے تھے۔آپ کے والد کو یہ گھیر سرکار سے عطا ہوا جسمیں آپکا مزار اور
مکان ہی۔اور فوج میں معزز عہدہ دیا۔دوجوڑہ کی لڑائی میں آپ کے والد
شریک تھے۔آپ کی ولادت رام پور کی ہی۔یہیں علوم وفنون عربی حاصل کئے۔
عین طالب علمی کی حالت میں محبت الٰہی غالب آئی۔حضرت شاہ درگاہی صاحب سے
بیعت کی۔اور اسقدر محنت ومجاہدہ کیا کہ خلافت ملی۔شاہ درگاہی صاحب نے
اپنے مریدین کو وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے بعد آپ کو ہماری مثل تصور کرنا۔
نہایت پرہیزگار اور متقی تھے۔کسی امیر کے ہاں نہیں گئے۔نواب سید احمد علی خاں
بہادر اور نواب جنت آرام گاہ نے ہر چند بلایا مگر انکار کر دیا۔حاضر نہیں ہوے۔
اور کہلا بھیجا کہ میں نے اپنے توکل اور آزادی کو نہایت ناز سے پالا ہی اسکا خون
کر کے خدا کو کیا جواب دونگا۔فقر وفاقہ میں زندگی بسر ہوتی تھی باوجودیکہ اہل وعیال
تھے۔مگر کسی پر حالت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔مرض موت میں اکثر بیہوشی طاری
رہتی تھی۔مگر نماز کے وقت ہوشیار ہوجاتے تھے۔اسی برس کی عمر میں گیارہویں
ربیع الاول سنہ بارہ سو بہتر (۱۲۷۲ھ) کو وفات ہوئی اپنے دروازہ کے سامنے
صحن مسجد میں کھلا ہوا مزار ہی۔یہ محلہ تھانہ جیجانی کے متصل ہی۔اور میاں نعیم شاہ
صاحب کے مزار کے نام سے مشہور ہی (بہ بہشت نعیم شاہ امام) مادۂ تاریخ رحلت ہی۔
آپ کے خلفا میں سید غلام نجف صاحب نہایت باخدا تھے۔انکے علاوہ حاجی سید
علی حسین صاحب قاری سید سعادت علی صاحب۔سید رکن عالم صاحب اور

سلہ انوار العارفین۔

کٹے بازخاں صاحب بھی خلیفہ تھے۔ مرض موت میں آپ کے خلفا نے عرض کیا کہ آپ اپنے صاحبزادوں میں سے کسکو سجادہ نشین فرماتے ہیں۔ جواب میں ارشاد ہوا یہ سلطنت نہیں ریاست نہیں ہے وراثت نہیں کہ انتظام کیا جاوے میں اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر ایک اپنی قوت بازو سے روزی پیدا کرے خواہ نوکری سے خواہ تجارت سے خواہ مزدوری سے میں ان کو پیرزادہ اور مرجع عالم خود بناکر خدا کو کیا جواب دونگا۔ ہاں اللہ تعالیٰ جسکو چاہے اُسی پر فضل وکرم کرے۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ میری روح بھی اُسکے لئے دعا کریگی۔ اور اگر کوئی خود پیرزادہ بنکر بیٹھے گا تو اُسکو بددعا کریگی۔

مولوی نظیرالدین احمد

ولد حکیم کرامت علی امروہوی۔ ذیقعدہ کی ۲۲ تاریخ ۱۲۳۰ھ کو امروہہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام نظیر علی ہے۔ ۱۲۴۰ھ میں اپنے والد کے ساتھ رام پور آئے۔ ابتدائی کتابیں فارسی۔ صرف ونحو اور کتب طبیہ اپنے والد اور اپنے چچا مولوی عنایت علی سے پڑھیں مولوی نظیر علی سے ظہوری وغیرہ اور مولوی رفیع اللہ خاں مولوی ہدایت اللہ خاں مولوی عبدالعلی خاں اور مولوی نورالنبی علمار رام پور سے میرزاہد تک پڑھا مفتی سعد اللہ سے تفسیر۔ فقہ۔ عروض۔ فرائض اور مناظرہ کی درسیات پڑھے شمس العلما مولوی عبدالحق خیرآبادی سے سماعۃً وقرأۃً ہدیہ سعیدیہ سے تا شمس بازغہ استفادہ کیا ۱۲۹۶ھ میں بھوپال جاکر صیغۂ مال۔ فوجداری سررشتہ دار دیوانی دسشن ججی اور تحصیلداری کی خدمات پر امور رہے۔ مدرسی طبابت اور ارکان مجلس علما میں بھی شریک ہوئے۔ ۱۳۱۰ھ میں بھوپال میں مولوی عبدالقیوم تلمیذ وداماد شاہ اسحق دہلوی جاگیردار ریاست بھوپال سے کتب حدیث کا سماع کیا۔ بھوپال سے ترک تعلق کردیا پھر رام پور کے مدرسۂ عالیہ

میں مدرس تھے۔ اب آنکھیں جاتی رہی ہیں۔

نظیر شاہ خاں تخلص شاد

ابن[1] غلام محمد خاں۔ رام پور میں پیدا ہوے۔ ابتداے عمر میں مرادآباد گئے مولوی کریم الدین آرزو کے شاگرد ہوے۔ عربی فارسی کتابیں انھیں سے پڑھیں اور شعر میں بھی ان سے اصلاح لی۔ علم عروض و قافیہ میں بھی مداخلت پیدا کی۔ سنا ہے کہ قصۂ لیلیٰ مجنوں فارسی میں نظم کیا ہے۔ مگر خدا جانے کیا ہوا۔ اس کا پتا نہیں ملتا۔ اخیر عمر میں دہلی گئے۔ اور زمرۂ شعرار بادشاہی میں نوکر ہوے۔ پھر وہاں سے بیمار ہو کر رام پور آئے۔ اور بارہ سو اکتالیس ہجری (۱۲۴۱ھ) میں قضا کی۔

مولوی سید محمد نظام الدین خاں

ابن مولوی سید عبدالصمد خاں رام پور کے محلہ مدرسۂ کہنہ میں پیدا ہوے۔ علوم فارسی و تصوف مولانا شاہ رفیع الدرجات اور دیگر اساتذہ رام پور سے پڑھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل مولانا رکن عالم۔ مولانا رستم علی۔ مفتی شرف الدین علوی۔ مولانا عبدالرحیم ترابی۔ اور مولانا نعیم شاہ وغیرہم سے کی علوم باطنی میں اکثر بزرگوں سے فیض پایا۔ اور خلافت اپنے والد سے حاصل کی۔ صاحبزادہ محمد رضا خاں رام پوری۔ نواب غوث محمد خاں بہادر والیٔ جاورہ۔ اور شیخ علی اعظم وزیر جاورہ آپ کے شاگرد تھے۔ نواب غوث محمد خاں والیٔ جاورہ کی صغیر سنی میں ریاست کے کار مدار رہے نواب صاحب کے با اختیار ہونے پر جاگیر۔ انعام اور پنشن پائی پھر ریاست اودے پور کے ناظم اور کار مدار ہو گئے۔ اسکے بعد ریاست گوالیار میں نیمچ کے صوبہ ہوے۔ وہاں سے آکر جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کے دربار میں بزمرۂ فضلا داخل ہوے۔ آپ کی شادی سکینہ بیگم دختر مولوی عبدالعلی خاں ابن

[1] انتخاب یادگار۔

مولوی عبدالرحمن خاں ابن مولوی محمد سعید اخون تراہی سے ہوئی تھی۔
یکم مارچ سنہ اٹھارہ سو انہتر عیسوی (۱۸۶۹ء) کو رام پور میں انتقال کیا۔
عزت کے ساتھ جائداد کثیر رام پور جاورہ اندور اور اضلاع بریلی و مراد آباد میں
چھوڑی۔ ۱۸۵۷ء میں تانتیا ٹوپے کے ہنگامہ میں جاورہ کو بچایا۔ علم و فضل
کے ساتھ نہایت خلیق اور متین تھے۔ معاملات میں فہم و ذکا اعلیٰ درجہ پر تھی۔
پولیٹکل امور میں نہایت سنجیدگی سے کامیاب رہے۔ دوست پروری گویا طبیعت کا
خمیر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی لایق عطا کی۔ مولوی صدرالدین خاں۔ مولوی حکیم
عمادالدین خاں۔ مولوی محمد ضیاء الدین خاں۔ اور مولوی جلال الدین خاں
فرزند یادگار چھوڑے۔

میاں نعمت اللہ

ولد شاہ رحمت اللہ ولد حافظ برخوردار قدوسی۔ آپ کی ولادت گجرات پنجاب
میں ہوئی۔ حضرت ملا فقیر اخوند اور حکیم بایزید کے آپ بھائی ہیں۔ نہایت ذہین
اور ذکی تھے آپ کے بڑے بھائی حکیم بایزید نے آپ کو فن جراحی سکھایا اور
جرائب النعمت کتاب جراحی میں۔ اور فوائد النعمت علاج آتشک میں آپ ہی
کے نام پر آپ کی تعلیم کے واسطے ۱۱۰۵ھ میں لکھی۔ یہ فن آج تک اس
خاندان میں چلا آتا ہے۔ آپ کے پوتے شاہ محمد حسن صابری کا لو
اس فن میں جواب نہ تھا۔
آپ کو پٹا بھی بہت اچھا آتا تھا۔ نصر تخاں اخوندزادہ ساکن محلہ چاہ خزاں خاں
رسالدار پٹے میں آپ کے شاگرد تھے۔ صفر کی سترھویں تاریخ بارہ سو پینتیس ہجری
(۱۲۳۵ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔ حضرت ملا فقیر اخوند رحمتہ اللہ کی مسجد کے
پاس مزار ہے۔

ملا نواب

ولد[1] سعد اللہ خاں قوم افغان۔ اصلی نام آپ کا نواب خاں تھا۔ بوجہ تواضع خاں کا لفظ نام سے ساقط کر دیا تھا۔ آپ کے بزرگ احمد شاہ درانی کے عہد سے ضلع پشاور میں آباد ہوئے۔ اور آپ کی ماں سیدانی تھیں۔ ملا صاحب کی ولادت موضع کوبی میں ہوئی عربی فارسی کتابیں اپنے ملک میں پڑھیں۔ بیس برس کا سن ہوا تو زمینداری کو چھوڑ کر ہندوستان آئے۔ لکھنؤ اور رام پور میں قیام کیا۔ منطق اور فلسفہ مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھا۔ دہلی جا کر کتب حدیث کی تجدید کی۔ اور حکیم امام الدین خاں دہلوی سے فن طب کی تحصیل کی۔ اسکے بعد لکھنؤ جا کر حکیم مسیح الدولہ سے مطب کیا اور عطیات شاہی سے سرفراز ہوئے اور ملا نواب خاں خطاب پایا۔ چالیس برس کی عمر میں خالص پور (اودھ) کے ایک شریف خاندان افغان کے ہاں شادی ہوئی۔ اگرچہ آپ علوم دینیات میں اکمل وقت تھے۔ مگر دنیا کے سامنے اپنے آپ کو بطور ایک طبیب کے پیش کیا۔ جناب نواب سید کلب علی خانصاحب بہادر خلد آشیاں کی تعلیم کے واسطے آپ منتخب ہوئے۔ اور حسب ایماء مولانا فضل حق خیر آبادی رام پور آئے حق اُستادی کی وجہ سے جناب نواب صاحب زندگی بھر انکے کفیل رہے نہر زبیدہ کی مرمت میں ایک لاکھ پچیس ہزار روپے آپ ہی کی تحریک سے ریاست رام پور نے دیا۔ رام پور سے بھوپال گئے۔ اور نواب سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال کے طبیبوں میں ملازم ہوئے۔ وہیں ہجرت کا ارادہ کیا بمشکل اجازت ملی۔ ۱۸۵۹ء میں بادبانی جہاز کے ذریعہ سے مکۂ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ راہ میں مخا میں اُترے جو یمن کا بندرگاہ ہے۔ مکۂ معظمہ سے پھر واپس نہیں آئے۔ ۱۸۶۳ء میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال اور ۱۸۷۱ء میں جناب نواب سید کلب علی خانصاحب بہادر خلد آشیاں والئ رام پور

---

[1] نوشتہ منشی مظفر حسین خاں سلیمانی شاہ آبادی (اودھ)۔

حج کو گئے اور ملا صاحب کو دونوں نے ہمراہ لانا چاہا مگر نہ آئے۔ اخیر عمر تک طبابت کے ذریعہ سے بسر کی علوم دین کو آلۂ رزق نہ بنایا۔ اخیر عمر میں طبابت سے بھی گھبراتے تھے۔ اکثر مریضوں کو اپنے فرزند حکیم مولوی محمد اسمٰعیل کے پاس بھیجدیتے تھے باوجود افغانی ہونے کے اُردو زبان بھی اعلیٰ درجہ کی جانتے تھے۔ انکے ادب کی شہرت سنکر واجد علی شاہ بادشاہ اودھ بھی مشتاق ہوئے تھے۔ مکۂ معظمہ کے علما میں آپ کو مسلّم مانا جاتا تھا۔ شریف مکہ عبداللہ شاہ پاشا۔ شیخ عمر شیبی کلید بردار کعبۃ اللہ سید ولی جو اہلِ مکہ میں دولتمند اور بارسوخ تھے اور شریف حسن پاشا سے جو سلطنت ترکی میں شاہی مقرب تھے۔ انسے بہت دوستانہ تھا اور اہلِ حاجت کے کام آپ کے ذریعہ سے نکلتے تھے۔ مگر اپنے لئے کوئی مفاد مدنظر نہ تھا پیرانہ سال میں قرآن شریف بھی حفظ کرلیا۔ مرتے دم تک نماز تہجد میں ایک منزل پڑھتے رہے۔ ابتدا میں حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی سے بیعت کی تھی۔ اور مکۂ معظمہ میں شیخ ابراہیم رشیدی شیخ خضرویہ طریقہ سے خلافت پائی۔ کسی کو مرید نہیں کیا۔ ہر جلسہ میں گفتگو مرغوب طبع کرتے تھے۔ ابتدا میں خلاف شرع امور پر لوگوں کو تشددسے روکتے تھے۔ مگر اخیر عمر میں نہایت نرمی سے نصیحت کرنے۔ ذات باری کے صفات بیان کرتے وقت روتے جاتے تھے۔ کسی کی غیبت نہیں سنتے تھے۔ جو عیب دیکھتے خفیہ متنبہ کرنے ماکنایۃً اظہار کرتے تھے۔ دوستوں کے ساتھ نہایت خلوص تھا۔ مخلوق کی حاجت روائی میں کوشش کرنا سرشتی شعار تھا۔ مولوی محمد احسن صاحب کنبوہ مہاجر ہندی پسر محمد احمد مہدی سوڈانی کی سازش کا الزام لگا اور وہ بحکم گورنمنٹ مکۂ معظمہ میں گرفتار ہوئے۔ اُس وقت عثمان پاشا گورنر مکۂ معظمہ تھے ملا صاحب نے ان سے سفارش کی اور اہلِ مکہ کی طرف سے اُن کی بریت کی درخواست بابِ عالی کو بھیجی۔ اُس خطرناک وقت میں کسی کو دستخط کرنے کی جرأت نہ تھی۔

ملا صاحب نے سب سے اول خود مُہر لگائی۔ انتقال سے چھ سال پیشتر مصر اور
قسطنطنیہ میں ان کی شہرت کی وجہ سے مجمع عظیم ہوا۔ حکومت نے انکو نظر بند کر دیا۔
اور بعد تحقیق بے قصور ثابت ہو کر رہا ہوئے۔ دو برس کے سفر کے بعد پھر مکہ معظمہ میں
آگئے مقلد تھے مگر ائمہ کی تقلید کو فرض نہیں جانتے تھے۔ خوش خوراک اور ٹھنڈے
پانی کے شائق تھے۔ گرمی کے موسم میں اکثر طائف میں جا کر رہتے۔ نہایت خوبصورت
بلند قامت اور سرخ سفید رنگ کے آدمی تھے۔ ہندوستانی وضع کا لباس پہنتے تھے۔
لمبا کرتا اُسپر جبہ۔ ہندی قطع کا عمامہ باندھتے تھے۔ چہار شنبہ کے دن جمادی الاخری
سنہ تیرہ سو نو ہجری (۱۳۰۹ھ) مطابق ۱۸۹۱ء میں خناق کے مرض سے اسی بچاسی
برس کی عمر میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم رشید کے قریب
دفن ہوے۔ آپ کے بڑے فرزند حلیم مولوی اسمٰعیل صاحب فاضل تھے۔
اب چار صاحبزادہ زندہ ہیں۔
معالج الدولہ حکیم حاجی مولوی سید فرزند علی مرحوم افسر الاطبا شاہ آبادی اور حضرت
مولانا ارشاد حسین مرحوم رام پوری آپ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

مولوی نوازش علی

علم فرائض میں مشہور تھے۔ رسالہ منظومہ بزبان فارسی متعلق فرائض انکی
یادگار ہے۔ (روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں) ان کا زمانہ بھی بارھویں صدی
ہجری کے اخیر میں ہے۔

مولوی نظام الدین ولائتی

نگراہر کے رہنے والے۔ دہلی اور رام پور میں کتابیں پڑھیں۔ اسمٰعیل خاں کی
لڑکی سے رام پور میں شادی ہوئی۔ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور میں درجہ ہفتم کو
پڑھاتے تھے تیرہ روپے تنخواہ تھی۔ صرف و نحو میں کمال تھا۔ نہایت متقی۔

پرہیزگار تھے۔کسی سے غرض نہ تھی۔اس قلیل تنخواہ میں اپنی گزر کرتے تھے کثرت عیال سے عسرت سے بسر ہوتی تھی۔مگر کسی پر اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ تاریخ ۴۔جنوری ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء کو انتقال کیا۔اکثر علماے شہر جنازہ میں شریک تھے۔ سید عبدالقادر صاحب کے مقبرہ میں دفن ہوے۔عمر تخمیناً ساٹھ سال کی تھی۔تین لڑکے چھوڑے دو صغرالسن بچے عربی کی تحصیل میں مصرف ہیں۔

ملا نوبت اخوند

قوم کے چغرزی ہیں۔ولایت سے فقہ و اصول پڑھکر آئے۔رام پور میں ملاحسن صاحب سے کتب منطقی پڑھیں۔متوکل آدمی تھے۔اپنے گھر پر درس وتدریس کرتے تھے۔ اِن کے بیٹے شاہ میرخاں نواب امیرخاں کے لشکر میں رسالہ دار تھے وہی متکفل تھے۔انکا مکان محلہ گنج میں کمھاروں کی مسجد کے قریب تھا۔اور اُسی مسجد کے قریب انکا مزار ہی۔اب اُن کی اولاد میں کوئی نہیں ہی۔

شاہ میرخاں کے نواسوں میں سے کچھ لوگ باقی ہیں علم نہیں ہی۔

مولوی نذیر احمد خاں

ولد مولوی محمد خاں قوم پٹھان عثمان زی۔رام پور میں شرف الدین خاں کے گھیر میں رہتے تھے۔یہیں پیدا ہوے۔علمائے رام پور سے علوم دینیہ پڑھتے تھے۔دہلی میں بھی علما سے پڑھا۔فن طب بھی حاصل کیا۔عربی ادب میں بھی کامل دستگاہ تھی۔ ایک معتبر صاحب کا چشم دید بیان ہی۔کہ حکیم بدرالدین خاں دہلوی اور حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں سے دہلی میں رسالہ بازی ہوئی تو بدرالدین خاں کے رسائل عربی کے کاتب یہی خاں صاحب تھے۔رام پور پھر نہیں آئے۔نکاح بھی نہیں کیا۔احمد آباد گجرات میں سیٹھ احمد آباد کے طبیہ مدرسہ میں ملازم تھے۔تقریباً بارہ سو تیئیس ہجری (۱۳۲۳ھ) میں احمد آباد میں انتقال ہوا۔ان کے بھتیجے موجود ہیں۔مگر کوئی تفصیلی

حالت نہیں بتا سکتے۔ میاں شفاعت الرسول فرزند مولوی ہدایت الرسول مرحوم سے معلوم ہوا کہ احمد آباد میں آپ کے علم و فضل کی بہت شہرت تھی طب میں بھی کمال کا درجہ حاصل تھا۔ ذیل کی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں رسالہ النذیر الاحمد ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو بریلی کے مطبع اہلِ سنت والجماعت میں چھپا ہے۔ ندوۃ العلما کی تائید میں رسالہ ہدایۃ الالبا کا اُردو میں ۴۴ صفحہ پر رد ہے مُہر میں لکھا ہے۔

پے مفسداں شد محمد نذیر ۱۲۹۶ھ۔

رسالہ امطار الحق اُردو بجواب میاں ابرار الدین غیر مقلد صفحہ ۱۶ مطبوعہ مطبع دت پرشاد بمبئی۔

السیف المسلول علی منکر علم غیب الرسول اردو ۲۳۹ صفحہ کی کتاب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ کو لکھی اور مطبع گلزار حسنی بمبئی میں چھپی۔

البوارق اللامعہ علی من اراد اطفاء الانوار الساطعہ الملقب بالدلائل الفاضحہ لمن قصد ابطال المرح من المیلاد والفاتحہ اردو صفحات ۲۷۰ رد غیر مقلدین مطبوعہ مطبع دت پرشاد بمبئی

قاضی سید نور الحق تخلص منعم

عرف[1] قاضی منعم ولد قاضی سید معصوم۔ تحصیل ملک ریاست رام پور میں ایک گاؤں کہانا نامی ہے۔ وہاں رہتے تھے۔ رام پور سے آٹھ کوس کا فاصلہ ہے بڑے ذی کمال تھے علم و فضل میں بےمثال تھے۔ تذکرہ نشترِ عشق میں لکھا ہے کہ ایک تفسیر کلام اللہ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۸ھ) کی فرمائش سے لکھی تھی۔ تذکرہ طبقات الشعراء سے چار دیوان اور کئی مثنویوں کا بھی پتا چلتا ہے انتخاب یادگار میں مثنوی سرو جان نواز مثنوی ظفر نامہ قصیدہ مدحیہ منور الدولہ و نواب نصر اللہ خاں بہادر سے کچھ کلام فارسی لکھا ہے۔ تریسٹھ برس کی عمر ہوئی بارہ سو تیئیس ہجری (۱۲۲۳ھ) میں رحلت کی اور گاؤں ہی میں دفن ہوئے۔ اولاد موجود ہے مگر علم کا پتا نہیں۔

---

[1] انتخاب یادگار۔

تذکرہ صبح گلشن میں بحوالۂ تذکرۂ آفتاب عالمتاب قاضی محمد صادق خاں اختر لکھا ہے۔ کہ منعم کو علوم رسمیہ میں مہارت تام تھی۔ نظم میں یہ استعداد تھی کہ ایک ساعت نجومی میں سو شعر موزوں کرتے تھے۔ سفر کلکتہ کی اثنا میں سفر کی تعب دور کرنے کے لئے ہوگلی میں قاضی محمد صادق خاں اختر کے مکان پر چند روز قیام کیا تھا۔ کلکتہ پہونچکر سید لطف الحق پسر مفتی صدر علی پر طبیعت آگئی۔ یہاں تک کہ رسوائی ہوئی اور محبوب کے عزیزوں سے بہت اذیت پہونچی۔ آخر کار لطف الحق کا عنفوان شباب میں انتقال ہوگیا اور منعم اپنے مکان پر چلے گئے۔ اور اسکے قریب زمانہ میں انتقال کیا تذکرۂ صبح گلشن میں قاضی نور الحق منعم کے علاوہ ایک منعم مراد آبادی کے نام سے بھی حال اور کلام لکھا ہے اور کہتے ہیں کہ منعم سادات مراد آباد و بریلی سے تھے۔ اور انکے ابائے کرام حکومت واقتدار سے بسر کرتے تھے۔ افاغنہ کے تسلط کے وقت منعم کے باپ نے مقابلہ افاغنہ سے کیا۔ اور انکے غلبہ اور قوت کی وجہ سے مصالحت کرلی۔ یہ تلاش وجہ معاش بارہ سو ایک ہجری سنہ ۱۲۰۱ھ میں لکھنو آئے مگر جوہر شناسی کسی نے نہیں کی۔ اور نواب محمد فیض اللہ خاں بہادر کی فرمایش سے قرآن کی تفسیر لکھی ہے۔ انتہیٰ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی منعم ہیں کیونکہ جس منعم نے تفسیر لکھی ہے۔ وہ کہاتے کے رہنے والے تھے۔ تذکرہ نویس کو اشتباہ ہوگیا۔ کلکتہ کی آمد و رفت میں لکھنؤ میں بھی گزر رہا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ملّا نور محمد

ابن ملک محمد فیصلہ جائداد پیرزادہ اعظم الدین خاں ساکن محلہ کٹرہ مورخہ ۴ ہ ربیع الاول ۱۲۵۱ھ پر آپ کی مہر ہے مفصل حال معلوم نہیں ہوا۔

مولوی نور الدین بن اسمٰعیل

مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ملازم ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ہندوستان کے

اکثر شہروں کا دورہ کرکے انگریزی میں کتابوں کی فہرست مرتب کی ہو اُس میں لکھتے ہیں کہ لکھنؤ محلہ یحییٰ گنج میں واجد حسین کتاب فروش کے ہاں ایک کتاب کن فیکون نامی مولفہ مولوی محمد اسمٰعیل شاہ رام پوری ہو۔ میں تو علمائے رام پور کے حالات جمع ہی کررہا ہوں۔ میں نے اُس کتاب کو سرکاری کتاب خانۂ رام پور کے لیے خرید لیا۔ اس کتاب میں عربی کے کئی رسالہ ہیں سب کی ایک ہی تقطیع ہو ایک ہی خط ہو۔ اور ذیل کے رسالے موجود ہیں"

توبۃً نصوحا

دیباچہ میں لکھا ہو۔ کہ مذہب حنفی سے آجکل لوگوں کو انکار رہو۔ جو حنفی مذہب کا بلاضرورت منکر ہو۔ وہ کافر ہے۔ سلاطین روم جو خادم کعبۃ اللہ ہیں حنفی ہیں۔ اور آجکل کہ سنہ بارہ سو ستتر ہجری (۱۲۷۷ھ) ہیں سلطان روم حنفی ہیں۔ مؤلف کا نام کسی نے کاٹ کر احمد خلیل اللہ محمد اسمٰعیل شاہ لکھا ہو۔ جب غور کیا گیا تو یہ عبارت پڑھی گئی۔ وانا المسمے بہ نورالدین بن اسمٰعیل بالحق والیقین جعل اللہ مسکنے فی بلدۃ سمہا المسلون بالمصطفا باد والمشرکون بالرام فور وھی بلدۃ طیبۃ فی الھند اطیب الثمرات من المسک والکافور جعل اللہ سلطانہا نوابا۔ یوسف العالی خان من سبط نواب فیض اللہ خان ابن نواب العالی محمد خان۔ قیل ھو عالم فی المنطق سلم العلوم و فی الاصول مسلم بل سائر کتب الاحادیث والتفاسیر۔ کتاب کو چار بابوں پر تقسیم کیا ہو۔ باب الاول فی بیان توبۃ نصوح۔ باب الثانی فی عرفان ذات اللہ۔ باب الثالث۔ فی رویۃ اللہ بالبصر۔ باب الرابع۔ فی بیان شفاعۃ الرسل۔ چودہ صفحہ ہیں عربی بدخط ہو۔ اور کل رسائل ایک ہی خط اور ایک پیمانہ کے ہیں۔ کتاب کی تقطیع $\frac{3}{4}$ ۷ × $\frac{1}{2}$ ۶ انچ ہو۔ رسالہ کی ابتدا یہ ہو۔

الحمد للہ ھو من وذاتہ یقتضی وجودہ مع الایمان والاسلام الحنیف

ان کل رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب مولوی سید اسمٰعیل شاہ ساکن بریلی کی ملکیت تھی۔ جن کا نام مع وطن کے اِس رسالہ کے اول صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔ رسالہ کے دوسرے صفحہ کے حاشیہ پر ایک مربع مہر تین جگہ لگی ہوئی ہے۔ اور اُس کے اندر یہ نام کندہ ہے۔ (داذکر فی الکتاب اسمعیل ش۱۲۵ھ) چوتھے صفحہ کے حاشیہ پر ایک عبارت لکھکر لکھا ہے۔ من احمد خلیل اللہ محمد اسمٰعیل اللہ شاہ۔ معلوم نہیں یہ کون سید صاحب ہیں کہ مصنف کتاب کا نام کاٹ کر اپنا نام کئی رسالوں میں لکھدیا ہے۔ محرف صاحب کا خط عربی نہیں ہے۔ اور کتاب میں کئی جگہ ہے۔ بلکہ ایک جگہ محمود اللہ محبوب شاہ بھی لکھا ہے۔ شاید ان کے کوئی بھائی ہوں۔ افسوس کہ غیر کی تصنیف کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ مولوی نورالدین ہر جگہ مخالف مذہب حنفی کو کافر لکھتے ہیں۔ مگر مولوی سید اسمٰعیل شاہ محرف کتاب نے کافر کو کاٹ کر کئی جگہ مبتدع اور فاسق بنایا ہے۔

رسالۂ ثانی بدیہی فی المذہب الحنفی

اول الذکر رسالہ کی سی بالکل حالت ہے۔ تالیف کا وہی مقصد ہے۔ اس رسالہ میں بھی نورالدین بن اسمٰعیل کو مٹا کر احمد خلیل اللہ محمد اسمٰعیل شاہ بنایا ہے۔

اور جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر اور رام پور کا ذکر انھیں الفاظ میں کیا ہے۔ جو اول رسالہ میں ہیں۔ سلطان روم کا ذکر اس طرح لکھا ہے۔

اسمہ عبد المجید خان غازی ابن سلطان محمود خان المرحومی۔ ابن عبد الحمید خانی العثمانی وھو السلطان الجازی اللھم اید الاسلام والمرسلین ببقاء سلطنتک الجازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ۔

ابواب کی یہ تفصیل ہے۔ باب فی بیان توبۃ نصوح عن سائر الادیان الباطلہ باب فی بیان اثبات ذات اللہ۔ باب فی بیان اثبات کلام اللہ۔ باب فی بیان بدیھۃ وجود رسول اللہ۔ باب فی بیان بدیھۃ العلما۔ باب فی بیان

بدیھۃ الکفر باللہ - باب فی بیان بدیھۃ رویت ذات اللہ - باب فی بیان بدیھۃ الشفاعۃ - اٹھائیس صفحہ کا رسالہ ہی - ابتدا رسالہ یہ ہی -
الحمد للہ خلصا لانہ مومن فلا احسد لمن لم یکن مومنا مثلہ لانہ کافر -

رسالہ نصر اللہ بجمیع خلفاء بیت اللہ

مقاصد اور اغراض کتاب مثل اول الذکر رسالہ کے لکھے ہیں - اس رسالہ میں بھی نور الدین بن اسمٰعیل کا نام کاٹ کر احمد خلیل محمد اسمعیل شاہ بریلوی نے اپنا نام لکھدیا ہے - مصنف کے نام کے بعد پوری عبارت جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر کے نام تک بلفظہا وہی ہی جو اول رسالہ میں ہی ۱۲۷۸ھ اور عہد عبد المجید خاں غازی کا نام لکھا ہی - ابواب یہ ہیں - باب فی بیان الایمان - باب فی بیان اثبات وجود ذات ممکن الوجود - خاتمہ کی یہ عبارت ہی - قد تم نصر اللہ بجمیع خلفاء بیت اللہ یوم السبت وقت الضحیٰ من ۱۲۷۸ھ ہجریہ فی شہر الشوال ابتدائی عبارت یہ ہی - الحمد للہ فلا احمد لغیر اللہ والشکر للہ فلا شکر لغیر اللہ ۵۳ صفحے ہیں تقطیع مثل اول الذکر رسالہ کے ہی -

بیعۃ الرضوان

اس رسالہ کا مقصد اور غرض خط و کاغذ تقطیع مثل الذکر رسالہ کے عربی ہی سنہ تالیف ۱۲۷۸ھ اور عہد سلطان عبد المجید خاں غازی کا لکھا ہی نور الدین بن اسمٰعیل کو مٹا کر احمد خلیل اللہ اسمٰعیل شاہ غیر قلم سے مؤلف کا نام لکھا ہوا ہی - مؤلف کے نام کے بعد رام پور کا ذکر اول رسالہ کے موافق ہی - نوابوں کے نام نہیں لکھے ہیں - تفصیل ابواب یہ ہے - باب الوجود - باب الذات وھو ثلثۃ - باب فی بیان عرفان - باب فی بیان تقدیر - باب فی بیان ذات الواجب الوجود - باب فی بیان کمال ذات - باب فی بیان رویۃ - باب شفاعۃ الرسل -

خاتمہ کی عبارت یہ ہی۔ خاتمہ ھذا الکتاب فی رابع عشر من شھر الرمضان
بعد اداء صلوۃ الظہر یوم السبت من ۱۲۸۸ھ شروع کی عبارت یہ ہے۔
الحمد ھو الکمال اللہ لانہ سلام مومن دینہ الاسلام الحنیفا تعداد صفحات ۱۹۔

بیعۃ الرحمٰن

مقصد خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل اول الذکر رسالہ کے ہی۔ اصل مصنف کا نام نور الدین بن اسمٰعیل کاٹ کر احمد خلیل اللہ محمد اسمٰعیل شاہ لکھدیا ہی۔ وطن رام پور کے ذکر کے ساتھ جناب نواب سید یوسف علی خاں صاحب بہادر اور جناب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب بہادر اور جناب نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر کے نام لکھکر لکھتا ہی۔ کلھم اصحاب الحشمۃ والحکم والدولۃ من الدراھم والدنانیر۔ ابواب کی یہ تفصیل ہی۔
مقدمۃ البیعۃ مبادلۃ النفس باب فی بیان ملک الحاکم۔ باب فی بیان معلومات اللہ۔ باب فی بیان مقدور اللہ۔ باب فی بیان تدبیر اللہ باب فی بیان حسین بن علی رضی اللہ عنہما رسالہ کی ابتدا یہ ہی۔
الحمد للہ ھو مومن وانزل القرآن۔ اٹھارہ صفحات ہیں۔

نور الھدایہ

مقصد۔ کاغذ۔ خط۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل اول رسالہ کے ہی۔ اس رسالہ میں نور الدین بن اسمٰعیل نہایت واضح طور پر نمایاں ہی اسکو کاٹ کر احمد خلیل اللہ محمد اسمٰعیل شاہ لکھدیا ہی۔ رام پور کا ذکر کر کے کتاب کو خلیفہ بیت اللہ کے نام پر معنون کیا ہی۔ سنہ تصنیف ۱۲۸۸ھ ہی۔ تفصیل ابواب یہ ہی۔
باب الایمان باللہ۔ باب فی بیان عرفان۔ باب فی بیان شرائط الایمان باب التدبیر والتقدیر۔ باب فی بیان رویۃ۔ باب فی بیان شفاعۃ صفحات ۳۲ ہیں۔ ابتدائ کتاب۔ الحمد للہ ھو مومن حیث عن الباطل الی الحق

فی دین الاسلام دائما۔

کتاب لُطف اللہ الوہاب

مقصد۔ خط۔ کاغذ تقطیع۔ زبان عربی مثل اول الذکر رسائل کے ہے سنہ تصنیف سنہ ۱۲۰۸ھ اور عہد سلطان عبدالعزیز خاں کا لکھا ہی۔ تفصیل ابواب یہ ہی۔ باب فی بیان اول ما فرض اللہ۔ باب فی بیان تفضل لتوبۃ۔ باب فی بیان قصص انبیا و اولیاء اللہ۔ صفحات چودہ ابتدار کتاب۔ الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق۔

میزان العقل

مقصد۔ کاغذ خط تقطیع۔ زبان عربی مثل اول الذکر رسائل کے ہے۔ نام کے ساتھ رام پور کی سکونت کا بیان ہی۔ تصنیف سنہ ۱۲۰۸ھ عہد سلطان عبدالعزیز خاں غازی۔ تفصیل ابواب۔ باب توبۃ النصوح۔ باب فی بیان الایمان۔ باب فی بیان اتباع الشیطان۔ صفحات ۱۴۔ ابتدار کتاب۔ الحمد للہ ھو من قال للممکن الوجود کن فیکون حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔

رسالہ بلا اسم

مقصد۔ خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل اول کے رسالہ کے ہی۔ مصنف نے نام کتاب اور اپنا نام کہیں نہیں لکھا تصنیف سنہ ۱۲۰۶ھ کی ہو طرز تحریر گواہ ہی۔ کہ نورالدین بن اسمٰعیل کی تصنیف ہی۔ تفصیل ابواب۔ باب فی بیان توبۃ نصوح۔ باب فی بیان طریق عرفان۔ باب فی بیان ملک اللہ۔ باب فی بیان خلیفۃ اللہ۔ صفحات ۲۹۔ ابتدار کتاب۔ الحمد للہ ھو من نفسہ بصفاتہ و بجمیع احکامہ

کن فیکون

مقصد خط۔ کاغذ تقطیع۔ زبان عربی مثل اول رسائل کے ہی۔ نورالدین مصنف کا

نام بالکل سیاہی سے مٹا کر اسمٰعیل شاہ لکھا ہی۔ یہ بھی حرکت مولوی سید اسمٰعیل شاہ بریلوی کی ہی۔ اور اس کتاب کو سلطان عبد المجید خاں غازی کے نام پر معنون کیا ہی۔ فہرست ابواب۔ مقدمہ السنتہ لطریق اللہ حقیقتہ۔ باب اول فی عرفان ذات اللہ۔ باب الثانی۔ فی بیان سلسلۃ الکمال التام۔ باب ۳ فی بیان عرفان کلام اللہ۔ باب ۴ فی بیان رسول اللہ۔ باب ۵ فی بیان خلفاء۔ باب ۶ فی بیان اولیاء اللہ۔ باب ۷ فی بیان اصحاب رسول اللہ۔ باب ۸ فی بیان مذہب علماء اہل السنتہ۔ باب ۹ فی بیان شرائط الصلوۃ۔ باب ۱۰ فی بیان الایمان۔ باب ۱۱ فی بیان مکہ۔ باب ۱۲ فی بیان اہل الفسق۔ باب ۱۳ فی الکسب والاکتساب۔ باب ۱۴ بیان الباغی۔ باب ۱۵ فی بیان اہل الکفر تصنیف ۱۲۶۵ھ اور اسی سنہ کی کتابت ہی۔ صفحات ۲۳۸-۱ ابتدار کتاب۔
الحمد للہ ہو مؤمن فی المخالف عنہ کافر۔

رسالہ ذبح

خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل دیگر رسائل کے ہی۔ تصنیف ۱۲۶۵ھ تعداد صفحات ۱۰-۱ ابتدار کتاب۔ الحمد للہ جعل الحلال عن الحرام مفصلا۔

رسالہ ذبح ثانی

خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل دیگر رسائل کے ہی۔ مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا ہی۔ مگر طرز کلام سے اِس مصنف کی معلوم ہوتی ہی۔ صفحات ۱۶-۱ ابتدار کتاب۔
الحمد للہ فی ملک اللہ قال لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔

توبۃ النصوح

تقریبًا سب حالت اول نمبر کے رسالہ کے موافق ہی۔ ابواب اور فصول اور عبارتیں بدلی ہوئی ہیں۔ مصنف کا نام بھی ہے تصنیف ۱۲۶۶ھ صفحات ۲۹-۱ ابتدار کتاب

الحمد للہ ھو سلام ھو من دینہ الاسلام۔

بدیہی فی المذہب الحنفی

رسالہ موافق رسالۂ دوم کے ہی۔ عبارت کو کہیں کہیں بدل دیا ہی صفحات ۱۹ ابتدا رکتاب الحمد للہ لانہ مومن فالمخالف عنہ عمداً بلا عذر شرعی کافر تصنیف ۱۲۷۷ھ۔

ایمان الّٰلا الحمید

خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل دیگر رسائل کے ہی۔ اس رسالہ کو مکہ معظمہ میں ۱۲۷۵ھ میں سلطان روم کی نصرت کے لئے لکھا ہی۔ اور حنفی مذہب کی حمایت کے ساتھ احکام شرعی کے ساتھ سلطان روم کی اطاعت کو واجب کیا ہی۔ دیباچہ میں اپنا نام اور رام پور کو مسکن بتایا ہی۔ اس کتاب میں نو صفحہ کے بعد ایک دوسرا دیباچہ لکھا ہی۔ صفحات ۴۴۔ ابتدار خطبۂ اول۔ الحمد للہ لانہ واجب الوجود والا فلا یکون الوجود لازماً لذاتہ و ھذا خلف۔ ابتدار خطبۂ ثانی الحمد للہ رب العالمین۔ والعاقبۃ للمتقین۔

بیعۃ الرضوان

خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی سب مثل دیگر رسائل کے ہی۔ نمبری چہارم رسالہ کے مثل یہ بھی ہی۔ عبارت میں تغیر کردیا ہی۔ تصنیف ۱۲۷۵ھ صفحات ۴۶۔

کتاب الحنیف

خط۔ کاغذ۔ تقطیع۔ زبان عربی مثل دیگر رسائل کے ہی۔ دیباچہ میں لکھا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ مگر مومن نہیں ہیں۔ اس لئے میں ایک کتاب بطریق مذہب احناف لکھتا ہوں جس میں احکام الٰہی ہونگے۔ اپنے نام کو اس طرح لکھا ہی۔ وانا المسمّٰی نور الدین ابن اسمٰعیل بالحق والیقین یسکنے فی بلدۃ بنی اسرائیل سمہا المسلمون بالمصطفٰا باد والمشرکون بالرام فور

وھی بلدۃ طیبہ فی الھند الطیب الثمرات من المساك والكافور-
تفصیل ابواب - باب عرفان اللہ - باب فی بیان عرفان صفات اللہ - باب
فی بیان ملک اللہ - باب فی بیان خلفاء اللہ - باب فی بیان صحت ایمان -
باب فی بیان غلبۃ الحنفیۃ فی الملۃ - باب العلماء الراسخین فی العلم -
باب فی بیان اھل السنۃ والجماعۃ - تصنیف ۱۲۷۹ھ صفحات ۱۰۰ - ابتدا کتاب
الحمد للہ جعل دین الاسلام لنا اماماً ومذھباً حنیفاً فی بلدۃ مکۃ اسمہ نعمان -
مصنف کے متعلق اور کوئی حال معلوم نہیں ہوا - ان تصانیف کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ مکۂ معظمہ کے قیام میں لکھی ہیں - رام پور میں کسی شخص سے انکا حال معلوم نہیں ہوا[1]-

میاں نور الدین

حضرت ملا اخوند فقیر کے بڑے صاحبزادے تھے - جاریہ کے بطن سے پیدا ہوئے -
تعلیم باطنی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کی - بیوہ اور محتاجوں کا کاروبار خود کرتے تھے -
عورتوں کی عادت ہے - کہ سامان لایا ہوا باربار پھیرا کرتی ہیں - آپ کبھی اس سے
آزردہ خاطر نہوتے تھے - باربار بازار کو جاکر سامان لاتے تھے - ذکر جہر نہایت
خوش آوازی سے فرماتے تھے ماہ رجب سنہ بارہ سو باون (۱۲۵۲ھ) میں انتقال کیا -

مولوی نور النبی

ولد مولوی محمد اسحٰق ولد مولوی احمد - نسب حضرت محمد ابن حنیفہ تک منتہی ہوتا ہے
آپ کے دادا مولوی احمد پنجاب سے آئے تھے - اپنے خاندان میں علوم وفنون فارسی
اور عربی کے تحصیل کیے - مولوی محمد علی جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے ان سے بھی
استفادہ کیا - اور دیگر علما اور فضلا سے کتابیں پڑھیں - کل علوم عربیہ میں دستگاہ تھی -
تفسیر - حدیث - فقہ - اور ریاضی میں خاص ملکہ تھا - مدرسۂ عالیہ رام پور میں

[1] انوار العارفین -

مدرس تھے - اکثر فتووں پر آپ کی مُہریں ہیں۔ آپ کے بہت شاگرد ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر میں عارضۂ ہیضہ سے تقریباً بارہ سو ستاسی ہجری (۱۲۸۷ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا - راہ نجات مطبوعہ مطبع نظامی ۱۲۸۶ھ کے اخیر میں ایک فتوے پر آپکی مُہر ہے - گویا اس سنہ تک زندگی یقینی ہے - اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے - آپکے فرزند اکبر مولوی محمد نبی عرف مولوی ننو آپکے حیات میں انتقال فرما چکے تھے - مولوی ننو کے انتقال سے چند ماہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ فرزند اصغر مولوی حیات النبی تھے - جنکا انتقال ۱۲۹۶ھ ہوا۔

اب مولوی ننو کے ایک فرزند اشفاق النبی خاں زندہ ہیں ریاست ہذا میں سب انسپکٹر ہیں - مگر علوم عربیہ میں دستگاہ نہیں ہے - مولوی نور النبی نے قرآن شریف کے تین پاروں کی تفسیر عربی میں نہایت ضخیم لکھی تھی۔

مولوی حیات النبی اپنے ساتھ مع دیگر کتب کے ہوشنگ آباد لے گئے تھے۔ وہاں کسی صاحب کے قبضہ میں رہی - رام پور نہیں آئی۔

مولوی نور عالم

مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ان سے میبذی کے چند جز تبرکاً پڑھے تھے - میبذی کے حاشیہ سے اِن کی لیاقت ظاہر ہے - اور انکے بیٹے مولوی محب اللہ انکی خبر جاری مرادآباد میں ہیں - یہ زمانہ تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا کا معلوم ہوتا ہے۔

مولانا نور الاسلام

ابن مولوی سلام اللہ محدث - شاہ رفیع الدین دہلوی کے پوتوں میں ہیں - کتب متداولہ اور طب اپنے چچا حکیم اسد علی خاں تلمیذ حکیم میر محمد ہاشم المخاطب حکیم معتمد الدولہ سید علوی خاں خلف و شاگرد حکیم میر محمد ہادی اور اپنے والد سے پڑھیں - ریاضی میں خاص مہارت تھی - صنفوں میں متعدد تصانیف موجود ہیں۔

نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں دہلی سے رام پور آئے۔ اور سو روپے ماہانہ کے ملازم ہوے۔ مولوی عبد العلی خاں ریاضی میں انہیں کے شاگرد ہیں اس وقت رام پور میں ان کے مثل کوئی ریاضی داں نہ تھا۔ فن ریاضی ان کی وجہ سے رام پور میں شائع ہوا۔ طب میں بھی درجۂ کمال حاصل تھا حکیم محمد اعظم خاں آپ کے ہی شاگرد رشید ہیں۔ مولوی عبد القادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ سلامت طبع رسائے فکر اصابت رائے میں مغتنمات روزگار ہیں۔ رام پور میں انتقال فرمایا اور حضرت شاہ بغدادی صاحب کے احاطۂ مزار میں دفن ہوئے رسالۂ اسطرلاب فارسی۔ اٹھائیس صفحہ کا قلمی ہے جسکو نواب نصر اللہ خاں بہادر در زمانۂ نیابت (از ۱۲۰۹ھ لغایت ۱۲۲۵ھ) کے نام پر معنون کیا اور تاریخ ۲۷۔ ربیع الثانی روز پنجشنبہ کو بارہ سو بیس ہجری (۱۲۲۰ھ) میں ختم کیا۔ کتب خانۂ رام پور میں موجود ہے۔ رسالۂ فی تحقیق ماہیۃ مکان عربی قلمی ۴۴ صفحہ کا رسالہ ہے۔ اسکے اخیر میں اپنے قلم سے لکھا ہے۔ کہ یہ رسالہ ۲۹۔ ربیع الثانی ۱۲۴۷ھ میں ختم ہوا۔ کتب خانۂ ریاست میں موجود ہے۔

ملا نور محمد فقیہ

محلہ کنڈہ میں میاں گانوں کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ بڑے فقیہ تھے مولوی عبد العلی خاں ریاضی داں نے انسے پڑھا ہے۔

حکیم نیاز احمد خاں

ولد بلادوست محمد خاں۔ طب حکیم مولوی عبد المجید خاں رام پوری سے پڑھی ۱۳۰۰ھ کے قریب انتقال ہوا۔ اب کوئی حال بتانے والا بھی نہیں ہے۔

مولوی نیاز اللہ

ولد مولوی عظمت اللہ۔ تقریباً بارہ سو پچیس ہجری (۱۲۲۵ھ) میں رام پور میں پیدا ہوئے کتب فارسی اور سخنگوئی میں مولوی غلام علی فرحت اپنے ماموں کے شاگرد رشید تھے

خاندان قادریہ میں مولوی مقیم صاحب کے مرید تھے

عالم۔ فاضل۔ عابد۔ زاہد۔ متقی۔ فرشتہ صورت و سیرت تھے۔ شیخ احمد علی باوجود معاصرت آپ کے کمال کے معترف تھے۔ نواب فردوس مکاں نے آپ کی لیاقت جانچ کر صاحبزادہ حیدر علی خاں بہادر کی تعلیم پر مقرر کیا۔ اکثر شہر کے عمائد اور بزرگ آپ کے شاگرد ہیں۔ راقم الحروف کے والد اور چچا بھی آپکے شاگرد تھے۔
راقم الحروف کو بھی خدمت میں نیاز حاصل تھا آپکا فارسی کا کلام اور کتب درسیہ پر حواشی آپ کے فرزند کے پاس موجود ہیں۔ تخلص نیاز ہے۔ ماہ رمضان سنہ بارہ سو چھیانوے ہجری (۱۲۹۶ھ) میں انتقال ہوا۔ بڑے پیر صاحب کے جھنڈے کے قبرستان میں دفن ہوے۔

ملا نیک محمد

قوم[1] افغان۔ علم فرائض میں بہت شہرت تھی۔ ہندوستانی تو انھیں افغانی شمار کرتے تھے۔ اور افغانی ہندوستانی خیال کرتے تھے۔ لیکن فضلاء افغانان کے مشیر تھے۔ جناب نواب سید محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کے عہد (سنہ ۱۲۰۸ھ تا سنہ ۱۲۱۱ھ) میں تھے۔

مولوی وجیہ الدین خاں

فرزند دوم مولوی حافظ محمد جان خاں رام پور میں پیدا ہوے۔ یہیں تحصیل علم کی۔ دس۱۰ روپے ماہانہ سرکار سے وظیفہ ملتا تھا۔ جناب نواب سید یوسف علی خاں بہادر فردوس مکاں نے ولیعہد ریاست جناب نواب سید کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کی تعلیم پر مقرر کیا۔ تین روز تک انھیں پڑھایا۔ چوتھے روز گئے تو نواب ولیعہد بہادر کو شطرنج کھیلتے دیکھا۔ ویسے ہی واپس چلے آئے۔ اور پھر کبھی نہیں گئے۔ نواب فردوس مکاں

[1] روزنامچہ مولوی عبد القادر خاں۔

نے اصرار بھی کیا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ ایسے لہو ولعب کے ساتھ تعلیم بے فائدہ ہے۔ تمام عمر تجرد میں گزاری۔ اور ہمیشہ درس تدریس کا مشغلہ تھا۔ سنہ بارہ سو انہتر ہجری (۱۲۶۹ھ) میں انتقال ہوا۔ اور محلہ پھلوار کے قبرستان میں دفن ہوے۔

مولوی وجیہ الزماں خاں تخلص رحیق

ابن شیخ منعم الزماں خاں قصبہ فرخ آباد عرف جلالاواں ضلع بجنور صوبہ اودھ میں پیدا ہوے۔ فارسی اور عربی کی تحصیل تمام وکمال تھی۔ محکمہ صدر آگرہ (ہائی کورٹ) میں مدت تک سر رشتہ دار رہے۔ جناب نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ کے عہد (۱۲۵۶ھ تا ۱۲۷۱ھ) میں رام پور آئے۔ پولیٹکل ایجنٹ کے سفیر منجانب ریاست مقرر ہوے۔ بصلہ خدمات غدر ۱۸۵۷ء متعلق ریاست رام پور ۱۵۔ نومبر ۱۸۵۹ء کو لارڈ کیننگ نے بمقام فتح گڈھ دو ہزار روپے کا خلعت عطا کیا۔ جاگیر نہیں ملی۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ فرید الزماں اور بھتیجے بغاوت میں ملزم تھے مولوی صاحب نے دونوں کی جان بچانے کی درخواست کی۔ اور نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں نے جاں بخشی کرادی۔ اس لئے گورنمنٹ سے صرف خلعت ملا۔ مگر ریاست نے پوری قدر دانی کی۔ شیخ فرید الزماں کو بھی ریاست میں جگہ دیدی۔ مولوی صاحب نہایت عابد۔ زاہد۔ اور پرہیز گار تھے۔ جس کسی نے آپ سے برائی کی آپنے اُسکے ساتھ بھلائی کی۔ چوہتر برس کی عمر میں رام پور میں جمادی الاولیٰ کی دوسری تاریخ بارہ سو نواسی ہجری (۱۲۸۹ھ) کو انتقال فرمایا۔

مولوی وحید اللہ خاں

ولد عباد اللہ خاں قوم پٹھان۔ صغر سنی میں یتیم ہوگئے۔ ہوش سنبھالا اور اپنی محنت سے علمائے رام پور سے علوم عربیہ وفارسی میں کمال پیدا کیا۔ ریاضی میں

بے مثل تھے۔ خط پاکیزہ تھا۔ مدرسۂ عالیہ میں ملازم رہے۔ پھر جوڈیشلی میں منتقل ہو گئے۔ چند کتابوں کے ترجمے شروع کئے مگر ناتمام رہے۔ نہایت متین۔ نیک نہاد۔ خلیق اور مہذب تھے۔ خالی اوقات میں پڑھاتے بھی تھے۔ تقریباً چالیس سال کی عمر میں ذی الحجہ کی بیسویں تاریخ سنہ تیرہ سو سینتیس ہجری میں قریب مغرب انتقال کیا اور میاں محمد عاشق صاحب مرحوم کے مزار میں دفن ہوئے۔

سید وزیر علی شاہ تخلص وزیر

ولد سید امام علی ولد سید اکبر علی۔ قوم سید حسنی حسینی۔ آپ کے دادا گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ آپ کے والد رام پور میں آئے اور محلہ دو محلہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ ۱۲۲۳ھ میں اسی محلہ میں پیدا ہوئے۔ فارسی عربی دونوں میں دستگاہ تھی۔ شاعری کا بھی شوق تھا۔ فارسی اُردو ہندی تینوں زبانوں میں کبھی کبھی کچھ موزوں کرتے تھے۔ شاہ کمال الدین خاں عرف بھورے میاں سے نقشبندی طریقہ میں خلافت پائی۔ پیر و مرشد کی حیات تک اُن کی خدمت کی انتقال کے بعد گوشہ نشین ہو گئے۔ شب و روز میں دو بار حجرہ کھلتا تھا۔ ملنے والے اور خادم اُسوقت حاضر ہو کر قدمبوس ہوتے تھے۔ شب کو بہت کم سوتے تھے۔ روزانہ صبح کو حضرت حافظ جمال اللہ صاحب کے مزار پر حاضر ہوتے تھے۔ توکل پر گزر تھی کسی سے التجا نہ تھی۔ نہ کسی کی طرف اہل دنیا میں سے رغبت تھی۔ مریدین بہت تھے۔ خلفا میں عبدالحکیم خاں ولد ابراہیم خاں مرحوم شاہ مرزا محمد اسحٰق بیگ مرحوم سید بہادر شاہ مرحوم مدفون موضع ٹانڈہ تحصیل بلاسپور علاقۂ ریاست رام پور۔ اور نصرت یار خاں مرحوم بتائے جاتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں اب کوئی رام پور میں صاحب ذکر و شغل نہیں معلوم ہوتا۔ شوال کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو چھیانوے ہجری (۱۲۹۶ھ) میں لاولد انتقال فرمایا۔ مزار گنبد دار محلہ دو محلہ میں موجود ہے۔ انتخاب یادگاریں آپ کی

ولدیت محمد علی لکھی ہی وہ غلط ہی۔

مولوی سید ولایت علی

ولدِ مولوی سید بہادر علی ابن مولوی سید جمال علی حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں رام پور میں پیدا ہوے۔ فارسی مولوی غیاث الدین سے اور عربی دیگر علماے شہر سے پڑھی۔ ریاست میں ملازم تھے بارہ سو نوے ہجری (۱۲۹۰ھ) میں بعارضۂ حمی دق وسل چھیالیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ میاں ٹاٹ شاہ صاحب کی زیارت میں دفن ہوے۔

مولانا ولی النبی مجددی

ولد مولوی حبیب النبی بن مولانا ضیار النبی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کی ولادت بارہ سو چوالیس (۱۲۴۴ھ) میں رام پور میں ہوئی۔ بعد حفظ قرآن شریف اوائل علوم رام پور میں پڑھے۔ پھر کلکتہ جاکر چند سال وہاں تحصیل علوم کی۔ پھر رام پور آئے۔ تکمیل علم کے بعد طبیعت کسب نسبت مجددیہ کی طرف راغب ہوے۔ دہلی جاکر حضرت شاہ احمد سعید کے دست مبارک پر بیعت کی۔ شاہ صاحب گو خود بھی مجددی تھے مگر اولاد مجدد صاحب کی بہت تعظیم وتکریم فرماتے تھے۔ شاہ صاحب کے فرزند اکبر مولانا عبدالرشید کو طلبائے راہ خدا سے عشق تھا۔ آپ نے مولانا سے فرمایا کہ اگر لطف صاحبزادگی اُٹھانا ہے۔ تو خیر ورنہ نسبت حاصل کرنے کی یہ ترکیب ہی کہ جب شاہ صاحب پالکی میں سوار ہوکر تشریف لیجائیں آپ جوتے ہاتھ میں لیکر پالکی کے ساتھ جایا کریں۔ چنانچہ آپ ایسا ہی کرتے تھے۔ مولانا عبدالرشید اپنے والد کے سچے جانشین تھے۔ ان سے مریدین شاہ صاحب کو حصول نسبت باطنی میں بہت مدد ملتی تھی۔ تین سال کے قریب حاضر خدمت رہے اور خلافت سے مشرف ہوے۔ شاہ احمد سعید صاحب جب غدر میں مکہ معظمہ کو روانہ ہوے۔ تو راہ میں سے مولانا ولی النبی اور آپ کی بیوی کو

اور ملازم کو حکم دیا کہ رام پور چلے جاؤ۔ لباس میاں بیوی کے پاس وہی تھا جو جسم پر تھا اور ایک مہینے سے زیادہ ہو چکا تھا۔ زادِ راہ بھی پاس نہ تھا۔ اس وقت مجھے مقام کا نام یاد نہیں۔ اسکی سرائے میں آپ بیٹھے تھے ایک بہلی والے نے کہا کہ خالی بہلی جاتی ہے۔ اگر چلنے کا قصد ہو تو چلئے مولانا نے فرمایا کرایہ نہیں ہے۔ اُس نے کہا خالی تو جا رہا ہوں بیٹھ جایئے اگر آپ کو میسر ہو جائے۔ دینا ورنہ خیر۔ تینوں آدمی بہلی میں سوار ہو کر چلے منزل کے قریب شہر کے باہر ایک شخص نے کورا کپڑا اور کچھ نقد دیا۔ آپ نے فرمایا آپ کو دھوکا تو نہیں ہوا ہے کسی اور کو آپ دینا چاہتے ہونگے اُن صاحب نے کہا نہیں آپ ہی کو دیتا ہوں۔ چنانچہ اسی طرح منزل بہ منزل رام پور بخیریت آگئے۔ یہاں آکر مشغول ریاضت و مجاہدہ ہوے۔ چنانچہ برسوں یہی معمول رہا کہ دن کو روزہ رکھتے اور شب کو جو ملجاتا افطار فرماتے اُسوقت ظاہری وجہ معاش کچھ نہ تھی۔ آپ کا خط نسخ بہت پاکیزہ تھا۔ پارہ ہائے قرآن شریف اور دلائل الخیرات لکھتے اور اُن کو ہدیہ کرا کر اُس سے کھاتے پیتے پابند جماعت اسقدر تھے۔ کہ دیکھنا گیا ایسا کبھی نہیں دن ہوتا یا رات سردی ہوتی یا گرمی کھلا ہوتا یا بارش ہر حال میں اول وقت آپ مسجد میں تشریف لیجاتے اور نمازیوں کے انتظار میں وہاں بیٹھے رہتے۔ جب نمازی جمع ہو جاتے تو نماز پڑھا کر تشریف لاتے۔ مکان میں ایک مقرر جگہ آپ کا پلنگ رہتا اُس پر بیٹھے یا لیٹے رہتے۔ تسبیح ہر وقت سوائے وقت خواب کے ہاتھ میں رہتی۔ اکثر حالت سکوت میں رہتے تھے۔ کوئی بات کرتا تو مختصر اور مفید جواب دیتے۔

نواب خلد آشیاں نے اپنے ولیعہدی کے زمانہ میں مولانا عبدالرشید صاحب کو بلایا۔ اور بیعت ہوے۔ اُسوقت اور بھی لوگ داخل سلسلہ ہوے۔ مولانا عبدالرشید نے نواب خلد آشیاں سے کہا تھا۔ کہ اگر آپ کو شوق ہو تو آئندہ مولانا ولی الغنی سے استفادہ کیا کیجئے۔ نواب خلد آشیاں نے حاکم مرافعہ کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہیں کیا۔

پھر فرمایا ماہانہ مصارف کیا ہی آپ نے پچیس روپے ماہانہ بتائے۔ یہی تنخواہ مقرر ہوگئی
امام الدین خاں آپ کے ایک مخلص دوست تھے۔ آپ کے مکانوں میں رہتے تھے۔
اِس تنخواہ میں سے اُن کو بھی دیا کرتے تھے۔ سید یوسف علی خدمت میں رہتے تھے۔
اُنھوں نے بہت سے مکانات کا جو آپ کی ملکیت سے تھے انکا غلہ وغیرہ بیچ لیا۔
مگر مولانا نے کچھ نہیں فرمایا۔ وہی مصارف اُٹھاتے تھے۔ جب دہلی چلے گئے تو
امام الدین خاں کے بیٹے کارپرداز ہوے۔ مولوی رحیم بخش صاحب شاہ غلام علی
صاحب دہلوی کی خانقاہ کے متولی تھے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو آپ کے
پیرزادوں نے آپ کو متولی قرار دیا۔ نواب خلد آشیاں نے پچاس روپے ماہانہ
خانقاہ کے نام سے مقرر کردیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ خواہ خود صرف میں لائیں یا درویشوں
کو کھلائیں۔ سال کا زیادہ حصہ آپ دہلی میں صرف فرماتے تھے۔ پچاس ساٹھ
درویشوں کو خانقاہ میں کھانا ملتا تھا۔ صادر وارد بھی آتے تھے۔ اور خانقاہ میں
کھانا کھاتے تھے۔ یہ فقیر بھی ایک بار مع اہل وعیال کے اندور کو جاتے ہوے خانقاہ
میں ایک شب و روز مقیم رہا۔ مولانا نے بندہ نوازی فرماکر اپنے زنانہ میں میرے
متعلقین کو رکھا۔ اُسوقت کا خانقاہ کا نقشہ میری آنکھوں میں ہی نماز تہجد کے وقت
سے مسجد میں اہتمام ہوتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا گویا دن ہی۔ بعد نماز ختم خوانی ہوتی پھر مراقبہ کا
حلقہ ہوتا تھا۔ سہ پہر کو سب درویش مل کر کنویں سے حوض میں پانی بھرا کرتے تھے۔ مولانا خود بھی
کبھی کبھی چرسے کو ہاتھ لگاتے تھے۔ حاجتمندوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ یہ حالات
میں نے ۱۸۸۵ء میں دیکھے تھے۔ خانقاہ میں عمارت بہت بنی ہوئی تھی اُسکی مرمت
کے لئے اسوقت ہزاروں کی ضرورت تھی۔ لیکن مولانا کو دنیا اور اہل دنیا سے غرض
نہ تھی۔ روپیہ کہاں سے آتا۔ درگا داس نامی ایک بنیا تھا تنخواہ وصول کرنے کی
مہر اُس کے پاس رہتی تھی۔ اور اِس صلہ میں وہ دو روپے مہینا پاتا تھا۔ چند بار

میں نے خود حساب دیکھا مگر نہ کوئی رقعہ ہوتا تھا نہ پرچہ ہمیشہ ہزار آٹھ سو روپے اُسکے
قرض رہتے تھے۔ مولانا سے عرض کیا جاتا حضرت اُسکا کوئی حساب ٹھیک نہیں،
فرماتے کیا وہ جھوٹ بولیگا۔ میں نے دیکھا دہلی سے تشریف لائے ہیں۔ بہلی مرادآباد
تک تھی لوگ استقبال کے لئے دریائے کوسی پر جاتے تھے۔ آپ لوگوں کو دیکھکر بہلی سے اُتر
پڑتے تھے۔ اور شہر تک سب کے ساتھ پیدل آتے تھے۔ مکان پر پہونچنے کا وقت
اکثر قریب مغرب کا ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بہلی سے اسباب اُتار کر کوئی لحاف لے گیا
کوئی فرد لے گیا۔ کوئی توشک لے گیا۔ اکثر گھر میں اُسی لباس سے پہونچتے تھے۔ جو پہنے
ہوتا تھا۔ روزانہ شب کو ایک بجے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ مگر اپنی ضرورتوں کے واسطے کبھی
کسی کو نہیں جگاتے تھے۔ ایک چھوٹی ڈولچی بنوائی تھی۔ گھر میں کوئیاں تھی۔ سردی
یا گرمی۔ خود اُٹھکر پانی بھرتے اور وضو کرتے۔ اخیر عمر میں شب کو ضعف بصر کی
وجہ سے پلنگوں کی ٹھوکریں کھاتے میں نے دیکھا تھا۔ گھٹنے سے نیچے سب پنڈلی
زخموں کے نشان تھے۔ پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہوئی تھیں جو خرد سالی انتقال
کر گئیں۔ بھتیجیاں کئی تھیں اُن کو پرورش کیا اور پالا شادیاں کیں اور وہ سامنے ہی
مر بھی گئیں۔ گھر میں یا باہر کبھی کسی شخص سے کسی کام کا سوال نہیں کیا۔ گھر میں کھانے
کے وقت اُس جگہ بیٹھ جاتے جہاں کھانے کا معمول تھا۔ اگر کھانا آگیا تو کھالیا ورنہ
خاموش اُٹھکر چلے آئے۔ ایک بار بڑی بیوی صاحبہ نے تین وقت کھانا نہیں دیا
مگر آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔

ابتدا میں کھانے کا یہ معمول تھا کہ صبح کو ایک چھٹانک مونگ کی کھچڑی اور شب کو
آٹے کا نصف پراٹھا غالباً وہ بھی چھٹانک سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

باہر مسجد میں یا خانقاہ میں گرمیوں کے دنوں میں ایک مٹی کی بدھنی میں پانی بھر
اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ جب حرارت کی پیاس ہوئی ایک گھونٹ پی لیا۔

ترک لذات کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بار میرے پیرومرشد اور مولانا کے خلیفہ لکھنؤ سے خربوزہ لائے اور عرض کیا آپ اس میں سے ضرور نوش فرمائیں۔ فرمایا بہت اچھا چکھ لونگا۔ مجھے اسکا مزہ بھی یاد نہیں رہا۔ یہی حال آم کا تھا۔

میرے پیرومرشد فصلی میوہ باصرار کھلایا کرتے تھے۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد زندہ نہ تھی۔ آپ کے ایک پیر بھائی نے کہا کہ شاہ غلام علی صاحب نے خواب میں فرمایا ہے کہ مولانا کو دوسرا عقد کرنا چاہیے۔ چنانچہ دہلی میں دوسرا عقد کیا۔ دو صاحبزادے ماشاءاللہ اور ایک صاحبزادی موجود ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں آپ دہلی سے رام پور حسب عادت تشریف لائے۔ خانقاہ دہلی میں مولانا محمد عمر صاحب کے صاحبزادے مولانا ابوالخیر چلے آئے۔ مولانا پھر دہلی کو نہیں گئے۔ پچاس روپے ماہانہ خانقاہ کے نام سے جو ملتے تھے وہ بند ہو گئے۔ اہل دہلی جو مولانا ولی النبی صاحب کے معتقد تھے۔ آمادہ انتظام ہوے۔ مگر مولانا نے سخت تاکید کی کہ ہرگز کوئی امر خلاف نہونے پائے وہ مالک ہیں میں خادم ہوں۔ جب مالک خود آگئے تو میری کیا حاجت ہی۔ اب یہاں وہ پچیس روپے ماہانہ کی آمدنی تھی بچے بھی ہو گئے مصارف بھی بڑھ گئے مگر کبھی کسی نے متردد نہیں دیکھا۔ نواب خلد آشیاں اسقدر عظمت کرتے تھے کہ جس کسی کی آپ سفارش فرماتے فوراً قبول کرتے۔ اب کونسل کا دورورہ ہوا۔ نواب اسحٰق خاں صاحب خلف نواب مصطفٰی خاں صاحب شیفتہ مدارالمہام ہو کر یہاں آئے۔ وہ بھی عقیدتمندوں میں سے تھے کبھی کبھی آیا کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کے آنے سے لوگ سفارشوں کے لئے مجھے تنگ کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہی کہ آپ مجھے بلا لیا کیجیے خود نہ آئیے۔ اُن کی بیوی بھی زنانہ میں آیا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں ہز ہائنس جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کو بھی مولانا سے محبت ہوئی۔ اور علاوہ اس پچیس روپے قدیمی تنخواہ کے سو روپے مہینا مقرر ہوا۔ مگر مولانا کی وہی حالت رہی۔ جناب نواب صاحب بہادر بالقابہ

فرماتے ہیں کہ میں نے ایک تعویذ مانگا۔ تعویذ دیتے وقت فرمایا کہ کام ہوجانے کے بعد واپس
کر دینا۔ کام ہوگیا اور تعویذ کو احتیاط سے قفلوں میں مقفل کر کے میں نے رکھدیا۔ کامیابی کے
بعد ملاقات ہوئی تو مولانا نے تعویذ کی واپسی کی نسبت کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ مولانا مسکرا کر
خاموش ہوگئے۔ ہفتہ عشرہ میں جب صندوقچہ کھول کر دیکھا تو تعویذ غائب تھا۔ اس واقعہ
کو حضور پرنور نے جلسۂ عام میں چند بار بیان فرمایا ہے۔ اخلاق کی یہ حالت تھی کہ کبھی کسی سے
غصہ سے بات نہیں کی۔ آپ کی عادت تھی کہ نمازیں مسنونہ طریق پر اول وقت میں ادا
فرماتے تھے۔ گرمیوں میں ایک بجے دن کے مسجد میں آجاتے تھے۔ محلہ میں مولوی
شفاعت خاں نامی ایک صاحب رہتے تھے وہ نماز میں دیر کو آتے تھے چند بار اسقدر
الفاظ رکیک استعمال کئے کہ دوسروں کو غصہ آیا۔ مگر آپ نے غصہ نہیں فرمایا۔ ایک صاحب
سرزنش کو اُٹھے تو آپ نے فرمایا یہ میرے محلہ دار ہیں تم نہ بولو۔ میں اُسوقت خود بھی
حاضر تھا۔ اپنے پیران عظام کا سالانہ عرس کرتے تھے۔ صبح کو اپنے خدام سے فرمایا آج
فلاں صاحب کے فاتحہ کا دن ہے۔ مخصوص آدمی دس بیس آگئے۔ دس بارہ پارہ خود
پڑھ لیتے تھے۔ دو تین قرآن شریف حاضرین نے پڑھ لئے۔ وقت پر جو ممکن ہوا بازار
سے منگا کر تقسیم کرا دیا۔ رمضان میں خود بھی دو دو چار چار پارہ تراویح میں پڑھا کرتے تھے۔
دو ڈھائی گھنٹہ میں۔ تراویح پوری ہوتی تھیں۔ سوائے مخصوص خدام کے اور لوگ
طول نماز سے کسلمندی کا اظہار کرتے تھے۔ جب ضعف ہوگیا تو تراویح میں قرآن پڑھنا
ترک کر دیا۔ حافظ فدا احمد مجددی سے پڑھوایا کرتے تھے۔ اخیر میں تو نماز بھی حافظ صاحب
کے پیچھے ادا فرماتے تھے۔ میاں ضیاء النبی صاحب والی مسجد بھی اُن کی مسجد تھی انتقال
سے قبل منیو سپلٹی سے اپنے دفن کے لئے مسجد کے سامنے افتادہ آراضی میں جو مولانا کی
اپنی ملکیت تھی اجازت لیلی تھی۔ انتقال سے چند مہینے پہلے حواس وقوائے ظاہری
میں بہت فرق آگیا۔ مگر شب و روز نماز کا خیال تھا۔ ابھی مسجد سے نماز صبح ادا کر کے

آئے ہیں چاشت کا وقت بھی نہیں ہوا کہ کھڑے ہوگئے۔ اور عصا ہاتھ میں اٹھایا کہ باہر تشریف لیجائیں۔ گھر والوں نے دریافت کیا کہاں جاتے ہو تو جواب دیتے کہ نماز کو۔ وہ کہتے کہ جناب نماز کا وقت ابھی نہیں ہوا ہے۔ فرماتے تھے ہوگیا۔ اور باہر جانے کا قصد کرتے بڑی مشکل سے روکتے رات کو بھی تقریبًا گھنٹہ بھر کے بعد یہی کیفیت ہوتی۔ بارہ بجے رات کے گھر سے نکل جاتے۔ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں میں زخم لگ جاتے۔ پھر شب کو دروازہ میں قفل لگایا جاتا تھا۔ اکثر رات کو کواڑوں پر کھڑے ہوتے اور کھولنے کی کوشش کرتے۔ کسی کی آنکھ کھلتی تو جاکر بڑی دقت سے واپس لاتا۔ غرض کہ ہر لمحہ نماز کا دھیان تھا اور مسجد کا رخ تھا۔

ربیع الثانی کی بارھویں تاریخ تیرہ سو اکیس (۱۳۲۱ھ) میں انتقال فرمایا۔ اعلیٰ حضرت بندگان حضور پر نور دام ملکہم کو جب انتقال کی خبر ہوئی اپنے چیف سکریٹری اور دیگر اہلکاران کو شرکت جنازہ کا حکم دیا۔

جنازہ پر ایک ہجوم تھا۔ کثرت سے لوگ نماز میں شریک تھے مسجد کے سامنے اپنی ملکیت زمین میں دفن ہوئے۔

حضرت کے پیر و مرشد شاہ احمد سعید صاحب نے جو خطوط آپ کو لکھے انمیں سے ایک خط آپ کے خلیفہ جناب منشی رشد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی اولاد کے پاس موجود ہے جس کو یہاں نقل کرتا ہوں۔

برادر عزیز از جاں ولی النبی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ از فقیر احمد سعید بعد از سلام مسنون اشتیاق مشحون مطالعہ فرمایند۔ بعد مدت کہ چشم نگراں بود دبود و مکتوب مرغوب مسرت نما گردید۔ و احوال مندرجش بوضوح انجامید استیلائے رابطہ از اجل نعم الٰہی سبحانہ است از ہزاراں یکے را بایں نعمت سرفراز فرمایند۔ چنانچہ حضرت امام ربانی

در جلد ثانی بخواجہ محمد اشرف ارقام فرمودہ اند۔ جث قال خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است۔ کہ در صلوٰۃ آں را مسجود خود میداند وے بیند۔ واگر فرضاً ایں دولت متمنائے طالبست از ہزاراں یکے را اگر بدہند صاحب آں معاملہ مستعد تام ایں مقام ست محتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید۔ رابطہ راچرا نفی کنند کہ او را مسجود الیہ ست نہ مسجود لہ۔ چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند ظہور ایں دولت سعادت منداں را میسر است انتہیٰ قدر الحاجۃ و اسلام دیگر انچہ در باب سستی حرکت ذکر نوشتہ بودند۔ مضائقہ نیست زیرا کہ مقصود از ذکر فنائی المذکور است کہ عبارت از نسیاں ماسواست و دوام حضور کہ دل را نگرانی بطرف حق جل علا ہمیشہ باشد حرکت قلب خواہ سریع باشد۔ یا بطی۔ و تہلیل لسانی پنج ہزار بار کردہ باشند و مراقبہ معیت مفہوم آیۂ شریف وھو معکم اینما کنتم۔ یعنی فیض مے آید از ذاتیکہ با ما است بر لطیفۂ قلب نیز نمودہ باشند و تعویذ مطلوب ملفوف میرسد۔ زیر ناف بستہ بکنانند۔

نواب محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر نے ۲۵۔ مارچ ۱۹۱۵ء کو خاص باغ میں مجھسے فرمایا کہ مولانا نے خود مجھسے بیان کیا کہ میں نے بحالت قیام کلکتہ وکالت کا امتحان دیا اور سند حاصل کرلی۔ ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ وکالت کی آمدنی توکل کے خلاف ہے۔ میں نے اُس سند کو پھاڑ ڈالا۔ دوسرے دن ایک ناشناسا شخص میرے پاس آئے۔ اور کہا تمھیں ایک روپیہ یومیہ سے کم کبھی نہیں ملیگا۔ فرماتے تھے اُسی روز سے یہ حالت ہے کہ اس سے زیادہ تو ملتا ہے۔ مگر کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ایک روپیہ روز سے کم ملا ہو مولانا ولی النبی صاحب جب کلکتہ میں اپنے والد کے ہمراہ تھے اور مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں

پڑھتے تھے۔ تو آپ کو فن طب کے حاصل کرنے کا بھی شوق ہوا۔ آپ کے والد کی تاکید تھی کہ سوائے علوم دین کے کوئی چیز نہ پڑھیں۔ مگر آپ نے پوشیدہ طور پر ایک شیعہ مذہب کے طبیب سے کلکتہ میں طب تمام و کمال پڑھی۔ اپنے استاد کی نسبت فرماتے تھے کہ وہ اپنے فن میں بے مثل تھے۔ اور شہر میں کسی سے علاج کی فیس نہیں لیتے تھے۔ اور انھیں مسمیریزم بھی آتا تھا اور اُسکے ذریعہ سے اکثر لوگوں کو بیہوش کرکے جراحی کا عمل کرتے تھے فرماتے تھے میری نسبت استاد نے یہ کہا تھا کہ تم سے مطب کبھی نہیں ہو گا چنانچہ یہی ہوا جس وقت چار برس اور چار مہینے کے ہوئے تو بسم اللہ کے وقت ساڑھے تین پارے حفظ پڑھ دیے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی فرمایا بچے قرآن شریف پڑھتے تھے جسقدر سنتا تھا یاد ہو جاتا تھا۔

مولوی ولی محمد خاں بسمل

ولد جان محمد خاں قوم پٹھان۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ یہیں علمائے شہر سے فارسی و عربی علوم حاصل کئے۔ بحث مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ اور تقریر طویل کرتے تھے۔ ابتدا میں معلمی سے گزر تھی۔ راقم کے برادر اکبر محمد حشمت علی خاں صاحب نے بھی اُنسے پڑھا ہے۔ اخیر میں مدرسۂ عالیہ میں نوکر تھے۔

اعلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کی تعلیم پر بھی مامور رہے۔ پھر اس خدمت سے علیحدہ ہو گئے۔ وظیفہ سرکاری تا انتقال پاتے رہے۔ نظم و نثر کا بھی شوق تھا۔ میر محمد حسین کربلائی متخلص بہ فیض سے اصلاح لیتے تھے۔ سیکڑوں شاگرد فیضیاب ہوئے۔ محلہ فرنگن کی گلی میں مکان تھا۔ عقد نہیں کیا کوئی مستقل تصنیف نہیں پائی جاتی۔ ان کے انتقال کے بعد اعلیٰ حضرت جناب نواب سید حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کے حکم سے صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علی خاں صاحب بہادر سابق ہوم سیکریٹری نے کل مسودہ ان کے مکان سے لیکر اور

جو کچھ ان کے پاس تھے - وہ سب نظم و نثر کو ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کر دیا یہ مجموعہ نظم و نثر مولوی ولی محمد خاں بسمل کے نام سے کتب خانہ میں موجود ہے - قصائد - غزلیں - رباعی - فارسی زبان میں ہیں بعض نثریں ناتمام ہیں - ستمبر کی چوبیسویں تاریخ سنہ اٹھارہ سو چورانوے (۱۸۹۴ء) میں انتقال ہوا - نالہ پار کے قبرستان میں آفریدیوں کے مکانوں کے پاس دفن ہوئے -

مولوی حکیم خواجہ محمد ہادی رضا خاں تخلص ماہر

ابن مولوی حکیم محمد حسین رضا خاں ابن حکیم حاجی حسن رضا خاں ابن حاجی محمد علی رضا خاں لکھنوی شاگرد حکیم مرزا محمد مرتعش قوم مغل لکھنؤ میں اکتوبر ۱۸۸۰ء مطابق محرم ۱۲۹۸ھ میں پیدا ہوئے - ابتداء عمر میں اُردو فارسی اور کچھ انگریزی پڑھی - پھر مولوی غلام محمد پنجابی سے عربی کی صرف نحو حاصل کی - دیگر علوم عربیہ مولانا فضل حق رام پوری اور اور مولوی عبد الغفار خاں رام پوری سے پڑھے طب تمام و کمال اپنے والد سے حاصل کی ۱۹۰۱ء میں آپ کے والد کا رام پور میں انتقال ہو گیا تو سلسلہ درس باقاعدہ شروع کیا اور مطب کو خوب ترقی دی - اخلاق نہایت عمدہ جوان صالح ہیں - معالجہ میں نہایت توجہ کرتے ہیں - ہمدردی بہت ہے - مریضوں کے باقاعدہ رجسٹر ہیں اسی طرح شاگردوں کے نام بھی باقاعدہ لکھے جاتے ہیں سند یافتہ شاگردوں کی فہرست وسیع ہے - طبی رسائل لاہور میں بھی آپ کے اقوال شائع ہوئے ہیں - طاعون کے علاج میں خوب شہرت ہے رام پور چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے - جہاں وسیع پیمانہ پر مطب ہے - آپ کی تالیفات میں سے القانون فی علاج الطاعون اُردو - قرابادین رضائی بزبان فارسی اور القول الکامل فی زجر الحق والباطل عربی میں ہے -

مولوی ہادی رضا خاں

ولد محمد حسن خاں قوم پٹھان کمال زئی رزڑ کے محلہ میں رہتے تھے - رام پور میں

شششہ۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی کتابیں مولوی گوہر علی۔ مولوی سلامت اللہ اور مولانا ارشاد حسین سے پڑھیں۔ فارسی کی درسی کتابیں مولوی حسن شاہ خاں سے پڑھیں۔ درسیہ کتب عربی و فارسی میں پوری دستگاہ تھی۔ کتابیں پڑھاتے بھی تھے۔ ابتدائے عمر سے لہو و لعب کی طرف خیال نہ تھا۔ خط منشیانہ تھا تقریر بہت صاف تھی۔ اور تحریر بھی بہت شستہ تھی۔ راقم کے دوست تھے اٹھائیس سال کی عمر تھی کہ شب کو محلہ میں چور آئے۔ جاگ ہو گئی۔ یہ بھی باہر نکلے اور ایک چور کو پکڑ لیا۔ ایک چور نے طمنچہ اور دوسرے نے تلوار ماری۔ زخم شدید آئے۔ اُسی دن سلسلہ۱۳ھ میں انتقال فرمایا۔ کچھ اراضی زرعی تھی وہی معاش تھی۔ ایسے ذہین کم پیدا ہوتے ہیں اگر زندہ رہتے تو ایک بے مثل عالم ہوتے۔ شادی نہیں ہوئی تھی۔

مولوی ہاشم خاں

ولد[۱] مولوی شرف الدین ولایتی۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی یہیں حاصل کی۔ علم خوب تھا فکر رسا تھی۔ میاں عظیم اللہ خوشنویس سے خط نسخ سیکھا۔ نظم و نثر دونوں میں نامور تھے۔ مولوی غیاث الدین عزت سے شاعری میں مشورہ تھا۔ ساٹھ برس کی عمر ہوئی نویں محرم کو بارہ سو بہتر ہجری (۱۲۷۲ھ) میں انتقال ہوا۔

مولوی ہدایت

قوم[۲] افغان۔ تحصیل علوم کے بعد کسب ملکات فاضلہ پر متوجہ ہوئے شریعت پر نہایت مستحکم تھے۔ ۱۲۱۲ھ کے بعد مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے۔

مولانا ہدایت اللہ خاں

ولد مولوی رفیع اللہ اخون زادہ ولد مولوی عبید اللہ اخون سواتی۔ رام پور میں

---

[۱] انتخاب یادگار۔ [۲] ایضاً۔

پیدا ہوئے الف خاں کے گھیر میں مکان تھا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ صرف نحو کی تکمیل حافظ غلام نبی صاحب سے کی منطق میں میر زاہد تک مولوی جلال الدین سے کتابیں پڑھیں۔ جب مولانا فضل حق خیرآبادی رام پور تشریف لائے اُن کے تلامذہ میں داخل ہو گئے۔ اور جب تک مولانا فضل حق کالے پانی کو گئے یہ ان کے ساتھ برابر رہے۔ مولانا کے چلے جانے کے بعد رام پور آئے اور درس شروع کیا مدرسہ عالیہ رام پور میں ملازم ہو گئے ۱۸۷۰ء سے جونپور کے مدرسہ حنیفہ کے مہتمم بالاستقلال رہے۔ آپ نے صحاح ستہ مولوی عالم علی محدث مرادآبادی سے پڑھی۔ شاگرد بہت کثرت سے ہوئے۔ مولوی لطف الرحمٰن ملازم مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ مولوی محمد عمر وکیل بنارس۔ حکیم سید علی منصبدار حیدرآباد دکن۔ مولوی شاہ سلیمان اشرف اور مولوی عبدالاول[1] پسر خرد مولوی کرامت علی واعظ جونپوری آپ کے شاگرد ہیں۔ مولوی کرامت علی کا انتقال رنگ پور بنگال میں ۱۲۹۰ھ میں ہوا۔ مولوی[2] عنایت حسین خاں پسر رعایت حسین خاں لودھی پٹھان ساکن جونپوری بھی آپ کے شاگرد ہیں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جون پور میں اُن کے دم سے درس خوب جاری ہے۔ مولوی[3] محمد اسمٰعیل خاں ولد بدھو خاں افغان یوسف زئی ساکن جونپور محلہ رسول آباد بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ اخلاق بہت وسیع تھے۔ زندگی بہت سادہ طالب علمانہ وضع پر بسر کردی دوست[4] آشنا کا بہت پاس کرتے تھے۔ طبیعت میں مزاح بھی تھا۔ حافظ غلام نبی صاحب کے چھوٹے بھائی جنکو چھوٹے میاں کہتے تھے۔ ان سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے۔ دوشنبہ کے دن شام کے پانچ بجے رمضان کی پہلی تاریخ ۱۳۲۶ ہجری

---

[1] حصہ دوم تجلی نور معروف بہ تذکرہ مشاہیر جون پور مولفہ سید نورالدین زیدی جونپوری مطبوعہ مارچ ۱۹۰۶ء سے [2] حصہ دوم تجلی نور۔ [3] حصہ دوم تجلی نور۔

میں جونپور میں انتقال ہوا۔ بمقام رشید آباد صاحب رشید کے خطیرہ میں دفن ہیں۔ اولاد ذکور نہیں ہے۔

قطعہ تاریخ رحلت از تصنیف جناب سید عبد الحکیم صاحب تخلص حکیم نقوی نظامی گنجوی

مولوی ہدایت اللہ خاں ۔۔۔ صاحب علم و زہد و عقل و شعور
چوں بماہِ صیام رحلت کرد ۔۔۔ از جہاں سوئے خلد حور و قصور
بر دلِ دوستان و شاگرداں ۔۔۔ رنجش و کرب و غم نمود ظہور
داشت در جملۂ علوم و کمال ۔۔۔ بود معقول او نگر مشہور
فکرِ تاریخ چوں نمود حکیم ۔۔۔ گفت ہاتف کہ ہاں بگو مغفور

مولوی ہزار میر خاں اخون زادہ

ولد عبد الحمید خاں۔ نواب سید احمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد میں کابل سے ساٹھ ستر ہمراہیوں کے ساتھ آئے۔ عربی فقہ وغیرہ علوم کابل میں ختم کر چکے تھے یہاں نواب صاحب نے آپ کی تنخواہ مقرر کر دی اور کل ہمراہیوں کو بھی فوج میں جگہ دیدی۔ رام پور میں مفتی شرف الدین اور دیگر علما سے بھی استفادہ کیا۔ اور ہمیشہ علمی مشاغل میں زندگی بسر کی میاں فقیر محمد خاں جمعدار کے ہاں شادی ہوئی بڑی عزت اور دولت کے ساتھ زندہ رہے۔ تمام شہر میں لوگ عزت کرتے تھے شجاع بے مثل تھے۔ غریبوں کی امداد خمیر طبیعت تھی۔ آپ کی قبر اخون خیلوں کے محلہ میں ہے۔

اخوند یار محمد خاں

حضرت عباس ابن علی کرم اللہ وجہ کی اولاد سے تھے۔ شاہ درگاہی کے مرید تھے۔ سماع میں شریک ہوتے تھے معترض کو جواب دیتے تھے کہ سماع کی اجازت میرے پیر نے عطا کی ہے۔ پنجاب کے رہنے والے تھے رمضان کی تیسری تاریخ بارہ سو ساٹھ (۱۲۶۰ھ) میں انتقال کیا اور اپنے پیر کے مزار کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

سلہ انوار العارفین۔

حکیم یعقوب خاں

باپ کا نام یوسف خاں۔ علوم درسیہ عربی پر عبور تھا۔ فن طب میں خوب ماہر تھے۔ ریاست میں تعلق تھا۔ مکان پر مطب بھی کرتے تھے۔ اور پڑھاتے بھی تھے۔ سنہ ۱۳۰۰ھ کے قریب انتقال ہوا۔ ایک فرزند حکیم دولھا خاں یادگار ہیں۔ اور اپنے والد کی جگہ مطب کرتے ہیں۔

حاجی حکیم مولوی محمد یعقوب خاں

ولد حکیم مولوی محمد فیاض خاں ولد مولوی عبداللہ اخوند۔ ساکن قصبۂ بلاسپور تحصیل ریاست رام پور۔ مطب جاری ہے۔ کشتہ سازی کا شوق ہو وعظ بھی فرماتے ہیں۔ ایک مدت تک حیدر آباد دکن میں صاحب منصب رہے۔ حاسدوں نے وہاں چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ حیدر آباد سے ترک تعلق کر کے چلے آئے۔ خانہ نشین ہیں اور مطب کرتے ہیں۔ عثمان خاں عبدالجبار خاں اور عبدالحی خاں تین لڑکے حصول علم میں کوشاں ہیں۔ عبدالغفار خاں ابھی خرد سال ہو۔ آپ کی تصنیف سے ایک رسالہ نظم العقائد طبع ہو چکا ہو۔

مولوی یعقوب علی خاں

ابن مولوی عبدالعلی خاں تبراہی رام پور میں محلہ ٹھوٹر میں پیدا ہوئے علوم متداولہ یہیں حاصل کئے۔ عدالتہائے ریاست میں وکالت کرتے تھے۔ اور ریاست کے بھی وکیل تھے۔ بیس روپے تنخواہ ملتی تھی۔ نہایت منکسر المزاج اور انتظام خانہ داری میں بہت ذی ہوش۔ اپنے چال چلن کی خوبی سے جائداد تقریباً تین سو روپے ماہانہ کی انگریزی میں پیدا کی۔ تیرہ سو بیس ہجری (سنہ ۱۳۲۰ھ) میں رام پور میں انتقال کیا۔ فرزند اکبر مولوی یوسف علی خاں علوم عربیہ کے ماہر اپنی جائداد کے انتظام میں مصروف ہیں۔

یمین الدین احمد تخلص احمد

ابن[1] معین الدین احمد سلسلہ ان کے نسب کا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہونچتا ہے بارہ سو پینتالیس ہجری میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ بزمانہ ولیعہدی نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال ڈیوڑھی خاص کے کامدار تھے ملازمان درجۂ اعلیٰ میں شمار تھا۔ علوم متداولہ فارسی وعربی میں صاحب دستگاہ تھے۔ نظم[2] اردو کا بھی شوق تھا۔ میاں احمد حسین راحت سے تلمذ تھا۔ اُردو نظم میں سکندر نامہ نظم کیا تھا۔ تذکرہ آثار الشعرا میں نظم فارسی کا نمونہ موجود ہے۔ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ بارہ سو بیاسی ہجری (۱۲۸۲ھ) میں رام پور میں انتقال ہوا۔

مولانا محمد یوسف

ولد غلام مجدد۔ فاروقی مجددی۔ غدر میں مولانا کی عمر آٹھ دس سال کی تھی دہلی میں پیدا ہوئے وہیں تحصیل علم شروع کی۔ ہنگامۂ غدر میں ان کے والد گولی سے شہید ہوئے شاہ احمد سعید صاحب سجادہ نشین مزار مرزا مظہر جان جاناں کے قریبی رشتہ دار تھے۔ عین انگریزوں کے تسلط کے وقت شاہ صاحب نے ہجرت کی ان کے ساتھ مولانا اور مولانا کی ماں بھی ہجرت کر گئیں۔ مولانا کی ماں خاندان شاہ عبد العزیز صاحب سے تھیں۔ تکمیل علوم مدینۂ منورہ اور مکہ معظمہ میں کی۔ مدینۂ منورہ میں مولانا عبد الرشید صاحب مجددی کی دختر سے شادی ہوئی۔ اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو ابتک زندہ اور صاحب اولاد ہے۔ مولانا محمد عمر صاحب کے ہمراہ رام پور آئے۔ بیوی کا انتقال ہوگیا تھا صاحبزادہ میاں جاں خاں صاحب نے بعد انتقال نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب دس روپے سرکار سے مقرر کرا دئے تھے۔ آزاد اور سخت پابند سنت نبوی تھے اُمرا سے کبھی نہیں ملتے تھے۔ اور اکثر وقت

---

[1] انتخاب یادگار۔ [2] تذکرہ آثار الشعرا اُردو۔

مسجد اور مطالعہ کتب میں صرف کرتے تھے۔ راقم کے حال پر بہت کرم فرماتے تھے اسمار الرجال میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ سنا ہی کہ ایک کتاب بھی رجال میں لکھی ہی مگر مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ کثرت مجاہدہ اور وظائف و اہتمام تہجد سے بہت ضعیف ہوگئے تھے۔ مرحوم کی لڑکی مدینۂ منورہ میں آج کل ۵۔ دسمبر (۱۹۱۸ء) میں زندہ ہے۔ مرحوم کی لڑکی پانچ روپے ماہانہ ریاست سے ملتا ہی۔ مرحوم حافظ محمد فیاض صاحب امام موتی مسجد سے بیعت تھے ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا۔ اور پیر برخوردار صاحب کے مزار میں اپنے مرشد کے متصل دفن ہوے۔

حکیم مولوی محمد یوسف خاں تخلص یوسف

ولد حکیم مولوی محمد فیاض خاں ولد مولوی عبداللہ اخوند۔ ساکن قصبۂ بلاسپور تحصیل رام پور۔ بارہ سو اڑسٹھ ہجری میں تقریبًا ولادت ہی۔ ابتدا میں صرف و نحو اور طب اپنے بھائیوں سے پڑھی۔ خصوصًا حکیم محمد عبدالرزاق خاں مرحوم سے زیادہ فیض پایا۔ شیخ احمد علی رام پوری سے کتب درسیہ فارسی پڑھیں۔ اور نظم شعر میں بھی اُن سے تلمذ ہی۔ جب تک ریاست رام پور میں یونانی شفاخانہ قائم تھا۔ آپ بھی ملازم تھے۔ ابتدار عمر سے متقی اور پرہیزگار اور علوم عربیہ کے خوب ماہر ہیں۔ تقریر دلکش اور تحریر دلچسپ ہی۔ عزیزوں سے محبت اور دوستوں سے بیحد مودت کرتے ہیں۔ اب عرصہ دراز سے بلاسپور میں خانہ نشین ہیں۔ اور وطن کے علاوہ دور و نزدیک کے مریضوں کے علاج کے لئے بلائے جاتے ہیں۔ حج و زیارت سے مشرف ہوے۔ اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے نقشبندی طریقہ میں صاحب اجازت ہیں۔ سیکڑوں شاگرد اور مرید ہیں۔ نظم فارسی اور اُردو کا بھی شوق ہی۔ نمونہ کلام انتخاب یادگار میں ملاحظہ ہو آپ کی ذات سے بلاسپور کو شرف حاصل ہی۔ اور ظاہری و باطنی فیضان جاری ہی۔ آپ کی تصانیف میں کتب ذیل قلمی ہیں۔

معیار المعانی۔ شرح کریما نثر فارسی۔ قانون علاج منظوم اُردو تمہید العرفان منظوم اردو۔ تکملہ منظوم۔ منشعب منظوم فارسی۔ فاتحۃ الصرف اُردو۔ رسالہ نبض منظوم فارسی۔ تفسیر مقطعات قرآنیہ منظوم فارسی معروف باسم تاریخی تفسیر ہمیشل (سنہ ۱۳۲۲ھ) رسالۂ جراحت۔ رسالۂ علاج اطفال۔ مطب یوسفی فارسی۔ دیوان یوسف اُردو۔ معروف بہ دیوان امیر المشاعرہ بلاسپوری۔

مولوی سید محمد یوسف

ولد سید محی الدین۔ قصبہ کاربکل ضلع جنوبی کنڑا علاقہ مدراس میں سنہ تیرہ سو ہجری (سنہ ۱۳۰۰ھ) میں آپ پیدا ہوئے۔ بمبئی میں کچھ کتابیں مولوی محمد موسیٰ سے اور گلستاں بوستاں زلیخا وغیرہ حافظ یسین خاں ضمیر میرٹھی سے پڑھیں۔ کچھ کتابیں مولوی عبد الغفور بیلی بھیتی سے بھی مدرسہ ہاشمیہ بمبئی میں پڑھیں۔ رام پور آکر مدرسہ عالیہ میں مولوی فضل حق پرنسپل سے استفادہ کیا۔ ادب۔ عروض۔ اور فرائض کی کتابیں مولوی محمد وزیر رام پوری سے حاصل کیں۔ دورہ حدیث میں مولوی منور علی محدث رام پوری کے درس میں شریک رہے۔ مولوی محمد امین سے بھی رام پور میں فیض پایا مدرسۂ عالیہ میں درجۂ اول ور درجۂ حدیث میں نمبر اول کامیابی پر انعام بھی پایا۔ رام پور سے سند فراغ لیکر مدرسہ مصباح العلوم بریلی میں ملازمت کرلی۔ پھر مدرسہ انوار العلوم رام پور میں مدرس اول و رمہتمم ہو گئے مفتی محمد لطف اللہ ولد مولانا مفتی سعد اللہ مرحوم نے اپنی لڑکی سے آپ کا نکاح کردیا۔ اور مثل فرزندوں کے جانتے تھے۔ مفتی صاحب مرحوم کے انتقال کے رام پور سے ترک تعلق کرکے انجمن ہدایت الاسلام دہلی میں مفتی مقرر ہوئے۔ اور مدرسہ نعمانیہ دہلی میں مدرسی بھی کرتے تھے۔ مدرسہ انوار العلوم رام پور میں مدرس اول و مہتمم مدتہا تک رہے۔ نہایت

توجہ سے طلبا کو پڑھاتے تھے۔ اور محنت کا خوب تحمل تھا۔ بہت خلیق اور متواضع ہیں۔ طلبا کو آپ کی طریقۂ تعلیم سے دلچسپی ہوئی۔ اب گویا رام پور ہی وطن ہوگیا ہے۔ فی الحال مدرسۂ عالیہ ریاست میں ملازم ہیں۔

مولوی یوسف محدث

مولوی محمد عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ہندوستانی علما میں سے تھے میں نے ان کی زیارت نہیں کی۔ مگر شہرت سنی۔ یہ ابتدائی تیرھویں صدی ہجری کے علمائے رام پور میں سے ہیں۔

حالات خاندان مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

محبوب بخش خاں

ولد امان اللہ ولد طفیل محمد۔ ولد فیض محمد۔ ولد مدار بخش۔ ولد محمد اعظم اللہ ولد حیات اللہ
ان کے مورث اعلی پشاور کے اطراف سے اسلامی فتوحات کے ساتھ ساتھ پنجاب کے اکثر حصوں میں بود و باش کرتے ہوئے دہلی۔ اور دہلی سے ضلع مراد آباد کے اغوان پور موضع میں جو ایک زمانہ میں حاکم نشین مقام تھا آئے۔ قضا و قدر نے وسعت رزق کے ساتھ اولاد کا سلسلہ بھی وسیع کیا۔ اغوان پور کا اصلی نام مغل پور تھا۔ افغانوں کی آبادی پر افغان پور اور پھر بگڑ کر اغوان پور ہوگیا۔ اغوان پور سے مراد آباد کے ضلع میں جا بجا وقتاً فوقتاً آبادی ہوتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ محبوب بخش خان کے اجداد میں شیخ محمد دایم اس علاقہ کے صوبہ دار تھے۔ ان کے ہاں کار پرداز فتحپور بشنوی کا ایک بشنوی تھا۔ اُس نے اخیر میں سازش کر کے محمد دایم کے صوبہ داری سے معزول کرایا اور صوبہ دار خود بن گیا۔ پیر بھرام بھی اسی خاندان کے ایک بزرگ تھے جن کا پختہ مزار اور احاطہ درگاہ ابھی اغوان پور میں موجود ہے۔ پہلے مقابر پر سنگین کتبے بھی تھے۔ لوگ پتھر نکال کرلے گئے۔ ایک زمانہ تک حکومت قضا یہاں کی سادات میں اور حکومت مال اس خاندان میں رہی۔

محبوب بخش خاں کے والد شیخ امان اللہ اور اُن کے نانا دونوں نواب نجیب الدولہ بہادر کے دربار میں معتمد ملازموں میں تھے۔ اس وقت کے تاریخی کارنامے پیش نظر نہیں اس لئے تفصیلی حالات کیونکر لکھے جائیں۔

محبوب بخش خاں کی ولادت اغوان پور ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ع میں ہوئی۔ اسی سال میں نواب نجیب الدولہ کا انتقال ہوا۔ یہ بھی ہوشیار ہو کر اپنے باپ اور نانا کے ساتھ خدمت کرنے لگے۔

نواب نجیب الدولہ بہادر کو عروج کے وقت سے لیکر انتقال تک نہایت سخت انقلابوں کا سامنا کرنا پڑا۔ نواب سید علی محمد خاں صاحب بہادر کی زندگی تک کسی کو روہیلکھنڈ پر نظر اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۸ع میں نواب صاحب بہادر نے انتقال فرمایا۔ اسی وقت سے نواب نجیب الدولہ بہادر کے معاملات میں مشکلیں پڑنا شروع ہوگئیں۔ صفدر جنگ افغانوں کا دلی دشمن تھا۔

دہلی کا دربار امرا کے ہاتھ میں ایک کھلونے سے زیادہ نہ تھا۔ بادشاہ عیش پرست اور کاہل۔ نہ بادشاہ کا اہلکاروں پر اعتبار نہ اہلکاروں کو بادشاہ پر بھروسا۔ رذیل اور کمینے مصاحبوں میں داخل جنکے پاس سوائے نالائقی کی کوئی چیز نہیں۔

سرفروش اہلکاروں کی شکایتیں کرکے اپنا رسوخ دربار میں بڑھاتے تھے۔ بادشاہ اِن یاوہ گویوں کی دراندازیوں پر صبح و شام اہلکاروں کو بدلتے تھے۔ کوئی معیار لیاقت باقی نہ تھا۔

صفدر جنگ نے مراد آباد کا صوبہ دار قطب الدین خاں کو بنایا۔ وہ دھام پور میں نواب دوندے خاں کے مقابلے میں مارا گیا۔

پھر صفدر جنگ نے ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ع میں فرخ آباد والوں کو اُبھار کر بدایوں کے قریب روہیلیوں سے لڑوا دیا۔ فرخ آباد والوں کو شکست ہوئی تو صفدر جنگ نے مرہٹوں کے

دامن میں پناہ لی اور روہیلکھنڈ کو ان سے تباہ کرایا۔
اِس بے اطمینانی میں بھی نجیب الدولہ بہادر نے سہارن پور تک اپنا قبضہ کر لیا۔
۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵ء میں نجیب الدو کا خطاب دہلی سے ملا۔ تو بجائے جلال آباد نجیب آباد کو اپنا مرکز بنایا۔ پتھر گڑھ کا قلعہ تعمیر کیا۔
۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء میں ابدالی آیا تو امیر الامرا کا خطاب ملا۔ ابدالی نے دہلی سے پیٹھ پھیری تھی کہ غازی الدین حیدر نے سازش کر کے دہلی سے انھیں علٰحدہ کرا دیا۔
وہ سہارنپور چلے آئے۔ پھر بھی وزیر اودھ کو چین نہ آیا اور سیندھیا سے مدد لیکر نواب نجیب الدولہ بہادر کو سکرتال میں محصور کیا۔ ادھر مرہٹوں نے بجنور اور مرادآباد کے ضلعوں کو خوب لوٹا۔ ان واقعات کو دیکھکر اندازہ ہو سکتا ہے کہ نواب نجیب الدولہ بہادر کے ملازموں کو کیا کیا مصیبتیں اٹھانا پڑی ہونگی۔ وہ وقت تلوار کا تھا۔ قلم کا نہ تھا۔
اب ایک اور سخت امتحان کا وقت آیا جسکی نظیر روہیلکھنڈ کی تاریخ میں کم ملے گی۔ جس وقت نواب ضابطہ خاں بہادر مسند نشیں ہوے، دہلی میں وزیر اودھ اور مرہٹوں کا تسلط تھا۔ وزیر اودھ نے تو گویا پٹھانوں کی تباہی کا حلف اٹھا لیا تھا۔ وہ شاہ دہلی کو بدظن کر کے نواب ضابطہ خان بہادر پر چڑھا لایا۔ مرہٹوں کی فوج بھی ساتھ تھی۔ سکرتال پر مقابلہ ہوا۔ بادشاہی گو شطرنج کی بادشاہت سے کچھ زیادہ وقیع نہ تھی۔ تاہم عام مسلمانوں کو ظل اللہ کا پاس و لحاظ تھا۔ اسلیے نواب ضابطہ خاں کو شکست ہوئی۔ مگر نواب صاحب ور اہلکاروں کے اہل و عیال سب شاہی قید میں آگئے۔ اسوقت امان اللہ خاں کے اہل و عیال بھی آقا کی حرم کے ساتھ محبوس ہے۔
یہ واقعات ہیں جنکی بنا پر نواب نجیب الدولہ بہادر کے اخلاف نے اس خاندان کو مثل اپنی اولاد کے پرورش کیا۔ اور کبھی جدا نہیں کیا۔

محبوب بخش خاں کی عمر پندرہ یا سولہ سال کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اور اشرف الدولہ امیر الامرا نواب ضابطہ خاں بہادر نے باپ سے زیادہ سرپرستی کی۔ ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۵ء) میں نواب ضابطہ خاں بہادر کا بھی انتقال ہو گیا۔ تو نواب غلام قادر خاں اور نواب معین الدین خاں بہادر نے بھی وہی قدیمی عزت قائم رکھی۔

نواب غلام قادر خاں بہادر کے حادثہ کے بعد ریاست نجیب آباد کی بساط بالکل اُلٹ گئی۔ سہارن پور میں جو سامان تھا وہ سکھوں نے لوٹ لیا۔ سوائے رام پور کے کل روہیلکھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ نواب معین الدین خاں بہادر پنجاب میں رہے۔ راجگان پنجاب نے قلعہ بھول گا۔ اور دھرم کوٹ وغیرہ کا علاقہ جسکی آمدنی پچاس ہزار روپے سالانہ تھی نسلاً بعد نسلٍ نواب معین الدین خاں کو دیدیا۔ دولت راؤ سیندھیا جسونت راؤ ہلکر اور نواب امیر خاں والیِ ٹونک سے نواب ضابطہ خاں بہادر ایک معاہدہ کر چکے تھے اسلیے یہ لوگ بھی نواب معین الدین خاں بہادر کی معاونت پر آمادہ ہوئے۔ اُس زمانہ میں روہیلکھنڈ پر سکھوں کی یورشیں بھی ہوتی تھیں۔ گنگا کو عبور کر کے وہ آتے تھے اور روہیلکھنڈ کو تباہ کرتے تھے۔ شجاع الدولہ نے گنگا کے کنارے فوج معین کی تاکہ سکھوں کی آمد بند ہو۔ لارڈ لیک کو یہ خیال ہوا کہ نواب معین الدین خاں بہادر کی پنجاب کے والیانِ ملک نے مدد کی اور مرہٹے اور رئیس ٹونک بھی اِن سے مل گئے تو پھر ملک میں فساد کا اندیشہ ہے اس لئے لارڈ لیک نے منجانب کمپنی نواب صاحب موصوف سے ایک معاہدہ کیا کہ وہ کل والیانِ ریاست سے قطع تعلق کر لیں اور پنجاب کی جاگیر بھی چھوڑ دیں تو ہم انھیں اجازت دیتے ہیں کہ وہ ملک ہریانہ پر اپنا قبضہ کر لیں۔

اُس وقت کوئی خزانہ پاس نہ تھا۔ چاروں طرف طوائف الملوکی تھی۔ فوج کی بھرتی گو اُس وقت آسان تھی مگر ایسی فوج محض لوٹ کے واسطے بھرتی ہوتی تھی۔

تاہم اپنے بھائی بندوں کے ساتھ تھوڑی فوج نئی بھرتی کی لیکر نواب معین الدین خاں بہادر نے ہریانہ کا رخ کیا۔ محبوب بخش خاں ہمرکاب تھے۔ باقاعدہ رسد کا سامان نہ تھا۔ فوج جہاں جاتی گانؤں کو لوٹ لیتی اور اپنی جیب میں نقد و جنس رکھتی۔

اسی طرح روزانہ علاقہ تباہ ہوتا تھا۔ رعایا گانؤں چھوڑ کر بھاگ گئی۔ کوئی انتظام نواب صاحب بہادر کے عزیز کرنے نہ دیتے تھے۔ ہر عزیز بجائے خود آپ کو نواب جانتا تھا اِس انتظامی معاملہ میں نواب صاحب سے گفتگو ہوئی تو وہ لوگ محبوب بخش خاں کے قتل کے درپے ہو گئے۔ نواب صاحب نے بمشکل ان کی جان بچائی۔ ایک عرصہ تک وہاں رہنے کا اتفاق ہوا۔ فی الجملہ انتظام ملک کا بھی ہوا۔ پنجاب میں رعایا کی شورش تھی لارڈ لیک نے ملکی مصلحتوں کے خیال سے نواب صاحب سے ہریانہ کا ملک بھی نکال لیا۔ اور سنہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء میں پانچ ہزار کی تنخواہ کر دی۔ یہ بالکل غلط ہی کہ نواب صاحب نے خود تنخواہ کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ اسکا ذکر خود نواب صاحب کے دونوں صاحبزادوں کے خریطہ مورخہ ۳۰۔ دسمبر سنہ ۱۸۰۶ء میں موجود ہی۔ اور اسکی نقل آئندہ کے صفحات میں ہی تنخواہ کے تقرر کے ساتھ یہ حکم بھی ہوا کہ نجیب آباد یا ضلع مراد آباد میں نہ رہیں بلکہ بریلی میں قیام کریں۔

تقریبًا دس سال تک بریلی میں نواب صاحب کا قیام رہا۔ اتفاق سے مکان میں آگ لگی۔ بہت سا قیمتی سامان اور دفتر جل گیا۔

سنہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء میں نواب صاحب کو نجیب آباد کے رہنے کی اجازت ملی۔ سرکاری محلسرائیوں میں سے محبوب بخش خاں صاحب کو بھی ایک محلسرا مل گئی۔ جس میں سرکاری محلسرائیوں میں آمد و رفت کی راہ تھی۔ عورتیں اور بچے نواب صاحب کے محل میں آتے جاتے تھے۔ بچوں سے پردہ نہ تھا۔ نواب صاحب کے صاحبزادوں کے ساتھ ساتھ ان کے بچے بھی پرورش پاتے رہے۔

افسوس کہ دفتر کے کاغذات قدیم بریلی میں جل گئے۔ ورنہ ان کی خدمات کا پورا پورا انکشاف ہوتا۔ لیکن اِن واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ۱۱۸۴ھ میں نواب نجیب الدولہ بہادر مرحوم کے انتقال کے بعد ریاست نجیب آباد گیا کیا آفتیں آئیں ۱۱۸۵ھ میں شاہی فوج اور مرہٹوں نے حملہ کیا۔ ۱۱۸۸ھ میں شجاع الدولہ نے فوج کشی کی۔ حافظ رحمت خاں قتل ہوئے۔ لکھنؤ کی فوجوں نے تمام روہیلکھنڈ کو برباد کیا۔ ۱۱۹۵ھ میں ابوالقاسم خاں نے شاہی فوج کے ساتھ ضلع بجنور کو پامال کیا۔ سہارن پور کے اطراف میں سکھوں کی یورشیں۔ غوث گڑھ کا قیامت خیز واقعہ جس کے بدلہ میں سلطنت مغلیہ نے اپنی بادشاہت کھوئی۔ دہلی کے دربار میں وزرا کے روزانہ تغیر سلطنت کی تلون مزاجی سے ایک اہلکار صبح کو ہاتھی پر سوار ناہو تو شام کو گدھے پر ۱۲۰۲ھ میں ریاست نجیب آباد کا خاتمہ ہوگیا۔ اگر ان اٹھارہ سال کے واقعات لکھے جائیں تو مستقل ایک جلد ہوجائے۔ کوئی لمحہ نواب ضابطہ خاں بہادر کو آرام نہیں ملا۔ شب و روز جنگ کا سامنا اور حفاظت خود اختیاری کا سامان مہیا کرنا۔ اِن مصائب کو دیکھکر اندازہ ہر شخص خود کر سکتا ہے کہ نواب صاحب کے ملازموں پر کیا گزرتی ہوگی۔ رات دن دشمنوں سے مقابلہ۔ آج یہاں ہیں تو کل وہاں۔ اِن رفاقتوں اور جان نثاریوں کی وجہ سے ریاست نجیب آباد نے اپنے عزیزوں سے بھی زیادہ عزت کی اور کسی حالت میں اُن کو جدا نہیں کیا۔ وہ زمانہ آج کا زمانہ نہ تھا۔ وہ وقت شمشیر زنی۔ تدبیر۔ جفاکشی۔ اور محنت کا تھا۔ آجکل ہر شخص جہاں چاہے روپے اُچھالتا ہوا چلا جائے۔ اُس وقت نہ پل تھے۔ نہ سڑکیں تھیں۔ نہ فوجوں کے لئے ایسی باربرداریاں تھیں۔ پایاب دریا کو عبور کرنا۔ فوج کے لئے سامان رسد مہیا کرنا۔ شاہی فوجوں و روزبرا وودھ کی فوجوں سے مقابلہ۔ گو یا ہر شخص اس وقت سر بکف۔ مرنے پر تیار رہتا تھا۔

بہرحال نہایت نیک نامی اور عزت کے ساتھ اپنے آقا کی خدمت گزاری میں ہفتم صفر ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء کو محبوب بخش خاں کا انتقال نجیب آباد میں ہوا۔ نواب نجیب الدولہ بہادر مرحوم کے مقبرہ کے چبوترہ کے نیچے سیڑھیوں سے الٹی طرف آپ کو دفن کیا۔

آپ نے علی بخش خاں۔ حسین بخش خاں۔ کریم بخش خاں۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑیں۔ ان سب کی شادیاں نواب معین الدین خاں بہادر نے کیں۔

علی بخش خاں کا مفصل حال آگے بیان ہوگا۔

حسین بخش خاں ابتداءً انگریزی فوج میں تیرھویں رسالہ میں جمعدار رہے۔ پھر انگریزی میں تھانہ دار ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کے قریب رام پور میں آئے۔

ابتداءً حسینی رسالہ میں رسالدار ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں خدمتیں کیں۔ پھر باورچی خانہ انگریزی کے افسر رہے۔ بستم صفر ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء روز چہارشنبہ رام پور میں لاولد انتقال کیا۔ مولانا جمال الدین صاحب قدس سرہٗ کے احاطہ مزار میں اپنے بڑے بھائی کے متصل دفن ہوئے۔

کریم بخش خاں صاحب کی اولاد مراد آباد میں ہے۔

بیٹی سنبھل ضلع مراد آباد میں بیاہی گئی تھیں۔ ان کی اولاد مراد آباد، سنبھل اور کانپور میں بعزت اور فارغ البال ہے۔

آپ نے اغوان پور میں ایک باغ جس کے اندر بہت وسیع پختہ کنواں ہے۔

اور مراد آباد محلہ کسرول میں ایک عالیشان عمارت موسوم بہ دیوان خانہ اور اس کے ساتھ نہایت وسیع تین محلسرائیں اور کچھ املاک چھوڑیں جن کی آمدنی دو سو روپے ماہانہ کے قریب تھی۔

دیوان خانہ ابھی تک اس خاندان کے قبضہ میں ہے۔ اس مکان میں عالی جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر بھی فروکش ہو چکے ہیں۔ نوبت خانہ۔

جلو خانہ۔ ہاتھی اور گھوڑوں کے تھان۔ بڑا کنواں سب سامان مثل ریاستوں کی عمارت کے ہے۔

علی بخش خاں

ولد محبوب بخش خاں۔ آپ ۲۹ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ میں نجیب آباد میں پیدا ہوئے۔ نواب معین الدین خاں بہادر مرحوم نے اپنے فرزندوں کی طرح پالا پرورش کیا۔

پندرہ سولہ سال کی عمر میں گو باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا مگر نواب صاحب نے اس رنج کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ اور انھیں ان کے باپ کی خدمت پر مامور کر دیا۔

اس وقت تک نواب معین الدین خاں بہادر مرحوم کی سرکار میں نوبت موجود تھی۔ مصاحبین۔ حکیم۔ علما۔ اور تھوڑی فوج بھی تھی۔ پچھلا اندوختہ۔ کچھ املاک۔ اور تنخواہ سے گزر ہوتی تھی۔ اخیر میں اساسہ ریاست کو قائم رکھنے میں کچھ قرض بھی ہو گیا۔ کارخانہ جات ریاست میں ہر طرح کا تھوڑا تھوڑا اساسہ موجود تھا۔ ان سب کاموں کا تعلق آپ سے تھا۔ اور نہایت خوبی سے اس تھوڑی حیثیت کو قائم رکھا۔

نواب صاحب بہادر جو باپ سے زیادہ شفیق تھے اُن کا انتقال سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں ہوا۔ اکیس سال کی عمر۔ باپ پہلے مر چکے۔ نواب صاحب پر پورا بھروسا تھا۔ وہ تمام و کمال اخراجات کے کفیل تھے۔ یہ وقت بہت سخت تھا اور گویا کہ آفت کا آسمان ٹوٹ پڑا۔

نواب صاحب کے انتقال کے بعد تنخواہ انگریزوں نے بند کر دی۔ تاہم مسٹر مٹکاف صاحب گورنر آگرہ نے ماتم پرسی کا خریطہ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر سنہ ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۴ء بنام نواب امیر الدولہ ضیاء الملک ذوی القدر نواب محمود خاں بہادر مظفر جنگ خلف اکبر اور رفیع الدولہ حافظ الملک محمد جلال الدین خاں بہادر منصور جنگ خلف اصغر کے نام بھیجا۔ اس وقت تک عزت اور مرتبہ میں کوئی فرق نہ تھا۔ خط کتابت میں منجانب انگریزی گورنمنٹ مذکورہ بالا خطاب ناموں کے ساتھ لکھے جاتے تھے

اور القاب یہ تھا:- "نواب صاحبان بسار مہربان استظہار مخلصان سلامت"
ریاست کی جانب سے مٹکاف صاحب گورنر آگرہ کو یہ القاب لکھا جاتا تھا:-
"نواب صاحب مشفق قدردان امیدگاہ نیازمنداں سلامت"، مگر خالی القابوں سے کیا کام چل سکتا ہے۔ تنخواہ بند ہو گئی۔ ملازم بدستور موجود۔ اخراجات کی تکلیف ہونے لگی۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء کو دونوں صاحبزادوں نے ذیل کا خریطہ نواب منتظم الدولہ مختار الملک اخلاص یار خاں سر چارلس مٹکاف بہادر صولت جنگ بیرونیٹ گورنر آگرہ کو روانہ کیا:-

نواب صاحب مشفق قدردان امیدگاہ نیازمنداں سلامت۔ بعد تمنائے استحصال شرف ملازمت کیمیا خاصیت کہ خارج از حیطۂ امکان است مبرہن خاطر دریا مقاطر میگرداند قطعہ خریطہ عنایت نامہ استمالت آمود محتوی تاسف خاطر آں قدردان بر یافت واقعۂ ہائلہ امیر الامرا نجیب الدولہ نواب غلام معین الدین خاں بہادر مرحوم والد ماجد ما نیاز کیشاں مرقومہ سی ام ماہ اکتوبر ۱۸۳۴ء لمعہ وصول شفقت شمول آورد۔ مبانی نیاز قدیمہ ترقی خواہان را استحکام تازہ بخشید۔ و باطلاع اعتدال مزاج فیض امتزاج شرف وانشراح بے اندازہ دست داد۔ قدردانا از سابق واسطہ اتحاد نواب ضابطہ خاں بہادر مرحوم جد ما نیازمنداں و گرفتن دامن حیات والد مغفور از عرصہ سی سال منقوش خاطر فیض مآثر است چگونہ تاسف خاطر گرامی نمیشد و ہر قدر کہ بعلو ہمتی تشفی خاطر ما محروماں فرمایند زیبائے فیض رسانی آں فیض رساں باشد اللہ تعالیٰ آں قدرداں را باین استمالت فرمائے تا ابدالدہر روز بہ دارد۔ و سابقا کہ حال فرض بودن مبلغ نوزدہ ہزار روپیہ عہد جناب والد مرحوم و دیگر اخراجات قلمی ساختہ شدہ بود۔ و بسبب ابر بلای اخراجات روزمرہ چشم بر شاہراہ میکداشتند ہر چند بہ آوازہ قدردانی سرکار جہاں مدار کہ آویزہ گوش رئیسان جلیل القدر است

بہر صورت تقویت و اطمینان خواطر نیاز مندان۔ لیکن از عرصہ سہ ماہ کہ بسبب امداد نشدن زر مشاہرہ از صاحب اجنٹ بہادر ضلع مراد آباد تکلیفات اخراجات میگذرد۔ و حال طلب جناب قبلہ مرحوم کہ از ملک پنجاب طلبیدہ بر ملک ہریانہ قابض فرمودند۔ و گردیدن انتفاع کثیر از ملک ہریانہ بر سرکار جہاں مدار بعد تقرر مشاہرہ جناب مرحوم از دیگر کاغذات و خصوصاً از نقل چٹھی امد الستین صاحب بہادر بنام اجنٹ مالکم صاحب بہادر محررہ تاریخ چہاردہم ستمبر ۱۸۰۵ء معلوم سرکار جہاں مدار۔ لہذا شرح دیگر ارادت و نیاز خود را بر قدر دانی آں قدرداں داشتہ مکرر قطعہ خریطہ نیاز نامہ معرفت صاحب اجنٹ بہادر ضلع مراد آباد مرسل داشتہ مستدعی فیض رسانی سرکار جہاں مدار اند کہ رفع تردد اخراجات ما تیماں کہ بجز تقرر مشاہرہ متعینہ سرکار جہاں مدار وجہ روز بسر نیست۔ بصاحب اجنٹ بہادر موصوف اجازت شود کہ ما از تکلیفات اخراجات مقررہ ضروریہ مطمئن بودہ متوقع ترقی حشمت و اقبال سرکار دولتمدار باشند۔

اِس خریطہ کے جواب میں مسٹر بولڈرسن ایجنٹ گورنر جنرل آگرہ نے ۱۸۔ فروری ۱۸۳۵ء کو یہ جواب لکھا اور سوار کے ہاتھ بھیجا اور گورنر جنرل کا خریطہ بھی ملفوف کر دیا۔

خط مسٹر بولڈرسن

نواب صاحب مشفق و مہربان مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد شوق ملاقات مسرت آیات کہ مزیدے براں متصور نیست مکشوف ضمیر خلت تخمیر باد۔ پیش ازیں خریطہ مرسلہ آں مشفقاں بنام نامی نواب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر کہ باطلاع حال عسرت و تکلیف خود از باعث فقداں ہیچ کدام وجہ کفاف معرفت اس محکمہ فرستادہ شدہ بود بجواب آں امروز خریطہ مرسلہ نواب ممدوح و خط انگریزی بنام مخلص باین مضمون کہ بلحاظ خلاف ضابطہ و دستور بودن درخواست آں مشفقاں در بارۂ تقرر مشاہرہ

والد مرحوم بنام خود شان منظوری آن صورت نسبت موصول گردید۔ چنانچہ خریطہ مذکور ملفوف رقیمہ ہذا مرسل است بمطالعۂ آں حال مفصل معلوم خواہد گردید۔ باقی خیریت است۔ ایام جمعیت و شادمانی بکام باد۔

نقل خریطۂ مٹکاف صاحب گورنر مرقومہ یکم جنوری ۱۸۳۵ء

نواب صاحب بسیار مہربان اشتہار مخلصاں سلامت۔ مکاتبہ تودد افزا متضمن وصول رقیمۃ الاخلاص مرقومہ سی ام ماہ اکتوبر ۱۸۳۴ء و استدعائے اجرائے مشاہرہ والد ماجد ایشاں با دیگر مدارج محبت و ارادت موصول شدہ مسرور و شادماں ساخت۔ ہمانا چوں دوام و بقائے وجہ معینہ سرکار دولتمدار مادام الحیات نواب صاحب مرحوم اعنی والد امجد آں مہرباناں بود دریں صورت بکمال حسرت و افسوس بخاطر اخلاص ماثر است کہ اجرای ہمچو مشاہرہ چگونہ میتواند شد۔ اطلاعاً بخامہ یک جہتی نگارو در آورد۔ ترصد کہ دوستی دوست را ہموارہ خواہاں خردہ خیریت مزاج خود ہا انگاشتہ بارقام آں مسرور و خورسند میداشتہ باشند۔ زیادہ چہ برطرازد۔

سرکار کمپنی نے تنخواہ کے متعلق صاف جواب دیدیا۔ قدیمی ملازم اور کارخانجات بدستور موجود تھے۔ ملازموں کا تنخواہوں کا تقاضا تھا۔ قرض کہاں تک ملے اور اب قرض خواہوں نے بھی تنخواہ کے بند ہو جانے کا یقین کر کے قرض دینے سے ہاتھ روک لیا۔ اب سب بھائی اور بہنوں اور بہنوئیوں میں اساس البیت اور مال و متاع کا نزاع شروع ہوا۔ نواب محمود خاں صاحب بہادر خلف اکبر تھے وہ چاہتے تھے کہ اساس البیت فروخت کر کے باپ کی قدیمی شان و شوکت کو قائم رکھیں۔ دوسرے بھائی حصہ بٹانے پر آمادہ تھے۔ بہنوں کو بھی تقسیم میراث کا دعویٰ تھا۔ اسلئے نہایت خطرناک صورت گھر کی ہو گئی۔ تاہم تنخواہ کے بارے میں پھر دونوں صاحبزادوں نے ایک خط ایجنٹ ضلع مراد آباد کو اور دوسرا خریطہ اسکے ساتھ گورنر آگرہ کے نام حسب ذیل روانہ کیا:-

خط بنام اجنٹ مرادآباد مورخہ پنجم ماہ مارچ ۱۸۳۵ء

نواب صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان زاد اشفاقکم۔ بعد آرزوے استحصال نعمت مواصلت گرامی کہ بسان اخلاق آں زبدۃ الاشفاق مالایطاق است مشہود خاطر تلطف ذخایر میگرداند۔ مفاوضہ سامی مورخہ ہجدہم فروری ۱۸۳۵ء با خریطہ صحیفۃ العنایت نواب معلیٰ القاب گورنر جنرل بہادر در عین انتظار و ہجوم افکار رنگ وصول ریختہ ممنون عنایت گردانید۔ و بر مضامین مندرجہ آں مشروحاً آگہی بہم رسانید ہر چند آں شفیق بہ مقتضاے مروت و فتوت جبلی و بلحاظ خلت قدیم و شفقت صمیم عند التحریر ریپورٹ در حسن تقریر و خوبی تمہید دریغ نفرمودہ بودند۔ لیکن از ناساعدت ایام نواب ممدوح درخواست ما نیاز منداں را خلاف دستور و ضابطہ تصور دیدہ زیب ارقام فرمودہ ہم کہ اجرائے ہیچو مشاہرہ چگونہ شدن نتواند فقط بدریافت ایں مضمون ابواب تشویش و تردد بر روے امیدواراں کشود۔ طلب تقاضاے خواہندگان دماہہ جنتر از جستہ رو نمود۔ در جواب صحیفہ ممدوحہ مراتب واجب الالتماس موافق ضابطہ و دستور مندرج ساختہ ابلاغ خدمت سراپا افادت نمودہ مے آید۔ از محبت صمیم و شفقت قدیم امید آنست کہ نیاز نامہ اسمی نواب مستطاب را بعد ملاحظہ و ترجمہ انگریزی فرمودہ روانہ خدمت فیض درجت جناب معظم الیہ کردہ شود۔ و بمقتضاے ہمت و فتوت مردانہ در چٹھی خود دیگر وجوہ موثرہ کہ از تحریر نیاز منداں باقی ماندہ باشد ارقام فرمودہ ممنون لطف و احسان بیکراں گردانند تا از امداد و اعانت آں شفیق جواب با صواب حاصل گردد۔ و ایں معنی موجب مزید نیکنامی آں مشفق در چار دانگ عالم شود۔ و بنا بر گزارش دیگر حالات و مکروہات اینجا کہ قابل تحریر نیست سیادت و نجابت مرتبت سید مولوی حکیم منصور علی را روانہ خدمت سامی نمودہ شد۔ دیگر خیریت ست مدام بارقام صحائف مزاج یاد فرمایند۔

خریطہ بنام گورنر آگرہ مورخہ پنجم مارچ ۱۸۳۵ء

نواب صاحب مشفق قدردان امیدگاہ نیازمنداں سلامت - بعد تمنائے حصول شرف ملازمت سامی کہ بدل نیازمنزل جاگرفتہ است نہ آں چناں کہ بحیطہ تسطیر خامہ ارادت تحریر درآید مشہود ضمیر عنایت تخمیر میگرداند - خریطہ صحیفۃ العنایت مورخہ سی ویکم ماہ جنوری ۱۸۳۵ء در پاسخ نیازنامہ اخلاص کیشاں معرفت صاحب ایجنٹ بہادر بدیں مضمون شرف ورود یافت کہ چوں دوام و بقائے وجہ معیشت سرکار ما دوام الحیات نواب صاحب مرحوم بود - دریں صورت حسرت و افسوس بخاطر اخلاص مآثر است کہ اجرائے ہمچو مشاہرہ چگونہ میتواند شد فقط بدریافت این مضمون دیدہ رمد رسیدہ وچشم انتظار کشیدہ را سرمۂ ظلمت و تیرگی حاصل گردید و نوبت ہجوم تنخواہ داران و قرضخواہان بتضاعف رسیدہ لاکن چوں خاطر شفقت مظاہر آں قدردان مغبر بغبار حسرت و افسوس گشتہ متوجہ ترحم و تسلیہ زدگان بے یار و یاور است لہذا بگذارش ماوجب تصدیعہ افزائے خدمت گراں فیض والا فادت میگردد قطع نظر ازینکہ نواب محمد ضابطہ خاں بہادر جد امجد نیازمنداں با سرکار دولتمدار واسطہ اتحاد داشتند - وچوں والد ماجد با قلعہ بھولگا و دھرم کوٹ وغیرہ جاگیر ملک راجہ ہائے پنجاب گذاشتہ - وبر احسان وسلوک مہاراجہ دولت راو سندھیہ و جسونت راؤ ہلکر کہ نواب مرحوم را شریک دولت خودے نمود نظر نہ ساختہ در خیرخواہی سرکار کوشیدہ از عہد و پیمان نواب معلی القاب گورنر لارڈ جنرل جرار لیک بہادر بعروۃ الوثقیٰ توسل سرکار دولت مدار کمپنی انگریز بہادر متمسک شدند - بنا برآں استحقاق ما نیازمنداں بر سرکار بچند وجوہ متحقق است -

اولاً نواب لارڈ جنرل بہادر ممدوح وعدہ احسان وسلوک و اعزاز و احترام روزافزوں تا بقائے عمل سرکار کمپنی مزین بمہر و دستخط خود نوشتہ دادہ اند -

مطلب و مرادش ہمین است کہ تا حیات نواب صاحب با او شان و بعد وفات با ولاد
مرحوم مراسم احسان و سلوک منقطع نخواہد شد۔

ثانیاً عادت مستمرہ اہالی سرکاران سوابق بہ آئین جہانداری با جملہ متوسلان دامن
دولت ہمین است کہ بعد انتقال ہر یک رئیس وظیفہ مقرری از وابستگانش منقطع
نساختہ اند۔ چنانچہ در سرکار نیز ملک و نقدی مقرر کردہ جنرل جرارڈ لیک بہادر
بہ تعداد لکھوکھا روپیہ بنام بسیارے از روسا بقید حیات بود بعد ارتحال آنان متعلقان
شان با وصف استطاعت و سرمایہ جمعیت محروم نماندہ وظیفہ خوار سرکار اند۔

و حال نواب صاحب مرحوم این بود کہ پنج ہزار روپیہ مقررے سرکار بضروریات شان
کفایت نمیکرد و در ہر ماہ یک دو ہزار روپیہ را مقروض میشدند۔ چنانچہ نقد و جنس اندوختہ
زمان پیشین بالکل صرف نمودہ وام کثیر بر سر باقیان گزاشتند۔ پس انسداد و کفاف ما
اینچنیں بے مایہ گان صریح موجب ہلاکت است۔

ثالثاً۔ رسم و آئین سلطنت و جہانداری از قدیم است کہ بعد رحلت ہر یک امیر و امرا خروان
کیفیت و کمیت مصارف پس ماندگان ملاحظہ فرمودہ حکم بحالی یا کمی بیشی وجہ معیشت
متعلقان امیر مرحوم صادر فرمودہ اند۔ این چنیں دستور بنودہ است کہ گاہی مالکان
ملک و سلاطین زمان در رزق بر روے مرزوقے قاطبۃً مسدود کردہ باشند۔

رابعاً در مملکت ہندوستان سرکارہا متعدد بودند اگر احیاناً وظیفہ و روزی کدام امیر
حسب تقدیر از یک سرکار بر میخاست در سرکار دیگر جاں قدر یا زیادہ ازاں ے یافت۔
اکنوں کہ از عنایت الٰہی حکومت و دولت جملہ والیان ملک در سرکار کمپنی انگریز
یک جا شدہ است۔ محرومان این سرکار بہ کدام جا رجوع سازند و کیست کہ او را
ملجاے و ملاذ خود گردانند۔

خامساً۔ ملوک و سلاطین روے زمین کہ وجوہ معیشت و مدد معاش براے شرفا و نجبا

وامراورو سائے ہریک قوم مقرر مے فرمودند بہ سہ جہت بودہ است یکے اینکہ سلطان زماں خلیفۃ اللہ فی الارض مے باشد وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ مقتضائے خلافت الٰہی است کہ بادشاہ کفیل رزق جملہ جانداراں مملکت خود باشد۔ دویم اینکہ وظیفہ خواراں اہلِ وغا بروقت کارزار بکار مے آیند و روزی اہلِ دعا بناخن عزایم عقدہ ہائے مالاینحل مے کشایند۔ سوم اینکہ اگر بندگانِ خدا بوجہے متعلق سرکار والیِ ملک نباشند و جمیع وجوہ معیشت وگزران آں ہا از سرکار کہ مقرر باشد مسدود و منقطع گردد لامحالہ بربادی مملکت ظہور گیرد۔

سادساً۔ ما نیاز منداں صرف از اہلِ استحقاق شکم پرور نیستم۔ والد ماجد ما ہمیشہ برائے رفاقت سرکار دولت مدار کمر بستہ مے نشستند۔ وسوار و پیادہ وساز و یراق و سلاح وسامان ضروری مدام آراستہ و مہیا میداشتند۔ و فیلاں و شتراں۔ و خیمہ و خرگاہ و نوبت و نشان وغیرہ لوازمہ سفر و حضر در وقت ہنگامہ برائے ہمراہی صاحبان عالیشان موجود می ساختند۔ و از ابتدا تو سل تا الی الآن امریکہ خلاف مرضی اہالی سرکار باشد بعمل نیاوردند۔ ما نیاز کیشاں نیز بروتیرہ آبا و اجداد خودہا ہنوز ہیچ کدام یگانہ وبیگانہ را از خود جدا نکردہ ایم و برائے جان نثاری و خیر سگالی سرکار بدل و جان حاضر ایم۔ چوں والد ماجد ما نیاز منداں در رفاقت سرکار جاں بجاں آفریں سپردند ما نیاز کیشاں نیز باوجود ایں چنیں استحقاق و ارادت چگونہ دامن دولت ابد مدت گزاریم و بہ کدام جرم و قصور از پرورش سرکار محروم مانیم۔ نظر بوجوہات مرقومۃ الصدر مکلف خدمت گراں موہبت آں مکرم و ارباب کونسل ایم کہ آں شفقت فرما و صاحبان عالیشان کونسل بمقتضائے کرمی و شان رحمی و بلحاظ یتیمی و بیکسی ایں دولت خواہاں وجہ کفاف مقرر فرمودہ برائے عطائے آں بنام صاحب ایجنٹ بہادر حکم فرمایند تا آں را صرف معیشت نمودہ باستحکام

مبانی دولت ابد مدت سرکار مشغول و مصروف باشیم۔ زیادہ ایام حشمت وکامرانی بکام باد۔

اس تحریر کو بمدست حکیم مولوی سید معصوم علی صاحب روانہ کیا۔ اور ۱۹۔ مارچ ۱۸۳۵ء کو اور بھی ایک تحریر گورنر جنرل کو بھیجی مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ بعد انتظار کثیر صاحب کمشنر بہادر کا ذیل کا خط آیا:۔

نواب صاحب مشفق مہربان مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد اشتیاق ملاقات بہجت آیات واضح ضمایر محبت مظاہر باد کہ قبل ازیں بجواب نوشتہ ایں جانب مورخہ سوم اپریل ۱۸۳۵ء چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ مرقومہ ششم ماہ مئی سنہ الیہ باستفسار تعین مقدار مشاہرہ آں صاحبان کہ تقررش بدانست مخلص مناسب باشد ورود آوردہ بود چنانچہ بپاسخش رپوٹ مکتوبہ بستم ماہ مسطور باندراج مقدار پانزدہ پانزدہ صد روپیہ مشاہرہ برائے آں ہردو صاحبان تبلیغ یافت بجوابش اکنوں قطعہ چٹھی صاحب سکتر ممدوح بدیں مضمون موصول گشتہ کہ بہ تجویز نواب معلی القاب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل عطاے ہیچ مشاہرہ بآں مشفقاں غیر ممکن محض و مندرج حکم نواب مغفر الیہم است کہ والد آں صاحبان باوجود نداشتن ہیچ دعوئی اصلی بر سرکار مبلغ بقدر زیادہ از ہجدہ لکھ روپیہ اصل کہ ہیچ زر سودش دریں حساب شامل نیست از خزانہ سرکار وصول یافتند۔ اگر منظور خاطر شان مے بود ازیں قدر در کثیر معاشی دجایداد معقول حاصل کردہ براے بسر اوقات متعلقان وپس ماندگان خود میگذاشتند۔ نگر الحال دعوئی درماہہ شان بہ نہجے بر سرکار نمیرسد۔

دبالفرض اگر کدام ماہیانہ بنام وارثان از طرف سرکار دادہ شود محض بطریق مدد معاش وبقدر اصراف لابدی خواہد بود نہ بطور دیگر فقط چونکہ بموجب حکم مصدورہ صدر اطلاع ایں حالات بآں صاحبان واجب بود لہذا بنوک قلم در آمدہ۔

اس کے بعد پھر صاحبزادگان نے مرزا ولی بیگ کے ہاتھ صاحب کمشنر کو لکھا کہ دس ماہ ہو چکے تنخواہ نہیں ملی ہے۔ اگر کوئی امر طے ہوا ہو تو اطلاع کیجیے ورنہ پروانہ راہداری بھیجدیجیے کہ ہم خود گورنر جنرل کے پاس جائیں۔ مگر کمشنر نے ۱۴۔ جولائی ۱۸۳۳ء کی تحریر سے یہ جواب دیا کہ آپ کا خط آیا۔ نواب گورنر جنرل نے جو کچھ مجھے لکھا تھا اسکی اطلاع میں آپ کو کر چکا۔ اور کوئی اطلاع مجھے نہیں ہے اور پروانہ راہداری بھی یہاں سے دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے جواب میں صاحبزادوں نے ۲۵۔ ربیع الآخر ۱۲۵۱ھ کو ایک اور تحریر بدست شیخ امام بخش خاں روانہ کی۔ اس میں لکھا کہ ہماری پریشانی کی کوئی حد نہیں رہی نہ کوئی اپنا مآل کار معلوم ہوتا ہے۔ پروانہ راہداری بھی نہیں ملتا تاکہ نواب معلی القاب صدر کلکتہ کے پاس جاکر اپنی تباہی کو اخیر منزل تک پہونچادیں۔ نواب غفراں مآب کا کوئی استحقاق ہو یا نہو لیکن ہم اپنی مصیبت تو اظہار کردیں۔ پروانہ راہداری نہیں دیا جاتا تو اس ہماری تحریر کو اپنی انگریزی چٹھی کے ساتھ والے چار دانگ ہندوستان کے پاس بھیجدیں۔ اگر یہ بھی دشوار ہے تو ہم بارش کے دو مہینے گزرنے کے بعد مجبوراً کلکتہ کو چلے جائیں گے۔

ابھی تک گورنمنٹ سے کوئی تصفیہ تنخواہ کا نہیں ہوا مگر امید ہوگئی کہ کچھ وظیفہ ہو جائیگا۔ اسی اثنا میں نواب محمود خاں صاحب سے نواب جلال الدین خاں اور دونوں بہنوئی آمادہ فساد ہو گئے۔ مناقشہ کی یہ نوبت پہونچی کہ نواب محمود خاں صاحب نجیب آباد چھوڑ کر مراد آباد چلے آئے۔ خیموں میں قیام تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ اگر خاطر خواہ فیصلہ ہوا تو خیر ورنہ کسی اور سمت کو چلدیں۔ نزاع کو زیادہ طول ہوا تو کلکٹر مراد آباد اور کمشنر نے باہم اصلاح کی کوشش کی۔ اور نواب محمود خاں صاحب کو بھی آمادہ کیا کہ وہ نجیب آباد چلے جائیں۔

اور ۲۶ جون ۱۸۳۵ء کو کمشنر بریلی نے یہ خط نواب جلال الدین خاں صاحب بہادر کو لکھا:۔

نواب صاحب مشفق مہربان مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ - بعد اشتیاق ملاقات بہجت آیات کہ مزیدی برآں متصور نیست مشہود ضمیر خلت پذیر باد۔

نواب صاحب مشفق امیر الدولہ ضیاء الملک ذوی القدر محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ برادر آں مہربان کہ از چندے مقیم مراد آباد بودند حالا عازم نجیب آباد مشوند وظاہر ارادہ درستی وانتظام امور خانہ باتفاق وصلاح آں صاحب دارند لہذا نوازش نامہ میگردد وحسب مقتضائے مصلحت ترقیم مے پذیرد کہ آں مشفق وصاحب موصوف باتفاق یکدیگر بانتظام امورات خصوصاً درباب تدابیر ادائے زر قرضہ کہ نواب صاحب مرحوم برآں صاحبان گزاشتہ اند واستخلاص علاقجات از رہن وتقرر شخص سربراہ کار ومردم کارگزار وحسن کردار بنابر درستی معاملات وانجام مرجوعات پردازند۔ وسخن غرض گویاں وگفتگوے برہم کاراں راکہ باعث تخلل امور ریاست است بسمع قبول اصغا نکردہ وبمشاورت ہمچو اشخاص عامل نگشتہ موافق ہدایت عقل سلیم وخرد صائب کاربند شوند واز داشتن مردمان فضول وغیر ضرور کارخانہ زیرباری ہا نکشند۔ ومراتبا یکہ بالمشافہ ہر دو صاحبان بخوبی فہمائش رفتہ وذہن نشین گردانیدہ شدہ ملحوظ دارند۔ ودربارہ مشاہرہ آں صاحبان ہنوز حکمے از صدر صدور نیافتہ غالباً سبب توقف ہمیں خواہد بود کہ بہ باعث کثرت امور ملکی فرصت نبودہ دریں خصوص بہ نواب معلی القاب گورنر جنرل نشدہ باشد اکنوں یقین کہ بعرصۂ قریبہ بہ نفاذ رسد قبل از رودش لازم است حسب مرقومۂ بالا بہ تفہیم سابق باتفاق رائے ہر دو برادر تنظیم وتنسیق کارہا بعمل آوردہ شود۔ زیادہ خیریت است۔

اس تحریر کے موافق نواب محمود خاں صاحب نجیب آباد تشریف لے گئے۔
نواب جلال الدین خاں صاحب نے بھائی سے صفائی کرلی۔ مگر مختار کار اور کار پردازنہ کے مقرر کرنے میں پھر بھی نزاع رہا۔ نواب جلال الدین خاں صاحب نے منشی مولناتھ کو مختار کرنا چاہا۔ نواب محمود خاں صاحب کو یہ امر پسند نہ تھا۔ یہ قضیہ پھر کمشنر صاحب تک پہونچا۔ اور ۱۴۔ جولائی ۱۸۳۵ء کی تحریر میں پھر کمشنر صاحب نے مختار مقرر کرنے کی تاکید لکھی۔ تب دونوں صاحبزادوں نے علی بخش خاں کو اپنا مختار اور سربراہ کار مقرر کیا اور یہ تحریر کمشنر صاحب کو ۱۴۔ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ کو روانہ کی۔
نواب صاحب مشفق کرم فرمائے مخلصان زاد اشفاقکم۔ بعد تمنائے استحصال سامی مواصلت کثیر الافادت کہ منجاوز البیان است مرفوع خاطر توجہ مظاہر میگرداند سامی نامہ مودت آمود بمصحب عزت آثار عزیز القدر منشی مول ناتھ پرتو ورود افگندہ انچہ از راہ توجہات مربیانہ نصائح ہوش افزا ارقام فرمودہ اند جواب آں از عقب نگارش پرداختہ بگزارش درآوردہ خواہد شد۔ بالفعل رفعت وعوالیمر تبت علی بخش خاں را کہ از جمیع امورات واقف ونوکر موروثی ولیاقت ونمک حلالی ودیانت او ثابت است لہذا بر مختار کاری مقرر نمودہ شد۔ مختار مذکور بخوبی جملہ امورات انشاء اللہ تعالیٰ بانجام خواہد رسانید۔ ترصد کہ پروانہ تسلی او ارقام فرمایند کہ بطمانیت بانصرام کاروبار پردازد ودوام بارقام سامی نامجات مشحون نوید صحائح مزاج یاد فرما وکرم نما باشند۔
گو نواب صاحب بہادر مرحوم کے وقت سے علی بخش خاں کارپرداز تھے اور بعد انتقال بھی کام کر رہے تھے لیکن یہ تعلق گورنمنٹ انگریزی میں نیا پیدا ہوا۔ اور تمام کاروبار جو انگریزوں سے متعلق تھے ان کے سپرد ہوئے۔

نواب صاحب بہادر مرحوم کے انتقال کے بعد دونوں صاحبزادوں میں صفائی خاطر نہ تھی اور اسکے طول ہوجانے کا قوی اندیشہ تھا تاہم علی بخش خاں نے اپنی تدبیر سے بدمزگی کو بڑھنے نہ دیا۔ نواب معین الدین خاں بہادر مرحوم نے اپنی حیات میں ایک ہبنامہ کے ذریعہ سے اپنی کل جائداد۔ زرعی۔ مسکونہ۔ کارخانہ جات و دواب۔ اسباب خانہ داری۔ زروزیور۔ خرید خود و عطیہ سرکار کو اپنے دونوں صاحبزادوں کے نام بقیمت دو لاکھ منتقل کردیا تھا۔ اس میں ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد نواب محمود خاں صاحب بہادر کے نام اور اسی ہزار کی تعداد نواب جلال الدین خاں صاحب بہادر کے نام لکھدی تھی۔

یعنی تین حصہ بڑے بیٹے کے اور دو حصہ چھوٹے کے قرار دئے تھے۔ دونوں صاحبزادیوں کو علیحدہ دیگر نزاع کا انسداد کردیا تھا۔ سعد اللہ خاں صاحب اور عظمت اللہ خاں صاحب دونوں نواب صاحب بہادر کے داماد تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے اپنی بیویوں کے حصہ طلب کئے۔ اور یہاں تک آمادہ ہوگئے کہ میر قمر علی صاحب مرحوم ساکن ہیمن کی زبانی کہلا بھیجا کہ ہم دونوں آتے ہیں اور کل سامان پر قبضہ کرلیں گے۔ نوبت اسکے قریب تھی کہ کشت وخون ہوجائے۔ لیکن علی بخش خاں کی تدبیر سے یہ فساد رفع ہوگیا۔ اور ۱۶۔ستمبر ۱۸۳۵ء ۱۲۵۱ھ کو نواب محمود خاں صاحب ور نواب جلال الدین خاں نے ایک اور اقرار نامہ اسی مضمون کا لکھکر رجسٹر کرادیا۔ اس اقرار نامہ میں یہ بھی لکھا گیا کہ پنڈت سیو سہائے ساہو بلاس رائے اور رانی دھن کور کے سولہ ہزار چھتر روپے چھ آنے علاوہ سود کے جو نواب صاحب مرحوم کے ذمہ قرض ہیں وہ ہم دونوں بحصہ رسدی ادا کرینگے۔ ادھر کمشنر صاحب کو بھی اطلاع دی کہ عظمت اللہ خاں صاحب و سعد اللہ خاں صاحب آمادہ فساد ہیں اِن کا انتظام کیا جائے۔

کمشنر صاحب نے ۲۴ استمبر ۱۸۳۵ء کو جواب لکھا کہ عظمت اللہ خاں اور سعد اللہ خاں کی طرف سے ایسے نامناسب امور کا سرزد ہونا بعید ہے لیکن احتیاطاً دونوں کے نام حکمنامہ جاری کردئے ہیں۔ اور مجسٹریٹ ضلع بجنور کو بھی ایک چھٹی لکھدی ہو آپ کو بھی چاہیے کہ ان کے واجبی مطالبہ سے آپ بھی گریز نہ کریں۔ اس فساد کو بھی علی بخش خاں نے نہایت سعی اور خوش تدبیری سے طے کیا۔ گو دلوں میں نقار رہا مگر کوئی فساد نہونے پایا۔ اور باہمی معاملات طے ہو گئے۔

اِدھر تو نواب معین الدین خاں بہادر کا انتقال ہوا۔ تنخواہ بند تھی۔ باہم خاندان میں رنجشیں۔ اُدھر یہ نیا قضیہ درپیش ہوا کہ نواب صاحب مرحوم کے مکانات نجیب آباد پر رائے ہمت سنگھ زمیندار نے دعویٰ کردیا یہ پرگنہ نجیب آباد میں بہت بڑا زمیندار اور حکام رس تھا۔ اُسکو یہ دعویٰ تھا کہ یہ مکانات مسکونہ میری زمینداری میں داخل ہیں اور میرے قبضہ میں رہیں۔ یہ تشویش بھی سخت تھی۔ علی بخش خاں نے اسمیں کوشش کی کمشنر صاحب نے کل کاغذات طلب کئے اور حکم اخیر لکھدیا کہ یہ مکانات بقبضۂ نواب امیر الدولہ اور نواب رفیع الدولہ بہادر بدستور رکھے جائیں۔ اسی مضمون کا پروانہ بنام پنڈت بخت نرائن جیشکار نجیب آباد جاری ہوگیا۔

صاحبزادوں کی تنخواہ بند ہوئے تیرہ سال ہوگیا۔ اخراجات کی ترقی۔ آمدنی کی کوئی صورت نہ تھی۔ رمضان ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں رفیع الدولہ نواب جلال الدین خاں صاحب بہادر نے ترک وطن کا ارادہ کرلیا۔ یہ قصد تھا کہ پہلے آگرہ میں نواب لفٹنٹ گورنر سے ملیں اگر کوئی صورت گزارہ کی ہوجائے تو بہتر ورنہ دکن کو چلے جائیں گھر میں کہرام پڑگیا۔ آخرکار شوال ۱۲۵۲ھ میں آگرہ میں داخل ہوگئے۔ اس وقت نواب گورنر جنرل آگرہ میں نہ تھے۔ دس۱۰ دن کے بعد وہ آگئے۔ تو آپ نے ۱۳۔ شوال ۱۲۵۲ھ کو گورنر جنرل کو ایک خریطہ لکھا اور ہمدست

منشی ہر پرشاد اپنے وکیل کے بھیجا۔ اُس میں لکھا تھا کہ میں دس روز سے یہاں مقیم ہوں۔ اور محض ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ اِدھر نواب رفیع الدولہ کی روانگی آگرہ کے ساتھ ہی ۳۱۔ دسمبر سنہ ۱۸۳۶ء کو مسٹر بولڈرسن کمشنر بریلی نے کمپ فتح گنج سے ایک چٹھی بوشر صاحب سکرٹری گورنر جنرل کو اس مضمون کی روانہ کی کہ میں نے نواب صاحب مرحوم کے بیٹوں کے گزارہ کے واسطے ۹۔ جولائی۔ ۲۴۔ جولائی۔ ۱۸۔ اگست۔ ۴۔ ستمبر۔ ۶۔ اکتوبر ۱۴۔ اکتوبر۔ ۳۰۔ اکتوبر سنہ ۱۸۳۴ء ۱۶۔ جنوری ۳۱۔ جنوری۔ ۳۔ اپریل۔ ۶۔ مئی۔ ۲۱۔ مئی یکم جولائی سنہ ۱۸۳۵ء۔ ۱۰۔ فروری۔ ۲۰ فروری۔ ۱۳۔ مارچ۔ دوم اپریل۔ ۲۱۔ اپریل ۱۱۔ مئی۔ ۲۸۔ مئی۔ ۲۵۔ اگست سنہ ۱۸۳۶ء کو متواتر چٹھیاں لکھیں لیکن کوئی انتظام تنخواہ کا نہیں ہوا۔ اگر گورنر جنرل نے پرورش نہیں کی تو وہ بالکل خراب ہو جائیں گے۔ اب میں نے سنا ہو کہ چھوٹا بیٹا اکبر آباد کو گیا ہے اگر وہاں پرورش نہیں ہوئی تو وہ دکن کو چلا جائے گا۔ میرے نزدیک اِن کو دکن جانے نہ دیا جائے۔ دکن کا جانا مناسب نہیں ہے۔

مضمون بالا کی چٹھی کا خلاصہ نواب رفیع الدولہ بہادر کو آگرہ میں کسی طریق سے مل گیا اور کلو ہرکارہ یہ خلاصہ لیکر نجیب آباد میں ۷۔ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۲ھ کو پہونچا۔ لیکن نواب رفیع الدولہ سے پھر بھی ملاقات نہیں ہوئی۔

۱۱۔ فروری سنہ ۱۲۵۳ھ کو مکرر خریطہ نواب گورنر جنرل کو لکھا۔ اسکے بعد ملاقات ہوئی۔ تمام حالات سُنکر لفٹنٹ گورنر نے سو سو روپے دونوں بھائیوں کے مقرر کئے۔ اور نواب جلال الدین خاں صاحب بہادر کی حقیقی بہن فیض بیگم صاحبہ ڈیوڑھی سعد اللہ خاں صاحب کے دس روپے ماہانہ مقرر ہوگئے۔

سیدہ بیگم صاحبہ ڈیوڑھی عظمت اللہ خاں صاحب نواب محمود خاں صاحب کی حقیقی بہن تھیں اِن کا کوئی ذکر ہی نہیں آیا۔ نواب جلال الدین خانصاحب سو روپے

ماہانہ پر رضامند ہو کر نجیب آباد چلے آئے۔
لیکن امیر الدولہ نواب محمود خاں صاحب بہادر اس تجویز وظیفہ پر رضامند نہوے اور بوساطت علی بخش خاں سلسلہ خط کتابت حکام انگریزی سے پھر بھی جاری رہا۔ ۱۰-فروری ۱۸۳۵ء/۱۲۵۰ھ کو کمپ بیگم آباد میں خود جا کر نواب لفٹنٹ گورنر جنرل سے ملے۔ لیکن تنخواہ کے معاملہ میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ اور ۱۲-فروری ۱۸۳۶ء مطابق ۱۶-ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ کو ایک خریطہ گورنر جنرل کو اس مضمون کا لکھا:-
کہ ایسے بارگاہ سے کوئی دادخواہ محروم نہیں رہا۔ لیکن میں محروم ہوں۔ آپ سے ملاقات کا سامان بھی میسر نہ تھا تاہم ۱-فروری ۱۸۳۶ء کو ملاقات ہوگئی۔ میرے معاملات طول وطویل ہیں اس لئے بپاس ادب زبانی گزارش نہیں کیے۔ اب ذریعہ خریطہ عرض حال ہے کہ میرے بے مات بھائی جلال الدین خاں اول حاضر ہوے اور انکے گزارہ کے موافق گورنمنٹ نے تنخواہ کردی۔ مگر ان کے عیال واطفال نہیں ہیں اور کوئی ریاست کا بھی خرچ نہیں ہے۔ لیکن مجھے تو اس میں (سو روپے ہیں) نان خشک بھی کسی طرح میسر نہیں ہو سکتی۔ چند خریطہ پیش کرکے کوئی جواب نہیں ملا۔ اسی طرح میری بڑی بہن سید بیگم کی بھی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی۔ لہذا اب کوئی تجویز گزارہ کے قابل کردیجائے۔
اسی تاریخ کو ایک تحریر میگناٹن صاحب کو لکھی کہ یہ خریطہ پیش کرکے جواب دیں۔ اور اسی تاریخ ایک تحریر ٹارنس صاحب نائب سکرٹری کو لکھی جسکا یہ مضمون تھا۔ کہ میرے حالات آپ پر روشن ہیں۔ اور زیادہ توضیح علی بخش خاں میرے مختار کی زبانی معلوم ہوگی جنکو مع خریطہ گورنر جنرل وچٹھی اسمی میگناٹن صاحب آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔
علی بخش خاں نے یہ کاغذات بیگم آباد ہی میں پیش کئے مگر کوئی شافی جواب نہیں ملا۔

اسی زمانہ میں نواب گورنر کا کمپ میرٹھ میں آیا۔ نواب محمود خاں صاحب بہادر نے انسے ملاقات کی مگر کوئی صورت تنخواہ کی نہیں ہوئی۔ نواب گورنر جنرل شملہ کو روانہ ہوگئے اس لئے بمشورہ میگناٹن صاحب سکرٹری نواب صاحب نے بھی شملہ کا سفر شروع کر دیا۔ شملہ میں پہونچکر معلوم ہوا کہ مکانات قیام کے لئے نہیں ملتے ہیں اسلئے خود تو مقام باڑہ میں قیام کیا اور علی بخش خاں کو حکم دیا کہ شملہ میں رہیں اور تنخواہ کے بارہ میں کوشش کی۔

۱۹- اپریل ۱۸۳۳ء کی تحریر کے ذریعہ سے اسکاٹ صاحب سکرٹری کو اطلاع دی کہ میں گورنر جنرل کے کمپ کے ساتھ ساتھ یہاں آگیا ہوں۔ آپ معاملہ میں کوشش کریں۔ یکم مئی ۱۸۳۳ء کو اسی مضمون کی تحریر میگناٹن صاحب کو بھی لکھی اور یہ بھی اطلاع کر دی کہ میرا مختار علی بخش خاں حاضر خدمت رہیگا۔ مولوی علی جان خاں وکیل کو بھی علی بخش خاں نے پیروی کے لیے مقرر کر لیا۔

اِن تمام کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ میگناٹن صاحب نے شملہ سے ذریعہ تحریر مورخہ ۱۴- اپریل ۱۸۳۴ء مسٹر جیمس ڈیوڈسن اجنٹ بریلی سے دریافت کیا کہ اول مسٹر بولڈرسن نے نواب معین الدین خاں کے بیٹوں کے لئے فی اسم پندرہ سو روپے لکھے تھے مگر اسکے عوض سو سو روپیہ مقرر ہوئے۔ اب آپ لکھئے کہ اس سو روپے میں انکا گزارہ ہو سکتا ہی یا نہیں رپورٹ بھیجدیجیے۔

علی بخش خاں نے اِس تحریر کا پتا لگا کر نواب صاحب کو مطلع کیا۔ اور نواب صاحب نے بھی ۲۴- اپریل ۱۸۳۴ء کو ایک خط مسٹر جیمس ڈیوڈسن صاحب ایجنٹ بریلی کو لکھا جس میں اپنے تمام حقوق کا ذکر کر کے یہ بھی لکھا کہ شجاعت خاں۔ مرتضیٰ خاں۔ جنگی خاں۔ اور ہدایت اللہ خاں۔ وغیرہ قدیمی امرائے روہیلکھنڈ کے بھی گورنمنٹ نے وظیفہ کئے تھے اور ان کے مرنے کے بعد بعض ورثا کو نصف اور بعض کو

نصف سے زیادہ وظیفہ دیا گیا ہے۔ اگر آپ سے اس بارہ میں مکرر دریافت کیا جائے
تو دریغ نہ کیجیے۔

غرضکہ بہزار وقت ۷۔ جون ۱۸۳۸ء کو شملہ میں مثل تنخواہ نواب صاحب پیش ہوئی
اور حکم اخیر صادر ہوا کہ مسٹر جیمس ڈیوڈسن تنخواہ کا فیصلہ کریں۔ شملہ سے نواب
امیر الدولہ بہادر نے ۲۹۔ جون ۱۸۳۸ء کو پھر ایک خط مسٹر جیمس ڈیوڈسن کو لکھا
اور اس تمام کوشش کا یہ نتیجہ ستمبر ۱۸۳۸ء میں نکلا کہ نواب محمود خاں صاحب کی
ایک ہزار روپے کی تنخواہ مقرر ہوئی۔

باڑہ کے قیام میں وہاں کے ساہو کاروں کا بھی قرضہ ہو گیا تھا۔ اس لئے نواب
محمود خاں صاحب بہادر نے ۲۔ اکتوبر ۱۸۳۸ء کو مسٹر ولیم۔ جے میگناٹن صاحب
سکرٹری کو لکھا کہ اس وقت تین ہزار روپے ملجائیں اور پھر تنخواہ سے مجرا ہو جائیں
یہ کارروائی بھی ہو گئی۔ لیکن اس تنخواہ میں یہ شرط لگا دی گئی کہ از روے حصص
شرعی سب اولاد کو یہ روپیہ ملا کرے گا۔ اس کی بابت پھر کوشش شروع ہوئی اور
نواب محمود خاں صاحب بہادر کے منشا کے موافق کل معاملات طے ہو گئے۔

نواب محمود خاں صاحب تو واپس نجیب آباد آ گئے اور علی بخش خاں شملہ پر رہے۔
اور کل معاملات کو طے کرایا۔ نواب محمود خاں صاحب کی والدہ سرفراز بیگم صاحبہ
کے لئے دس روپے ماہانہ مقرر ہوا۔ اور نواب صاحب کی حقیقی بہن سیدہ بیگم کی
تنخواہ آٹھ روپے اور انکے شوہر عظمت اللہ خاں صاحب کو بجنور کی منصفی ملی۔

فیض بیگم صاحبہ زوجۂ سعد اللہ خاں صاحب کے آٹھ روپے ماہانہ مقرر ہوے اور
سعد اللہ خاں صاحب کو منصفی سنبھل کی دی گئی۔ ان سب کاموں کو طے کر کے
علی بخش خاں بھی نجیب آباد آ گئے۔ تنخواہ کا فیصلہ چار سال میں ہوا۔ اور پھر قرضہ
کا بار بھی بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بھی علی بخش خاں نجیب آباد میں تقریباً

چار سال اور رہے۔ لیکن نواب محمود خاں صاحب بہادر کی آمدنی قلیل اخراجات کثیر اس لئے اِن کی گزر کی کوئی صورت نہ تھی۔ سنہ ۱۲۵۸ھ میں آپ نے نواب صاحب سے اجازت لیکر لکھنؤ کا سفر کیا۔ آپ کی تنخواہ نواب محمود خاں صاحب نے آپکے فرزند اکبر علی خاں مرحوم کے نام مقرر کردی لکھنؤ میں قسمت آزمائی کر رہے تھے۔

نواب سید محمد سعید خاں صاحب بہادر جنت آرام گاہ پہلے سے علی بخش خاں سے واقف تھے۔ نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں ولیعہد تھے۔ اِن کے پاس ایک اہلکار کی ضرورت تھی جنت آرام گاہ نے لکھنؤ سے طلب فرماکر نواب فردوس مکاں کی خدمت میں سنہ ۱۲۵۹ھ میں مقرر کردیا اور خانساماں کا عہدہ دیا۔ نواب فردوس مکاں اِن کی خدمات سے اس قدر خوش ہوے کہ انکا کل کارخانہ ولیعہدی آپ کے سپرد کردیا۔ سامان لباس۔ زیور۔ کتاب خانہ۔ علاقہ متاجری سب کام علی بخش خاں کرتے تھے۔ چنانچہ نواب جنت آرام گاہ نے ذریعہ پروانہ نمبر ۱۶ مورخہ ۷۔ رمضان سنہ ۱۲۶۶ھ ارقام فرمایا کہ ولیعہد بہادر کی گزارش سے معلوم ہوا کہ انکی تمام علاقہ مالگذاری کی نگرانی تم کرتے ہو۔ اور تمہاری کوشش سے آبادی بڑھ گئی۔ اور چین و تردد زیادہ ہوا۔ اور بغیر جبر و تشدد کے جمع سرکاری ادا کی اِس وجہ سے مزاج حضور بہت خوش ہوا۔ اسی طرح نواب جنت آرامگاہ نے ۱۰۔ رمضان سنہ ۱۲۶۶ھ کے پروانہ کے ذریعہ سے بھی خدمات کا اعتراف فرمایا۔ تیرہ سال کامل ولیعہد بہادر کی خدمت کی۔ کل علاقہ مالگذاری کا بھی انتظام کرتے تھے۔ نواب جنت آرام گاہ بھی نہایت خوش رہے۔ اور کبھی کوئی شکایت کا موقع نہیں آیا۔

۱۲۔ رجب سنہ ۱۲۷۱ھ کو نواب فردوس مکاں مسند نشین ریاست رام پور ہوے۔ رئیس ہونے کے ساتھ جو پہلا پروانہ ۱۸۔ رجب سنہ ۱۲۷۱ھ نمبری (۱) نافذ فرمایا

اُس میں علی بخش خاں کو سینگن کھیڑہ کا تحصیلدار مقرر کیا۔

اور مسند نشینی سے دو مہینے بعد جو سرکاری روپیہ قرض بذمۂ علی بخش خاں بہ تعداد چھ ہزار روپیہ تھا ذریعہ پروانہ دوم جون ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء نمبری (۱۴۶) معاف کیا۔

نواب فردوس مکاں کے الطاف کی کوئی حد نہ تھی۔ مسند نشین ہو کر خیال ہوا کہ دنیا کا اعتبار نہیں خدا جانے کل کیا پیش آئے۔ اس لیے علی بخش خاں کی خدمات زمانۂ ولیعہدی کے اعتراف اور انکے محاسبہ سے بریت کے لیے ایک پروانہ نمبری (۱۶۷۲) مورخہ یکم جولائی ۱۸۵۵ء جاری فرمایا۔

رفعت و عوالی مرتبت گرامی قدر شیخ علی بخش خاں بعافیت باشند۔ از آنجا کہ ایشاں از روز ملازمی تا حال یعنی من ابتدائے ۱۲۵۹ھ لغایت دواز دہم رجب ۱۲۷۱ھ کار مفوضہ خود تحویل زیور و پارچہ۔ و پشمینہ و زرینہ و متفرقات و تحصیلداری و سائر و عمارت و دواب بدیانت و امانت و مستعدی تمام بانجام رسانیدہ۔ الحال کہ ترتیب و تہذیب جمع خرچ از ابتدائے لغایت حال بمیان آمدہ از ملاحظۂ آں نوعے تفاوت و تجاوز در کدامی امر گاہے بظہور نہ پیوستہ دریں صورت مزاج ایں جانب از دیانت و کارگزاری ایشاں بسیار راضی و خوشنود گشت و چونکہ الحال مواخذہ و محاسبہ و مطالبہ کدام نہج من ابتدائے ملازمی لغایت اخیر مارچ ۱۸۵۵ء مطابق دواز دہم رجب ۱۲۷۱ھ ایام قبل از اجلاس حضور بر مسند ریاست بذمۂ ایشاں باقی نماندہ لہذا پروانہ ہذا بطور سند کارگزاری و نیک نامی بایشاں مرحمت گردیدہ قلمی میگردد کہ آیندہ را نیز ہم بریں نمط بدیانت و ہوشیاری و مستعدی تمام کار سرکار انجام میدادہ باشند و مزاج حضور را متوجہ حال خود شناسند۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ تیرہ سال کا کل حساب تیار کرایا اور اہلکاروں سے جانچ کرائی اور حساب فہمی کے بعد پروانہ جاری کر دیا تاکہ کسی کو محاسبہ کی گنجائش نہ رہے۔

۲۰۔ اگست ۱۸۵۵ء کے مورخہ پروانہ نمبری (۲۷) کے ذریعہ سے آپ کو حضور تحصیل کا تحصیلدار مقرر کیا اور صاحبزادہ سعید اللہ خاں صاحب بہادر کو تحصیلدار سینگن کھیڑہ مقرر کیا لیکن پروانہ میں لکھا گیا کہ نگرانی علی بخش خاں کی رہیگی۔
ستمبر ۱۸۵۶ء میں حکم ہوا کہ ہر مہینے کی یکم تاریخ کو فیل خانہ۔ شتر خانہ۔ گاؤخانہ۔ اصطبل اور تازیخانہ کا معائنہ کرایا کریں یہ کارخانہ بھی نگرانی میں دئے گئے۔ ریاست میں نواب جنت آرام گاہ کے وقت سے یہ قاعدہ تھا کہ یکم تاریخ ہر مہینے کو کل فوج ۔ کل کارخانوں کے جانور مع گاڑیوں کے شہر کے باہر میدان میں جمع ہوتے تھے اور رئیس وقت انکا معائنہ کرتے تھے اس کا نام گنتی تھا شاہی زمانہ میں اس کو ساون بھنا کہا کرتے تھے۔
صاحبزادہ فدا علی خاں کی ڈیوڑھی نواب فردوس کی دختر تھیں ان کی آمدنی اور مصارف پر نواب فردوس مکاں خود دستخط فرماتے تھے۔ فردوس مکاں اب رئیس ہوئے تو ۱۸ ابریل ۱۸۵۷ء کے پروانہ نمبری (۲۰۱) کے ذریعہ سے حکم ہوا کہ آیندہ انکے مصارف کے رقعوں پر ہمارے صاد کی ضرورت نہیں ہے علی بخش خاں دستخط کیا کریں اور مجرائی ہوا کرے۔
اب ۱۸۵۷ء کے غدر کا واقعہ ظاہر ہوا۔ ۱۵ ۔ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ اور دہلی کی فوج کی سرکشی کی خبر مرادآباد میں آئی۔ ولسن صاحب جج مرادآباد نماز صبح کے وقت رام پور میں جناب نواب فردوس مکاں کے حضور میں حاضر ہوے۔
دونوں صاحب گاڑی میں سوار ہو کر ہوا خوری کو گئے۔ ولسن صاحب نے سب واقعات بیاں کئے۔ دن میں شہر میں بھی جابجا سے خبریں آگئیں اور کھلم کھلا ہر جگہ شہر میں چرچا ہو گیا۔ بریلی میں خبر پہونچ گئی۔
۱۲۔ مئی کو رام پور سے ایک ایک دو دو آدمی شہر کے باہر جاکر جمع ہوے اور ایک مجمع کثیر

جمع ہو کر مراد آباد کو روانہ ہوا۔ ولسن صاحب جج نے ان کو دریائے رام گنگ کے ساحل پر آلیا اور وہ گروہ منتشر ہو گیا۔

۲۱-مئی کو بریلی میں غدر ہوا۔ مسٹر الگزنڈر کمشنر و پولیٹیکل ایجنٹ ریاست رام پور نینی تال چلے گئے۔ مولوی وجیہ الزماں خاں صاحب مرحوم وکیل ریاست مقیم بریلی نے ریاست کو اطلاع دی اور یہاں سے حسین بخش خاں صاحب مرحوم برادر خرد علی بخش خاں صاحب کو جناب نواب صاحب نے ولسن صاحب جج مراد آباد کے پاس بغرض اطلاع بھیجا۔

رام پور میں بھی لوگوں میں فاسد خیالات پیدا ہو گئے۔ لوگ لوٹ مار کے لئے باہر کو روانہ ہونے لگے۔ کچھ دہلی کان پور اور لکھنؤ کو چلے گئے۔ بریلی میں خان بہادر خاں کی نوابی کا رنگ جا وہاں رام پور کا زیادہ حصہ جمع ہو گیا۔ اس وقت مشیر خاص جناب نواب فردوس مکاں کے علی بخش خاں اور حکیم سعادت علی خاں مرحوم تھے۔ فوج کا تعلق حکیم صاحب سے تھا اور علی بخش خاں کے متعلق حسب ذیل خدمتیں تھیں۔

۱-نینی تال کو رسد پہونچانا اور روپیہ بھیجنا۔

۲-دہلی۔ لکھنؤ۔ مراد آباد نجیب آباد۔ بجنور۔ میرٹھ۔ اور بریلی سے روزانہ خبریں منگانا اور نینی تال تک پہونچانا۔

۳-نینی تال سے میرٹھ تک یورپین افسروں کی خط کتابت کا پہونچانا اور بھیجنا۔

۴-برٹش گورمنٹ کے ہاتھیوں کے گھیدہ کی نگرانی اور کل مصارف کا انتظام۔

۵-برٹش فوج کے افسروں کو سامان اور فوج کے لیے آدمیوں کا مہیا کرنا۔

۶-کانفیڈنشل کل معاملات کی ذمہ داری

۷-باغیوں کے متعلق نگرانی۔ اور انکی گرفتاری۔

۸-کانفیڈنشل معاملات میں خود نینی تال جا کر مسٹر الگزینڈر کمشنر سے گفتگو کرنا۔

۹- کل مصارف ایام غدر فوجی وملکی کی نگرانی۔

ہنگامۂ غدر کی مصیبتیں شمار سے باہر ہیں۔ علی بخش خاں موروثی نمکخوار نجیب آباد کے تھے۔ نجیب آباد میں جب شورش شروع ہوئی تو بنظر خیر خواہی نواب محمود خاں صاحب کے پاس اپنے بھائی حسین بخش خاں کو بھیجا اور عرض کرایا کہ آپ شورش میں شریک نہوں۔ اس عرض ومعروض کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ وہاں حسین بخش خاں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ جس زمانہ میں نجیب آباد میں قیام تھا صاحبزادہ محمد شفیع خاں سے اور حسین بخش خاں سے خانہ جنگی ہوئی تھی۔ جانبین سے آدمی مارے گئے تھے۔ محمد شفیع خاں نے اُس وقت اُنکا تنہا پہونچنا غنیمت سمجھا۔ چند آدمی دوڑا کئے کہ راہ میں ان کو قتل کر ڈالیں۔ اتفاق سے انکو شب میں خبر ہوگئی۔ وہ پیادہ پا شب ہیں چل دیے اور اس مہلکہ سے نجات پائی۔

علی بخش خاں پہلی بار ۶- جون ۱۸۵۷ء کو ذریعۂ تحریر سرکاری مورخہ ۴- جون نینی تال جاکر الگزینڈر صاحب کمشنر سے ملے۔ اسکے بعد آتے جاتے رہے۔

ایک بار یہاں سے اشرفیاں لیکر نینی تال کو روانہ ہوے۔ نواب خان بہادر کی فوج مامور تھی کہ نینی تال کو رسد نہ جانے پائے علی بخش خاں کے سرکا اشتہار تھا۔ اشرفیاں لیکر روانہ ہوے تو دس سوار چھٹے رسالہ رام پور کے لے لئے۔ سواروںکو ہدایت دی کہ دور دور آگے پیچھے رہیں۔ راہ میں بعد مغرب نواب خاں بہادر خاں کی فوج نظر آئی۔ یہ گھوڑے کو درخت سے اُلجھا کر اشرفیاں لیکر درخت پر چڑھ گئے۔ رات بھر درخت پر بسر کی گھوڑا چھوٹ کر چلدیا۔ تھوڑا راستہ پیدل طے کیا کہ ایک سوار ہمراہی مل گیا اسکا گھوڑا لیکر نینی تال چلے گئے۔ اُن کا ذاتی گھوڑا مکان پہ آگیا۔ گھر پر کہرام مچ گیا کہ قتل ہو گئے۔ واپس آئے تو سب کو تسکین ہوئی۔

۹- جون ۱۸۵۷ء کو بخت خاں کئی ہزار باغی فوج کے ساتھ رام پور آیا۔

مولوی سرفراز علی اسکی طرف سے سفیر تھے۔ تمام شہر کو مورچہ بند کیا۔شہر کے مفسد خود جاکر بخت خاں کو بھڑکاتے تھے۔ اُن کا منشا تھا کہ روپیہ دیا جائے اور ولیعہد بہادر ریاست مع فوج کے دہلی کو ساتھ چلیں۔ یہ مرحلہ سب سے زیادہ سخت تھا۔ علی بخش خاں نے اس مرحلہ کو بلطائف الحیل طے کیا۔ اور ۱۳۔ جون کو بخت خاں رام پور سے چلا گیا۔

مراد آباد۔ امروہہ۔ سنبھل۔ ٹھاکردوارہ۔ چندوسی۔ علاقہ ترائین میں ہر جگہ فساد تھا۔ رام پور کی فوجیں حفاظت کرتی تھیں انکی رسد رسانی بھی علی بخش خاں کے ذمہ تھی۔ کچھ عورتیں اور بچے یورپین و کرسچین مراد آباد میں نواب مجو خاں کی قید میں تھے۔ اہلکاران ریاست نے ان کو اپنی حفاظت میں لیا۔ اور علی بخش خاں نے اپنے چھوٹے بھائی حسین بخش خاں رسالدار کی نگرانی میں میرٹھ کو روانہ کیا۔

۱۶۔ نومبر ۱۸۵۷ء کو انہیں گڈھ مکتیسر میں برٹش گورنمنٹ کے ملازموں کے سپرد کیا۔ عام طور پر یہ خیال تھا کہ نہ کوئی یورپین و کرسچین زندہ بچے گا نہ حسین بخش خاں رسالدار بچیں گے۔

اس وقت ڈاک رسانی اور خبروں کو حاصل کرنا نہایت دشوار کام تھا۔ کسی کے پاس انگریزی کا ذرا سا روی پرچہ بھی راہ میں کوئی دیکھ لیتا تھا تو قتل کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اسکو خوش قسمتی کہیے یا حسن اتفاق کہیے علی بخش خاں کا کوئی مخبر نہ قتل ہوا نہ گرفتار ہوا۔ میرٹھ سے نینی تال کو اور نینی تال سے میرٹھ کو سامان بھی آتا جاتا رہا۔ الگزینڈر صاحب کمشنر روہلکھنڈ بعد وقوع غدر دہلی یکایک نینی تال چلدیے۔ بریلی میں اُن کا کتا رہگیا۔

۱۲۔ فروری ۱۸۵۸ء کی تحریر میں آپ لکھتے ہیں کہ میرا کتا میرٹھ میں ایک صاحب کے پاس ہے۔ انکی نام کی تحریر ملفوف ہو میرٹھ سے منگا کر نینی تال بھیجدو۔ چنانچہ وہ بھیجدیا گیا۔ ایک تحریر بغیر تاریخ کی ہے اُسمیں لکھتے ہیں کہ آج نینی تال کو ڈاک نہ بھیجی جاے۔

فوجی خدمات برٹش گورنمنٹ کی پوری حالت کہاں تک بیان کی جائے۔ ان دو تین واقعات سے پتا چل جائیگا کہ علی بخش خاں نے کیا کیا۔ کپتان کراسمن کمانڈنگ روہیلا پارس ۱۷-اگست ۱۸۵۸ء کی تحریر میں لکھتے ہیں کہ سوار بھرتی کر کے اور گھوڑے خرید کر بھیجدو۔ ۲۱-جولائی ۱۸۵۸ء کی تحریر میں لکھتے ہیں کہ عالم شاہ خاں کے ہمراہ جو سوار آئے ہیں دو چار کے سوا سب ہمکو پسند ہیں۔ سو آدمی اور درکار ہیں پچاس ہمارے لئے اور پچاس آدمی کپتان پی۔ اے رابرٹن (P.A. Roberton) کمانڈنگ ملیٹری پولس مراد آباد کے لئے۔ اور پچاس آدمی ولیم باول (william Bovell) روہیلا پارس کو درکار ہیں وہ ایک نیا رسالہ کھڑا کرتے ہیں۔

ایک بار دس بارہ گاڑیاں رسد کی رام پور سے نینی تال کو علی بخش خاں لے روانہ کیں۔ کمشنر صاحب روہیلکھنڈ نے ایک گارد شفاخانہ پر بھیجدیا تھا۔ حکم تھا کہ رسد گارد کے سپرد کر دیجاے۔ انگریزی گارد شفاخانہ سے سامان لیکر روانہ ہوا کالاڈھونگی کے قریب سب سامان لٹ گیا۔

الگزینڈر صاحب کمشنر نے ۲۴-جولائی ۱۸۵۷ء کی تحریر میں علی بخش خاں کو لکھا کہ تمسے چند زبانی پیغام کہنا ہیں سرکار سے اجازت لیکر جلد آؤ۔ آپ گئے رسد کا بھی بہت سا سامان لے گئے۔ پچیس سوار اپنی قوم کے ساتھ لئے۔ شب میں کالاڈھونگی کے قریب پہونچے تو وہاں نواب بریلی کی فوج کی مورچہ بندی دیکھی۔ وہانسے پلٹ کر ہلدوانی کو سامان لے گئے۔

ہلدوانی پر انگریزی فوج نے حفاظت کر رکھی تھی وہاں سامان رسد دیکر خود پہاڑ پر گئے اور جو کچھ ہدایتیں ملیں اسکی اطلاع واپس آکر سرکار میں کی۔

ضلع ترائین میں موضع گنتی پتر یار ہلٹ گیا۔ اس کے کل سامان اور مویشی کی واپسی آپ نے کرائی۔

گورنمنٹ انگریزی کا ہاتھیوں کا کھیدہ کپتان بو صاحب (F. W. Bough)
کے ماتحت تھا۔ ترائین میں فساد ہوا تو یہ کھیدہ رام پور بھیجدیا گیا اور اسکی
نگرانی بھی علی بخش خاں کے سپرد ہوئی۔
یہ کھیدہ ۱۶۔ ستمبر ۱۸۵۷ء سے فروری ۱۸۵۸ء تک رام پور میں رہا۔
کپتان بو صاحب سے اسکے متعلق رات دن خط کتابت رہتی تھی۔
مراد آباد میں امن ہونے کے بعد نینی تال سے کمشنر صاحب مع کل یورپین کے آئے
نواب خلد آشیاں ولی عہد تھے وہ مع فوج کے کالاڈھونگی سے ان کو لائے تھے۔
نواب فردوس مکاں مع فوج کے ڈرودھیال تک تشریف لے گئے تھے۔
مراد آباد میں یعقوب خاں صاحب رسالدار ولسن صاحب کے اصطبل میں گھوڑے
دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں ولسن صاحب آگئے۔ یعقوب خاں کو گرفتار کرلیا اور
کہا تم باغیوں کے شریک تھے۔ نواب فردوس مکاں کو خبر ہوئی علی بخش خاں کو بھیجا
اور وہ اُن کو چھڑا کر لائے۔
روہیلکھنڈ میں جب انگریزی تسلط تمام و کمال ہوگیا تو ۱۹۔ نومبر ۱۸۵۹ء کو گورنر
جنرل نے فتح گڈھ میں غدر کی خیر خواہیوں کے خدمات کا اعتراف کرنے کے لئے
عالیشان دربار کیا۔ نواب فردوس مکاں کی امداد کا بہت اعتراف کیا۔ ملکہ معظمہ
کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ علاقہ انگریزی میں سے ملک کاٹ کر شامل ریاست کیا۔
سلامی بڑھی۔ خلعت ملا۔ اسی دربار میں گورنمنٹ کی طرف سے ایک خلعت مع تلوار
و طلائی گھڑی کے علی بخش خاں کو عطا ہوا۔ تین ہزار چودہ روپے سالانہ کی جمع
کا علاقہ ضلع مراد آباد میں دیا جسکی باقاعدہ سند ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۶۵ء میں جاری
ہوئی قبضہ اُسی وقت سے ہوگیا تھا۔
علی بخش خاں کی خدمات کی بابت مسٹر ہنری رامزے (Henry Ramsay)

کمشنر کمایوں نے اپنی تحریر مورخہ ۲۶- اپریل ۱۸۵۹ء میں جو کچھ لکھا ہے اسکا یہ خلاصہ ہے :-

"علی بخش خاں نواب صاحب رام پور کے دست ہیں ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء کے ہنگامہ میں کسی یورپین کی ذراسی طرفداری بھی نہایت خطرناک تھی - اس خطر عظیم میں یہ اپنے آپ کو مبتلا کر کے اپنے آقا کی طرف سے روپیہ اور نہایت اہم خبریں لیکر نینی تال آئے - وہ مستحق ہیں کہ ہر یورپین ان کی عزت اور قدر کرے -"

مسٹر آر- الگزینڈ کمشنر بریلی اپنی تحریر مورخہ یکم اپریل ۱۸۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

"علی بخش خاں رام پور خاص کے تحصیلدار ہیں - نواب صاحب رام پور کے نہایت ہی معتمد نائب ہیں - انھوں نے منجانب نواب صاحب رام پور اور بحیثیت ایجنٹ گورنمنٹ ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء میں میری پبلک خدمتیں خوب ادا کیں انھوں نے اپنے آپ کو شجاع مستقل ارادہ اور پیش بین ثابت کیا۔

میں جب نینی تال میں پناہ گزیں تھا میں نے وقتاً فوقتاً ان سے سامان منگایا۔ اور اس لئے میں ان کا شکر گزار ہوں - مجھے امید ہو کہ نواب صاحب رام پور ان کو اسلحہ سے مستثنیٰ رکھیں گے - میں نے ان کو تحفۃً ایک ریوالور دیا جس کی بابت اُن سے کوئی سوال نہ ہوگا - میں ہر ایک انگلش افسر سے سفارش کرتا ہوں کہ جب یہ میرا نوٹ پیش کیا جائے تو ان کی قدر کریں - میں اب رخصت ہوتا ہوں اور ان کی ترقیاں سُنکر ہمیشہ خوش ہونگا"

نواب فردوس مکاں نے بھی خلعت عطا کیا اور بموجب پروانہ نمبری (۱۱۴۲) مورخہ ۱۵- اگست ۱۸۶۲ء مواضعات ذیل واقع ضلع مراد آباد عطا کئے۔

حقیت موضع سیملی - حقیت بھوالیور - حقیت عمر پور کا نگو عرف گوہر پور - حقیت گنگداس پور - حقیت ہری پور - حقیت بابو کھیڑہ - حقیت ڈھکیا - اراضی ملک گزارہ -

موضع زنوپور جاگیر معافی۔
اس کے علاوہ موضع نزندپور زمینداری کا خرید کردہ ریاست میں انگریزی سے منتقل ہوا تو اس کی جمع بھی معاف فرمادی۔
نواب فردوس مکاں کی جو عنایت اُن پر تھی اس کا بیان محال ہے۔ ۲۲۔شوال ۱۳۱۸ھ کو جناب نواب فردوس مکاں کا انتقال ہوا۔ علی بخش خاں پر یہ وقت سخت مصیبت کا تھا۔
رئیسوں کی حیات میں ان کی اولاد کو اہلکاروں سے کم زیادہ ناخوشی رہتی ہے۔ اس کے اسباب عیاں ہیں۔ اگر اولاد کی منشا کے موافق تعمیل کی جائے تو رئیس مشکوک اور آقا کو خوش رکھا جائے تو اولاد ناراض۔ نواب خلد آشیاں مسند نشیں ہوے۔ علی بخش خاں سے بدرجہ کمال تکدر تھا۔ عام طور پر خیال تھا کہ اب ان کی خیر نہیں ہے۔ علی بخش خاں نے مسند نشینی کی نذر کے وقت عرض کیا کہ ملازم کا ذاتی شمشیر برہنہ کا سا ہوتا ہے جس کے قبضہ میں ہو اُس کی ساتھی ہے۔ جب تک نواب فردوس مکاں زندہ تھے آپ سے غرض نہ تھی اب آپ مالک ریاست ہیں تو آپ کی اولاد سے غرض نہ ہوگی۔
نواب خلد آشیاں ارسطوے زمانہ تھے۔ وہ تکدر ہی برطرف نہیں ہوا بلکہ الطاف وکرم کا دریا بہادیا۔
نواب فردوس مکاں کے انتقال کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔ باوجود نواب خلد آشیاں کے الطاف وکرم کے لطف زندگی جا رہا تھا۔ درد گردہ کا دورہ ہوتا تھا۔ اخیر میں حرقت مثانہ کی تکلیف بڑھ گئی۔ قدیمی چاندی خانہ کے اوپر حضور تحصیل تھی۔ وہیں شب و روز رہتے تھے۔ بحالت علالت دو بار نواب خلد آشیاں عیادت کو تشریف لائے۔ ایک بار فرمایا کہ اگر باہر سے کسی طبیب کو بلانا ہو تو بلالیا جائے۔

عرض کیا کہ حکیم علی حسین خاں مرحوم لکھنوی کو طلب فرمالیا جائے۔
یہاں سے سواری بار برداری لکھنؤ کو بھیجی گئی اور وہ بسواری ڈاک پالکی تشریف لے آئے۔ حکیم صاحب موصوف کی بابت محض بربنائے نفس پرستی ایک رکن ریاست نے بدگوئی کر کے نواب خلد آشیاں کو برہم کر دیا تھا۔ حکیم صاحب موقوف ہو کر لکھنؤ چلے گئے۔ اب واپسی پر سرکار کو سازش بھی کھل گئی اور اس حیلہ سے وہ پھر ملازم ہو گئے۔

حکیم صاحب موصوف نے بھی علاج کیا مگر وہ مرض موت تھا۔ محرم کی دوسری تاریخ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء کو انتقال ہوا۔ مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار میں دفن ہوئے۔ نواب خلد آشیاں نے تجہیز و تکفین کے لیے پانچسو روپے بھیجے اور خود مزار پر فاتحہ خوانی کو تشریف لے گئے۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

علی بخش خاں گشتہ جنت پناہ | زدنیا گرفتہ سوئے خلد راہ
پئے مغفرت سال رحلت بخواں | باآل علی بخش بارالٰہ

علی بخش خاں کو انگریزی نہیں آتی تھی۔ انگریزی حکام ضلع بریلی۔ بدایوں اور بجنور کے اردو کی تحریریں بھیجتے تھے۔ یورپین افسروں میں ان کے دوستوں کا حلقہ وسیع تھا۔ گورنمنٹ کی خدمات کے علاوہ ان کے ذاتی کاموں کو بھی دوستانہ طریقہ پر انجام دیتے تھے۔ کوئی صاحب تلوار کا سامان بنواتے ہیں۔ کوئی نمدہ منگاتے ہیں۔ کوئی چھڑیوں کی فرمایش کرتے ہیں۔

رامزے صاحب کمشنر کمایوں اپنی طولانی تحریر مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء میں لکھتے ہیں کہ راجہ سودرسن ساہ بہادر والی گڑھوال کے مرجانے سے سابق کی سند کے ذریعہ سے گورنر جنرل نے راج کو خالی ٹھہرایا تھا لیکن بنظر پرورش و خیرخواہی راجہ مرحوم کے لاٹ صاحب بہادر نے گڑھوال کا راج بڑے بیٹے کنور بھگون سنگھ صاحب

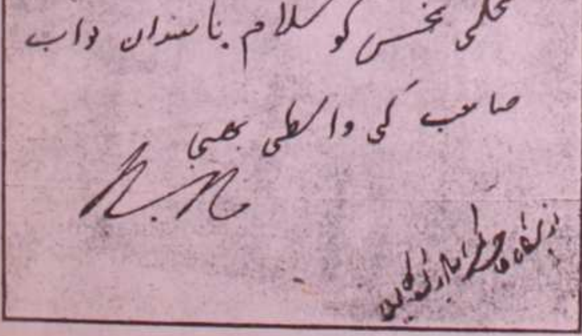
کے نام از سر نو مرحمت فرمایا۔ اسکے بندوبست اور راجہ کو مسند نشین کرنے کو میں ٹھیری کو جاتا ہوں۔ کل نواب صاحب کو بھی اس کی اطلاع دی ہو۔ اور دو ہزار کی آتشبازی کے لئے لکھا ہو۔ لیکن اب تین ہزار کی آتشبازی کی ضرورت ہو اور یہ سامان ۱۶۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو دیرہ دون پہونچ جاے۔ چنانچہ یہ سامان آتش بازی مع آتش بازوں کے بہمراہی اپنے فرزند دوم محمد محمود علی خاں صاحب سالدار مرحوم روانہ کیا۔ یہ سامان ٹھری میں وہ لیکر گئے۔ اس زمانہ میں ٹھری کی آبادی بہت قلیل تھی۔ کئی ہمراہی آدمی وہاں مر گئے۔

اسی طرح مختلف واقعات اور کاموں کی بابت جیمس کالوں (J. Colvin) اسسٹنٹ مجسٹریٹ مرادآباد۔ ولسن صاحب اسپشل کمشنر (J. Cracroft wilson) میم صاحبہ الکزنڈر صاحب کمشنر (C. S. Alexander) کپتان رابرٹن صاحب ملٹری پولس مرادآباد (P. A. Roberton) مسٹر بیٹن (Batten) جونیر اسسٹنٹ کمشنر کمایوں۔ ولیم جانسن (W. Johnson) ڈپٹی مجسٹریٹ۔ مسٹر باروبل (Barwell) اجیٹن روہیلکھنڈ ہارس۔ کپتان براس کین صاحب (R. Braskean) افسر رجمنٹ دویم سکھ پلٹن کارمیکل صاحب ڈپٹی کلکٹر (Carmicheal) ولیم صاحب (williams) کمشنر میرٹھ الگزنڈر شکسپیر (A. Shakespear) جج مرادآباد۔ مسٹر الیٹ کالون (E. Colvin) سینیر اسسٹنٹ بہادر ترائین۔ کرنل برینڈ صاحب (Col. Brond) کرنل توپخانہ۔ کپتان ہنٹر صاحب (Hunter) روہیلکھنڈ ہارس۔ مسٹر تھارن ہل (Thorn hill) وغیرہ بہت سے افسروں کی تحریریں موجود ہیں ایک تحریر میں کپتان کراسمن کمانڈنگ روہیلا ہارس لکھتے ہیں کہ آپ کو بخوبی روشن ہو کہ فرخ آباد میں میں نے کیسا کام کیا۔

ساہو بُجھی نرائن ساکن بریلی نواب صاحب کے مکانوں میں عرصہ سے رہتے ہیں
اگر ان کو بیچنا منظور ہو تو ساہو مذکور سے قیمت لے لیجائے آپ سرکار میں
سفارش کریں۔

علی بخش خاں کی خدمات کا حال ریاست کے دفتروں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہی
جو چند کاغذات میرے قبضہ میں ہیں اُن سے ملخص کر کے یہ حالات لکھے ہیں۔
بعض انگریزی تحریروں اور پروانوں کی نقل شامل کردی ہے تاکہ اِن سے
خدمات کا اندازہ ہو سکے۔

جس زمانہ میں الگزینڈر صاحب کمشنر بریلی اور دیگر یورپین نینی تال میں پناہ
گزیں تھے وہاں کمشنر صاحب موصوف نے اُردو بھی سیکھنا شروع کردی۔
ایک پرچہ اُردو زبان کا انکے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہی جسکا عکس اس کتاب میں ملیگا۔
یہ ایک واقعہ تاریخی ہی اس لئے عکس شامل کر دیا ہی۔


علی بخش کو سلام باسندان نواب
صاحب کی واکھلی بھیجا

نقل سارٹیفکٹ و پروانجات متعلق علی بخش خانصاحب مرحوم

Certificate by Mr. R. Alexender
Commissioner of Rohilkhand
Dated April 1st 185 .

Ali Baksh Khan is the Tehsildar of Rampur Khas. He is one of the most Confidential agent of the Nawab of Rampur. He made him-self of the greatest public service to the Nawab and to me as the agent of the Government in the year 1857/58. He showed himself brave resolute and Careful. He was occassionally employed by me in procuring articles necessary to me when a refuge at nainital for which I feel as I ought to be grateful, as I know him to be one who will be expected by the Nawab and entrusted with arms. I have presented him with a Deane & Adams Revolver, and mention this last his having it should be questioned. I commend him to the notice and Consideration of any English officer to whom this note may be presented, and I take leave of him as of one of whose welfare I shall

Certificate by Mr. Henry Ramsay
Commissioner of Kamaon
Dated 26 April 1857.

Ali Baksh Khan was the Rampur's Nawab right hand man, during the year of 1857/58, when it was dangerous to show the slightest partiality to Europeans.

Ali Baksh at great risk came up to Nainital with money + important intelligence from his master and he is entitled to respect and consideration from all English gentlemen.

سند عطائے جاگیر منجانب برٹش گورنمنٹ

سنہ ۱۸۶۸ء

ممالک مغربی شمالی

مہر محکمہ صدر بورڈ

Sanad

In consideration of the good services by Ali Baksh khan Tahsildar of Rampur territory resident of Moradabad the Government north west provinces has been pleased to grant to the said Alli Baksh khan property right subject to payment of revenue now and here-after of the following estates in the Moradabad district.

District	Pargana	Names of villages	Jama	Date of Expiry of settlement
Moradabad	Hasanpur	Jaorah	712. 0. 0	
Do.	Do	Pitti Jaitily 14 Bis.	1127. 3. 4	
Do.	Do.	Ganga chalu 2 Mozas	825. 0. 0	
Do.	Do.	Nazirpur Putti 5 Bis.	350. 12. 0	

Total 3014. 15. 4

Board of Revenue
N. W. P.

Allahabad
The 26 March

Certificate of H.E the Commander in Chief

Camp Dhamora

Dated 18th Febry 1857

Ali Baksh Khan Tehsildar of Kumorah Dhamora has been in attendance on me to-day and has furnished supplies of good quality for the Camp of H.E The Commander in Chief.

Lieutent. H. A. Bradford 36 Regt:

Dated 18 Feby: 1857

Ali Bux Khan Tehsildar of Rampur (Nawabee) has paid me a visit and as he was very active in the discharge of his duties and decidedly a very worthy man in every respect.

Brigadier General Jones C. B.
Commandent Roorki Field Force

Dated 4th May 1858

Brigadier General Jones C. B. Comdt. Roorki Field Force has much pleasure in acknowledging the services of Ali Baksh Khan Tehsildar of Rampur during the passage of the Column through the teritory of His Highness the Nawab of Rampur. The troops were furnished with every thing required in the way of supplies and the Brigadier General is much indebted for the exertions of Ali Baksh in removing the timbers of the bridge Kosee to Meerganj.

Letter of A. F. P. Harcort

Bareilly, August 27th 58

My dear Sir,

I have to thank you very much for your kind offer of horses to ride(?) Moradabad, but on account of rain, I think I must go Palki-dak and so now will not trouble you. I start this evening & may perhaps meet you at Rampur.

تحریرِ کپتان کراسمین کمانڈنگ روہیلا ہارس

مورخہ ۶- اکتوبر ۱۸۵۸ء

خانصاحب مہربان علی بخش خاں صاحب سلمہٗ۔
بعد سلام شوق کے واضح ہو ایک ضرب پستول کہ جو بہمہ صفت موصوف ہے براہ محبتانہ واسطے تمھارے روانہ کر کے قلمی ہے کہ راہ دوستانہ سے اس کو اپنے پاس رکھیں اور رسید سے مطلع کریں۔

دیگر خط کپتان کراسمین کمانڈنگ روہیلا ہارس مورخہ ۱۲- اگست ۱۸۵۸ء

خاں صاحب مہربان علی بخش خانصاحب سلمہٗ۔ بعد سلام شوق کے واضح ہو خطاس تمہارا مرسلہ آپ کا مع ۳۶ نفر سوار مع ایک جمعدار کے وصول ہوا باعث خوشی کا ہوا۔ آپ کو واضح ہو گا کہ درخواست مخلص واسطے پنجاہ سوار اور ایک جمعدار کے تھی۔ کوتھ دفعدار کی طلبی میں آپ کو نہیں لکھا تھا۔ اب ہمراہ سواروں کے آپ نے کوتھ دفعدار روانہ کیا ہو۔ اور یہاں رجمنٹ میں عہدہ کوتھ دفعداری کوئی بھی خالی نہیں ہو اسلئے رکھنے عہدہ کوتھ دفعداری سے درجہ مجبوری ہو۔
اس معاملہ میں جیسا مناسب تصور ہو عمل میں لاویں۔ اور جو کہ سو سواران طلبیدہ مخلص ہیں ۳۶ سوار آپ نے روانہ کئے ہیں ۶۴ سوار اور باقی رہے ہیں۔ لازم ہے کہ راہ مہربانی سے ۶۴ سوار وہ بھی بھرتی فرما کر جلد روانہ فرماویں۔ کسواسطے کہ مخلص کو ضرورت سواران کی بہت ہو۔
اور گھوڑے جو کچھ اور آپ نے خرید کرلئے ہوں اُن کو بھی بھیجدیویں۔
اور حضرت نور خاں مغل بندہ رام پور میں ہے یہاں نہیں ہے اُسکو گرفتار کر کے روانہ فرماویں۔

پروانہ مہری و دستخطی امیر الدولہ ضیاء الملک نواب محمد محمود خاں صاحب بہادر مظفر جنگ

مورخہ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۱ھ

رفعت و عوالی مرتبت علی بخش خاں حفظہ اللہ تعالیٰ

چوں از قدیم الایام جملہ امور متعلقہ بحضور نواب امیر الامراء نجیب الدولہ غلام معین الدین خاں بہادر ثابت جنگ مرحوم والد ایں جانب بدیانت و امانت طوریکہ باید بتقدیم رسانیدہ و والد مرحوم از ایشاں راضی و خوشنود ماندند بایں جانب نیز ثابت و متحقق۔ و دیانت داری ایشاں دیدہ و جملہ حساب والد خود فہمیدہ لہٰذا بعہدۂ مختاری سرکار خود ایشاں را مقرر نمودہ شد و باطلاع تقرر ایشاں بایں عہدۂ خط بخدمت صاحب کمشنر بہادر دیگر ابلاغ یافتہ لازم کہ باطمینان تمام بکار متعلقہ مامور و سرگرم بودہ جملہ امورات ایں سرکار بانجام رسانند بہر نوع در ہر یک امور ساختہ و پرداختہ ایشاں منظور خاطر ایں جانب است۔ دریں باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علیخاں صاحب بہادر فردوس مکاں از اول تا آخر خط ہمایوں است مورخہ غرہ محرم سنہ ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ع

خان عزیز القدر شجاعت نشاں علی بخش خاں بعافیت باشند۔

امروز کہ یوم یکشنبہ تاریخ غرۂ محرم است حسین بخش بضرورت کارے روانہ لکھنو گردید و کار و بار اینجا ہمہ خراب افتادہ است ایشاں را باید کہ بلا توقف ساعتے خود را در اینجا رسانند و تاکید بسیار دانستہ تاخیر یک لحظہ جائز ندارند و یقین کلی است کہ از کارہائے آنجا فراغت ہم حاصل شدہ باشد و اگر چیزے باقی خواہد بود از اینجا نمودہ خواہد شد۔

پروانہ جناب نواب سید محمد سعید خانصاحب بہادر جنت آرام گاہ مع مہر و دستخط انگریزی

مورخہ ۷- رمضان ۱۲۶۶ھ ۱۸۴۹ء نمبر ۶۱

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر گرامی منش علی بخش خاں خانساماں ولیعہد بہادر حفظ اللہ تعالیٰ۔ حسب گزارش ولی عہد بہادر دریافت شد کہ ولی عہد بہادر انتظام جملہ امورات علاقۂ مالگذاری خود تفویض ایشاں نمودہ اند و ایشاں سرانجام علاقہ مالگذاری شاں چہ بابت افزونی آبادی و تکسیر چین و تردد و چہ تحصیل زر باقی از کاشتکاراں بلا جبر و تشدد برا حدے باحسن وجوہ نمودند و بخوبی زر جمع سرکاری ادا و بیباق کردند ازینمعنی مزاج حضور از کارگزاری و حسن لیاقت ایشاں راضی و خوشنود گردیدہ اطلاعاً قلمی یافت باید کہ پروانہ ہذا را بطور سند نیکنامی نزد خود دارند۔

پروانہ جناب نواب سید محمد خانصاحب بہادر جنت آرام گاہ مع دستخط بخط

انگریزی و مہر خرد ۱۲۱۹ھ مورخہ ۱۰- رمضان ۱۲۶۶ھ نمبر ۶۹

رفعت و علیمرتبت عزیز القدر گرامی منش علی بخش خاں خانساماں ولیعہد بہادر حفظہ اللہ تعالیٰ از آنجاکہ ایشاں بذریعۂ گشگنہ سائر و نیم محال ادائے زر جمع مال واجب سرکار بموجب اقساط معینہ بروقت و بلا عذر و بلا طلب ادا و بیباق کردند و ہم انتظام و سرانجام علاقہ مسطور چنانکہ باید و شاید نمودند از حسن سرانجام کاری و خوش معاملگی و خوش دہندی ایشاں مزاج حضور بسیار راضی و خوشنود گردید قلمی میگردد کہ ایشاں پروانہ ہذا را بطور سند نیکنامی نزد خود دارند۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۱۸۔ رجب ۱۲۷۱ھ / ۶ ۱۸۵۵ء نمبر ۱۔

رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش علی بخش خاں حفظ اللہ تعالیٰ۔

از آنجا کہ تحصیلداری جدید پرگنہ سیگن کھیڑہ تجویز گردیدہ لہذا حسب روبکار امروزہ ایشاں را بعہدۂ تحصیلداری پرگنہ مذکور مقرر کردہ شد قلمی میگردد کہ دہاتیکہ از پیشتر تعہد آں بنام حضور بودہ است متعلق ایشاں کردہ شدند منجملہ آں دہاتیکہ بنام کنکنہ داران مشخص ہستند بخانہ مالگذاری نام کنکنہ داراں و بخانہ مال ضامن نام ضامنان شان مندرج سازند۔ و دہاتیکہ خام تحصیل ہستند آنہارا خام تحصیل دارند و سرانجام کار متعلقہ تحصیل دہات مذکور بنمودہ باشند۔

پروانہ ایضاً مہر خاص خود و دستخط خاص جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں مورخہ یکم جولائی ۱۸۵۵ء نمبر ۱۶۷۲

رفعت و عوالی مرتبت گرامی قدر شیخ علی بخش خاں بعافیت باشند۔

از آنجا کہ ایشاں از روز ملازمی تا حال یعنی من ابتدائے ۱۲۵۹ھ لغایت دوازدہم رجب ۱۲۷۱ھ کار مفوضہ خود تحویل زیور۔ و پارچہ و پشمینہ و وزینہ و متفرقات و تحصیلداری و سائر و عمارت۔ و درو آب بدیانت و امانت و مستعدی تمام بانجام رسانیدہ الحال کہ ترتیب و تہذیب جمع خرچ از ابتدائے لغایت حال بمیان آمدہ از ملاحظہ آں نوعے تفاوت و تجاوز در کدامی امر گاہے بظہور نہ پیوستہ دریں صورت مزاج ایں جانب از دیانت و کارگزاری ایشاں بسیار راضی و خوشنود گشت و چونکہ الحال مواخذہ و محاسبہ و مطالبہ

کدام نہج من ابتدائے ملازمی لغایت آخر مارچ ۱۸۵۵ء مطابق دوازدہم رجب ۱۲۷۱ھ ایام قبل از اجلاس حضور بر مسند ریاست از ایشاں باقی نماندہ لہذا پروانۂ ہذا بطور سند کارگزاری و نیکنامی بایشاں مرحمت گردیدہ قلمی میگردد که آئندہ را نیز ہمبریں نمط بدیانت و ہوشیاری و مستعدی تمام کار سرکار انجام میدادہ باشند و مزاج حضور را متوجہ حال خود شناسند۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علی خانصاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۲۰-۲- اگست ۱۸۵۵ء نمبر ۷۲

رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار سنگین کھیڑہ بعافیت باشند حسب روبکار امروزہ لالہ جواہر لال تحصیلدار حضور تحصیل رابجائے لالہ جیکا رام تحصیلدار بلاسپور مقرر کردہ شد و ایشاں رابجائے تحصیلدار حضور تحصیل و بجائے ایشاں برخوردار محمد سعید اللہ خاں بہادر را بعہدۂ تحصیلداری مقرر کردہ شد قلمی میگردد که ایشاں کاغذات حضور تحصیل از لالہ جواہر لال بگیرند۔ و کاغذات تحصیل سنگین کھیڑہ تفویض برخوردار محمد سعید اللہ خاں بہادر نمایند و بکمال مستعدی و ہوشیاری انجام کار حضور تحصیل میکردہ باشند۔ و برخوردار موصوف را نگارش رفتہ است که کار متعلقہ خود بہ تبعیت ایشاں میکردہ باشند لازم که ایشاں کار تحصیلداری سنگین کھیڑہ از برخوردار مذکور سر انجام میکنانیدہ باشند و جوابدہی آں بابت ہر یک امور بذمۂ خود دانند۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں

دوم جون ۱۸۵۵ء نمبر ۱۴۶

رفعت وعوالی مرتبت شیخ علی بخش خاں حفظہ اللہ تعالی۔
از آنجاکہ مبلغ شش ہزار روپیہ بابت قرضہ سرکار بذمۂ ایشاں باقیست لہذا حسب روبکار امروزہ بنظر پدورش ایشاں از قرضہ مذکور معاف کردہ شد اطلاعاً بایشاں نگارش رفت۔

ایضاً مورخہ ستمبر ۱۸۵۶ء نمبر ۱۶۸

رفعت وعوالیمرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشندہ حسب الحکم امروزہ قلمی میگیرد کہ ایشاں بتاریخ یکم ہر ماہ آیندہ ملاحظہ کارخانہ جات مفصلہ ذیل بحضور میگذرانیدہ باشند۔ فیل خانہ۔ شتر خانہ۔ گاؤ خانہ۔ اصطبل۔ تازی خانہ۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علی خانصاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۸۵۵ء نمبر ۴۸۲

رفعت وعوالیمرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند امروز توزیع حضور تحصیل مع توزیع محال سیگن کھیرہ کہ انصرام تحصیل محال مذکور نیز تعلق ایشاں است بملاحظہ درآمد چوں در توزیع حضور تحصیل کہ قسط ماہ کنوار ۱۲۶۳ فصلی بہ تعداد مبلغ بست ودو ہزار و پانصد ہفتاد دو روپیہ بودہ است صرف مبلغ شش صد ہشتاد و چہار روپیہ دوازدہ آنہ پائی بالا بہ قسط کنوار باقی مبلغ

یکہزار ہفت صد پانزدہ روپیہ ہشت نیم آنہ فاضل برآمدہ دراں باقی نیز مبلغ یکصد نود وہشت نیم روپیہ بعد تحریر توزیع محصول و مبلغ دو صد و بست روپیہ عذری رہیں و مبلغ ہفندہ روپیہ ہشت آنہ عذری نفادی صرف اصل باقی بہ تعداد مبلغ یکصد وچہل وہشت روپیہ دوازدہ آنہ پاؤ بالا در حضور تحصیل برآمدہ وا ینقدر باقی نہایت قلیل است و دال بر محنت و جانفشانی و کارگزاری ایشاں است و صرف مبلغ یکصد و ہفتاد و سہ روپیہ سہ آنہ در محال سینگن کھیڑہ باقی است دریں صورت از محنت و کارگذاری ایشاں مزاج ایں جانب خوشنود گردید قلمی میگردد کہ آیندہ را نیز بہمیں عنوان کاربند باشند و انچہ در محال سینگن کھیڑہ و حضور تحصیل باقی ست فوراً بمعرض ایصال درآرند۔

پروانہ جناب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۶۔ نومبر ۱۸۵۶ء نمبر ۲۸۰

رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل حفظ اللہ تعالیٰ امروز داصل باقی سال تمام ۱۲۶۳ فصلی بابت محالات مشخصی ملک رام پور مرتبہ و مرسلہ عمو صاحب محمد عبد العلی خاں بہادر بملاحظہ درآمد۔ دریافت شد کہ منجملہ سہ لکھ سی و سہ ہزار ہفتصد ہفتاد و چہار روپیہ شش نیم آنہ پاؤ بالا جمع سال تمام علاقۂ مفوضہ ایشاں سہ لکھ ہجدہ ہزار ہفتصد و پنجاہ و سہ روپیہ نیم آنہ پاؤ بالا نقد وصول شدند۔ و نسبت پانزدہ ہزار و بست و یک روپیہ شش آنہ بیباقی داخل گردیدند۔ دریں صورت از حسن مساعی ایشاں زرمال واجب کما ینبغی وصول گردیدہ و باقی قلیل و صول طلب ماند۔ لہٰذا از حسن کارگزاری ایشاں مزاج حضور بسیار راضی و خوشنود است۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علی خانصاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۱۸۔ مئی ۱۸۵۷ء نمبر ۲۰۱

رفعت و عوالیمرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند عرضی دیوان جانکی پرشاد معروضہ چہاردہم این ماہ مشعر نافذ گردیدن حکم حضور کہ رقعجات مصارف صاحبزادہ فدا علی خاں بہادر روڈیوڑھی شان مزین بصاد گنانیدن ضرورت ندارد۔ مہر یاد ستخط ایشاں بر ہر رقعہ کنا بندہ مجرا دادہ باشند و ایشاں سندعلی پروانہ اسمی خود اند۔ لہذا پروانہ دربار ثبت کردن مہر یا دستخط خود بر مصارف صاحبزادہ مسطور از سابق و آئندہ نافذ شود۔ بملاحظہ گذشت قلمی میگردد کہ حسب استدعاے دیوان بر مصارف صاحبزادۂ مسطور مہر یا دستخط ثبت کردہ باشند۔

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علیخانصاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۹۔ مارچ ۱۸۵۹ء نمبر ۸۴

رفعت و عوالیمرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند بملاحظہ توزیع ماہ مانگہ ۱۲۶۶ فصلی بابت علاقہ حضور تحصیل دریافت گردید کہ ایشاں صرف مبلغ ہشتاو روپیہ دوازدہ نیم آنہ پاؤ بالا در توزیع مذکور باقی نوشتہ اند۔ دریں صورت بنظر بودن باقی قلیل ستعدی وکارگزاری ایشاں بہ تحصیل زر مالگذاری پیدا است لہذا کارگزاری و ستعدی ایشاں بہ تحصیل زر مالگذاری مزاج این جانب راضی و خوشنود است۔

پروانہ جناب سید محمد یوسف علی خانصاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۱۹۔ جولائی ۱۸۵۹ء نمبر ۲۰۵

رفعت و عوالی مرتبت گرامی قدر شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند۔ بملاحظہ نمبر اول خانہ دوم گوشوارہ واصل باقی سال تمام ۱۲۶۶ فصلی بابت ملک رام پور گزرانیدہ واصل باقی نویس صدر بوضوح انجامید کہ محالات تحصیل ایشاں کہ جمع قریب پنج لکھ روپیہ اند باوصف سفامت فصل ربیع بسبب ژالہ زدگی سوائے زر مکتوبات محکومہ از دام و درم بیباق گردید۔ وعلاوہ براں از تحقیقات سررشتہ بدریافت رسید کہ بندوبست دہات خام تحصیل کہ تفویض ایشاں شدہ بود تشخص آں بکمال احتیاط و خیر خواہی وتدابیر مناسبہ بجمع قریب مبلغ دو نیم لکھ روپیہ کنانیدند۔ پس ظہور ایں جملہ امور باعث مزید لیاقت و حسن کارگزاری و فرط خیر خواہی وکمال مستعدی ایشاں بکار تحصیل منصور شدہ۔ سبب وفور مسرت و رضائے ایں جانب گردید۔ لازم کہ بہمیں نمط ہموارہ بکار سرکار مستعد و سرگرم باشند کہ موجب خوشنودی حکام و وسیلہ بہبودی و فلاح ایشاں است و پروانہ ہذا را بطور سند کارگزاری نگاہدارند۔

پروانہ گورنمنٹ انگریزی دستخطی مولوی امداد علی ڈپٹی کلکٹر مراد آباد

مورخہ ١٩ مئی سنہ ١٨٦٠ء نمبر ٣١٩

رفعت و عوالی مرتبت علی بخش خاں تحصیلدار رام پور عافیت سے رہو۔
جو کہ آج بدر پیشی مسل مقدمہ حکم عطائے دہات مفصلہ ذیل کا تمکو صادر ہوا۔

گنگاچوبی پرگنہ حسن پور	جیتولی پرگنہ حسن پور	جیوڑہ پرگنہ حسن پور	ناظر پور پرگنہ مرادآباد
لما عہ	الما سہ	لما عہ	ما عہ

میزان جمع سہ اور پروانجات بنام تحصیلداران مراد آباد اور حسن پور واسطے دلانے دخل دہات مذکور پر صادر ہوا۔ لہذا اطلاعاً آپ کو لکھا گیا۔

پروانہ ایضاً مورخہ ١٣۔ اکتوبر سنہ ١٨٦٠ء نمبر ٢٤٩

رفعت و عوالی مرتبت گرامی قدر شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند عرضی ایشاں معروضہ دہم ایں ماہ مشعر عطا گردیدن نرندپور و بیاپور از سرکار دولت مدار جمعی یک ہزار یکصد روپیہ سالانہ عوض جاگیر تعدادی یکہزار پانصد روپیہ سالانہ بایشاں بدرخواست مرحمت چہار صد روپیہ سالانہ بقیہ یکہزار پانصد روپیہ مذکور از سرکار تامیعاد بندوبست انگریزی موضع مسطور بملاحظہ رسید از آنجا کہ ایشاں بایام غدر مراسم خیر خواہی و حسن کارگزاری و عرقریزی فراواں بکار بائے سرکار بعمل آوردند کہ بجلدوے آں از سرکار ابد پائدار صاحبان عالیشان انگریز بہادر ہم مورد عطائے خلعت و زمینداری گردیدند و ازیں سرکار رہم پرورش و پرداخت ایشاں بعطائے خلعت و معافی لائق حاصل یکہزار پانصد روپیہ سالانہ بعمل آمدہ۔ چنانچہ دروبست ہر دو موضع نرندپور و بیاپور مشمولہ

تحصیل شاہ آباد (ریاست رام پور) کہ از سابق بذریعۂ زمینداری مقبوضۂ ایشاں است برائے دوام عنایت کردہ شد و چوں جمع موضع مذکور فی الحال یکہزار یکصد روپیہ سالانہ مقرر است لہذا تا میعاد بندوبست انگریزی موضع مذکور ہر قدر کہ باقیست عوض کمی از تعداد مذکور الصدر سوائے حاصلات دیہ معافی مذکور چہار صد روپیہ سالانہ از خزانۂ سرکار دولت مدار ایشاں خواہند یافت۔ بنابراں حسب الحکم روبکار امروزہ پروانہ بنام دیوان برائے دادہ ماندن چہار صد روپیہ سالانہ از سرکار تا میعاد بندوبست موضع مذکور اجرا یافت ایشاں زر مذکور وصول کردہ باشند و بعد میعاد بندوبست دیہ مذکور عوض جمع یکہزار پانصد روپیہ در معافی ایشاں قرار یافت اطلاعاً قلمی شد۔

پروانہ جناب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں مہری و دستخطی خاص مورخہ ۱۹۔ صفر ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۶۔ اگست ۱۸۶۲ء نمبر ۱۸۹

رفعت و عوالیمرتبت گرامی فش علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند از آنجا کہ آں عوالی مرتبت ملازم قدیم ایں سرکار بوجہ حسن لیاقت و کارگزاری و دیانت۔ و ہوشیاری و مستعدی بعہدۂ تحصیلداری مامور بودہ لوازم خدمت حسب دلخواہ حضور بجا آوردند خصوص در ایام غدر کہ افواج نمک حرام در سال ۱۸۵۷ء برپا نمودہ بودند۔ مراتب خیر خواہی و وفاداری و لوازم اطاعت و انقیاد و بجا آوری خدمات باستقامت و صداقت و خلوص۔ و دلسوزی و جاں فشانی در محل خطر و زیاں در آمد و رفتن کوہ نینی تال و سرانجام سامان رسد و انصرام امور فرمائشات و تعمیل احکام حکام۔ و فہمائش و بازداشت کوتہ اندیشاں از مقاصد و گرد آوری کساں لائق کار برائے ملازمی سپاہ و گرفتاری باغیاں اطلہ ستانی وغیرہ

امورات خیر سگالی واقدام در خطر از روئے کمال دلیری وتوانا دلی بمقتضاے
خیر اندیشی ووفاشعاری وسعی در حفظ امور راز بحد کمال رسانیدند چنانچه در جلدوے
ہمیں حسن خدمات از پیشگاه جناب معلی القاب نواب گورنر جنرل بهادر مورد امتیاز
بعطاے خلعت فاخره ودہات زمینداری شدند۔ لہذا از حضور نیز بجلدوے ہمچو
خدمات خیر سگالی باعلاوه بر عطائے خلعت تعدادی پنج ہزار روپیه موضع رتوپوره
دیه معافی دائمی وزمینداری مواضع بھوال پور وغیره ضلع مرادآباد حسب تفصیل ذیل
بنابر مؤنت درجهٔ معیشت ایشاں واولاد ایشاں عطا گشته سند آں جداگانه
عنایت شد۔ ومزاج حضور از حسن کارگزاری وخیر سگالی ہائے ایشاں خصوص
ایام غدر بسیار راضی وخوشنود است۔ وپروانهٔ ہذا بطور سند کارگزاری وخیر خواہی
ایام غدر بایشاں عنایت شد لازم که پروانهٔ ہذا را ذریعهٔ سود وبہبود خود
دانسته نزد خود دارند۔

معافی	دہات زمینداری				
موضع رتوپوره وبکصد بگه خام از خرید از جانب برخوردار محمد کلب علیخاں وبعهد بهادر۔	اراضی ملک گرداره ۱	عمرپور کانگو عرف گوہرپور ۲	محمدپور ۲	بھوالپور ۱۵ بسوه	احمدپور جونا شمول بھوال پور ۳ م
		سیملی م	گنگداس پور م	ہری پور م	دبوڈی اگن شمول ہری پور م
	عگ	غالب پور م		موضع بابوکھیڑه ۱۰ بسوه	موضع ڈھکیا ۱۰ بسوه

پروانہ جناب نواب سید محمد یوسف علیخاں صاحب بہادر فردوس مکاں

مورخہ ۱۵۔ اگست ۱۸۶۳ء نمبر ۱۱۴

رفعت وعوالیمرتبت گرامی منش شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند حسب روبکار امروزہ مواضع نرندپور ودیباپور دہات جدید متعلقہ تحصیل شاہ آباد عطیۂ سابقہ بایشاں بجلدوی خیر خواہی ایام غدر موافق درخواست ایشاں بازیافت سرکار کردہ شدند وعوض آں دیہات زمینداری و معافی متعلقہ ضلع مرادآباد ملکیت سرکار مفصلہ ذیل بنام ایشاں معاف کردہ شدند۔ وسندات از سرشتہ دارالانشا جاری شد لہذا قلمی میگردد ایشاں مواضع زمینداری مصرحہ ذیل را بنام خود معاف دانستہ از توزیع محال حضور تحصیل خارج گردانند واندریں مقدمہ پروانہ بنام سید مہربان علی تحصیلدار شاہ آباد حسب ضابطہ تحریر یافت۔

اسم	تعداد بسوات	اسم	تعداد بسوات
سمیلی	م	بہابہو کھیڑہ	۱۰ بسوہ
عمرپور گانگو عرف گوہرپور	م	ڈبکیا	۱۰ بسوہ
گنگ داس پور	م	اراضی ملک گردارہ	عـــگہ
ہری پور	م	رتوپورہ معافی ولیعہد بہادر مع ملک	
بھوال پور	۱۸ بسوہ		
	قدیم از خرید حال	اراضی لاخراجی	
	۱۷، ۱ بسوہ	واقع رتوپورہ	مابیگہ خام
غالب پور	۲	از خرید ولیعہد بہادر	

پروانہ دستخط خاص جناب نواب خلد آشیاں از کلکتہ

۷۔ جنوری ۱۸۶۷ء

رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش محمد علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند دیروز بتاریخ ۶۔ جنوری ۱۸۶۷ء بوقت نواخت دہ گھنٹہ روز دائرہ دولت حضور مع الخیر داخل مقام کلکتہ گردید بعنایت ایزدی مزاج حضور بہمہ وجوہ خوش و خورم است۔ امروز بتاریخ ۷۔ جنوری سنہ الیہ دو قطعہ عرضی ایشاں مشعر حال خیریت و حسن انتظام آنجا و استجازت نسبت کنانیدہ شدن بردہ زنانہ و بنا بر مرمت و درستی آتش خانہ کوٹھی طلائی بہ کنانیدہ شدن چیزے سقف آں و خرید آلہ لعلٹین ہا برائے کوٹھی خورشید منزل موصول ملاحظہ گردیدہ مسرور ساخت چو درستی آتش خانہ کوٹھی مذکور بخوبی مناسب است لہذا قلمی میرود کہ معرفت نواب ناظر پردہ زنانہ کنانیدہ درستی آتش خانہ کنانیدہ دہند . . . زیادہ چہ نگارش رود۔

پروانہ ہنری رامزے صاحب بہادر کمشنر کمایوں مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء

رفعت و عوالیمرتبت گرامی قدر علی بخش خاں تحصیلدار رام پور بعافیت باشند جو کہ راجہ سودرسن ساہ صاحب بہادر والیِ گڈھوال کے انتقال ہو جانے سے سابق سند کی رو سے گورنر جنرل صاحب نے راج خالی ٹھہرایا تھا۔ لیکن بہ نظر پرورش و خیر خواہی راجہ صاحب مرحوم کے لاٹ صاحب بہادر نے راج گڈھوال کے بڑے بیٹے کنور بھگوان سنگھ صاحب کے نام از سرِ نو مرحمت فرمایا۔ اسبات کے بندوبست اور راج گدی بٹھانے کے واسطے ہم ٹہری کو جاتے ہیں۔ کل کے روز نواب صاحب بہادر کو بھی اطلاع اس بات کی دی گئی تھی۔ لیکن اُس خط میں ہم نے دو ہزار روپیہ کی آتش بازی کیواسطے لکھا تھا۔ اب ہم کو تین ہزار روپیہ کی آتش بازی چاہیے۔ اور یہ چیز ۱۶۔ تاریخ ماہ اکتوبر سنہ الیہ کو مقام دہرہ دون میں پہونچا چاہیے۔ اسواسطے آپ کو لکھا جاتا ہے۔ آتش بازی کے معاملہ میں نواب صاحب بہادر سے عرض کر کے اور آپ بھی جلد بھیجنے کا بندوبست کرنا۔

اور جب آتش بازی روانہ ہوے اُس کے ساتھ ایک فرد بھی تعداد کی بھیجنا جس سے راستہ میں نقصان کا حال معلوم رہے اور آتشباز بھی ساتھ رہے۔

محمد اکبر علی خاں خلف اکبر محمد علی بخش خاں

نجیب آباد ضلع بجنور میں ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے۔ تعلیم امیرالدولہ ضیارالملک نواب محمد محمود خاں صاحب بہادر مظفر جنگ کے ساتھ شروع ہوئی۔ اس وقت تک نجیب آباد کی نوابی کا سامان تھوڑا سا باقی تھا۔ تعلیم کے لئے اچھے اچھے اُستاد موجود تھے۔ یہ خود بھی نہایت ذکی اور فہیم تھے۔ بہت جلد ترقی کی۔ علی بخش خاں صاحب ۱۲۵۹ھ میں رام پور میں ملازم ہوئے۔ تو یہ بھی باپ کے ساتھ رام پور آئے۔ رام پور میں فارسی جناب مولوی محمد عثمان خاں صاحب بہادر مدارالمہام ریاست سے پڑھنا شروع کی۔ مدارالمہام موصوف نے آپ کے لئے گلبن اکبر نامی کتاب تصنیف کی وہ طبع ہو چکی ہے۔ علمی لیاقت بہت اچھی تھی۔ فارسی نظم میں میر حسین تسکین دہلوی سے اصلاح لیتے تھے۔ اُردو نظم بطور خود لکھتے تھے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ فارسی نظم ونثر جمع نہیں کی۔ سنبھل میں شیخ عظیم اللہ مرحوم کی دختر سے عقد ہوا۔ ایک لڑکا ہوا اور صغیر السن مرگیا۔ ۳۔ شوال ۱۲۶۷ھ میں لاولد انتقال ہوا۔

اِن کی موت کے متعلق ایک بڑا راز ہے جنکو معلوم ہے وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ایسے وفادار نوکر بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔

محمد اصغر علی خاں خلف دوم محمد علی بخش خاں

۱۲۵۳ھ میں نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام مظہر حق ہے۔ ابتدائی تعلیم نجیب آباد میں شروع ہوئی۔ رام پور میں ۱۲۵۹ھ میں آئے۔ فارسی کتابیں ابتدائی مختلف لوگوں سے پڑھیں۔ انتہائی کتابیں جناب مولوی محمد عثمان خاں صاحب بہادر مدارالمہام ریاست رام پور سے تھوڑی تھوڑی پڑھیں۔ اور تکمیل فارسی کی خلیفہ احمد علی صاحب مرحوم سے کی۔

عربی کی کتابیں چند اساتذہ سے پڑھیں واخیر میں عربی کا استفادہ حکیم مولوی محمد گل صاحب مرحوم ولایتی سے کیا۔
یہ حکیم صاحب گوالیار میں آپا صاحب کھنکے کے ہاں اطبا میں ملازم ہو گئے اور وہیں انتقال کیا۔
عالی جناب نواب یوسف علی خاں صاحب بہادر والیِ رام پور بعہد ولی عہدی روزانہ انکا سبق سماعت فرماتے تھے۔ اِس زمانہ میں گوٹے کی ٹوپیوں کا یہاں بہت رواج تھا۔ ایک روز گوٹے کی ٹوپی پہنکر سبق سنانے حاضر ہوئے۔ سبق کی سماعت کے بعد حضرت نواب صاحب نے فرمایا۔ اصغر یہ گوٹا ٹھپا پہننا ڈوم ڈھاریوں کا کام ہے۔ شریف استعمال نہیں کرتے ہیں پھر کبھی کامدار ٹوپی نہیں پہنی۔
اصغر علی خاں کا حافظہ بہت قوی۔ طبیعت رسا تھی۔ ایام طالبعلمی میں جن اشعار یا مضامین پر بحثیں ہوئی تھیں وہ اکثر یاد تھیں۔ کتاب بینی کا بہت شوق تھا۔ علم نجوم عربی اور ہندی میں بڑی مہارت تھی زائچہ خود بنا لیتے تھے۔ کتابوں کا بہت اچھا ذخیرہ جمع کیا۔ فقہ۔ حدیث۔ اور تفسیر کی کتابیں چند بار جمع کیں اور طلبا کو تقسیم کر دیں۔ طب کی کتابیں بھی بہت جمع کیں اور اُنکا بھی مطالعہ کرتے تھے۔
حضرت مولانا محمد امیر شاہ صاحب سے بیعت ہوئی تو ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ تہجد مرتے وقت تک ترک نہیں کیا۔ تصوف کی کتابیں زیادہ مطالعہ فرماتے تھے۔ ہر کام کے لئے اوقات مقرر تھے۔ آٹھ دس سال تک روزانہ بعد مغرب مثنوی مولانا روم کا درس ہوتا تھا۔ جناب سید حسن شاہ صاحب محدث مولوی ظہور الحق صاحب اور چند دیگر صاحب مذاق جمع ہوتے تھے ڈیڑھ دو گھنٹہ مثنوی پڑھی جاتی تھی۔ مطالب و نکات پر بحثیں ہوتی تھیں۔
کونسل آف ریجنسی ریاست رام پور میں قائم ہوئی تو اعلیٰ حکام سب

انگریزی داں تھے - ایک روز فرمایا یہ حکام باہم انگریزی میں بات چیت کرتے ہیں - مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں - گھنٹہ بھر کے لئے انگریزی پڑھنا شروع کی - ایک سال میں اخبار کا مطالعہ کرنے لگے اور روزانہ انگریزی اخبار پڑھا کرتے تھے -

آپ کی عادت تھی کہ کسی شخص کی تقریر کی تردید نہیں کرتے تھے خاموش سنتے رہتے تھے - اور کہتے تھے کہ تردید سے دل شکنی ہوتی ہے - روزانہ دو پارہ قرآن شریف کے - اور پوری حزب ایمانی پڑھا کرتے تھے - خالی اوقات میں کبھی حدیث کی کتابیں اور کبھی تصوف کی دیکھتے رہتے - باتیں بہت کم کرتے تھے - دوستوں کی پاسداری بدرجہ غایت ملحوظ تھی - مصارف خیر میں خوب صرف کرتے تھے اور اسکو نہایت پوشیدہ رکھتے تھے -

بعد نواب فردوس مکاں والی رام پور عدالت دیوانی میں ناظر مقرر ہوئے - دو تین سال وہاں کام کیا - پھر چھٹے رسالہ میں رسالدار مقرر ہوئے - اور اپنے والد کی پیشدستی میں مختلف خدمتیں انجام دیتے تھے - ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ غدر میں خاص خاص خدمات پر مراد آباد آتے جاتے رہے - نواب مجو خاں نے مراد آباد میں جن کرسچین لوگوں کو قید کر لیا تھا اِن کی خبرگیری کو چند بار مراد آباد گئے -

آپ کے والد ہمرکاب نواب فردوس مکاں دورہ پر گئے تو بموجب پروانہ ۱۴ - دسمبر ۱۸۶۳ء نمبری (۱۶۴۰) پہلی بار آپ قائم مقام تحصیلدار اپنی اولاد کی جگہ چند روز کے لئے ہوئے - بموجب پروانہ ۲۴ - ستمبر ۱۸۶۳ء نمبری (۱۴۴۲) علاوہ رسالہ داری سواران کے تازی خانہ بھی آپ کے سپرد ہوا -

عہد نواب خلد آشیاں تک یہ تازی خانہ قائم تھا - اور اُسمیں نہایت عمدہ نسل

عرب کے کتے تھے اور بہت کثرت سے تھے۔
بحالت رسالہ داری جو امور متعلقہ رسالہ سرکار سے استمزاج طلب ہوتے تھے۔ ان کو اپنے والد سے عرض کر دیتے تھے اور وہ حضور میں عرض کر کے حکم حاصل کیا کرتے تھے۔ چند روز کے بعد آپ کے والد نے کہا کہ خود جا کر معاملات کو حضور میں پیش کیا کرو۔
یہ خود جا کر عرض حال کرتے مگر آپ کو سرکار کوئی جواب نہیں دیتے تھے آپکے والد سے فرما دیا کرتے تھے کہ آج اصغر علی خاں نے فلاں معاملہ پیش کیا تھا اُسمیں یوں کارروائی ہو۔ چند بار یہی حالت رہی تو آپ نے اپنے والد سے عرض کیا میری عرض و معروض بیکار ہے مجھے سرکار کوئی جواب نہیں دیتے ہیں آپ کے والد نے فرمایا نواب فردوس مکاں کی عادت ہی کہ جب تک اہلکار کا تجربہ نہیں فرما لیتے ہیں اسکو جواب معاملات کا نہیں دیتے ہیں۔ تم اسی طرح اظہار واقعات کئے جاؤ۔
۱۸۶۲ء میں جناب نواب فردوس مکاں بحیثیت ممبر کونسل کلکتہ کو گئے۔ علی بخش خاں علیل تھے وہ رام پور میں رہے۔ روانگی سے پہلے نواب فردوس مکاں نے حکم دیا کہ اصغر علی خاں اور فتح محمد خاں یہاں سے کانپور جائیں ایک لاکھ روپے کی روئی خرید کر کلکتہ لیجائیں اور وہاں فروخت کر دیں۔ اصغر علی خاں نے سرکار سے عرض کیا کہ میرے متعلق کیا خدمت ہی۔ ارشاد ہوا جو کام تمہارے سپرد ہے وہی کام فتح محمد خاں کے سپرد ہی۔ یہ پہلی بار جواب ملا۔ دونوں صاحب کانپور گئے روئی خرید کر ذریعہ کشتی کلکتہ کو روانہ کی خود ریل میں گئے کلکتہ میں اسکی فروخت سے اچھا نفع ہوا۔ نواب فردوس مکاں بھی کلکتہ پہونچ گئے۔ وہاں دونوں صاحبوں کو حکم ہوا کہ بانات اور سفید قسم کا پارچہ خرید کر رام پور کو

روانہ کرو۔ فتح محمد خاں انگریزی داں تھے۔ وہ دکان پر انگریزی میں باتیں کرکے معاملہ طے کرتے تھے۔

اصغر علی خاں کو شبہ ہوا۔ اُسی قسم کا کپڑا اُنھوں نے دوسری دکانوں سے تلاش کیا۔ کپڑے کے نمونہ لیکر نواب فردوس مکاں کے حضور میں پیش کئے۔ حکیم سعادت علی خاں صاحب بھی ہمراہ تھے اور فتح محمد خاں انھیں کے آوردہ تھے۔ سب اہلکاروں نے تجویز کیا کہ اصغر علی خاں کا خرید کیا ہوا کپڑا دس ہزار کم میں آیا ہے۔ سرکار نے حکم دیا کہ فتح محمد خاں کا کپڑا واپس کردو۔

حکیم سعادت علی خاں نے سفارش کی دس ہزار کی رقم فتح خاں سے نقد واپس لی گئی۔ اِس واقعہ کے بعد نواب فردوس مکاں نے ایک شقہ علی بخش خاں کو لکھا اور اُس کی پیشانی پر یہ شعر تھا۔

آج یکتائی کا دعویٰ اُسکی باطل ہوگیا　　بحث کرنے کو جب آئینہ مقابل ہوگیا

اور سب واقعہ کپڑے کی خرید کا لکھا۔ اُس روز سے بلاواسطہ نواب فردوس مکاں اصغر علی خاں کو معاملات میں حکم دینے لگے۔

۱۸۵۷ء کے غدر میں مرادآباد کے متعلق جو کام خفیہ اور ضروری ہوتے انکی تعمیل کو اصغر علی خاں آتے جاتے تھے۔

۲۵۔ دسمبر ۱۸۶۵ء کو بروانہ نمبری (۱۴۳۷) کے موافق جناب نواب خلد آشیاں نے متو خاں تحصیلدار بلاسپور کو معطل کیا اور انکی جگہ آپ کو تحصیلدار مقرر فرمایا۔ اور بموجب پروانہ ۱۰۔ مئی ۱۸۶۷ء نمبری (۱۰۰) آپ اپنے والد کی جگہ تحصیلدار حضور تحصیل مقرر ہوے۔ اُسی وقت سے اعزاز واکرام میں ترقی ہوئی۔

حضور تحصیل کی تحصیلداری اُس زمانہ میں ایک عظیم الشان خدمت تھی۔ خرید سامان طلائی ونقرئی وریشم وپشمینہ۔ باغات۔ انتظام ٹھیکہ علاقہ۔ محلات کی

خدمت میں۔ خرید جواہر و درستی زیور۔ مہمانوں کی مہمانداری۔ سرکار کے لئے نینی تال اور شہر میں آسمانی برف کی فراہمی۔ فراہمی برف کا ایک پورا محکمہ تھا۔ روزانہ موسم سرما میں ہزاروں مٹی کی رکابیاں جنگل میں پانی بھر کر رکھی جاتی تھیں اور ان میں سے برف نکال کر کھتوں میں جمع کی جاتی تھی۔
انعام و عنایات۔ امور ریاست میں مشورہ۔ اخیر میں یہ بھی ہوتا تھا کہ ریاست کا پورا جمع خرچ ماہانہ بنکر پہلے اصغر علی خاں صاحب کے دستخط ہوتے پھر نواب صاحب بہادر دستخط فرماتے۔ جیب خاص کا ایک صیغہ تھا۔ خفیہ عطیہ اور انعام اسمیں سے دئے جاتے تھے اس کی رقم بھی آپ کے پاس رہتی تھی۔ اور روزانہ اسکے حساب کو نواب صاحب کو ملاحظہ کرایا جاتا تھا۔ نواب صاحب اسپر دستخط فرماتے تھے۔ یہ حسابات ابھی تک آپ کی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔ گویا کہ کل امور ریاست اُن کے زیر نگرانی تھے۔
جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں حج کو تشریف لیگئے۔ اور ذریعہ پروانہ مورخہ ۲۴۔ نومبر ۱۸۷۲ع نمبری (۲۲) حکم جاری فرمایا کہ ما بدولت حج کو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ مہدی علی خاں صاحب بہادر ریاست کے کام انجام دینگے اور ضرورت کے وقت مولوی محمد عثمان خاں صاحب بہادر سے مشورہ کرینگے۔ لیکن اگر کوئی اہم معاملہ واقع ہوگا تو تم کو (اصغر علی خاں) بھی شریک مشورہ کرینگے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُمور اہم میں اُنکی رائے کسقدر صائب تھی اور نواب صاحب بہادر کو اُن کی رائے پر کسقدر اعتماد تھا۔
اس وقت ایک محکمۂ عدالت دویم محکمۂ مرافعہ سوم محکمۂ صدر مرافعہ تھا۔ بموجب پروانہ ۱۵۔ اپریل ۱۸۷۳ع حکم ہوا کہ صدر مرافعہ باجلاس جناب نواب سید محمد مشتاق علی خاں صاحب بہادر ولی عہد ریاست پیش ہوا کرے اور پیشی میں

محمد اصغر علی خاں صاحب اور عبداللہ خاں صاحب شریک ہوا کریں۔ ان دونوں صاحبوں کی موجودگی میں اجلاس کامل کی تجویز نافذ ہوا کرےگی۔

ریاست سے جو پروانے اصغر علی خاں کے نام جاری ہوتے تھے انکا عنوان اسطرح ہوتا تھا۔ "رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش محمد اصغر علی خاں بعافیت باشند"

جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں نے ذریعہ پروانہ ۲۹۔ مئی ۱۸۷۴ء نمبری (۱۳۰۸) یہ عنوان تجویز فرمایا "معتضد دستان عزیز بدل محمد اصغر علیخاں حفظہ اللہ تعالیٰ" اور ایک سو روپے کا اضافہ بھی فرمایا۔

عالی جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں کے عہد دولت میں جو عزت اور اعتماد ان کو تھا اس کی شہادت دفاتر ریاست اور کل اہل شہر سے مل سکتی ہے ۱۸۸۷ء میں نواب خلد آشیاں کا انتقال ہوا۔

عالی جناب نواب سید مشتاق علی خاں صاحب بہادر عرش آشیاں مسند نشیں ہوئے۔ تمام ریاست میں تغیر و تبدل ہوگیا۔ گویا زمین و آسمان ہی بدل گیا لیکن آپکے وقار میں کوئی فرق نہیں آیا۔

نواب عرش آشیاں کی مسند نشینی کا دربار ۲۵۔ مارچ ۱۸۸۷ء کو ہوا بموجب روبکار اجلاس ہمایوں مورخہ ۲۳۔ مارچ ۱۸۸۷ء آپ اہلکاران ریاست کی نشست اور نذروں کے منتظم مقرر ہوئے۔

نواب عرش آشیاں بریلی کو تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ حمید الظفر خانصاحب بہادر مرحوم اُسوقت حاکم صدر تھے وہ ہمرکاب نواب صاحب بریلی گئے۔ اور آپ بموجب پروانہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۸۷ء نمبر (۱۳۰۸) صاحبزادہ صاحب موصوف کی جگہ صدر کے کام پر مقرر ہوئے۔

۲۔ جون ۱۸۸۷ء کو جنرل محمد اعظم الدین خاں صاحب بہادر مرحوم مدار المہام

ریاست کے روبکار کے موافق آپ حضور تحصیل کی تحصیلداری سے کمیٹی انتظامیہ کے ممبر مقرر ہوئے۔ اور آپ کی جگہ اپکے فرزند اکبر محمد حشمت علیخاں رسالدار رسالہ ششم سواران تحصیلدار حضور تحصیل مقرر کیے گئے۔

یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ سواروں کے رسالہ ششم ورسالہ پنجم کی خدمت خاص نواب صاحب کی ذات کے متعلق تھی۔ نواب صاحب کی اردلی۔ بیرونی خدمات۔ ڈاک رسانی یہ سب کام اِن رسالوں سے لیے جاتے تھے۔ اور سب سے اول اِن رسالوں میں علی بخش خاں کے خاندان کے ہی افسر تھے۔ اور نواب خلد آشیاں کے عہد تک یہی حالت قائم رہی۔ جنرل کا عہدہ قائم تھا مگر اِن رسالوں پر کسی قسم کا اثر محکمۂ جنرل کا نہ تھا۔ تقسیم تنخواہ۔ وردی۔ خدمات۔ تقرر۔ تنزل۔ موقوفی بحالی براہ راست رئیس وقت کی ذات سے متعلق تھی۔

اصغر علیخاں کے اعزاز کی حالت اِس تغیر ریاست کے زمانہ میں بھی یہ تھی کہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء کے روبکار کے موافق آپ نے مدار المہامی کا کام بھی بطور قائم مقام کیا۔

پھر کونسل ریجنسی قائم ہوئی۔ کونسل انتظامیہ روبکار اجلاس کامل مورخہ ۷۔ مئی ۱۸۸۸ء کے ذریعہ سے توڑ دی گئی۔ باہر سے ممبر بلائے گئے۔ اور آپ کو اسسٹنٹ ممبر مال بنا گیا اور ڈپٹی کلکٹر انہار کی خدمت بھی سپرد ہوئی۔ اور یہ بھی حکم ہوا کہ معاملات مستاجری ریاست میں بھی مدد دیا کریں۔

۱۸۹۱ء میں جنرل اعظم الدین خاں کا قتل ہوا۔ یکم جولائی ۱۸۹۱ء کو میجر ونسنٹ پریسیڈنٹ کونسل مقرر ہوئے۔ تمام انتظامی حالت بدل گئی۔ اسسٹنٹی کے عہدے توڑ دیے گئے۔ میجر ونسنٹ نے آپ سے کہا کہ تحصیلداری پر کام کیجیے آپ پہلے بھی تحصیلدار تھے۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ جس زمانہ میں میں تحصیلدار تھا

اور جو اختیارات میرے تھے وہ آپ کو بھی اس وقت نہیں ہیں۔ کام چھوڑ کر خانہ نشین ہو گئے۔

جب ہز ہائنس عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہم نے عنان حکومت ۱۸۹۶ء میں دست مبارک میں لی حضور پر نور نے اپنے قدیمی نمک پروردوں کی طرف بھی التفات فرمایا۔ بحکم یکم جون ۱۹۰۱ء اصغر علیخاں صاحب کو عہدہ نظامت پر مامور فرمایا۔ اور تا انتقال اسی عہدے پر رہے۔

ابتدا جوانی سے حقہ پیتے تھے۔ جب حضرت امیر شاہ صاحب رام پوری خلیفہ میاں غلام شاہ صاحب خلیفہ و فرزند حضرت شاہ عبدالکریم صاحب معروف بہ اخون صاحب سے بیعت ہوئے۔ حقہ فوراً چھوڑ دیا۔ اور مراقبات و ذکر و اذکار طریقہ چشتیہ کے پابند ہوئے۔ روزانہ دو پارہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے۔ نماز تہجد کے بعد پھر نہیں سوتے تھے۔ پیر و مرشد نے ان کو خلافت عطا کی اور اپنے مزار کی تولیت بھی۔ چنانچہ مرشد کے انتقال کے بعد انکا مزار پختہ تعمیر کرایا اور خود زمین خرید کر کے اسکے احاطہ کی توسیع کی۔ کتاب تعلیم الخواص انکے مرشد کی تصنیف خاص ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عطا کی جو اب تک موجود ہے۔

ناظم صاحب مرحوم کا سلسلۂ بیعت جاری ہے اور اُن سے جن لوگوں نے تعلیم پائی ہے ابھی وہ بقید حیات ہیں۔

رام پور کے سوا ان کے احباب کا وسیع سلسلہ بیرونجات میں ہو۔ ۱۸۸۰ء میں آپ گھوڑے سے گرے۔ حضرت نور خاں صاحب وزیر و کا مدار ریاست جاورہ نے ذریعۂ تحریر ۲۶۔ جولائی ۱۸۸۰ء مزاج پرسی کی۔

راجہ امر سنگھ صاحب بہادر والی نادون کی تحریر مورخہ ۷۔ اپریل ۱۸۷۳ء ہمدست حکیم بدرالدین خاں آئی۔ راجہ امیر چند صاحب بہادر والی نادون نے ذریعہ

تحریر چیت سمت ۱۹۳۳ جناب ڈبکا نراندر صاحب بہادر کی شادی میں مدعو کیا۔ مسٹر میگڈانلڈ کمشنر ترائی سے بہت دوستی تھی۔ رامزے صاحب کمشنر کے یوں تو سرپرست ہی تھے۔

ابتدائے شعبان میں زکام معمولی ہوا۔ ۱۰ شعبان کو نمونیا کا اثر ظاہر ہوا۔ ہوش و حواس میں مطلق تغیر نہیں ہوا۔ ۱۱۔ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۔ نومبر سنہ ۱۹۰۳ء عصر کے وقت انتقال فرمایا۔ دوسرے دن صبح کے وقت مزار مولانا جمال الدین علیہ الرحمہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

جنازہ میں تقریباً دو ہزار آدمی شریک ہوئے۔ ہر شخص انکے اخلاق کا مداح ہے۔ اعلیٰ حضرت عالی جناب نواب سید حامد علی خاں صاحب بہادر دام ملکہم والی ریاست رام پور نے یہ بندہ نوازی فرمائی کہ ماتم پرسی کو مکان مرحوم پر رونق افروز ہوئے پسماندگان کی تسکین فرمائی۔ اتفاق سے اُسوقت سرکار کے ہمرکاب جناب نواب امیر الدین احمد خاں صاحب بہادر نواب لوہارو بھی تشریف لائے۔ مرحوم کے انتقال کے بعد حضور پرنور دام ملکہم نے اِس خانداں کی حالت سنبھالی اور اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ نامرعی نہ رکھا۔

نقل پروانجات اسمی جناب محمد اصغر علیخانصاحب مرحوم

پروانۂ عالی جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر فردوس مکاں مورخہ ۱۴۔ دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء نمبر ۱۶۴۔

خان عزیز القدر شجاعت نشان محمد اصغر علی خاں رسالدار بعافیت باشند۔ ازآنجا کہ شیخ علی بخش خاں تحصیلدار حضور تحصیل ہمراہ حضور پرنور بدورہ خواہند رفت لہذا حسب الحکم بایشاں قلمی میگردد کہ ایشاں تا آمدن تحصیلدار مسطور از مقام دورہ سرانجام کار تحصیل متعلقۂ مشار الیہ بعزم و ہوشیاری کردہ باشند۔

بشرح صدر مورخهٔ ۲۴-ستمبر سنه ۱۸۶۳ع نمبر ۱۴۴۲

خان عزیز القدر شجاعت نشان محمد اصغر علی خان رسالدار بعافیت باشند۔
از آنجا کہ پیشتر تازی خانہ سرکار دولت مدار متعلق عباس خان رسالدار بود اکنون
بسبب فوت رسالدار مذکور تازی خانہ متعلق ایشان کردہ شد قلمی میگردد کہ ایشان
کارخانہ مذکور را متعلق خود دانستہ سرانجام کار آنجا مینمودہ باشند۔

پروانہ عالی جناب نواب سید محمد کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں

مورخهٔ ۲۵-دسمبر سنه ۱۸۶۵ع نمبر ۱۴۴۷

خان عزیز القدر شجاعت نشان اصغر علی خان تحصیلدار بعافیت باشند۔
حسب الحکم امروزہ مصدورہ کیفیت مولوی محمد عثمان خان معروضہ امروز بمقدمہ
تحقیقات معدومی احمد علی ولد سلامت علی سپاہی از روز ملازمی و وصول
کردن حبیب اللہ خان ولد اسد اللہ خان از تنخواہ تعدادی ما عللعہ باعتماد
ستو خان تحصیلدار بلاسپور ستو خان را برائے دو ماہ معطل کردہ شد نگارش
برود کہ ایشان تا معطلی ستو خان انصرام کار تحصیلداری نمایند۔

بشرح صدر مورخهٔ ۱۰-مئی سنه ۱۸۶۷ع نمبر ۱۰۰

رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش محمد اصغر علی خان بعافیت باشند۔
حسب الحکم امروزہ ایشان را بعہدہ تحصیلداری پرگنہ حضور تحصیل ڈالی خانہ
بجائے محمد علی بخش خان مرحوم مقرر و مامور کردہ شد۔ باید کہ بحسن کارگزاری
انجام امور متعلقہ کردہ باشند۔

بشرح صدر مورخهٔ ۲۴-نومبر سنه ۱۸۷۲ع نمبر ۲۲

رفعت و عوالی مرتبت گرامی منش محمد اصغر علیخاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند۔
از آنجا کہ ما بدولت بنا بر حصول شرف زیارت خانۂ کعبہ معظمہ و مرقد سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم فردا روانہ سفر حجاز خواہیم شد وبرائے انصرام وانجام امورات متعلقہ
ریاست ماموری عموی صاحب محمد مہدی علی خاں بہادر بعمل آمدہ۔ بنا برآں حسب روبکار
امروز پروانہ بنام عموی صاحب جاری گردید کہ بایام تشریف بری مابدولت بانصرام امور
مملکت بہ پابندی قواعد وضوابط ودستورات مقررہ سابقہ پرداختہ باشند وحین احتیاج
در امور لاحقہ از مولوی محمد عثمان خاں بہادر استیشار بعمل آوردہ باشند واگر کدام
معاملہ اہم نیز واقع شود ایشاں را شریک شورہ نمایند وہر جانب کہ غلبہ آرا باشد
مطابق آں موافق قاعدہ وضابطہ کاربند شدہ باشند۔ قلمی میگردد کہ ایشاں
ہم ازیں حکم مطلع باشند۔

روبکار اجلاس ہمایوں عالیجناب نواب سید محمد کلب علیخاں صاحب بہادر خلد آشیاں ۲۹۔ اپریل ۱۸۸۳ء

از آنجا کہ از ابتدائے اجلاس نواب صاحب قبلہ جنت آرام گاہ برائے انفصال مقدمات
عدالت سہ محکمہ یعنی عدالت۔ مرافعہ۔ وصدر مرافعہ مقرر بودند مابدولت بایام مسند نشینی
خود بسبب ہجوم کار جیش حاکم صدر مرافعہ ولاحق شدن ثقل سماعت بہ ماموں صاحب
محمد عباس علی خاں بہادر حاکم آنجا ہم بنظر دادرسی خلائق بعجلت یک محکمہ اپیل دیگر
مقرر فرمودہ بودیم کہ بمحکمۂ موصوف حضور پرنور یا کدام کس بقائم مقامی حضور پرنور
تجویز بعمل مے آورد۔ فی الحال باعث رنجوری ماموں صاحب محمد عباس علی خاں
بہادر بعوارض شدیدہ انتظام وسرانجام کار محکمہ جات مذکور بدیں طور مناسب تصور
شدہ کہ بنابر انفصال مقدمات مذکور مثل ایام سابق یعنی عہد مسند آرائی نواب صاحب
قبلہ جنت آرام گاہ وفردوس مکاں صرف سہ محکمہ مقرر مانند یعنی محکمۂ اول عدالت۔
دویم مرافعہ وسویم صدر مرافعہ۔ وتجویز مقدمات دائرہ صدر مرافعہ باجلاس برخوردار
محمد مشتاق علی خاں ولی عہد بہادر بعمل آمدہ باشد۔ ومحمد عبداللہ خاں ومحمد اصغر علیخاں
ہنگام پیشی مقدمات مذکور پیش برخوردار موصوف حاضر باشند۔ وبموجودگی مشار الیہما

باجلاس کامل تجویز آخر بعمل آمده باشد واگر در تجویز کدام مقدمہ در راے ولیعہد بہادر و محمد عبداللہ خاں و محمد اصغر علی خاں اختلاف وقوع یابد۔ درآں صورت بحالت اتفاق یک راے منجملہ ہردوکساں صدر الذکر باراے ولیعہد بہادر کہ بمنزلہ دوراے است تجویز ولی عہد بہادر راجرا یابد واگر راے ہردواشخاص مسطور از راے ولیعہد بہادر مختلف باشد دراں حالت بالتماس کیفیت مفصل از حضور استمداد نمایند وانچہ مقدمات سری پیش ماموں صاحب صدر الوصف انفصال مے یافتند تفویض ولی عہد بہادر شوند۔ وبہ تجویز آں ہم کساں صدر الذکر شریک باشند۔ وہدایت بعمل آید کہ بمقدماتیکہ اتفاق راے محکمہ جات ماتحت باشد دراں دست اندازی ضرور نیست۔ البتہ در کدام مقدمہ اتفاق راے ماتحت باجلاس کامل احتیاج دست اندازی باشد بہ گذارش وجوہات مفصل استجازہ در حضور نمودہ باشند۔ ودر ہفتہ دو اجلاس براے تجویز ایں مقدمات مقرر نمایند حکم شد کہ احکام ضابطہ جاری شوند۔

پروانہ عالی جناب نواب سید محمد مشتاق علی خاں صاحب بہادر عرش آشیاں ۲۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء نمبر ۱۳۸

معتقد دوستاں عزیز بدل محمد اصغر علی خاں تحصیلدار حضور تحصیل حفظ اللہ تعالیٰ۔ جوکہ صاحبزادہ محمد حمید الظفر خاں بہادر برکاب حضور انور بریلی جاتے ہیں لہذا حسب الحکم امروزہ مصدرہ رقعہ محمد اعظم الدین خاں بہادر معطوفہ روبکار جرنیلی تمکو لکھا جاتا ہے کہ تم بجاے محمد حمید الظفر خاں بہادر حاکم صدر انجام کار کرو۔

روبکار اجلاس جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر مدار المہام ۲۔ جون ۱۸۸۷ء

حسب الحکم امروزہ محمد اصغر علی خاں کو کار حضور تحصیل سے علحدہ کیا گیا اور کام کمیٹی میں بمشاہرہ سابق ان کی ماموری ہو۔ وہاں حاضری اور سرانجام کار میں ان کو سعی بلیغ مناسب ہے کہ نو بجے سے چار بجے تک حاضر رہیں۔ اور ہر ممبر کمیٹی کو

لازم ہو کہ بدون حصول اجازت سرکار غیر حاضر نہوں ورنہ مواخذہ ہوگا۔
اور حشمت علی خاں آج کی تاریخ سے بمشاہرہ یکصد روپیہ ماہواری تحصیلدار
حضور تحصیل بجائے اصغر علی خاں مامور کیا گیا۔ اور اختیارات فوجداری بھی
بموجب روبکار اُسے دئے گئے اور حافظ مبارک علی خاں بمشاہرہ پچاس روپے
ماہواری مقررہ سابق بجائے حشمت علی خاں رسالدار ششم رسالہ مقرر ہوئے۔

حکم اجلاس مدارالمہام صاحب بہادر ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء

بنام محمد اصغر علی خاں ممبر کونسل۔ جو کہ میں بکار سرکار بریلی جاتا ہوں اس لیے
میری غیبت میں آپ کاغذات ضروری روزمرہ پر دستخط کر دیا کریں کہ ہرج
اجرائے کار میں نہو۔

روبکار اجلاس کامل کونسل ریاست رام پور، مئی ۱۸۸۹ء
(عہد دولت جناب نواب سید محمد مشتاق علی خانصاحب بہادر عرش آشیاں)

بلحاظ انتظام جدید جو ہنگام دربار خلعت حضور پرنور دام ملکہم ظہور میں آیا ضرورت
کونسل کی جو پہلے سے مقرر تھی نہیں رہی۔ الا ممبران کونسل جو ریاست کے
اہلکار ہیں اور اُن سے امداد بھی ملتی ہے ان کی پرورش سرکار کو مدنظر ہے
لہذا تجویز ذیل مناسب معلوم ہوتی ہی۔
محمد اصغر علی خاں کا تعلق ممبر رشتہ مال و نہر سے کیا جائے۔ یعنی نہر کوسی
وغیرہ کی آب پاشی کا انتظام کریں۔ و دیگر مقدمات جو وقتاً فوقتاً اجلاس
ممبر مال سے انکے سپرد ہوں ان کی تحقیقات و تکمیل کریں اور معاملات ٹھیکہ
و مستاجری میں ان سے مدد لی جائے۔ محمد اصغر علی خاں کو اختیارات ڈپٹی کلکٹر
نہر کے دیے جائیں۔

احباب کے خطوط

(خط جناب حضرت نورخانصاحب بہادر مرحوم وزیر وکامدار ریاست جاورہ)

خاں صاحب مشفق و مہربان مجمع اخلاق بیکراں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون و تمنائے ملاقات محبت آیات واضح رائے محبت پیرائے میگرداند کہ بفضلہ قرین خیریت بودہ خواہان نوید مزاج محبت امتزاج میباشم۔ دریں ولا برسیدن خط رام پور حال علیحدہ شدن آں معدن اتحاد از اسپ در رسیدن ضرب شنیدہ تفکر بیکراں افزود و تردد و تشویش رخ نمود مخلص دست بدعاست کہ خداوند کریم بفضل عمیم خویشتن زود صحت و شفا عطا فرماید۔ براہ مہربانی از مژدہ صحت مزاج مطلع فرمایند و دائما دوستدار را جویائے نوید مزاج تصور دیدہ بہ تحریر مکاتبات خیریت آیات منشرح البال میفرمودہ باشند۔ والسلام مورخہ ۲۶۔ جولائی سنہ ۱۸۹۰ء۔

(خط راجہ امر سنگھ صاحب بہادر والیٔ ریاست نادون مورخہ ۷۔ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء)

بعد از شوق ملاقات واضح باد۔ کہ ان ایام نافرجام میں حادثہ جگر سوز و صدمۂ غم اندوز واقعۂ شہادت جناب قبلہ گاہی صاحب رونما ہو کر زندگانی گزار عالمیاں کا ہوا۔ گویا قہر ایزدی نازل ہوا۔ اور ایک بھاری کوہ ستم آسمان سے گرا۔ سفینۂ صبر و قرار گرداب اضطراب میں سرگرداں ہے اور حکمت پناہ حکیم بدرالدین کو مع مراسلہ نواب صاحب روانہ کیا جاتا ہے اسکو بحضور نواب صاحب بہادر پیش کرادیں اور امورات مندرجہ مراسلہ اور جو کہ موی الیہ زبانی ظاہر کرے۔ انکی پیام رسانی آپ کے ذمہ ہے اور آپ کے واسطے سے مجھے اس دربار عالی وقار میں ہر طرح سے حصول مراد کی امید ہے۔

اور توقع کافی و امید شافی جو کہ آپ کسی طرح میری امداد میں دریغ نفرمائیں گے اور ہمیشہ خیریت مزاج سے اطلاع دیتے رہیں۔

خط راجہ امرچند صاحب بہادر والیٔ نادون (مع مہر بیضاوی)

دریں ایام فرخندہ تواماں کہ ایزد متعال بفضل و کرم بے ہمال از ہر چہار سو ابواب خورمی و خورسندی بر روے دلہا کشادہ و طنطنہ شادی و شادمانی آغاز نہادہ۔ تاریخ شادی مبارکبادی برخوردار ٹیکہ نراندر سنگھ بتاریخ ۵۔ ماہ ہاڑ سمت ۱۹۳۳ قرار یافتہ چوں اطلاع دہی ایں بشارت نشاط افزا و طرب راحت انتما بمخلصان صمیمی و محبان قلبی للازم ست۔ لہٰذا بذریعہ مراسلہ اطلاعاً بخدمت جناب بصاحب بہادر آقاے ایشاں گزارش کردہ شد و مسمی جبار خاں ملازم مع مصری بطور بھاجی بخدمت جناب نواب صاحب بہادر بوساطت آں صاحب حاضر خواہد شد اغلب کہ ایشاں پیش جناب نواب صاحب بہادر گزرانده دہند۔

چراکہ در آں دربار دُربار ازیں جانب بہمہ وجوہ ذمہ داری ایشان است و نیز علٰحدہ مصری براے ایشاں ہمدست خاں رسال داشتہ ہست منظور خواہد شد۔

محمد محمود علی خاں خلف سویم محمد علی بخش خاں

آپ ۱۸۴۲ء میں نجیب آباد میں پیدا ہوے۔ بحالت صغرسنی اپنے والد کے ساتھ رام پور آئے۔ یہیں تعلیم شروع ہوئی۔

عالی جناب نواب یوسف علی خاں صاحب بہادر بعہدو لیعہدی روزانہ سبق سنا کرتے تھے تحصیل فارسی کے بعد ۱۸۵۷ء میں بعمر سترہ سال علی غول کے رسالہ میں رسالداری ملی۔ ذریعہ پروانہ ۱۸۔ جون ۱۸۶۵ء نمبر ۱۰۱ اکیاس روپے کی تنخواہ مقرر ہوئی اور پروانہ ۱۸۔ ستمبر ۱۸۶۵ء نمبر ۱۶۰ کے ذریعہ نائب جیلر مقرر ہوے۔ اور جیل میں خوب خدمت انجام دی۔

بموجب پروانہ ۶۔ فروری ۱۸۶۶ء نمبر ۷۷۳ رسالہ پنجم سواران میں رسالدار مقرر ہوے۔ رسالہ پنجم و ششم سواران خاص جناب نواب صاحب بہادر

کی خدمات اردلی وغیرہ انجام دیتا تھا۔ اور کوئی تعلق محکمۂ جرنیلی سے نہ تھا۔
۹۔ جولائی ۱۸۶۷ء کو پروانہ نمبر ۹۸۶ کی بنا پر علاوہ خدمت رسالداری کے جیلری کا کام بھی سپرد کیا گیا۔
۱۷۔ ستمبر ۱۸۶۶ء کو بموجب پروانہ نمبر ۱۳۰۵۷ علاوہ خدمات سابقہ کے مسلح خانہ بھی نگرانی میں دیا گیا۔ اسی عرصہ میں تعمیرات کے افسر بھی مقرر کئے گئے۔
عہد جناب نواب خلد آشیاں کی عمارتیں سب آپ کی زیر نگرانی بنی ہیں۔ کوئی انجینیر یا اوورسیر نہ تھا۔ شہر کے معمار اور نقشہ نویس تھے۔ وہی نقشہ بناتے تھے۔ اور کام جاری ہوتا تھا۔ کوسی کا بند اور نہر آپ کے زیر اہتمام بنی تھی۔
بائیس سال رسالداری۔ عمارت۔ اور ریاستہائے بیرونجات کی سفارت کا کام انجام دیا۔ اسکے علاوہ بھی فیلخانہ۔ اصطبل۔ فراشخانہ۔ تازیخانہ۔ وشترخانہ کی نگرانی بھی کی۔
ایک معقول رقم سالانہ امداد مسافرین عرب کے لئے مقرر تھی۔ جسقدر عرب آتے تھے۔ اُن کے وظیفہ۔ اور امداد کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔ حسن کارگزاری کے صلہ میں ۱۹۔ مارچ ۱۸۸۰ء بموجب پروانہ نمبر ۱۳۱۷ پرچہ اخبار خفیہ بھی آپ کے سپرد ہوا اور ۱۳۔ جولائی ۱۸۸۰ء کو ذریعہ حکم نمبر ۲۵۳ سو روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔
۲۳۔ رمضان ۱۲۹۸ھ میں حضرت نواب خلد آشیاں حج و زیارت کے واسطے حرمین شریفین کو روانہ ہوئے۔ محمود علی خاں ہمرکاب تھے اور جملہ انتظام کمپ اور نقل و حرکت لشکر کی آپ کے سپرد تھی سخت سے سخت موقعوں پر دلیری اور شجاعت سے کام کیا۔ اور حضور پر نور کی راحت و آرام کا بخوبی انتظام کیا۔
۱۳۰۵ھ میں بعد انتقال حضرت نواب خلد آشیاں صرف رسالداری کی خدمت باقی رہی اور کچھ دنوں بعد پنشن ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔

سنہ ۱۸۹۶ء میں اعلیٰ حضرت عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر
ادام ملکہم نے ریاست کے کاروبار کو بنفس نفیس دیکھنا شروع کیا۔ اور اپنے قدیمی
جان نثاروں کو جمع فرمایا۔ محمود علی خاں کے سپرد پرچہ اخبار خفیہ کیا۔
۲۲۔ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء مہتمم بندوبست کے عہدہ پر ترقی ملی۔ اسی سنہ میں پرسنل
اسسٹنٹ فارنسٹر مقرر ہوئے۔
۲۱۔ فروری سنہ ۱۹۰۳ء کو بموجب پروانہ نمبر ۱۶۶ ناظم مال بنائے گئے۔
۶۔ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کو فورٹ کمانڈنگ مقرر ہوئے۔ کپتان کارنک اور فورٹ
مجسٹریٹی کے اختیارات ملے۔ شب و روز حاضر قلعہ رہتے تھے۔
عالی جناب حضرت نواب صاحب بہادر ادام اللہ ملکہم نے ایسی ذرہ نوازی فرمائی
کہ وہ تمام و کمال قرضہ سے سبکدوش ہو گئے۔ اسی حالت ملازمت میں علیل ہوئے۔
اور مرض کی شدت میں مکان پر آئے۔
۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء کو دوشنبہ کے دن دو بجے کے بعد انتقال فرمایا۔
حضور پرنور دام ملکہم نے قدم رنجہ فرما کر میت کو دیکھا۔ پس ماندگاں کی تسلی فرمائی۔
اور جنازہ کو فوجی اعزاز سے اٹھایا گیا۔ مزار حضرت مولانا جمال الدین صاحب
رحمتہ اللہ علیہ میں اپنے بڑے بھائی اصغر علی خاں کے پہلو میں دفن ہوئے۔
ایک فرزند محمد عباس علی خاں یادگار چھوڑا۔

حافظ محمد مبارک علی خاں خلف چہارم محمد علی بخش خاں

ولادت تقریباً سنہ ۱۸۳۹ء میں نجیب آباد ضلع بجنور میں ہوئی۔ والد کے ساتھ
رام پور آئے۔ ابتدا ئر حفظ کلام الٰہی سے فرصت پاکر تعلیم فارسی حاصل کی۔
نواب فردوس مکاں ان کا سبق بھی اکثر سنا کرتے تھے۔
یکم مئی سنہ ۱۸۶۵ء کو ششم رسالہ سواران میں جمعدار مقرر ہوئے۔

بوجہ معطلی احمد نور خاں جیلر ۴- مارچ ۱۸۶۹ء کو ایک مہینے کے واسطے جیلر رہے

۴- مئی ۱۸۶۹ء کو منصرم فیل خانہ مقرر ہوئے۔

یکم جون ۱۸۶۹ء کو ذریعۂ پروانہ نمبر ۱۵۴۲- شتر خانہ بھی سپرد ہوا۔

۲۷- دسمبر ۱۸۷۱ء کو بموجب پروانہ نمبر ۴۵۴- کوٹھی خورشید منزل دیوانخانہ۔ رنگ محل مچھلی بھون۔ خرد باغ۔ اور بے نظیر کے سامان کی نگرانی سپرد ہوئی۔

۲۵- ستمبر ۱۸۷۵ء کو فیلخانہ شتر خانہ کے علاوہ "تازی خانہ بھی نگرانی میں دیا گیا۔

۱۹- مارچ ۱۸۷۵ء بموجب پروانہ نمبر ۹۵۴ کو رسالۂ پنجم و ششم سواران کے وردی میجری پر ترقی ہوئی۔

۲۹- مارچ ۱۸۷۵ء باقر علی خاں تحصیلدار رخصتی کی جگہ تحصیلدار سوار ہوئے۔

۲۱- ستمبر ۱۸۷۵ء میں ذریعۂ پروانہ نمبر ۱۶۳۶ منصرم کھانجی ملک مقرر ہوئے۔

۱۳- اگست ۱۸۷۵ء کو بوجہ وفات منشی نہال الدین داروغہ پرمٹ مقرر ہوئے۔

۹- ستمبر ۱۸۷۵ء ذریعہ پروانہ نمبر ۱۵۴۸- نگرانی کھنڈسار ملک پر متعین ہوئے۔

۲۷- دسمبر ۱۸۸۱ء کو ذریعہ پروانہ نمبر ۴۵۷۶ خاص تحصیل کے تحصیلدار مقرر ہوئے۔

دوئم جون ۱۸۸۱ء کو رسالۂ ششم سواران میں رسالداری پر تقرر ہوا۔

۲- جون ۱۸۹۰ء کو بموجب پروانہ نمبر ۵۲۴۲ منصرم نزول کا عہدہ ملا اور انہیں نگرانی جائداد آنولہ۔ جائداد بریلی۔ جائداد بیرونجات۔ گھاٹ۔ باغات۔ جائداد اوقاف۔ شورہ۔ محصول جواز۔ محصول ذبیحہ۔ جائداد نزول۔ آبکاری۔ ومسکرات وغیرہ صیغہ شامل کیے گئے۔

ہر سال تراویح میں رمضان میں پابندی سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ نہایت خلیق اور منکسر المزاج تھے۔ ہمرکاب عالی جناب نواب خلد آشیاں حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ اس سفر مبارک کے متعلق ان کی اپنی

لکھی ہوئی ایک نوٹ بک ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ۱۵۔ نومبر ۱۸۸۲ء کو مع اسباب کے چھکڑوں کے یہ خود اور اُن کے بڑے بھائی محمود علی خاں صاحب مرحوم اور چھوٹے بھائی عبدالعلی خاں مرحوم و اسمٰعیل خاں روانہ رام پور سے ہوے۔

۲۰۔ نومبر کو علی گڈھ سے برائے انتظام طعام و آسائش نواب صاحب جبل پور کو گئے اور وہاں سے ہمرکاب سرکار ۳۰۔ نومبر ۱۸۸۲ء کو بمبئی پہونچے۔ ۹۔ دسمبر ۱۸۸۲ء کو جہاز میں سوار ہو کر ۲۳۔ دسمبر کو مکۂ معظمہ پہونچے۔ اِس سفر کی آمد و رفت میں کل انتظام باورچی خانہ و سامان آسائشی اِن کے سپرد تھا۔ اور ۷۔ مارچ ۱۸۸۳ء کو رام پور واپس آئے۔

اِس نوٹ بک میں ہر مقام کا داخلہ اور روانگی تاریخ وار لکھی ہی۔

راقم الحروف نے دریافت کیا کہ خانۂ کعبہ میں آپ نے کیا دعا مانگی۔ فرمایا کہ کوئی اور خیال ہی نہیں آیا صرف شہادت کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اُنکو نصیب کی۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۱۸ء مطابق ۲۔ رمضان ۱۳۳۶ھ عبداللہ خاں صاحب مرحوم کے مکان پر جنرل اعظم الدین خاں مرحوم کی دعوت تھی۔ منجملہ دیگر اصحاب یہ بھی مدعو تھے۔

شب کو کھانا کھا کر وہاں سے مکان کو پیدل آ رہے تھے کہ کاروانسرائے کے فدا آگے کوتوالی جدید کے محاذی جنرل اعظم الدین خاں مرحوم کی ٹمٹم پر بدمعاشوں نے فیر بندوق کے کئے۔ یہ آگے نکل گئے تھے۔ جنرل صاحب کے ملازم کی آواز پر پلٹ کر گئے۔ بدمعاش موجود تھے۔ اِن کی زبان سے یہ نکلا کہ بدمعاشو میں نے پہچان لیا ہے۔ برہنہ ہاتھ تھے۔ تلوار کے واروں کو ہاتھوں پر لیا۔ پیچھے سے ایک ظالم نے شانہ پر وار کیا شانہ بالکل کٹ گیا۔ عقب سے گردن پر ایک نے تلوار کا وار کیا گردن برائے نام اُلجھی رہگئی اور سامنے سے ایک نے تمنچہ پیٹ پر مارا۔ یہ وہیں اوندھے مُنھ زمین پر مرے ہوے گرے۔ لوگ جنرل صاحب کو بحالت زخمداری اُٹھا کر لے گئے۔ یہ وہیں پڑے رہے۔ کچھ رہگیروں نے دیکھا گھر پر خبر ہوئی بڑے بھائی محمد اصغر علی خاں

دوڑے ہوئے گئے۔گھر پر نعش آئی۔میں نے نعش کو اٹھا کر دوسرے پلنگ پر ڈالا۔
دوسرے دن مولانا جمال الدین صاحب علیہ الرحمہ کے مزار میں دفن کیا۔
حافظ شہید تاریخ شہادت ہے۔
جنرل صاحب کو بچانے گئے تھے۔خود بھی مارے گئے۔ان کی اولاد نرینہ پانچ فرزند یک بطنی ہیں۔ایک کا انتقال ہوا۔ایک فرزند امتیاز علی خاں بورڈ آف آوٹ کے ممبر ہیں۔فدا علی خاں چپکار عدالت دیوانی ہیں۔ایک کا انتقال ہوگیا۔منور علیخاں دفتر ہمدرد دہلی میں کام کرتے تھے اُنکا بھی انتقال ہوگیا۔
واحد علی خاں امپیریل لانسر ریاست میں رسالدار تھے انعام لیکر علیحدہ ہوگئے۔
اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

عبد العلی خاں خلف منجم محمد علی بخش خاں

ان کی پیدائش رام پور میں ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء میں ہوئی۔ابتداءً حفظ کلام اللہ کیا۔
بیس پارہ حفظ کرکے چھوڑ دئے۔فارسی تعلیم اچھی حاصل کی۔صرف ونحو عربی میں بھی خوب دستگاہ تھی۔فارسی نثر میں آغا بشیر صاحب سے تلمذ تھا۔
جناب نواب فردوس مکاں ان کا امتحان لیا کرتے تھے۔پیدائش کے وقت سے دس روپے ماہانہ وظیفہ ریاست سے پاتے تھے۔جوان ہوکر رسالہ ششم سواران میں جمعدار مقرر ہوئے۔طبیعت رنگین تھی۔
جناب نواب خلد آشیاں حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔توانکے متعلق سرکاری کھانے اور آسائش کا انتظام جبل پور پر تھا۔۵۔نومبر ۱۸۷۲ء کو رام پور سے روانہ ہوئے اور علی گڈھ سے ۲۲۔نومبر کو جبل پور روانہ ہوئے۔
۲۷۔نومبر ۱۸۷۲ء کو صبح کے وقت نواب خلد آشیاں الہ آباد سے جبل پور رونق افروز ہوئے۔شب کو وہیں قیام فرمایا سب انتظام درست تھا۔

ریاست رام پور سے ترک تعلق کر کے جیپور چلے گئے۔ وہاں کی ملازمت کی کوشش میں بہت روپیہ صرف کیا۔ ۱۲۹۷ھ کے رمضان میں رام پور آئے۔ ۱۷۔ رمضان کو روزہ کی حالت میں ہیضہ ہوا۔ اُس وقت رام پور میں ہیضہ کی نہایت شدت تھی۔ جناب نواب خلد آشیاں باغ بے نظیر میں رونق افروز تھے۔ جناب ممدوح نے جواہر مہرہ بھیجا۔ حکیم ابراہیم صاحب لکھنوی اور شہر کے دیگر اطبا معالج تھے۔

۱۷۔ رمضان ۱۲۹۷ھ مطابق ۲۰۔ اگست ۱۸۸۰ء کو اخیر شب میں انتقال ہوا۔ مزار مولانا جمال الدین صاحب مرحوم واقع بریلی دروازہ میں دفن کیا۔ تیس سال کی عمر ہوئی۔ اپنی یادگار بندہ علی خاں۔ ذوالفقار علی خاں۔ شوکت علی خاں۔ نوازش علی خاں۔ محمد علی خاں۔ اور ایک لڑکی چھوڑی۔

بندہ علی خاں اور نوازش علی خاں کا انتقال ہوگیا۔ ذوالفقار علیخاں گورنمنٹ انگریزی کے مختلف عہدوں پر رہے اور انسپکٹر آبکاری کے عہدہ سے پنشن لیکر قادیان ضلع گورداس پور میں مقیم ہوگئے۔ احمدی جماعت کے شریک غالب ہیں۔ شوکت علی خاں بی۔ اے برٹش گورنمنٹ کے محکمۂ افیون میں ڈپٹی کے عہدہ سے پنشن لیکر علیحدہ ہوے۔ سیاسی جماعت میں شامل ہیں۔ قید بھی بھگتیں اب خلافت کے علم بردار ہیں۔ محمد علی خاں۔ بی۔ اے۔ آکسن۔ عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر والیِ رام پور دام ملکہم کی توجہ سے ولایت گئے۔ سول سروس کے امتحان میں ناکامیاب ہوے۔ ریاست رام پور اور بڑودہ میں ملازم رہے۔ اُردو کا ہمدرد روزانہ اخبار اور انگریزی کامریڈ ہفتہ وار پرچہ جاری کیا۔ سیاسیات کے لیڈروں میں شمار ہوگیا۔ ان کی سوانح عمریاں چندبار شایع ہو چکی ہیں۔ اور ایک عالم ان کے حالات سے واقف ہے۔ اور آیندہ زمانہ اُن کے متعلق بہت کچھ حالات لکھیگا۔

محمد حشمت علی خاں فرزند اکبر اصغر علی خاں

ولادت رام پور یوم دوشنبہ ہفتم جمادی الاول سنہ ۱۲۷۰ھ (سنہ ۱۸۵۳ء) رام پور میں ہوئی۔ تاریخی نام نظیر علی ہے۔ ابتدائی تعلیم مولوی عبدالصبور صاحب۔ مولوی حکیم محمد احسن صاحب۔ مولوی حسن علی خاں صاحب رام پوری سے ہوئی۔ کئی سال مولوی ولی محمد خاں بسمل تعلیم پر مقرر رہے۔ فارسی کی چند کتابیں مولوی خلیفہ احمد علی صاحب سے بھی پڑھیں۔ عربی میں صرف ونحو کے بعد چند روز تک فقہ پڑھتے رہے۔ عربی کی اسقدر استعداد تھی کہ کتب فقہیہ کے مطالب سمجھ لیتے تھے۔ کشتی۔ پھری گنکا۔ نیزہ بازی۔ گھوڑے کی سواری اچھی آتی تھی۔

سنہ ۱۸۸۱ء میں رسالہ ششم سواران کے رسالدار مقرر ہوئے۔ بموجب پروانہ نمبر ۵۶۳ مصدرہ ۱۴۔ جنوری سنہ ۱۸۸۴ء تیس روپے اضافہ ہوئے۔

۹ جون سنہ ۱۸۸۶ء کو پروانہ نمبر ۱۱۳۸ کے ذریعہ سے اپنے والد کی جگہ حضور تحصیل کے تحصیلدار مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد بلاسپور کی تحصیلداری پر تبادلہ ہوا۔ اس تبادلہ کا منشا مدارالمہام صاحب کا ملال خاطر تھا۔ اسلئے استعفا داخل کر دیا اور اس ترکیب سے اپنی جان بچا کر گھر بیٹھ رہے۔

جب عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر ادام اللہ دولتہ نے کاروبار ریاست خود سنبھالا تو ۲۔ جون سنہ ۱۸۹۶ء کو بموجب پروانہ نمبر ۱۹۳۷ حضور پرنور دام ملکہم نے حضور تحصیل کا تحصیلدار مقرر فرمایا۔ اور حکم ہوا کہ چوبیس گھنٹہ کے اندر چارج لے لیا جائے۔ ۳۰۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو بمشاہرہ ڈیڑھ سو روپے ماہانہ مہتمم بندوبست مقرر ہوئے۔

بہ تقریب سالگرہ مبارک حضور پرنور دام ملکہم بموجب روبکار ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۰۶ء پچیس روپے اضافہ ہوئے۔

بموجب روبکار اجلاس ہمایوں حضور پرنور دام ملکہم مصدرہ یکم اگست ۱۹۱۳ء باضافہ پچیس روپے چیف مجسٹریٹ مقرر ہوے۔ میجر محمود علیخاں کمانڈنٹ قلعہ کے انتقال کے بعد بموجب روبکار اجلاس ہمایوں حضور پرنور دام ملکہم مصدرہ ۹۔ مارچ ۱۹۱۴ء کمانڈنٹ قلعہ مقرر ہوے اور کپتان کا رینک عطا ہوا۔ حدود قلعہ میں مجسٹریٹی درجۂ اول کے اختیارات ملے۔ نہایت خوبی سے خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۰ء میں قلعہ میں ایک فروگزاشت پر موقوفی عمل میں آئی۔ اخیر عمر تک خانہ نشین رہے۔ ۱۹۲۳ء میں علیل ہوے۔ علالت کا سلسلہ ایک سال تک باقی رہا۔ یکم جنوری ۱۹۲۴ء کو انتقال ہوا۔

اپنے پیرو مرشد حضرت حضرت مولانا شاہ امیر احمد صاحب علیہ الرحمہ کے مزار میں دفن ہوے۔ ایک فرزند محمد منظر علی خاں یادگار چھوڑا۔

اعلیٰ حضرت حضور پرنور عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خانصاحب بہادر خلد اللہ ملکہٗ نے مرحوم کی حیات میں انکے فرزند کو ایڈی سی کا عہدہ بنظر پرورش عطا فرما دیا تھا۔ اب منظر علی خاں ٹانڈہ کے تحصیلدار ہیں۔

نقل پروانجات

بحکم حضور پرنور جناب نواب سید محمد کلب علی خاں صاحب بہادر خلد آشیاں

مُہر ۵۶۳

خاں عزیز القدر شجاعت نشان محمد حشمت علیخاں رسالدار رسالہ چشم سواراں بعافیت باشند۔ از آنجاکہ بمزید محبت و جانفشانی و دیانت وامانت بکار سرکار بنظر پرورش پرداخت سی و پنج روپیہ ماہیانہ اضافہ بر تنخواہ ایشان بعمل آمدہ ہمگی یکصد روپیہ ماہانہ مقرر نمودہ شد لہٰذا حسب الحکم بکار امروزہ نگارش نمودہ کہ ہمیں نمط بکار سرکار مصروف بوجہ بہبودی خود بپردازند۔ مرقوم چہاردہم جنوری ۱۸۸۴ء۔

بحکم مدار المہام صاحب بہادر

مُہر

۱۱۳۸

رفعت و عوالی مرتبت محمد حشمت علیخاں رسالدار ترپ ششم بعافیت باشند۔
حسب روبکار امروزہ محمد اصغر علی خاں تحصیلدار حضور تحصیل کو کام کمیٹی میں بمشاہرہ
سابق مامور کیا گیا۔ اور تمکو آج کی تاریخ سے بمشاہرہ یکصد روپیہ ماہوار بجائے تحصیلدار
مامور کیا گیا اور اختیارات فوجداری بھی بموجب روبکار ۲۰ مئی دئے گئے لکھا جاتا ہی کہ
کار تحصیلداری باحسن وجوہ انجام دو۔ دویم ماہ جون ۱۸۹۶ء۔

بحکم حضور پر نور دام اقبالہم وملکہم

مہر

۹۳۷

رفعت و عوالی مرتبت محمد حشمت علی خاں بعافیت باشند۔
چونکہ علی رضا خاں تحصیلدار حضور تحصیل شاہ آباد کو منتقل کیے گئے اور حضور تحصیل
خالی ہی۔ لہذا بجائے علی رضا خاں کے اُنھیں اختیارات سے آپکو بمشاہرہ یکصد روپیہ
ماہوار تحصیلدار حضور تحصیل مقرر کیا گیا آپ حضور تحصیل کا کام حسب ضابطہ انجام دیں۔
یہ پروانہ سند اعطا کیا گیا۔ ۲۔ جون ۱۸۹۶ء

محکمہ عالیہ صدر بحکم اجلاس مدار المہام صاحب بہادر

مُہر

۱۳۸۰

رفعت و عوالیمرتبت محمد حشمت علی خاں تحصیلدار حضور تحصیل بعافیت باشند۔
حسب منشائے حکم بندگان حضور پر نور دام اقبالہم وملکہم تبادلہ آپ کا بمشاہرہ
ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار بعہدہ مہتمم بندوبست عمل میں آیا بجائے آپکے صاحبزادہ
احمد رضا خاں بہادر تحصیلدار سوار حضور تحصیل تبدیل کیے گئے احکام جاری ہوے
یہ پروانہ آپ سنداً رکھیں۔ مرقوم ۳۰۔ ستمبر ۱۹۰۲ء

نقل روبکار اجلاس ہز ہائینس جناب نواب صاحب بہادر دام اقبالہم وملکہم
والی ریاست رام پور مورخہ ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۰۶ء

۲۳۹۲ مُہر

بہ تقریب سالگرہ مابدولت باقبال بصلۂ حسن خدمات اہلکاران مفصلہ تحت احکام عطیہ تمغہ حامدیہ و ترقی تنخواہ و مناصب جاری کئے جاتے ہیں۔

تمغۂ حامدیہ۔ منشی حسن رضا خاں حاکم صدر۔
حاجی محمد ہادی حسن خاں سپرنٹنڈنٹ ذات خاص۔
کپتان مہر شاہ خاں۔ کمانڈنگ توپخانہ وایڈیسی۔
حافظ احمد علی خاں۔ افسر کارخانجات۔

ترقی متعلق فوج۔ خان بہادر کپتان محمد فتحیاب خاں کو میجر کا رینک عطا ہوا

اضافہ تنخواہ متعلق سول

نام	تنخواہ موجودہ	اضافہ
خان بہادر منشی احمد حسین چیف مجسٹریٹ	ما صہ	ہہ
سید مرتضیٰ سپرنٹنڈنٹ پولس	ما صہ	صہ
منشی حشمت علیخاں مہتمم بندوبست	ما صہ	صعہ
رسالدار محمد محمود علیخاں ناظم	مار	صہ
منشی راج بہادر دیوان صدر	ما صہ	صعہ

حسب وضاحت صدر احکام ضابطہ جاری ہوں اور روبکار ہذا درج گزٹ غیر معمولی ہو فقط

محکمۂ عالیہ صدر ریاست رامپور۔ واقع یکم ماہ اگست ۱۹۱۳ء

مُہر

نقل روبکار بحکم اجلاس ہمایوں حضور پُر نور دام اقبالہم وملکہم۔

چونکہ خاں بہادر منشی احمد حسین چیف مجسٹریٹ نے یوم تقرر سے خدمات متعلقہ محنت و مستعدی سے پسندیدہ طور پر انجام دیں

اور اب بوجہ ضعف و پیرانہ سالی وہ سبکدوشی کے مستدعی ہیں اور اُنکی جگہ دوسرے انتظام کی ضرورت ہی۔ لہذا بنظر پرورش و بلحاظ خدمات دیرینہ پچاس ؎۵۰ روپیہ کی پنشن پر اُنکی سبکدوشی اور بجاے اُنکے حسب صراحت تحت انتظام منظور کیا جاتا ہی

۱۔ منشی حشمت علیخاں مہتمم بندوبست باضافہ پچیس ؎۲۵ روپیہ ماہوار چیف مجسٹریٹ مقرر کیے جائیں اُن کو وہی اختیارات عطا کیے جاتے ہیں جو خان بہادر منشی احمد حسین کو حاصل تھے۔

۲۔ محکمہ بندوبست کا کام منشی سید محمود حسن اسسٹنٹ ریونیو سکرٹری کے متعلق کیا جاے اور علاوہ بندوبست کے کام کے صاحب ریونیو سکرٹری بہادر جو کام وقتاً فوقتاً سپرد کریں وہ بھی انجام دیں۔

۳۔ منشی حشمت علی خاں مہتمم بندوبست کو اختیارات مجسٹریٹی اسپیشل سرسری جو بصورت خاص حاصل تھے آئندہ قائم رہیں۔ بجاے اُن کے دوسرا انتظام کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

سارٹیفکٹ جنرل اعظم الدین خانصاحب بہادر مدار المہام رامپور

Hashmat Ali khan is an old resident of Rampur. His family is considered one of the rich-est and most respectable here.

Several high appointments are held by his relatives. His father is an assistant member of council. I have known Hashmat Ali khan person-ally for a long time. He is clever and as his intelligence shows will make a very good Govt: Police officer.

ترجمہ

حشمت علی خاں قدیمی باشندہ رام پور ہیں۔ ان کا خاندان بہت دولتمند اور نہایت معزز ہے۔ چند بڑے عہدوں پر ان کے اعزہ ملازم ہیں۔ ان کے والد اسسٹنٹ ممبر کونسل رام پور ہیں۔ میں بذات خاص ان کو عرصہ سے جانتا ہوں۔ یہ ہوشیار اور فہیم ہیں اور گورنمنٹ انگریزی میں پولس کے لئے موزوں ہیں۔

سارٹیفکٹ محمد اسحاق خاں صاحب بہادر مدار المہام ریاست رام پور مورخہ یکم جون ۱۹۰۰ء

Mohammed Hashmat Ali Khan Tehsildar of Sadar has worked under me for the last 4 years and from what I saw of him and his work I was able to form a good opinion of both. He is a good executive officer and as a judicial officer his recessions have stood the test of appeal. I never had occassion to find fault with him.

محمد عظمت علیخاں تخلص عظمت فرزند دوم اصغر علیخاں

ولادت بمقام رام پور بتاریخ ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ ہوئی۔ یوم ولادت سے وظیفہ خوار ریاست تھے۔ فارسی درسی کتابیں مولوی حسن علی خاں مرحوم۔ مولوی ولی محمد خاں بسمل سے پڑھیں۔ عربی کی کتابیں شرح ملا تک مختلف علما سے پڑھیں۔ پھری گتکہ استاد میر محمد خاں مرحوم سے۔ اور کشتی اُستاد تفضل حسین خاں سے سیکھی۔
گھوڑے کی سواری برچھیتی استاد مدد علی خاں اور رسالدار فیاض خاں اور جنگی خاں مرحوم سے سیکھی۔

اس زمانہ میں رام پور اہل کمال کا مخزن تھا۔ شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ ریاست کی طرف سے مشاعرہ ہوتا تھا۔ ان کو بھی شاعری کا شوق ہوا۔

نواب مرزا خاں داغ دہلوی کے شاگرد ہوے۔ روزانہ چند سال تک مغرب سے دس گیارہ بجے شب تک ان کی صحبت میں رہتے تھے۔

جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی بزرگانہ شفقت فرماتے تھے۔ ان کے فرزند اکبر جناب منشی محمد احمد صاحب مینائی سے بھائی چارہ تھا۔ وہاں بھی آتے جاتے تھے۔

اِن کا کلام سب محفوظ ہی۔ ہنوز طبع نہیں ہوا ہی۔

۲۵۔ ستمبر ۱۸۸۰ء میں سواروں کے رسالہ ششم میں جمعداری پر تقرر ہوا قاعدہ کے موافق فوجی خدمت انجام دیتے رہے۔

۲۲۔ اپریل ۱۸۸۲ء کو جناب مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر رام پور تشریف لائے۔ اِن کی مہمانداری محمد اصغر علی خاں صاحب مرحوم کے سپرد ہوئی۔ کل خاندان اس خدمت میں مصروف تھا۔

مہاراجہ صاحب بہادر بدری ناتھ کے تیرتھ کو رام پور سے گئے اور براہ نینی تال پھر رام پور میں واپس آئے۔ حافظ مبارک علی خاں مرحوم اور عظمت علی خاں مرحوم

نینی تال میں مہانداری پر مقرر تھے۔ جو تاریخ داخلہ نینی تال کی مہاراجہ صاحب نے مقرر کی تھی اُس تاریخ کو مغرب کے بعد تک مہاراجہ صاحب نہیں پہونچے۔ سب کو تشویش ہوئی کہ راہ میں کوئی حادثہ نہ ہوا ہو۔ اُس روز بارش شدید ہو رہی تھی عظمت علی خاں گھوڑے پر سوار ہو کر اُس بارش اور اندھیری رات میں تنہا بدری ناتھ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور رات کے بارہ بجے مہاراجہ صاحب کے کیمپ میں پہونچ گئے۔ مہاراجہ صاحب بارش کی کثرت کی وجہ سے راہ میں مقیم ہو گئے۔ عظمت علی خاں کی اطلاع ہوئی۔ اُسی وقت سامنے بلایا۔ اور اُن کی اِس ہمت پر آفریں کی۔ وہ بالکل پانی میں تر تھے۔ لباس اپنے پاس سے دیکر بدلوایا۔ اور شب واپس نہیں جانے دیا۔ دو پہاڑیوں کو خط دیکر اُسی وقت نینی تال کو بھیجدیا۔ یہ جواں مردی ان کو اِس قدر پسند آئی کہ رام پور آکر جناب نواب خلد آشیاں بہادر سے اِن کو مانگ لیا اور اپنے ہمراہ اندور لے گئے۔

اندور میں جب پہونچے تو مہاراجہ صاحب نے سرکاری مکان رہنے کو دیا اور تیس روپے یومیہ مہانداری کے مقرر ہو گئے۔ رام پور سے کچھ اور لوگ بھی انکے ساتھ عظمت علیخاں کے والد اور چچا کی سفارشی گئے تھے۔ ان میں عبدالعزیز خاں مرحوم بھی تھے اِن کو مہاراجہ صاحب نے فوج میں جگہ دیدی۔ اور مختلف محکموں میں اور لوگ بھی ملازم ہو گئے۔

عظمت علی خاں نے خود مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر سے عرض کیا کہ تیس روپے یومیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو ملازم ہوں اسلیے میرے لیے دس روپے یومیہ کافی ہیں۔ چنانچہ اِن کے دس روپے یومیہ مقرر ہوئے۔ اور مجسٹریٹ درجۂ اول کے مقرر کئے گئے۔ طبیعت رسا تھی۔ ذہن صاف تھا۔ ایک سال کے اندر اندر مرہٹی زبان کو اس طرح حاصل کیا کہ بے تکلف لکھنے پڑھنے لگے۔ اندور کی کل عدالتوں

اور دفاتر میں اس وقت مرہٹی زبان تھی۔
کچھ عرصہ کے بعد سول جج مقرر ہو گئے۔ مہاراجہ سیواجی راؤ ہلکر سے بعہد ولیعہدی انتہائی خصوصیت تھی۔ جب سیواجی راؤ ہلکر مسند نشیں ہوئے تو ان کو کارخانجات کا افسر مقرر کیا۔ افسر کارخانجات کے سامنے چوبدار چلتا ہے۔ کارخانجات کے دفاتر میں بہت سی خرابیاں تھیں اُنکو دور کیا۔ رات کو مہاراجہ صاحب اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے۔ دن میں باورچیخانہ سے روزانہ خوان آتا تھا۔
کچھ مدت تک مہتمم بندوبست رہے۔ اس کام کو اسطرح انجام دیا کہ ریاست اور رعایا دونوں میں نیک نام رہے۔
پھر نماڑ کے صوبہ مقرر ہوئے۔ کھرگون اور منڈلیشر میں دس بارہ سال صوبہ رہے۔ کھرگون میں ان کے نام پر عظمت بازار اب تک آباد ہے۔ منڈلیشر میں نربدا کے کنارہ ریاست کی شاندار کوٹھی ہے۔ صوبہ کے لئے علیحدہ مکان ہے۔ مگر ریاست نے اِنکے قیام کے لئے کوٹھی کی اجازت دیدی تھی۔ ان کے تجویز کئے ہوئے سرکلر اب تک اندور کے صیغۂ مال میں بطور قانون جاری ہیں۔ ریونیو کا صیغہ اندور میں بہت ہی خراب تھا۔ مگر انھوں نے ہر شاخ میں اصلاحیں کی۔
بقایا سرکاری برسوں سے کاشتکاروں کے ذمہ چلی آتی تھی اس کے وصول کے لئے مقرر ہوئے تو چالیس لاکھ روپے سرکاری بہ آسانی وصول کئے اور ریاست سے انعام پایا۔
افیون کی کاشت سے اندور کی بڑی آمدنی تھی۔ جب اس کی کاشت میں حکماً کمی کی گئی تو عظمت علی خاں نے دربار کو متوجہ کیا۔ اور روئی کی کاشت کو ترقی دی۔ سب سے پہلا کاٹن پریس انھیں کی سفارش سے کھولا گیا اور اسکے بعد جا بجا کاٹن پریس قائم ہوئے۔

مہاراجہ سیواجی راؤ ہلکر نے اپنے فرزند کے حق میں ریاست سے دست برداری کی۔ کونسل قائم ہوئی۔ بوزنکٹ صاحب رزیڈنٹ ہوے۔ مولوی علی حسن صاحب وزیر مال ہوکر باہر سے آئے۔ اور لوگوں نے عظمت علی خاں کی طرف سے مولوی علی حسن صاحب کو بھڑکایا۔ عظمت علی خاں نے ان کی ماتحتی میں رہنے سے انکار کیا اور دھدپور کو تبادلہ کرالیا۔ یہ صوبہ خالصہ تھا۔ اور مولوی صاحب کے اختیارات سے باہر تھا۔ دھدپور کو جاتے وقت رزیڈنٹ بوزنکٹ صاحب سے ملنے گئے۔ رزیڈنٹ نے دریافت کیا تم کب آئے اور کیونکر آئے۔
تبادلہ دھدپور کا حال بیان کیا۔ رزیڈنٹ نے مولوی صاحب کو بلاکر دریافت کیا کہ آپ نے تبادلہ کس کے حکم سے کیا۔ انھوں نے کارباری صاحب کے حکم کا حوالہ دیا۔ بوزنکٹ صاحب نے تبادلہ کے احکام مسترد کئے اور حکم لکھا کہ نماڑ کے صوبہ کا کام عظمت علی خاں سے بہتر کوئی اور نہیں کرسکتا ہے۔
بوزنکٹ صاحب رزیڈنٹ کے دورہ کے نوٹ سنہ ۱۸۹۰ء کی نقل سے جو ان اوراق میں شامل ہے معلوم ہوگا کہ وہ کسقدر اُن کی خدمات سے خوش تھے۔
اسی طرح سارٹیفکٹ نانا مورو جی وزیر ریاست اندور مورخہ ۱۳۔ اگست سنہ ۱۸۸۶ء اور سارٹیفکٹ کے۔ سی۔ بیدر گروزیر اندور مورخہ ۷۔ مارچ سنہ ۱۸۹۲ء اور سارٹیفکٹ ۲۱۔ جون سنہ ۱۸۹۶ء بخشی کھمان سنگھ وزیر اندور اور سارٹیفکٹ ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا مورخہ ۲۵۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء متعلق مردم شماری سے انکی حسن کارگزاری کی حالت معلوم ہوسکتی ہے۔
جب تک مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر اول زندہ رہے۔ جناب نواب خلد آشیاں ضروری امور کی عظمت علی خاں کے ذریعہ سے مہاراجہ صاحب کو اطلاع فرمایا کرتے تھے اور خاص خاص باتیں یوں ہی طے ہوا کرتی تھیں۔

تحفہ تحائف جانبین سے آتے رہتے تھے اسکے متعلق جناب منشی امیر احمد صاحب مرحوم کی ایک تحریر عظمت علی خاں کے نام کی موجود ہی۔ چونکہ یہ رازداری کے امور میں اس لئے اِسکو نقل نہیں کیا جاتا ہی۔

ہمت بہت عالی اور دل کے بہت قوی تھے۔ صوبہ نماڑ میں مقام چکل دہ میں بھیلوں نے سرکشی کی۔ قرب وجوار میں قتل و ڈاکہ ڈال کر رعایا کو پریشان کردیا تھا عظمت علی خاں خود پولس کو لیکر گئے

ایک پہاڑی کے اوپر بھیلیوں نے اپنی حفاظت کرلی تھی۔ جب اُن کا محاصرہ شروع ہوا وہ فیر کرنے لگے۔ پولس کی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ عظمت علی خاں پیش قدمی کرکے خود اوپر گئے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے پولس نے جاکر گرفتاری شروع کی۔

سنادو میں ایک شخص شیر لیکر آیا اور وہ پنجرہ میں جاکر شیر سے لڑتا تھا۔ یہ تماشا شروع ہوا۔ صوبات کے کل حکام اور شہر کے بڑے چھوٹے سب جمع تھے۔ شیر بگڑ کر پنجرہ سے باہر نکل آیا اور عظمت علی خاں کی کرسی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ مجمع میں ہل چل پڑگئی اور سب لوگ بھاگ گئے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔

مہاراجہ سیواجی راؤ ہلکر ریاست سے دست برداری کے بعد بڑواہہ میں رہتے تھے۔ یہ مقام داخل صوبہ عظمت علی خاں تھا۔ یہ کبھی کبھی مہاراجہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ کل ملازموں کی ہمارے پاس آنے کی ممانعت ہی تم کو خوف نہیں ہی۔ عرض کیا کہ میں ہر حالت میں نمک خوار ہوں۔ اگر اس قصور پر کوئی موقوف کردیگا گھر کو چلا جاؤنگا۔

مہاراجہ صاحب سیواجی کبھی کبھی خود بھی ان کے پاس دفتر میں آجاتے تھے۔

اور اکثر میوہ وغیرہ بھیجتے تھے۔

عظمت علی خاں کی یہ جبلی عادت تھی کہ جو کوئی ان کے پاس جاے وہ خود کبھی اسکو یہ نہیں کہتے تھے کہ چلے جاؤ۔ دسترخوان پر روزانہ ہر وقت بیس پچیس آدمی ہوتے تھے۔ جن کو کپڑے کی ضرورت ہوئی ان کو کپڑا بنوا دیا۔

سیواجی راؤ ہلکر نے ان کو دو اڑھائی لاکھ روپے کا نقد و جنس دیا مگر وہ سب صرف کر دیا۔ کوئی جائداد پیدا نہیں کی وہی موروثی حصہ جائداد کا ہی جو ٹنک میں ملا تھا حسن مراعات اور مروت کا یہ حال تھا کہ ایک ملازم کو ایک ہزار روپے کے نوٹ دیکر بازار کو بھیجا۔ انھوں نے آکر کہدیا کہ وہ جیب سے نوٹ جاتے رہے سنکر خاموش ہو گئے۔ اور ملازم کی تسلی کی۔

ابتدا میں جناب عباس علی خاں صاحب مرحوم امروہوی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوے۔ اندور جاکر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حسن اعتقاد ہوا اور مولانا محمد امیر صاحب مرحوم خلیفہ شاہ عبدالرزاق لکھنوی سے ارادت ہوئی۔

اجمیر میں خواجہ غریب نواز کے مزار میں وضو کے لئے سقایہ بنوائے اور تا زندگی اسکے مصارف ادا کرتے رہے۔

کئی برس سے ذیابطیس تھا۔ اسکا علاج بھی کرتے رہے۔ ٹناٹڈ کے علاقہ کی آب و ہوا گرم ہی اسکا اثر صحت پر بہت برا ہوا۔ پانوں میں جوتے سے خفیف زخم ہوا۔ اسکی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ دو ہفتہ میں اسکی حالت خطرناک ہو گئی۔

صوبہ سے اندور خاص میں آئے اپنی اراضی میں جہاں مکان بنانا تجویز کیا تھا۔ کیمپ لگایا گیا۔ اور ڈاکٹر رابرٹس اور ڈاکٹر کھنڈوار کرنے عمل جراحی کیا زخم روز بروز خراب ہوتا چلا۔ برادرد کا معظم علی خاں بیرسٹر ولایت میں بغرض تعلیم گیا ہوا تھا

انتقال سے ایک روز قبل امتحان بیرسٹری کی کامیابی کا تار آیا۔ اُسی وقت فاتحہ شکر پڑھا۔ مٹھائی تقسیم کی۔ ۶۔ نومبر ۱۹۰۶ء کو اندور میں انتقال ہوا۔ تکوگنج کی سڑک پر جو پلاسیہ کا تکیہ ہے۔ وہاں مسجد کے سامنے دفن کیا۔

منشی امیر اللہ تسلیم نے تاریخ کہی۔

بجوارِ جناں تسلیم رضواں گفت تاریخش ‏ ‏ ‏ رئیسِ جم حشم آمد امیر کامراں آمد
۱۳۲۴ھ

مرحوم نے معظم علی خاں بیرسٹرایٹ لا حال ملازم اندور۔ مسعود علی خاں تحصیلدار ریاست اندور اور مظفر علی خاں طالب علم ڈاکٹری اور ایک لڑکی اہلیہ مولانا محمد علی صاحب آکسن مالک ہمدرد و کامریڈ وارث چھوڑے۔

معظم علی خاں مرحوم کے انتقال کے بعد ہندوستان کو ولایت سے واپس آئے۔ اندور جاکر رزیڈنٹ مسٹر بوزنکٹ سے ملے۔ اُنھوں نے ملازمت دینا چاہی مگر انکار کر دیا۔ انھیں بیرسٹری کرنا تھی اسلیے ان کے والد کی خدمات کے لحاظ سے پانچ ہزار روپے ریاست نے دئے تاکہ بیرسٹری شروع کریں۔

مہاراجہ سیواجی راؤ ہلکر کے حضور میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا عظمت علی خاں کی علالت کا حال ہمیں معلوم نہیں ہوا ورنہ ہم ان کو دیکھنے جاتے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ تم پھر آؤ گے تو ہم تمھارا ہاتھ مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر رئیس حال کے ہاتھ میں دیدینگے۔

Testimonials given to Mr. Azmat Ali Khan
Durbar Officer of Indore

13th August 1888

I have known Mr. Azmat Ali Khan for nearly two years. He belongs to a high and respectable family of Rampur Bareli. He has successively held two responsible offices at Indore, that of Chief Magisterate and that of the City civil judge and each of these capacities has given entire satisfaction to the Durbar. He is a good Persian scholar and possesses a fair knowledge of Colloquial Marathi. He has a keen perception and strong common sense which he has invariably brought to bear on the performance of his various duties, as I can testify from his numerous proceedings which have come under review in the usual course of business before the Durbar. His manners in private life are straight forward and courteous, as I have great pleasure in certifying. (Sd) Nanamoragi

Minister of His Highness Maharaja Holkar

The Palace Indore
27th March 1892

My dear Mr. Azmat ali Khan

Having Completed the tour of H.H. The Mahraja Holkar's Rampura District in your Company I feel bound to write & tell you how hard working, useful and intelligent I found you. Ameens were absent on leave both on Narayan gad and Manasa; and I do not think I could possibly have got on as well as I did but in your willing and effective co-operation. I found your Knowledge of the Rampur District very extensive as well as very accurate. Your acquaintance with the intricacies of the Mahal accounts served as a corrective check upon the performances of the cunning Daftardars, and your persistently hard work with me in the fields and villages aided me materially in carry out the wishes of H.H. The Maharaja Holkar.

I trust your work will be appreciated by our August Master and all others who may require your services.

Yours very truly
K.C. Bedarkar, Minister.

Malpura, Ajmere
21st June 1896

My dear Azmat ali Khan Saheb

I was very glad to see you when you Called on me the other day on your way to Ram-pur.

As you had served the Indore State for about 14 years and we passed most of that time together, I therefore take this opportunity to review your Career briefly. H.H. The late Maharaja Tukojee Rao brought you to Indore in 1882 as you belonged to one of the most respective family of Rampore.

You were already a Persian Scholar and shortly after you arrived at Indore, you made yourself quite fimiliar with Marahti which is the Court languge of Indore. You held various Judicial & revenue posts of high rank there and I am glad to say that you discharged your duties with great tact, ability & straight forwardness. You worked with great Zeal & loyalty and gave every satisfaction to your superiors both as a judge

and as a Subha, and it is my firm belief that if you are instructed with any work of any importance you will discharge it creditably. In short I have the greatest confidence in your ability and honesty.

Your very Sincerely
Bukhshi Khooman Singh
C. S. I.
Late Minister of H. H. The Maharaja
- Hotkar

Central India Census 1901

This certificate is presented to Munshi Azmat Ali Khan Subha of Nimsar by order of the Honourable the Agent to the Governor-General in Central India as a mark of appreciation in recognition of excellent and willing service render-ed in the Census Operation of 1901.

Sd. Captain
Superintendent Census operator
in Central India

Indore
25th April 1903

Extract from the Resident at Indore's Inspection
- notes.

The Subha Mr. Azmat Ali Khan needs no special mention. He accompanied me everywhere and to thank him for making my tour a pleasant one. He has the interests of the State at heart; and his knowledge of the District and the attention he has bestowed on the various measures for developing it make his opinion valuable.

I am much indebted to Mr. Azmat ali Khan for my pleasant trip in Nimsar, the comfort of which was largely due to his preparations while its interest was greatly enhanced by his local experience which he freely placed at my disposal.

No. 242 of 1906
Dated Durbar Revenue Department Indore
The 23rd February 1906

Forwarded to the Subha of Nimsar for information.

By order
Secretary Durbar Rev: Department

یوسف علی خاں فرزند سوم محمد اصغر علی خاں

ولادت رام پور میں تاریخ ۱۱ محرم ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ع ہوئی - فارسی کی تعلیم پائی - تھوڑی انگریزی بھی پڑھی سنہ ۱۸۹۳ع میں عظمت علی خاں صوبہ اندور نے طلب کیا اور اندور کی تیسری رجمنٹ سواروں میں کپتان کے عہدہ پر تقرر ہوا - اور بعد ترقی پاکر کمانڈنٹ مقرر ہوئے تین سو روپے تنخواہ تھی - سنہ ۱۹۰۸ع میں اندور سے پنشن پاکر رام پور چلے آئے - اعلیٰ حضرت بندگان عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر خلد اللہ ملکہٗ و اقبالہ نے مجسٹریٹ درجۂ سوم کے عہدہ پر مقرر فرمایا - اسکے بعد میونسپل سکرٹری مقرر ہوئے - اخیر میں صیغۂ اسٹامپ سپرد تھا - ذیابیطس کا مرض لاحق ہوا - ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۱۴ع کو انتقال ہوا - اور مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار میں دفن ہوئے -

ان کے احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا - اور خاطر و تواضع میں بہت اہتمام کرتے تھے - سپاہیانہ کام میں بہت کمال تھا - محمد فاروق علی خاں - عثمان علی خاں دو لڑکے یادگار ہیں -

احمد علی خاں فرزند چہارم محمد اصغر علیخاں
مؤلف تذکرہ ہذا

رام پور میں ولادت ۱۰ شعبان سنہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۳۱ جنوری سنہ ۱۸۹۳ع شنبہ کے دن ہوئی - ابتداءً کلام اللہ حفظ کیا اور پھر فارسی تعلیم بقدر نصاب مقررہ مولوی حسن علی خاں مرحوم - میر شجاعت علی صاحب مرحوم - مولوی فضل الرحمن خاں صاحب مرحوم ریاضی داں اور مولوی عبد الحمید خاں صاحب مرحوم سے حاصل کی -

بموجب پروانہ حضرت نواب خلد آشیاں مورخہ دوم اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ع نمبر ۴ - رسالہ ہشتم سواران میں جمعدار ہوا - کئی سال قواعد وغیرہ کی - محمد عظمت علیخاں مرحوم کی وجہ سے

جناب مہاراجہ سیواجی راؤ ہلکر نے اندور طلب فرمایا۔ حضرت نواب خلد آشیاں کے حکم سے اندور گیا۔ ۶۔ اگست سنہ ۱۸۹۷ء کو اول پلٹن اندور میں کپتان مقرر ہوا دو سال تک اِس خدمت کو انجام دیا۔ اُس زمانہ میں گوالیار اور اندور کی فوج بہتر سمجھی جاتی تھی۔ قواعد بالکل انگریزی فوج کے مطابق ہوتی تھی۔ دو سال کے بعد مصاحبوں میں تبدیلی ہوئی۔ سنہ ۱۸۹۹ء میں ترک ملازمت کر کے رامپور چلا آیا۔ اور یہاں اپنے گھر کے کاروبار میں مصروف رہا۔

مارچ سنہ ۱۹۰۱ء میں میرے چچا حافظ مبارک علی خاں مرحوم جنرل اعظم الدین مرحوم کے بچانے میں شہید ہوئے۔

چچا صاحب مرحوم کے فرزند کو نائب اور مرحوم کی جگہ مجھے قائم مقام منصرم نزول مقرر کیا۔ یہ بھی ملازمت ترک کی۔

عالی جناب نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر دام اقبالہ نے انتظام ریاست کی طرف بنفس نفیس توجہ فرمائی۔ تو قدیمی نمک خواروں کو جمع فرمایا۔ مجھے پرورش شاہانہ سے کتاب خانہ کا منصرم ۱۳۔ فروری سنہ ۱۹۰۲ء میں بماتحتی جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی بنایا۔ ابتداءً تیس روپے تنخواہ مقرر کی۔ اِس خدمت کو قبول کرنے میں سب عزیزوں کو انکار تھا۔ مگر مجھے کتابوں کا شوق تھا اسلیے یہی خدمت پسند کی۔ باوجود میری علمی کم مایگی حکیم صاحب موصوف نے میری ترقی کے متعلق نہایت توجہ فرمائی۔ میرے خاندان پر جناب حکیم صاحب موصوف کے احسانات کثیر ہیں۔

بموجب پروانہ ۲۶۔ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء میرے متعلق مصرف خیر۔ اوقاف۔ مرمت مساجد کا کام بھی سپرد ہوا۔ ۱۲۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء کو افسر کارخانہ جات کا عہدہ ملا۔ اور کتابخانہ کی بھی خدمت رہی۔ ۲۷۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو کمیٹی ذات خاص کا ممبر بنایا گیا۔

۲۰- فروری ۱۹۰۶ء کو مدرسہ عالیہ کی کمیٹی کا ممبر بھی مقرر کیا گیا۔
۳۱- اگست ۱۹۰۶ء کو پیشگاہ عالی سرکار دام اقبالہم سے تمغہ حامدیہ عطا ہوا۔
فی الحال کتاب خانہ ریاست اور جواہر خانہ کا نگراں ہوں سردار بڑھی کے لقب سے ملقب ہوں۔

محمد ابراہیم علیخاں فرزند پنجم اصغر علی خاں

رام پور میں ۲۲- ذی قعدہ ۱۲۹۶ ہجری کو ولادت ہوئی۔ ابتدائی فارسی تعلیم کے بعد کچھ انگریزی بھی پڑھی۔ والد مرحوم کو اُنسے بہت الفت تھی۔ اپنی پیشی کے کام میں انسے بھی کام لیا کرتے تھے۔ قانونی لیاقت اچھی ہے۔
اعلیٰ حضرت بندگان عالی حضور پرنور جناب نواب سید محمد حامد علیخاں صاحب بہادر دام ملکہم نے پرورش فرماکر نائب تحصیلداری عطا فرمائی۔ اور پھر حسن کارگزاری کی بدولت تحصیلداری پر تقرر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد خدمت سے سبکدوش ہو کر اپنا تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔ سرفراز علی خاں طالب علم بی اے کلاس اور طاہر علیخاں ان کے دو فرزند ہیں۔

محمد حامد علی خاں فرزند ششم اصغر علی خاں

رام پور میں ۲۵- شوال ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی تعلیم ہوئی۔ ابتدا اً کچھ روز تک رسالہ پولس سواروں میں جمعدار رہے۔ وہاں سے استعفا دیکر اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ سردر علی انٹرنس پاس اور سعادت علی اور شرافت علی تین لڑکے ہیں۔

محمد منصور علی خاں فرزند ہفتم اصغر علی خاں

رام پور میں ۲۰- رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی پوری تعلیم حاصل کی۔ تجارت کرتے ہیں۔

تصحیح واضافہ

تذکرۂ کاملانِ رام پور

۱

تصحیح واضافہ شعائر اللہ خاں ابن نصرت اللہ خاں صاحب کی محنت و محبت کا نتیجہ ہے۔ یہ مولوی وجیہ الدین احمد خاں صاحب کے نواسے نصرت اللہ خاں صاحب کے صاحبزادہ، ہیڈ ماسٹر خلیل اللہ خاں صاحب کے بھتیجے، فاضل علوم عربیہ اور ایم۔ اے ہیں۔ ۲۵-۳۰ سال کی عمر ہوگی، لیکن علم سے شغف گیرائی اور گہرائی ۵۰-۶۰ سال جیسی ہے۔ اللہ ان کی عمر دراز کرے اور ان سے بہتر سے بہتر کام لے۔ آج کل وجیہ الدین صاحب کے قائم کردہ مدرسہ فرقانیہ میں تدریس اور کتب خانہ دونوں کو دیکھتے ہیں۔

از

شعائر اللہ خاں

تصحیح

صفحہ/سطر	غلط	صحیح
۵/۳۴	۱۲۸۷	۱۲۸۷ھ
۱۲/۳۶	انیسویں	اُنیسویں
۱۷/۴۹	۱۲۸۲ھ	۱۲۸۶ھ
۴/۵۵	انوار	انور
۱۸/۸۲	جمال اللہ علیہ	جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۷/۱۰۰	۱۳۳۱ھ	۱۲۳۱ھ
۱/۱۰۱	زقت	رقت
۵/۱۰۵	کونسل ایجنسی	کونسل آف ایجنسی
۱۰/۱۱۷	۱۸۸۹ء	۱۳۸۹ھ
۱۲/〃	۱۲۸۰ھ یا ۱۲۸۱ھ	۱۸۸۰ء یا ۱۸۸۱ء
۱۲/۱۳۹	ساٹھ	ساتھ
۱۵/۱۴۲	درجہ کی	درجہ کے
۱۰/۱۵۱	دوسر	دوسرے
۲۱/۱۶۴	بارہ سو تینتالیس	بارہ سو تینتالیس
۱۰/۱۶۵	نواب سید	نواب
۷/۱۶۹	نے تین	تین
۳۲/۱۷۱	آدد	رد
۱۳/۱۷۶	پھٹ پورہ	بھٹ پورہ
۲۰/۱۷۷	باتی	ہاتھی
۷/۱۹۸	اور مدرسہ	مدرسہ
۱۷/۲۰۱	بعد انتقال	میں انتقال ہوا
۱۶/۲۰۳	دفتر	دُختر
۲۱/۲۱۴	شفاخا	شفاخانہ
۱۷/۲۱۶	عدر المہام	صدر المہام
۲۱/۲۱۸	یہ تفصیل	بہ تفصیل
۸/۲۲۱	ستاسی	سوستاسی
۱۷/۲۲۲	پہلے	پہلے
۸/۲۲۳	ردیف، دار الاساتذہ	ردیف وار اساتذہ
۸/۲۳۳	کٹہر	کٹھیر
۳/۲۵۲	عثمان	عثمان

صفحہ/سطر	غلط	صحیح
۳/۲۵۷	جنۃ المعلّٰی	جنۃ المعلیٰ
۲۱/۲۸۵	ملاعزت	ملاغیرت
۲۰/۲۸۸	غلام حید	غلام حیدر
۸/۳۰۵	مدین	متدین
۲۱/۳۱۱	آثار الصنادید	اخبار الصنادید
۱۱/۳۲۲	چھ	چھ
۱۵/〃	محمد نبی	محمدی کا
۱/۳۳۰	مستقل	منتقل
۲/۳۴۵	بخشی کے گھر	بخشی کے گھر
۱۵/۳۵۰	الشرجین	الشرحین
۱۷/۳۵۲	اسرار احدیث	اسرار واحدیت
۱۷/۳۷۰	سے	یہ
۱۹/۳۹۳	پھر اسپر سے	پھر اسیر سے
۵/۴۴۳	مولا	مولانا
۲/۴۴۷	کہا	کہاں
۱/۴۵۱	۱۳۸۵ھ	۱۲۸۵ھ
۵/۴۵۶	لڑکی پانچ	لڑکا کو پانچ
۱۹/۴۵۷	انتقال کے رام پور	انتقال کے بعد رام پور
۱۰/۴۵۹	بگڑ	بگرد
۱۳/〃	اک	ایک
〃	دایم کے	دایم کو
۵/۴۶۰	سانھ	ساتھ
۱۳/〃	کھینے ... جھکے	کھینے ... جھکے
۱۳/۴۶۱	نواب	نواب
۱۳/۴۶۲	بر	پر
۱۰/۴۷۸	دیگر	دیکر
۵/۵۳۷	یک	یک

اضافہ

• ص ۲ محمد ابراہیم خاں کے ذکر میں یہ عبارت بڑھادی جائے :— "۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۵۴ء کو انتقال ہوگیا اور مزار شاہ ولی اللہ صاحب واقع گھر ضیاء النبی میں دفن ہوئے۔ ابراہیم علی خاں ببر تسلیمی نے "چشمۂ نور رحمت سبحان" بحوالہ مقصود احمد خاں پسر موصوف مادۂ تاریخ کہا۔
(۱۳۷۳ھ)

• ص ۱۴/۵ شاہ ابوسعید کے احوال میں تاریخ وفات " بارہ سو پینتالیس ہجری (۱۲۴۵ھ) دی ہے۔ صحیح سال ۱۲۵۰ھ ہے۔

مصرع تاریخ یہ درج ہے : " ستون محکم دین نبی فتاد زپا " جبکہ صحیح مصرع یہ ہے : "ستون محکم دین نبی فتادہ زپا" جس سے ۱۲۵۰ھ برآمد ہوتے ہیں (بحوالہ 'علم و عمل' جلد اوّل ص ۲۵۹۔

• ص ۷ مولوی احسان حسین کے ذکر میں یہ عبارت بڑھائی جائے : "۲۴ محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو کلیر شریف میں انتقال کیا (بحوالہ 'دبدبۂ سکندری' مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء)۔

• ص ۲۶ - میاں احمد علی شاہ احمد کے ذکر میں یہ عبارت بڑھادی جائے :— "آپ کے دیوان کے اب تک تین نسخے دریافت ہوئے ہیں۔ (۱) افضل نامہ موجودات کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ رامپور اس نسخہ کی ترتیب کا کام راقم الحروف وزارت ثقافت نئی دہلی کے تعاون سے کر رہا ہے۔ (۲) نام نامہ موجودات کتب خانہ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سٹی، یہ نسخہ بخط سید نظام شاہ نظام ہے۔ (۳) مثنویات احمد اس نسخہ میں بیشتر حصہ مثنویات پر مشتمل ہے اور بظاہر بخط مصنف ہے جیسا کہ خط اور حواشی سے اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دیمک خوردہ نسخہ اور دستیاب ہوا ہے جو کافی ضخیم ہے۔ لیکن ابھی اس کی دوسرے نسخوں سے مطابقت نہیں کی گئی ہے جس سے کہ صحیح اندازہ ہو کہ یہ زاید کلام ہے یا مذکورہ نسخوں میں سے کسی کی نقل ہے"

صاحبِ تذکرہ نے میاں صاحب کا سال وفات بارہ سو بیاسی درج کیا ہے۔ لیکن اصل سال وفات بارہ سو اکیاسی ہے۔ کیونکہ مزار پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس کا مادہ یہ ہے : "ذات میں ملے"
(۱۲۸۱ھ)

سطر ۱۳ پر یہ عبارت درج ہے : " نظام نے اپنے مکان میں دفن کیا " حقیقت یہ ہے کہ یہ مکان حضرت احمد کا ذاتی تھا۔ اس کی اصل ملکیت کی دستاویز موجود ہے۔

سطر ۱۴ و ۱۵ پر یہ عبارت درج ہے۔ " میاں نظام شاہ تا حیات خود متولی مزار رہے۔ ان کے بعد حاجی تمیز علی اور ان کے بعد مولوی وزیر محمد خاں متولی ہوئے " لیکن سلسلۂ تولیت اصل میں یوں ہے : " (۱) خان محمد خاں مانجھ (م ۱۹۰۲ء)۔ (۲) شاہ جی محمد نور خاں (م ۱۸۹۵ء)، (۳) وزیر محمد خاں وزیر (م ۱۹۲۵ء) بحوالہ حالات مشائخ از سردار شاہ خاں و کارروائی مقدمہ تنازعہ تولیت مابین وزیر محمد خاں و سید سکندر شاہ

۱۹۱۲ء عدالت عالیہ رام پور مملوکہ راقم الحروف۔

• سطر ۱۷ پر یہ عبارت درج ہے "مگر اب مدت سے اس مزار پر قوالی اور رنڈیوں کا ناچ ہوتا ہے مریدوں نے سیاہ لباس کو شعار بنالیا ہے۔" اصل قصہ یوں ہے کہ ۱۹۱۰ء میں ایک آزاد منش سید سکندر شاہ نے یہ حرکات زبردستی شروع کی تھیں لیکن ۱۹۱۲ء میں عدالت عالیہ رام پور نے سید سکندر شاہ کو مقدمہ کے بعد مزار باہر کیا اور متولی مولانا وزیر محمد خاں صاحب نے ان لغویات سے مزار مبارک کو پاک و صاف کر دیا۔ حافظ احمد علی خاں شوق نے ان لغویات کے ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ انھیں وزیر محمد خاں صاحب سے کچھ عداوت تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں دستاویزات عدالت عالیہ رام پور ۱۹۱۲ء مملوکہ راقم الحروف۔

• ص ۳۸، مولوی اشفاق احمد کے حال میں یہ عبارت بڑھادی جائے: "۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۶ء تک مدرسہ عالیہ میں مدرس رہے، ۳۰ جنوری ۱۹۷۹ء کو رام پور میں ہی انتقال ہوا۔"

• ص ۴۹، اکبر علی خاں کے ذکر میں سال وفات ۱۳۰۲ھ تحریر ہے، جبکہ صحیح سال محرم ۱۳۰۱ھ ہے (بحوالۂ نذر عرشی مرتبہ مالک رام)۔

• ص ۵۲، مولوی الہ داد کے ذکر میں یہ عبارت بڑھادی جائے "آپ بعد ۱۸۲۰ء سے ۱۸۵۹ء تک مدرسہ عالیہ کے مدرس رہے"

• ص ۵۲، حکیم سید محمد الیاس کی تاریخ وفات ۱۱ فروری ۱۹۵۳ء (بحوالۂ فہرست مخطوطات اردو، رضا لائبریری رام پور جلد اول /۱۹۱)۔

• ص ۵۵، پر تخلص انواد درج ہے، جبکہ صحیح تخلص انور ہے۔

• ص ۶۲، امیر مینائی کے ذکر کے ذیل میں ان کے فرزند اکبر کے احوال میں اضافہ کیا جائے: "منشی محمد اصغر کا تخلص مریز تھا، ان کا انتقال ۷ ستمبر ۱۹۳۳ء کو رام پور میں ہوا، اور باغ میاں محمد عاشق صاحب واقع بلاسپور گیٹ میں دفن ہوئے۔"

• ص ۶۷، محمد امین قادری کی تاریخ وفات ۱۲۰۱ھ/ ۸۷-۱۷۸۶ء (بحوالۂ انتخاب منصور، مرتبہ نذر الحسن خاں)

• ص ۶۸، اولاد حسین شاداں بلگرامی کے ذکر میں اضافہ: "۱۹۴۸ء میں بعمر ۷۹ سال رامپور میں انتقال ہوا۔"

• ص ۸۴، ملا بہاؤ الدین۔ "۱۴ محرم ۱۳۱۹ھ کو وفات رام پور میں ہی ہوئی اور محلہ مدرسہ کہنہ میں دفن ہوئے۔ مزار گنبد دار موجود ہے۔" (بحوالۂ کتبۂ مزار)۔

• ص ۱۱۸، ذکر مولوی سید حیدر علی میں مندرجہ ذیل تاریخ وفات تحریر کی جائے: "مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۸۵۶ء" (بحوالۂ علم و عمل جلد اول مرتبہ ایوب قادری ص ۶۹)۔

• ص ۱۳۸، ذکر ریحان حسین میں تاریخ وفات وغیرہ بڑھائی جائے: "مورخہ ۳۰ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کو انتقال ہوا، اور مولوی ارشاد حسین صاحب کے احاطہ واقع محلہ کھاری کنواں میں دفن کئے گئے۔"

• ص ۱۴۳، مولوی رشید النبی مجددی کا سالِ وفات یہ ہے: "۱۸۵۷ء" (بحوالہ رجسٹر وفیات رضا لائبریری، رام پور)

• ص ۱۵۰، مولوی سراج الدین احمد خاں ولد جلال الدین احمد خاں کا سال وفات یہ ہے: "۱۹۱۲ء" (بحوالہ فہرست مخطوطات اُردو، ص ۴۴۱)

• ص ۱۵۴، مولوی سعید الدین محمد مجتبیٰ خاں کے ذکر میں یہ عبارت بڑھائی جائے: "مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء، مطابق یکم شعبان ۱۳۵۴ھ کو انتقال ہو گیا" (بحوالہ رجسٹر وفیات رضا لائبریری، رام پور)

• ص ۱۵۸، پر مولوی سلام اللہ کی تاریخ وفات یہ ہے: "جمادی الاخریٰ ۱۲۲۹ھ" (بحوالہ تذکرہ علمائے اہل سنت، مرتبہ محمود احمد قادری، ص ۱۰۳، ناشر خانقاہ اشرفیہ اسلام آباد ضلع مظفر پور (بہار)

• ص ۱۵۹، سیف الدین بلخی کے ذکر میں: "غالباً تیرہ سو پانچ ہجری" کو قلم زد کر کے ۱۸۹۶ء/۱۳۱۳ھ بڑھایا جائے۔ (بحوالہ رام پور اسٹیٹ گزٹ جلد ۸، شمارہ ۱۴، مورخہ ۶ اپریل ۱۸۹۶ء)

• ص ۱۶۴، سید شاہ صاحب کے ذکر میں تاریخ وفات درج نہیں۔ میں نے ان کے بیٹے سید حسن شاہ محدث کا حال دیکھا تو اس میں لکھا ہے کہ والد کے انتقال کے وقت سید حسن شاہ محدث کی عمر کل ۹ برس کی تھی۔ سید حسن شاہ کا سال ولادت "غالباً ۱۲۲۶ھ" ہے اس لئے ۱۲۲۶ھ میں ۹ جوڑ دیے جائیں تو ۱۲۳۵ھ ہوتے ہیں لہٰذا سید شاہ صاحب کا سال وفات غالباً ۱۲۳۵ھ ہو سکتا ہے۔

• ص ۱۶۷، سید شاہ محمد کے حال میں ان کے اور بیٹے کی شہادت جنگ دوجوڑہ میں جتائی گئی ہے۔ جنگ دوجوڑہ ۱۷۹۴ء/۱۲۰۹ھ میں ہوئی تھی لہٰذا یہ سال بڑھا دیا جائے۔ تاکہ سال وفات بآسانی معلوم ہو جائے۔

• ص ۱۷۱، مفتی شرف الدین کا سال وفات یہ ہے: "۱۸۵۲ء" (بحوالہ علم و عمل جلد اوّل ص ۹۶)

• ص ۱۷۲، پر شیر محمد علوی کا ذکر ہے، لیکن تاریخ وفات نہیں ہے۔ مولوی عبد القادر (مؤلف وقائع عبد القادر خانی) نے انھیں دیکھا نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر محمد وقائع کی تالیف (۱۸۳۱ء) سے کافی پہلے وفات پا چکے تھے۔

• ص ۲۳۰، ذکر مولوی عبد الغفار خاں میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "۳ اپریل ۱۹۳۰ء مطابق ۴ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ کو وفات ہوئی، اور احاطہ مزار مولوی ارشاد حسین صاحب واقع محلہ کھاری کنواں میں مولوی سلامت اللہ صاحب کے ہم پہلو دفن کیا گیا۔ (بحوالہ دبدبۂ سکندری، مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ء)

• ص ۲۵۲، مولوی حکیم عبد الہادی خاں کے ذکر میں (جو ص ۲۵۲ سے جاری ہے) آخر میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: جس کا نام "کلیات وفا" ہے۔ ان کے بیٹے مولوی عبد الاحد خاں عرف رحمٰن میاں بیٹے سے ملنے پاکستان گئے اور وہیں ۸۵ء میں وفات پائی۔

• ص ۲۵۲، محمد عثمان خاں قیس کے ذکر میں (جو ص ۲۵۲ سے جاری ہے) آخر میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "ایک کتاب فارسی میں موسیقی نام کی بھی ہے، جو مطبع نولکشور سے ۱۸۷۴ء میں ۱۶ صفحات پر طبع ہوئی ہے۔"

• ص ۲۵۹/۹ پر عبارت "نواب فردوس مکاں کے عہد میں" کو یوں پڑھا جائے: "نواب فردوس مکاں کے عہد (۱۸۵۵ء - ۱۸۶۵ء) میں"

• ص ۲۹۳ مولوی غلام حضرت خاں حاذق کی تاریخ وفات یہ لکھی جائے: "۷ نومبر ۱۹۲۷ء کو مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ" (بحوالہ دبدبۂ سکندری مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۷ء)۔

• ص ۳۱۶/۱۵ مولوی فرحی نے "سفرنامہ مرتب کرکے دو جلدوں میں مشتہر کیا" کو یوں پڑھا جائے: "سفرنامۂ سیر حامدی مرتب کرکے دو جلدوں میں مشتہر کیا"۔

• ص ۳۱۶ مولانا فرحی ہی کے ذیل میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ کو رام پور میں وفات ہوئی اور احاطہ مزار بغدادی صاحب میں دفن کیے گئے" (بحوالہ دبدبۂ سکندری مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء)۔

• ص ۳۱۷ مولوی فضل حق رام پوری کے ذکر میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "مرحوم نے ۲ جنوری ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ کو رام پور میں وفات پائی اور قبرستان مسجد گھر مرداں خاں نزد مدرسہ مطلع العلوم میں تدفین ہوئی"۔ بحوالہ دبدبۂ سکندری رام پور، مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۰ء

• ص ۳۲۴، ذکر حکیم فتح یاب خاں انگر میں یہ عبارت بڑھائی جائے گی: "۱۹۱۴ء یا ۱۹۱۵ء میں بمقام چلسرہ (مونگیر) انتقال ہوا" (بحوالہ تلامذۂ غالب صفحہ ۲۷)

• ص ۳۳۸، شاہ کمال الدین کے حال میں دو سطریں لکھی گئی ہیں، دراصل یہ شاہ کمال الدین وہی صاحب ہیں جن کی عرفیت بھورے میاں ہے۔ بھورے میاں کا حال ص ۸۶ پر موجود ہے۔ جمع الکرامات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں پر ان کا نام قلم زد کیا جائے۔

• ص ۳۵۴، ملا محمد حسن کے حال میں لکھا ہے کہ "تقریباً ۶۰ سال ہوئے کہ انتقال کیا"۔ کتاب فتح المبین مرتبہ منصور علی مرادآبادی میں ایک فتوی کی تصدیق پر ایک مہر ہے جو یوں ہے [محمد حسن ۱۲۹۹] ۱۲۹۹ھ کا عیسوی سنہ ۱۸۸۱ء برآمد ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ملا محمد حسن ۱۸۸۱ء تک بہر حال زندہ تھے۔ کتاب "فتح المبین" اصح المطابع لکھنؤ سے ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی ہے۔

• ص ۳۶۱ مولوی محمد علی بن مولوی وزیر احمد کے ذکر میں یہ عبارت بڑھائی جائے: "علمی دنیا میں بہت نام پیدا کیا خصوصاً درس و تدریس میں۔ والد کی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جو اب کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ رام پور کی زینت ہے۔ آخر عمر تک مدرسہ انوار العلوم کے اہتمام و انصرام میں مصروف رہے۔

افسوس کہ ۱۹۴۰ء میں انتقال ہو گیا۔ اور گویا تالاب پر بابو اسد علی خاں کی گلی والے قبرستان میں دفن ہوئے" (بحوالہ مولانا افضال الحق صاحب)

• ص ۳۶۲، محمد علی خاں اثر کے ذیل میں یہ عبارت بڑھائی جائے: "آپ ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں اثر تخلص تھا۔ پہلے جلیل مانک پوری اور بعدہٗ آرزو لکھنوی سے اصلاح لی۔ ۱۹۶۳ء میں وفات پائی اور گھیر نجو خاں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کی کتابوں کے نام یہ ہیں: (۱) وطن کا گیت (مطبوعہ)؛ (۲) مقدمہ مسدس بینظیر (مطبوعہ)؛ (۳) ارمغان پارس (مطبوعہ)؛ (۴) تذکرۂ شعرائے رامپور (غیر مطبوعہ)؛ (۵) ترجمہ وہب الجمال اردو (غیر مطبوعہ)۔ ان کے علاوہ بہت سے مضامین ماہنامہ آجکل دہلی، نیا دور لکھنؤ۔ اور اردو ادب وغیرہ میں بکھرے ہوئے ہیں۔" (بحوالہ محمد علی خاں اثر از فرید ناز مشمولہ ماہنامہ وطن تحریر رام پور، ماہ ستمبر ۱۹۸۱ء)۔

• ص ۳۷۱، ذکر سید محمد مشتاق صاحب میں تاریخ وفات بڑھایئے: "۱۶ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ" (بحوالہ سید محمود شاہ نسیم رامپوری)۔

• ص ۳۷۸، مولوی محمد نبی خاں معجز کے ذکر میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "موصوف نے ۶ اگست ۱۹۲۷ء کو رام پور میں ہی انتقال کیا اور اپنے خاندانی قبرستان محلہ اصطبل قریب شفا خانہ مسجد کے برابر دفن ہوئے۔ بحوالہ ڈائری محمد علی خاں سکریٹری مدرسہ جامع العلوم فرقانیہ رام پور۔ حضرت معجز کے کلام کا کچھ حصہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔"

• ص ۴۰۷، ذکر مولوی معوان حسین میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "وفات ۹ جولائی ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو ہوئی اور مولوی ارشاد حسین صاحب کے احاطۂ مزار میں ہی دفن کیا گیا، جو محلہ کھاری کنواں پر واقع ہے۔" بحوالہ دبدبۂ سکندری مورخہ ۷ اگست ۱۹۳۳ء۔

• ص ۴۱۳، ذکر مولوی نجم الغنی خاں میں یہ عبارت بڑھا دی جائے: "یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو بریلی سے رام پور آتے ہوئے اثنائے راہ میں انتقال کیا اور مزار شاہ درگاہی صاحب کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔ مولوی رشید احمد خاں رشید نے یہ تاریخ نکالی: ؎

گفتمش بہر تاریخ رشید ❊ رفت با وصل سوئے جنت
۱۳۵۱ھ

(مقالہ نجم الغنی خاں، از حکیم محمد حسین خاں شفا، مطبوعہ ناظم پریس رام پور، ۱۹۷۲ء)۔

• ص ۴۳۶، "شاہ رفیع الدین دہلوی کے پوتوں میں ہیں۔" صحیح یہ ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے پوتوں میں ہیں (بحوالہ علم و عمل جلد اول صفحہ ۷۶)

• ص ۴۵۲، مولانا ہدایت اللہ خاں کے ذکر میں: "مولانا کے چلے جانے کے بعد رام پور آئے" اس عبارت کو یوں پڑھا جائے: "مولانا کے چلے جانے کے بعد ۱۸۵۷ء میں رام پور آئے۔"

• ص ۵۳۸، عبد العلی خاں کے حالات میں جو (۵۳۷ سے جاری ہے) "علی برادران" شوکت علی خاں اور محمد علی خاں کا ذکر ہے۔ شوکت علی خاں کی تاریخ وفات ۲۷ نومبر ۱۹۳۸ء اور محمد علی خاں

کی وفات ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کا اضافہ کر دیا جائے۔

• ص ۵۵۸، احمد علی خاں کے حالات میں یہ اضافہ کر دیا جائے: "کہ انھوں (حافظ علی خاں شوق مؤلف تذکرہ کاملان رام پور) نے ۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ کو چہار شنبہ کے دن وفات پائی اور احاطہ درگاہ میاں محمد امیر شاہ صاحب واقع محلہ جھنڈا میں دفن کیے گئے"۔ (بحوالہ دبدبۂ سکندری یکم جنوری ۱۹۳۴ء)۔

• ص ۳۰۶، قمر الدین جاتی: م ۲۷ رمضان ۱۲۹۸ھ (کتبۂ مزار) والدہ کے برابر مسجد غیاث اللہ میں دفن ہوئے۔

• ص ۱/۳۳۰، کریم اللہ خاں کے فرزند رشید اللہ خاں نے دسمبر ۱۹۳۹ء میں وفات پائی (بحوالہ فہرست ارمغان رضا لائبریری ص ۳۸۳)

۵۵

تصحیح واضافہ

تذکرۂ کاملانِ رام پور

۲

• حکیم محمد حسین خاں شفا طب، عربی، فارسی، اُردو کے فاضل ہیں۔ رضا لائبریری میں کیٹلاگر ہیں اور متعدد کتابچوں اور مضامین کے مصنف ہیں۔

از

حکیم محمد حسین خاں شفا

• ص ۲/ محمد ابراہیم صاحب عرف نوشہ خاں کے فرزند مقصود خاں ہیں، جن کے مریدوں کا حلقہ وسیع ہے۔

• ص ۸/۸-۱۰ غفلت کا قلمی دیوان اور رامائن کا ترجمہ قصہ رام و سیتا رضا لائبریری میں موجود ہے۔

• ص ۸/۹ خود فاخر نے ۶۴ لکھی ہے۔ ۱۹/۸ ملاحظہ: ان کے حالات "گلزار صابری" میں ملتے ہیں۔

• ص ۱۳/۹ بانوے برس۔

• ص ۱۶/۹ "تحفۃ الجنان" کے مخطوطات رضا اور دفتر تائیر میں موجود ہیں۔

• ص ۱۰- احمد خاں عبداللہ خاں کے بیٹے نہیں بھائی تھے۔

• ص ۱۲ میر عوض الحسینی ضیا تخلص م ۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء (بحوالہ وفیات)

• ص ۱۲-۱۳ حکیم احمد رضا لکھنوی نے بقول 'اختر شاہنشاہی' ۱۸۸۴ء میں ایک اخبار احمدی کے نام سے نکالا تھا۔

• ص ۱۶/۵- صحیح ۱۲۳۹ھ۔

• ص ۱۵/۲۲ مرزا محمد جان۔

• ص ۱۹/۲۹ صحیح تاریخ وفات ۱۲۷۹ھ نہیں ۱۲۶۵ھ ہے۔

• ص ۲/۳۰ ——— ان کا ایک قلمی کتابچہ رسالہ احمدی دربیان مقامات محمدی رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔

• ص ۱۳/۳۸ تیرہ سو۔

• ص ۳۸-۲۹ مولوی اشفاق احمد نے ۱۹۷۹ء میں وفات پائی۔ آپ کی ایک تصنیف تسہیل القرآن

• ص ۹/۵۱

• ص ۵۲ مولوی الہداد طالب: یہ بحوالہ نزہۃ الخواطر ۳/۷۰ طالب ملا حسن فرنگی محلی کی ایک باندی کے بطن سے تھے۔ یہ بیان رام پور کے کسی فاضل کی روایت پر مبنی ہے جس کا نام صاحب نزہت الخواطر نے نہیں لکھا۔ مکتوب مفتی رضا انصاری صاحب: صاحب نزہۃ الخواطر کے محتاط قلم سے یہ نام جارحانہ شہادت قابل اعتبار نہیں۔

• ص ۵۲-۵۳ حکیم الیاس م ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء

• ص ۱۲/۶۶ اور بھی تصانیف ہیں۔

• ص ۶۷ مولوی سید انصار حسین: م ۱۲ ستمبر ۱۹۵۲ء در چکوال ضلع جہلم پاکستان (بحوالہ مکتوب سید محمد سالم صاحب، کندرکی)

• ص ۶۷ حکیم بایزید پر راقم کا مقالہ معارف اعظم گڑھ میں جون ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا ہے۔

- ص ۴/۸۲ اسعد
- ص ۸۸ مولوی جعفر علی خاں فرزند ڈاکٹر مختار علی خاں م ۸ر جنوری ۱۹۵۱ء (بحوالہ عرشی صاحب) ان کے فرزند امتیاز علی خاں عرشی م ۲۵ر فروری ۱۹۸۱ء۔
- ص ۷/۹۰ ایک دختر اکبری بیگم ۱۹۴۵ء تک حیات تھیں۔
- ص ۹۵ میاں آتی صاحب کا ۱۳۴۹ھ انتقال ہوگیا۔ ان کے سجادہ محمود میاں نسیم ہیں۔
- ص ۱۰/۱۰۰ حبیب احمد حسیب احمد (بحوالہ انتخاب یادگار ص ۱۱۲)
- ص ۱۰۷ ناصر خاں ولد نجابت خاں۔ ان کا ذکر پھر ص ۴۰۷ پر بھی —— ایک جگہ سے قلمزد سمجھا جائے۔

- ص ۱۱۴ حسین علی خاں شاداں: م ۷ر ستمبر ۱۸۸۰ (بحوالہ تلامذہ غالب دوسرا ایڈیشن ص ۳۰۱)
- ص ۱۱/۱۱۵ مولوی حفظ اللہ اور حفظ یندہ
- ص ۱۱۹ مولوی حیدر علی م ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ
- ص ۱۲۱۔ حکیم حیدر علی خاں والد حکیم سبحان علی خاں والد حکیم نزاکت علی خاں عرش محلہ کرہ جلال الدین
- ص ۱۲۲۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب م ۱۲۷۳ھ مصنف تحلیل ما احل اللہ
- ص ۱۳۵۔ رافت کا سال وفات ۱۲۴۹ھ ہے۔ اگر یہ ۱۲۴۰ھ میں فوت ہوئے ہوتے تو دار البیضا کیسے لکھتے جو ۱۲۴۸ھ کی تالیف ہے۔
- ص ۱۴،۱۴/۱۳۵۔ ۱۲۴۰ھ سال وفات اور ۱۲۴۸ھ سال تکمیل تفسیر میں تضاد۔ صحیح سال وفات ۱۲۴۹ھ
- ص ۱۴۷۔ حکیم محمد ساجد خاں: م ۱۲۰۸ھ مدفون در قصبہ جھنجھانہ (بحوالہ الفرقان شیخ الحدیث نمبر ۱۹۸۱ء ص ۷۹)
  مفتی محمد سعد اللہ صاحب کی سر رسید سے خط کتابت تھی ان کے بہت سے رسائل رضا لائبریری میں ہیں۔
- ص ۸/۱۵۰۔ کلب علی خاں فائق کا بیان ہے کہ ایک لڑکے حافظ نور الدین احمد صاحب تھے جو ایک عرصے تک سبحے پور میں ملازم رہے اور ۱۹۲۹ء میں رام پور میں وفات پائی۔ احاطہ مزارات شاہ میاں میں دفن ہوئے۔ ان کی ایک دختر سبحے پور میں ہیں جس کا نام زہرہ بیگم ہے۔ سراج الدین احمد خاں کی ایک لڑکی کی شادی مولوی محمد عالم بیگ کے لڑکے مرزا محمد ہاشم بیگ صاحب سے ہوئی۔ مولوی سراج الدین صاحب اپنے نواسے مرزا محمد کاظم بیگ سے بہت محبت کرتے تھے۔ مولوی صاحب کے انتقال کے وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ وہ انھیں اسکول بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ آج کل ماسٹر محمد کاظم صاحب بی اے بی ٹی اسی اسکول میں ریاضی کے استاد ہیں"۔ فائق صاحب کا مذکورہ بیان ۹ر نومبر ۱۹۴۵ء کا ہے (کاظم صاحب اور دوسرے اہل خاندان ۱۹۵۱ء کے آس پاس پاکستان چلے گئے)
- ص ۱۵/۱۵۰۔ ترجمہ فتاوائے عالمگیری کا مخطوطہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ چونکہ نول کشور نے ایک اور ترجمہ پہلے شائع کردیا، اس لیے یہ رام پوری ترجمہ شائع نہ ہوسکا۔
  مولوی سراج الدین، گزٹ ۱۹ر مارچ ۱۹۰۰ء سے معلوم ہوتا ہے فارسی کے مدرس تھے۔

• ص ۳/۱۵۱ - ۱۲۰۸۷۹ھ میں بعہد نواب محمد علی خاں انتقال ہوا۔

• ص ۱۵۶ - حکیم سعید الرحمٰن خاں م ۱۹۲۹ء مدفون گھیر فتح خاں (بحوالہ شفیق الرحمٰن خاں صاحب محرر جنگی)

• ص ۶/۱۵۸ - حسنات الاخیار میں نہ معلوم کس سند سے مولوی سلام اللہ صاحب کا سال وفات ۱۲۲۹ھ لکھا گیا ہے۔ مگر روزنامچہ عبدالقادر خانی سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

• ص ۱۵۸ مولوی سلام اللہ ۔۔۔ ۱۲۲۹ھ حدیقۃ الحنفیہ میں ان کا تذکرہ ہے۔

• ص ۱۰۹ - مولوی سیف الدین خاں کی جگہ تقرر شفیع الرحمٰن گزٹ ۱۶ اپریل ۱۸۹۶ء۔

• ص ۱۶۹ - مولوی شاہ علی خاں والد مولوی رفیق صاحب متوفی ...... رفیق صاحب کے لڑکے فضل الرحمٰن صاحب ہیں۔ رفیق صاحب کی طرح مجذوب عالم ہیں۔

• ص ۱۷۰ - مفتی شرف الدین: تقسیم نامہ جائداد (واقع کوچہ آتش بازاں موسوم بہ گھیر عبدالرحمٰن خاں) زوجہ عبدالرحمٰن خاں اور ان کے برادر محمد یار کی زوجہ مسماۃ منصف بیگم کے بارے میں ہے۔ یہ ۱۱ر شعبان ۱۲۶۱ھ کا مکتوب ہے۔ اس پر مفتی شرف الدین کی مہر ہے: "عمدۃ العلما شرع متین مولوی شرف الدین ۱۲۵۴ھ" (کلب علی خاں فائق)

• ۱۷۱ - مولوی شرف الدین م ۱۲۶۸ھ

• ۱۸۷ - قاضی غلام رسول: دروازہ کلاں گھیر ملکیان رام پور کی بابت ایک مقدمہ ۱۲۴۲ھ میں ہے۔ اس پر بھی ان کی مہر ۱۲۲۳ھ کی موجود ہے۔ (بحوالہ کلب علی فائق)

• ۲/۱۸۷ - مولوی محمد احسن م ۱۲۳۱ھ کی ایک تحریر ... مولوی نور الحسن ... ہے۔

• ۲۰۳ - مولوی عبدالرحمٰن خاں نجم الغنی کے خاندان سے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کے نام جو خط مذکور ہے اس کی اصل سوانح نجم الغنی مخطوطہ عبدالسلام کلکشن میں شامل ہے۔

• ۲۱۳ - ملا عبدالرحیم خاں بتفصیل دیکھو راقم کا مقالہ عبدالرحیم ایک مجاہد الحسنات رامپور۔

• ۲۲۷ - مولوی عطاء اللہ خاں ایف اے: م ۲۰ر نومبر ۱۹۲۸ء نماز جنازہ سلیمان اشرف صاحب پروفیسر دینیات علی گڑھ نے پڑھائی۔ مسجد جنوں والی خسرو باغ کے متصل قبرستان میں دفن کیا گیا (بحوالہ سید دلدار علی صاحب مولانا مرحوم)۔

• ۲۳۴ - مفتی عبدالقادر صاحب کا شجرہ غلط ہے۔

• ۲۵۳ - قاری سید علی حسین۔ ان کے لڑکے حکیم سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب معالجۃ الاطفال فارسی در سنن ابن ماجہ کے دیباچہ میں والد کا نام علی حسن لکھا ہے۔

• ۲۵۷ - حکیم علی حسین خاں کا تاریخ وفات ۱۲۶۲ھ غلط ہے۔ ان کی کتاب میزان الادویہ ۱۲۸۱ھ کی تصنیف ہے۔

• ۳/۲۷۵ - 'اشراق الخیال' سے ۱۲۷۴ھ برآمد نہیں ہوتے اگر الف لام کو بھی جوڑا جائے۔

• ۵/۲۷۶ ح ۱۲۳۳

• ص ۲۷۸ - 'دہلی صحیح نہیں یہ واقعہ لکھنؤ کا ہے۔

• ص ۲۹۵ - قاضی غلام رسول: دروازہ کلاں گھیر ملکیاں رام پور کی بابت ایک مقدمہ ۱۲۳۴ھ میں ہوا تھا اسی پر انکی ۱۱۲۲ھ کی مہر ثبت ہے اور لکھا ہے کہ بموجب حکم خود گواہی خواہاں ثبت نمودہ شد۔ یہ بیان کلب علی خان فائق کا ہے جنھوں نے مقدمے کے کاغذات دیکھے تھے۔

• ص ۱۲/۳۰۰ - ۱۲۰۵ھ کے بجائے غالباً ۱۲۲۵ھ (کیوں کہ نائب ریاست نصراللہ خاں کی وفات ۱۲۲۵ھ کے بعد احمد علی خاں نے اختیارات حکومت سنبھالے۔

• ص ۱۷/۳۰۰ - روزنامچہ عبدالقادر کی تالیف تک زندہ تھے۔

• ص ۱۵/۳۰۵ - نورالنبی کو نورالاسلام پڑھا جائے۔

• ص ۴/۳۱۲ - ۱۱۷۹ھ کو ۱۲۷۹ھ پڑھا جائے۔

• ص ۳۲۰ - سید فضل حق تحریک ۱۸۵۷ء کی اہم شخصیت ہیں۔ ان کا ذکر غدر سے متعلق کاغذات میں کثرت سے آتا ہے۔

• ص ۷/۳۳۳ - ۴۴ افغان: سے عدد ۱۱۵۷ھ نہیں ۱۳۱۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

• ص ۱۷/۳۳۵ -

• ص ۵-۶/۳۳۶ - ۱۷۰۰ء تاریخ پیدائش۔ یہ غالباً ۱۸۰۰ء کی تصحیف ہے۔ سال وفات ۱۸۵۴ء ہے۔

• ص ۳۳۸ - حاجی گل محمد وفا: ان کی ایک کتاب شرح مکاتبات علامی رضا لائبریری میں ہے۔

• ص ۳۷۶ - مولوی محمد یحیٰ خاں: م ۱۹۵۳ء/ ۱۳ رمضان ۱۳۷۲ھ، مدفون در قبرستان مسجد کمال زئی محلہ کندہ

(بحوالہ عرفان علی خان صاحب نواسۂ مولانا مرحوم)

• ص ۳۷۹ - حاجی منور علی محدث م ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

• ص ۳۸۲ - مولوی محمود: ان کا ذکر تاریخ فرخ آباد (قلمی) ص ۳۵۸ پر بھی ہے۔ کچھ مدت فرخ آباد میں رہے۔

• ص ۳۸۵ - پیر جی مرتضیٰ خاں م ۲۸ محرم ۱۲۹۸ھ

• ص ۴۰۳ - مولوی موسیٰ خاں، راقم نے رضا لائبریری میں ان کے قلم کا لکھا ہوا نواب حامد علی خاں کی شان میں ایک قصیدہ دیکھا ہے جس میں اپنے کو شاگرد غالب لکھا ہے۔

• ص ۴۱۵ - مولوی نصیر الدین۔ سطر ۵ پر نورالاسلام صاحب کا شجرہ غلط ہے، صفحہ ۴۳۶ پر بھی غلط ہے۔ عبدالحق صاحب کی اولاد سے تھے۔

• ص ۴۲۵ - مولوی نذیر احمد خاں م ۱۳۲۲ھ

• ص ۴۳۶ - مولوی نورالاسلام: بقول جناب فائق صاحب ایک قرآن پر ان کی ۱۲۱۵ھ کی مہر موجود ہے۔

• ص ۴۵۰ - حکیم خواجہ محمد ہادی رضا خاں تخلص ماہر: صحیح تاریخ پیدائش ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۸ء م ۲۰ جون ۱۹۴۳ء درد دیر یلی مدفون در قبرستان حیدر گنج لکھنؤ (بحوالہ تذکرۂ عزیزی مؤلفہ حکیم ظل الرحمٰن ص ۱۳۴۶ تا ۳۴۴)

• ص ۴۵۶ - حکیم مولوی محمد یوسف خاں تخلص یوسف م ۱۳۴۹ھ (= ۱۹۲۲/۲۲ء) (بحوالہ وفیات)

• ص ۵۵۲ معظم علی م ۱۰ اگست ۱۹۴۱ء

کاملان رامپور کے لئے مزید مواد کے واسطے

- فہرست وفیات: (رضا لائبریری رام پور)
- تذکرۂ شعرا: از کلیم رامپوری (مخطوطہ، رضا لائبریری)
- رام پور کا ماحول شعر و سخن: از راز یزدانی (نگار ۵۵-۱۹۵۸ء)
- رام پور کا ادبی اسکول: از کلب علی خاں فائق (معارف اکتوبر ۱۹۵۵)
- اردو شاعری کا تیسرا اسکول: از تجمل حسین خاں، کراچی
- تذکرۂ صوفیائے رام پور: از شمس الدین میلاد خواں، ۱۳۰۱ھ (مخطوطہ صولت لائبریری رامپور)

علما کے لئے: نزہۃ الخواطر

اطبا کے لئے: تذکرہ خاندان عزیزی از حکیم ظل الرحمٰن

شیوخ خاندان محمد علی کے لیے:

- تاریخ امروہہ: از محمود عباسی، ۱۹۳۰ء
- علم و آگہی، کراچی: محمد علی نمبر
- رسائل، حدیقہ حامدی، تہذیب، نیرنگ، اور اخبارات میں مضامین اور کلام
- اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور
- تاریخ المدائح

جناب شاہ محمد اسمٰعیل کاکوی
خدابخش لائبریری، پٹنہ

تصحیح و استدراک

مفتاح الکنوز جلد اوّل

فی تصوف:

صفحہ	ہینڈ لسٹ نمبر	
۱۲۸	۱۲۸۱	الارشاد الیافعی، کیٹلاگ ج ۱۳، نمبر ۹۰۸ پر یہ "الارشاد والتطریز" کے نام سے مذکور ہے۔
۱۲۹	۱۲۸۴	"انفاس الخواس" کو "انفاس الخواص" پڑھا جائے۔
"	۱۲۸۷	البوارق النوریۃ: مصنف کا نام عبدالحمید بن معین الدین بن محمد ہاشم التبریزی (۱۱ویں صدی ہجری)
"	۱۲۹۰-۱۲۹۱	تعبیر الرؤیا لمحمد بن سیرین (م ۱۱۰ھ = ۷۲۸ء) اور تعبیر القادری للشیخ ابی سعید نصر بن یعقوب الدینوری (۵ ویں صدی ہجری): ان دونوں کتابوں کا تعلق تصوف سے نہیں، علم تعبیر الرؤیا سے ہے۔
۱۳۲	۱۳۰۷	ذوارف اللطائف: شارح: علی بن احمد بن علی بن احمد المہائمی (م ۸۳۵ھ) سن کتابت: ۱۱۵۳، کیفیت: شرح عوارف المعارف، از نمبر ۱۳۵۰ تا نمبر ۱۳۵۲۔
"	۱۳۰۹	رسالہ فی تحقیق بیان معنی الروح: برلن کیٹلاگ نمبر ۱۷۳۲ کے حوالہ سے، اس رسالہ کا نام "التسویہ" معلوم ہوتا ہے (لائبریری کیٹلاگ ج ۱۳، نمبر ۸۴۹)
"	۱۳۱۰	رسالۃ فی التصوف: مصنف کا نام اس طرح ہے: محمد بن سید محمد الگدائی القنوجی الرسولداری (۱۱ ویں صدی ہجری)، سن کتابت: قبل ۱۱۸۸ھ
"	۱۳۱۱	رسالۃ فی التصوف: لائبریری کیٹلاگ، جلد ۱۳ نمبر ۸۵۸ پر یہ مخطوط "الوصیۃ" کے نام سے مذکور ہے۔ مصنف کا پورا نام: موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی م ۶۲۰ھ = ۱۲۲۳ء
"	۱۳۱۲	رسالہ فی التصوف = (الرسالۃ فی التوکل .Lib. cat)، مصنف: عیسیٰ بن عبدالرحیم (قاضی در احمد آباد م ۹۸۲ = .Lib. cat)، سن تصنیف ۱۰۱۵ھ
"	۱۳۱۳	رسالہ فی التصوف (= الرسالۃ فی طریق السادۃ النقشبندیہ = .Lib. cat)، مصنف:

صفحہ بینڈلسٹ نمبر

تاج الدین بن زکریا بن سلطان الہندی النقشبندی م ۱۰۵۰ھ = ۱۶۴۰ء۔

۱۳۳ - ۱۳۱۴ - رسالۃ فی التصوف : لائبریری کیٹلاگ جلد ۱۳، نمبر ۹۲۱ پر اس مخطوط کی تفصیل اس نام کے ذیل میں کی گئی ہے : "الرسالۃ فی اصطلاحات الصوفیہ" اور مصنف کا پورا نام یہ ہے : زین الدین ابویحیی زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری م ۹۲۶ھ = ۱۵۵۰ء

تعداد اوراق : ۵۰۔

〃 ۱۳۱۵ - رسالہ فی التصوف : مصنف کا صحیح نام یہ ہے : عثمان بن سند البصری، م ۱۲۵۰ھ = ۱۸۳۴ء۔ کیفیت : مشتمل بر مسائل تصوف، خصوصاً ملفوظات و نظریات شیخ خالد شہرزوری (م ۱۲۳۱ھ = ۱۸۱۶ء) کہ مریدش عثمان بن سند البصری (م ۱۲۵۰ھ = ۱۸۳۴ء) ترتیب دادہ بخدمت مرشدش فرستاد۔

〃 ۱۳۱۶ - کتاب کا صحیح نام : رسالۃ فی تعریب مکاتبات الامام الربانی : مترجم (محمد صالح آفندی)

〃 ۱۳۱۸ - الرسالۃ القشیریۃ : ۴۳۸ھ سال تصنیف ہے۔ اس مخطوط کی کتابت کا سال مرقوم نہیں۔ لائبریری کیٹلاگ ج ۱۳ نمبر ۸۲۸ پر یہ نسخہ مذکور ہے۔ فہرست نگار نے طرز تحریر اور کاغذ کی قدامت کی بنا پر ۵ ویں ہجری کا اندازہ کیا ہے۔

۱۳۴ - ۱۳۲۲ - زبدۃ التصوف و ارشاد سلوک التعرف ؛ مصنف : شمس الدین محمد بن شاہ ہندو بن محمد الدامغانی، کتابت : بخط مصنف (۷۷۸ھ)

〃 ۱۳۲۳ - کتاب کا پورا نام : زبدۃ الرسائل الطارقیۃ و عمدۃ المسائل الصوفیہ۔ مترجم کا تعلق ۱۲ ویں صدی ہجری سے معلوم ہوتا ہے۔

〃 ۱۳۲۸ - شرح الاسماء الحسنی : یہ مخطوط لائبریری کی توضیحی فہرست میں علم کلام کے تحت مذکور ہے اور "الکتاب فی علم الکلام" کے نام سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (لائبریری کیٹلاگ جلد ۱۰ نمبر ۵۶۴)، یہ مصنف کا خود نوشتہ نسخہ ہے (۸۱۰ھ)، اس کے کسی دوسرے نسخہ کا علم نہیں۔

۱۳۵ ۱۳۳۰ - شرح بدایۃ الہدایۃ للغزالی : شارح کا نام عبدالقادر بن احمد الفاکہی (م ۹۸۲ھ = ۱۵۷۴ء) ہے۔

صفحہ ہینڈلسٹ نمبر

۱۳۵ ۱۳۳۴ - شرح سلک العین : کتاب کا پورا نام "نور العین شرح سلک العین" ہے، مصنف کا نام عنوان بن علی بن عطیۃ الحموی (م ۹۳۶ھ) ہے، یہ عبدالقادر بن عمر بن حبیب الصفدی (م ۹۱۵ھ) کے قصیدۂ تائیہ کی شرح ہے۔

" ۱۳۳۶ - شرح فصوص الحکم : صدرالدین القونوی (م ۶۷۳ھ) کی یہ شرح "فکوک الفصوص" کے نام سے موسوم ہے۔

۱۳۶ ۱۳۳۷ - شرح فصوص الحکم : شارح کا پورا نام یہ ہے : مؤید بن محمود بن صاعد بن محمد بن محمود بن محمد بن سلیمان الجندی۔

" ۱۳۳۹ - ایضاً (شرح فصوص) : سال کتابت ۱۰۰۰ھ مرقوم ہے، تقریباً کی ضرورت نہیں۔

" ۱۳۴۰ - " : ایضاً کی جگہ "مقدمہ شرح الفصوص" ہونا چاہیے، یہ قیصری کی شرح کا مقدمہ ہے۔

" ۱۳۴۴ - شمس المعارف واللطائف المعارف : لطائف المعارف صحیح ہے، مصنف کا پورا نام یہ ہے : "محی الدین ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی" (م ۶۲۲ھ)

۱۳۷ ۱۳۴۷ - العروۃ : مصنف کا نام "السمعانی" نہیں۔ "السمنانی" ہونا چاہیے۔

۱۳۸ ۱۳۵۲ - عوارف : اوراق کی تعداد ۲۳۹ ہے، سال کتابت ۸۸۴ھ ہے، کیفیت کے تحت صوفیہ کرام کے ساتھ "گجرات" بڑھایا جائے۔

" ۱۳۵۳ - عین العلم : کیفیت کے ذیل میں بڑھائیں : "مختصر احیاء علوم الدین"

۱۳۵۴ - غنیۃ الطالبین : کتاب کا پورا نام یہ ہے: "الغنیۃ لطالبی طریق الحق" کتابت ۱۰۱۶ھ کی ہے۔

۱۳۹ ۱۳۶۰ - ایضاً (الفتوحات المکیۃ) : سال کتابت ۱۰۱۱ھ ہے۔

۱۳۶۱ - فتوح الغیب : اوراق کی تعداد ۱۲۸ سال کتابت : ۱۱۲۴ھ

" ۱۳۶۲ - ایضاً : سال کتابت : "۱۲۷۵ھ"

" ۱۳۶۶ - الفصول الفتحیہ : مصنف کا پورا نام (بحوالہ النور السافر) : حسین بن فقیہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بالحاج بافضل الشافعی الحضرمی، م ۹۷۹ھ

صفحہ ہینڈ لسٹ نمبر

١٤٠ ١٣٦٧ - قبس الانوار ... مصنف کا نام 'الندوری' نہیں 'الندرومی' ہے۔

١٣٦٨ - قوانین حکم الاشراق ... : مصنف کا نام 'التولیسی' نہیں۔ التونسی ہے (م - ٨٨٢ھ)
سال کتابت : ١٠٩٧ھ۔

" ١٣٦٩ - قوۃ القلوب ... : صحیح نام اس طرح لکھا جائے : "قوت القلوب ..."
یہ مخطوطہ الجزء الثانی پر مشتمل ہے۔ مصنف کے نام میں 'المکی' کا اضافہ کریں،
ابوطالب المکی (م ٣٨٦ھ) کے نام سے شہرت ہے۔ سال کتابت ١٠٥٧ھ ہے۔

" ١٣٧٠ - کتاب بستان العارفین : کیفیت (تصحیح) : بستان العارفین کی جگہ "کتاب البستان" ہونا چاہیے۔

١٤١ ١٣٧٤ - کتاب فی التصوف : کتاب کا نام "کتاب اللمع" ہے، مصنف کی حیثیت سے "ابونصر بشر الحافی" کا نام غلط درج ہوگیا ہے، یہ "طاؤس الفقرا ابونصر السراج" (م ٣٧٨ھ) کی تصنیف ہے۔

" ١٣٧٥ - کتاب الکنہ ... : یہ مخطوطہ دو رسائل پر مشتمل ہے : (١) کتاب الکنہ ... ق ١-٢١ = ٢١، (٢) نسبۃ الخرقۃ وشروطہا، ق ٢٣-٣٠ = ٨، دونوں رسائل ابن عربی کی تصنیف ہیں۔ کاتب دونوں کا ایک ہے اور سال کتابت ٨٧٨ھ ہے۔

" ١٣٧٦ - کتاب الوظائف : کیٹلاگ جلد نمبر ١٣، میں فہرست نگار نے نمبر ٩٣٩ پر اس مخطوطہ کی تفصیلات پیش کی ہیں اور اسے "الترجمہ" کے عنوان سے درج کیا ہے۔ فہرست نگار کی تحقیق کی بنا پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یہ خواجہ محمد پارسا (م ٨٢٢ھ) کی تصنیف فصل الخطاب کا عربی ترجمہ ہے، اور "امیر بادشاہ محمد البخاری" نے ٩٨٧ھ میں بمقام مکہ اس ترجمہ کو مکمل کیا ہے۔ اس مخطوطہ کا سال کتابت ٩٩٧ھ ہے۔

" ١٣٧٧ - کشف الاسرار ... : نام : "الاقفہسنی" نہیں "الاقفہسی" ہے (م ٨٠٨ھ)

١٤٢ ١٣٧٨ - مختصر الاحیاء : مصنف کا نام یحییٰ بن ابی الخیر بن سالم بن اسعد العمرانی (م ٥٥٨ھ) ہے۔

" ١٣٨٠ - المقابسات : ابوحیان (ح ٣٨٠ھ) کی یہ تصنیف بنیادی طور پر فلسفے سے تعلق رکھتی ہے۔

صفحہ ہینڈلسٹ نمبر

۱۴۲ - ۱۳۸۲ - ملفوظات القادریہ : الشیخ عبدالقادر الجیلانی (م ۵۶۱ھ) کے مواعظ کا مجموعہ،
یہ ملفوظ القادریہ کے نام سے موسوم ہے، یہی نام لائبریری کیٹیلاگ میں یا۔ نیز انڈیا
آفس کیٹلاگ میں ہے، برلن کیٹلاگ میں اسے "الفتح الربانی والفیض الرحمانی" کے نام
سے بیان کیا ہے اور کشف الظنون میں جلاء الخواطر کے نام سے ذکر کیا ہے،

" ۱۳۸۷ - نام مصنف : محمد علان کی جگہ محمد بن علان ہونا چاہیے۔

۱۴۴ - ۱۳۹۲ - وقایۃ السالک : یہ کتاب ق ۱۵۴ (الف) پر تمام ہوتی ہے، ق ۱۵۴ (ب)-
۱۵۹ پر رسالہ در تصوف بزبان فارسی ہے۔

جلد دوم

۵۱۴ - ۲۷۶۲ - روض العلما کی جگہ "روضۃ العلماء" ہونا چاہیے۔ مصنف نے دیباچہ میں یہی نام لکھا ہے۔

" ۲۷۶۴ - شرح کا نام "مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم" ہے۔

جلد سوم

۸۴ - ۳۰۱۱/۲ - کتاب کا پورا نام یہ ہے: "مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات" ہے اور مصنف کا
نام "الفارسی" نہیں "الفاسی" ہے۔

" - ۳۰۱۱/۳ - کتاب کا صحیح نام "سقانی الحب" ہے، جو قصیدہ خمریہ کے نام سے مشہور ہے،

" - ۳۰۱۱/۹ - کتاب کے خانہ میں "ایضاً" کی جگہ "پندنامہ" ہونا چاہیے۔

۸۶ - ۳۰۱۱/۲۲ - کتاب کا صحیح نام "عوارف المعارف" ہے۔ شہاب الدین السہروردی کے اجداد
میں ایک نام "اموریہ" لکھا ہے، صحیح نام "عمویہ" ہے۔

۸۷-۸۸ - ۳۰۱۱/۲۶ کتاب کا صحیح نام "مرآۃ المحققین" ہے۔

" ۳۰۱۱/۲۷ - کتاب "ملفوظات" نہیں، "مکتوبات بست و ہشت" ہے۔

" ۳۰۱۱/۳۲ - خاقانی کی نعت نہیں، متفرق فارسی اشعار منقول ہیں۔ جو خاقانی اور دوسرے
شعرا کے ہیں۔

" ۳۰۱۱ - ہینڈلسٹ نمبر ۳۰۱۱ میں الف نمبروں پر بیان کردہ رسالے فارسی زبان میں ہیں:

۴، ۶ - ۱۳، ۲۰ - ۲۳، ۲۵ - ۳۳، ۳۵ - ۳۸، نمبر ۵ پر اُردو اشعار ہیں۔

۸۹ - ۳۰۱۲ - شرح فصوص الحکم، از عبدالرحمٰن جامی، فارسی زبان میں ہے، اسے فارسی مخطوطات کی فہرست میں منتقل کیا گیا، دیکھیں: مرآۃ العلوم ج ۳، ص ۲۳۹، ہینڈلسٹ نمبر ۸ ۳۰۱۲۔

۹۰ - ۳۰۲۷ - طریقت نامہ، یہ رسالہ بزبان ترکی ہے۔ محمود بن فیض اللہ کاتب کا نام نہیں۔ سابق مالک مخطوطہ کا نام ہے۔

" ۴۰۷۰ - عوارف المعارف، اوراق کی تعداد ۲۵۸ ہے، سطریں ۲۹ ہیں۔

" ۳۲۲۹/۴ - منبہات ابن حجر العسقلانی: اوراق کی تعداد ۴۴ ہے

۹۱ ۳۰۷۴/ب - فصوص الحکم الجزء الثانی: یہ فصوص الحکم نہیں ہے، ابن عربی کی ایک دوسری تصنیف "الوعاء المختوم علی السر المکتوم" ہے۔

۹۲ - ۳۳۶۵ - "فصوص الحکم": یہ نسخہ ناقص الاوّل ہے۔

" ۳۷۸۲ - "رسالۃ النفرۃ الحسینیہ فی اباحۃ الفرائع الحکمیۃ" (تالیف سید علی بن سید دلدار علی لکھنوی) کا فن تصوف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا موضوع اباحت وحرمت مزرع سازی، ہے۔ اس لئے فن مناظرہ یا فقہ شیعی کے ذیل میں آنا چاہیئے، نیز یہ رسالہ عربی میں نہیں، فارسی میں ہے۔ بنا بریں اسے عربی مخطوطات کی فہرست سے خارج سمجھا جائے۔

" ۳۱۹۲/۶ - جامع الطرق البرہانیۃ فی (۱) لباس خرق فرق المشائخ الصوفیۃ الربانیۃ۔ تالیف احمد بن محی الدین بن محمد بن احمد بن حسن بن قاسم الحسینی دلوی واسطی۔

" ۳۰۶۲/۶ - "الرسالۃ فی التصوف"، یہ رسالہ ایک مجموعہ میں شامل ہے، جو فارسی اردو رسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں عربی کا مستقل کوئی رسالہ نہیں ہے۔ خطبات جمعہ کے چند متفرق اوراق ہیں۔ جن میں عربی کے ساتھ فارسی اور اُردو نظم اور نثر بھی شامل ہے۔ نمبر ۶ پر ایک رسالہ فارسی میں ہے، جو شیخ عبداللہ انصاری کا ہے۔ اس بنا پر اس رسالہ کو عربی مخطوطات کی فہرست سے خارج سمجھنا چاہیئے۔

●●

مجلّہ دانش

شعبۂ فارسی کشمیر یونیورسٹی، سری نگر

ڈاکٹر شمس الدین احمد کی ادارت میں فارسی تہذیب و ادبیات سے مخصوص اس معیاری رسالے کے اب تک ٦ (= ٩) شمارے نکل چکے ہیں۔ ایک حصّہ فارسی زبان میں مقالات کے لئے مخصوص ہوتا ہے ایک اُردو مقالات کے لئے۔ پہلے شمارے پر دسمبر ١٩٦٩ء کی تاریخ ہے، اور اب تک کے آخری شمارے پر ٨، ١٩٧٠ء۔ پرچے کے مشتملات اور معیار اس کے متقاضی ہیں کہ اسے جاری رکھا جائے۔

کشمیری شاعر: زندہ رام موبد کشیری (امیر حسن عابدی، ١)، محمد رضا مشتاق کشمیری (شمس الدین احمد، ١، ٢)، مشتاق کے ہمعصر شعرا (〃، ٢)، غنی کشمیری (〃، ٣-٤)۔

جدید فارسی شاعری: نادر- نادر پور (آصف نسیم، ٥)، فروغ فرخزاد (عبدالرحمٰن راہی، ٣-٤)، شاملو= بامداد در باغ آیینہ (آصف نسیم، ٥)۔

کشمیر میں فارسی زبان و ادب: چودھری خوش محمد ناظر کی فارسی شاعری (انوار احمد، ٣-٤) واژہ ہای فارسی در زبان کشیری (شمس الدین احمد، ٢، ٣-٤، ٥/٨-٩)، امثال و حکم فارسی در کشمیر (〃، ٢)، ضرب المثلہا و اصطلاحات مردم کشمیر (شمس الدین احمد ٣-٤/٨-٩)، چگونگی ادب و فرہنگ ایران در کشمیر (〃، ٢)، نعت ہای فارسی کہ در کشمیر رواج دارد (مرغوب، ٢)، فارسی اور شنا زبان کے اعداد (مسعود ساسون ٨-٩)، چک دور میں فارسی ادب (محمد امین قادری، ٥)، کشمیر میں فارسی ادب کی کیفیت موجودہ دور تک (〃، ٥)، سیر مختصر در ادبیات فارسی کشمیر (شمس الدین احمد، ٥)۔

کشمیری متفرقات: عقاید خرافاتی کشمیریاں (شمس الدین احمد، ٢)، خوش مزگیہا در زبان کشمیری (قاضی غلام محمد، ٢)، ایضاً (شمس الدین احمد ٣-٤)، شاہنامہ کا کشمیری ترجمہ (جی ایم ملک ٨-٩)، کشمیر کی ایک عہد آفریں شخصیت: شہمیر (مرغوب نہالی، ٨-٩)، گذارش مسافرت دہلی و کشمیر (مہدی نوردی ٣-٤)

کشمیر کے ایران صغیر کہلائے جانے کے چند پہلو (مرغوب بنہالی ۸-۹)۔

مخطوطات : بہارستان شاہی در تاریخ کشمیر (ک۔ت پنڈت) بررسی تحلیلی از نسخ خطی فارسی بہارستان شاہی سید علی (محمد صدیق نیاز مندی ۵)۔

عمومی : روزنامہ ہا و مجلہ ہای فارسی در ہند و ایران (محمد منور مسعودی ۔ ۵)، جدید فارسی نثری ادب (حسن کلام شاد ۔ مترجمہ : محمد منور مسعودی ۵)

شاہ ہمدان : • ان کے چار خط • انکی ایک غزل کا تجزیہ • وہ اور تصوف • وہ اور کشمیر • ان کی تعلیمات ہمارے دور کی روشنی میں • ان کی خانقاہ • ان کی غزلہای عرفانی • احوال و آثار • اوراد فتحیہ • اہمیت در ذخیرۃ الملوک • نظری بہ شاہکار ہای شاہ ہمدان۔ (لکھنے والے : شمس الدین احمد، آصف نسیم، محمد امین قادری، محمد منور مسعودی، غلام رسول جان، محمد صدیق ۶)۔

••

شاداب (حیدرآباد)

مدیر معین حیدری صاحب کی ادارت میں دسمبر ۱۹۸۳ء سے یہ ماہنامہ اپنے معیار کو قائم کیے ہوئے برابر نکل رہا ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے مشتملات میں کچھ قدیم تحریروں اور کچھ تراجم کے ساتھ خاصے اچھے اور دلچسپ مقالات ہر اشاعت میں مل جاتے ہیں۔ خالص ادب کے ساتھ ساتھ سفر نامہ، تذکرۂ مشاہیر، تعلیم، اخلاق، مذہب، تہذیب، سائنس اور معلوماتی موضوعات پر مفید چیزیں شائع کی جاتی ہیں۔ مقالے مختصر ہوتے ہیں لیکن معیاری۔ ایک خصوصی نمبر، قومی یکجہتی نمبر کے نام سے نکلا ہے اور ایک اور خصوصی نمبر خواتین نمبر کے نام سے اور ایک نوجوانوں کا خصوصی نمبر، تینوں نمبر مفید ہیں — تازہ ترین نمبر خواجہ حمیدالدین شاہد نمبر خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ یاروں نے کتنی دور بسائی ہیں بستیاں، خواجہ صاحب پورے حیدرآباد اور اس کی تہذیب کو پاکستان میں منتقل کیے ہوئے ہیں

اخبار اُردو (اسلام آباد)

مدیر : ڈاکٹر وحید قریشی)۔ خوبصورت کتابت، روشن طباعت سے آراستہ، دیدہ زیب، مفید پرچہ جولائی ۱۹۸۱ء سے شائع ہو رہا ہے اور تحریک اُردو زبان، اُردو استعمال، اُردو توسیع اور کبھی کبھی اُردو ادبیات کے بارے میں اس میں معیاری مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ پہلے کراچی سے نکلتا تھا، اب جنوری ۱۹۸۴ء سے اسلام آباد سے نکلتا ہے۔

••

ڈاکٹر کلیم سہسرامی

مراسلات

صفیر بلگرامی اور نصر پھلواروی کے بارے میں

خدابخش لائبریری جرنل کے ۲۵/۲۴ شمارے میں "غزلیات صفیر بلگرامی کے تحت" صفیر بلبل کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں کا مطالعہ اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ "صفیر بلگرامی کی بیاض" کے عنوان سے "غالب نامہ" (دہلی - جولائی ۱۹۸۴ء) میں اسی قسم کا ایک مطالعہ میں نے بھی پیش کیا ہے، جس سے غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی صفیر کے کلام کی نشاندہی کی جاسکتی ہے، میرے یہاں صفیر کے ۱۴ خمسوں کا تذکرہ ہے اور اس میں چار خمسوں کا۔ ۲۴ ویں شمارے میں حضرت نصر پھلواروی کے کلام پر تفصیلی تبصرہ اور محاکمہ قابل تحسین ہے۔ لیکن اس کی زبان خامیوں سے خالی نہیں؛ صرف چند مثالیں پیش ہیں: (۱) مضمون کی پہلی اور پندرھویں سطر میں "علوم وعرفان" کی ترکیب، پہلا لفظ جمع اور دوسرا واحد ہے۔ (۲) صفحہ ۱۱۵ پر ۱۸ ویں سطر میں "ذات محمدیؐ پر بے پناہ اعتماد اپنی انتہا کو پہنچ گیا" بے پناہ اعتماد کی جگہ "انتہائی عقیدت" ہونا چاہیے۔ (۳) نظریات کے اعتبار سے 'وحدۃ الوجود' کا نظریہ صوفیانہ شاعری کا ایک جزو لاینفک بن چکا ہے" (صفحہ ۱۱۹ سطر ۱۱) اس جملے سے "نظریات کے اعتبار سے" اور آخر میں "بن چکا" ہٹا دیا جائے تو معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بعض تحقیقی اور ادبی مسائل کی طرف بھی توجہ نہیں دی گئی ہے۔ مثلاً ص ۱۱۶ کی آخری سطریں ہیں: "حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ایک نعت پر حضرت نصر کی دو تضمینیں ملتی ہیں" یہ بات اب پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ جو دیوان خواجہ معین الدین چشتی سے منسوب ہے وہ ان کا نہیں۔ اس کے اصل مصنف معین الدین واعظ مسکین ہیں۔ دوسرا قابل توجہ لفظ اس جملے میں "تضمین" کا ہے۔ ص ۱۱۷ پر حضرت معین الدین اور حضرت نصر کے جو مطلع ایک ہی زمین اور ایک ہی قافیے ردیف میں ہیں، انھیں تضمین سے کس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ص ۱۲۱ اور ص ۱۳۲ پر حافظ، خسرو، اور فرد کے کلام کی زمین میں حضرت نصر کا جو کلام پیش کیا گیا ہے، وہ ادبی اور فنی اعتبار سے تضمین نہیں کہا جاسکتا۔ فارسی کے فارغ التحصیل اسکالر کو تضمین کی تعریف سے واقف ہونا چاہیے۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت نصر

اور ان کے والد کا پورا نام مضمون میں کسی جگہ نہیں آیا اور نہ بتایا گیا کہ "فردالاولیاء" کس کا خطاب ہے۔ اس جرنل کی تحقیقی حیثیت نہ ہوتی تو میں ہرگز یہ باتیں نہ لکھتا۔"

"۲۶واں اور ۲۷واں شمارہ نگار کے جدید غزلگو نمبر کی ایک مستحسن تجدید ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسی طرح معاصر کے قاضی عبدالودود نمبر کی تجدید اشاعت بھی ضروری ہے۔ البتہ مزید تکمیل کی خاطر بعض موضوعات پر اضافے کی گنجائش ہے، کیونکہ ملک کے بیشتر طبقے تک یہ نمبر نہ پہنچ سکا ہے۔ شاعروں کی تصویروں اور تحریروں کی تلاش و جستجو جس قدر آپ نے کی ہے اس کی داد نہ دینا بڑا ستم ہوگا۔

●●

origin, but we have its use in our manuscripts where it sounds as English 'S'. Another trebly dotted letter '*Sheen*' stands for undotted or *Ghair Manqut* '*Seen*', but in our manuscripts the three dots on the top are always indicated by simple strokes looking like the arithmatical 'L' or the interrogative sign (?). The letter '*Jim*', the fifth of the Arabic, sometimes called *Jim-i-Farsi or Ajami*, becomes 'J', '*Che*' in our ms. is always in the form of 'J'. The signs for letters of double dots as '*Qaf*' and '*Te*' have different signs from those of the triple dots. The case with '*Noon*' and '*Jim*' of one dot is different 'He' or '*Hai Hutti*', as distinguished from '*He*' called *Mudawwar* and letter '*Ye*' are found as being used as *Izafat*, joining two nouns.

There are some very unusual way of spelling words in compounded or contracted forms '*Jun*' for '*Chun*', *Tak* for '*Ta-ki*, '*Junanj*' for '*Chunanchi*', also written as '*Junj*' '*Anj*' *Ank* stands for '*Anchi*', *Anki, Zirak* for '*Zirake, Azank* for *Azan-ki*, *Badanj* for '*Badan-chi*' '*Kachun* for *Ka-Chun*, '*Zank*' for '*Azan-ki*'. *Ank*, *Anj*, *Chunank*, *Badanj*, *Haij* and *zamank*, frequently occur.

Before we conclude with something about archaism the orthographical peculiarities of the Balkhi manuscript and also the distinctive style of writing and nature of spelling deserve some notice. The Balkhi manuscript has its own dia-critical vowel-points or (*Irab*), representing signs and symbols, substituting the dots mostly placed on the top of the letters and having in the case of *Jim* and *Nun* elsewhere by other marks and symbols. The end of a piece is indicated by a flowered form resembling the arithmatical figure five, and below it, there are sometimes two or three *Mim* like strokes some unusual and archaic use of word-formation, and the way of pronouncing and reading the letters which make up the words appear to be peculiar to the manuscript. The letters and words have their specified signs or marks, often in place of dots. Some of the marks or strokes look like arithmaticals, while others are like a note of interrogation. As already remarked, the system of writing of both text and annotation is identical : the only difference being in size. The signs and symbols are of various types, curved, bent, beak-shaped, horn-like and as hook and loop. Generally speaking the manuscript is free from lapses and is accurately written by a master hand, but it is marred by omission, variation, lacuna and by worn out, torn, faded portions which have made things illegible. Specially on the edges of both sides attempts were made in late times to repair the damaged parts and supply the missing contents from the other manuscript. But this, and the fastening and paper pastings were not successful.

Traces of archaic diction and orthography, word-making are plentiful in the manuscript before us. We all know that some letters are not found in Arabic alphabets, while others do not occur in the Persian. Some as *Re-Te* (both uttered on the tips of the tongue) were unknown both to the Arabs and Persians. In very old manuscript in the period of the classic Persian, the letter '*Dal*' was converted into '*Zal*' by placing a dot on the top. In the Balkhi manuscript, there are only a few rare cases of '*Dal*', changing into 'Zal' e. g. *ustaz* for *Ustad*, '*Baz paimai* 'for ' *bad paimai*' on folio 25 & 95. The letters 'Pe' 'Che', 'ke' (*Kaf-i Farsi* sounded as 'Ghe' and confounded with '*Gaf*') do not exist either in Arabic or in Persian alphabet. The letter '*Pe*' often becomes '*be*' e. g. 'Badshah' for 'Padshah'. Strictly speaking, the trebly dotted letter '*Se*', the fourth of the Arabic alphabet does not occur in words of Persian and *Indian*

باشید که خداوند خود را به بیند آشکارا چه گفته اند هر که بدید
بوید از محل فنا درگذشت و از مقام بقا بورگذشت در سبحات
وجه محبوب سوخته گشت وَ قَدْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ
هر که درین مقام ازوی عبارت کند گویند ضَالٌّ مِنَ الضَّلَالِ
وهر که درین حال بوی اشارت کند گویند اَغْبَی مِنَ الْعُمْیَانِ

عزیزی گفته است مثنوی

بس محبی که راز مطلق گفته است جنید گو انا الحق گفت
در کنف محجوب شد کر روزه تن را بلا بود و دل را صفا بود جان را
ولا بود و سر را لقا بود چون دل صفا یافت و جان ولا یافت
و سر لقا یافت بجه زبان اگر تن بلا یابد هم ازین معنی اشارت
حضرت رسالت است علیه السلام حَاكِيًا عَنِ اللّٰهِ تَعَالَی كُلُّ
عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ اِلَى سَبْعِيْنَ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِي
وَاَنَا اُجْزِي بِهِ هر عملی که فرزند آدم کند او چون مضاعف
بودنا از یکی بهفتاد برسد مگر روزه که مرحق راست جز آنکه
بود هد گفته اند اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِي وَاَنَا اُجْزِي بِهِ یعنی
اَلصَّائِمُ لِي که در عرب صوفت ذکر کنند و موصوف خواهند اگر
او را گفتندی که سگ این درین دولت را جای بودی فکیف

الحادث اذا قورن بالقدیم یتلاشی


الدین اعزه الله بدانند که بعد تحقیق ایمان و صحت توبه مرید
باید که دایم الوضوء باشد اصلاً والبتة یکزمان بی وضو نباشد
اگر جنب باشد و سرما بود و آب سرد بود و بعد از وضو دو
رکعت تحیت بگزارد اصلاً والبتة فوت نکند و پنج نماز
بجماعت بگزارد و چون نمازی بگزارد منتظر نماز دیگر باشد
المنتظر للصلوة کانه فی الصلوة و بس هر نمازی به
وردی که بر خود وظیفه کرده است یا پیر فرموده مشغول شود
چون مرید پیش از صبح بیدار شود طهارت پاک بیارد دو رکعت
شکر وضو بگزارد و صد بار بگوید استغفر الله من الذنوب
کلها صغیرها و کبیرها و سرها و جهرها اللهم اغفرلی
برحمتک چون صبح بدمد دو رکعت سنت وقت بگزارد
در رکعت اول قل یا ایها الکافرون و در رکعت دوم سورة
اخلاص خواند که از حضرت رسالت همچنین آمده است بعد از آن
این دعا خواند اللهم انی اسالک رحمة من عندک تهدی
بها قلبی تا آخر در قوت القلوب مکتوب است حضرت رسالت
در خواندن این دعا ملازمت نموده و هفتاد بار بگوید استغفر
الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم اللهم انی اسالک التوبة

A page from *Maktubat-i Sadi,*

Khurish" (food that remains sticking to the bottom of the pot which is not worth eating) The first two categories are quite lawful but when people start picking and chosing, they enter the sphere of superfluity.

The Sufi Muslims have been generally a set of people very liberal, catholic and broad minded in their views. They did much to soften the antipathy and antagonism between the Hindus and the Muslims. Sufism is neither a separate religion nor a dogmatic authoritatively laid down or defined creed and a sectarian faith. It is only a way of life with a uniform and distinctive mode of thought. It is called Islamic mysticism. Mysticism is a religion of heart, and as such it is not confined to Islam but is found in all religions—Judaism, Christianity, Hinduism etc. An indication of the latitudinarian attitude of the Makhdum and the Maulana, and the process of some sort of synthesis between warring religions is available in the marginal notes on folio 101a. It says that burning with a vehement longing for love, as communion with God, the Sufi mystic sometimes discards and modifies the outward modes of observance of the *Namaz*, and is not very particular in performing the formal rites of bending and prostration (*Ruku* or *Sujud*); and they do not attribute the darkness of misguidance in religion to any people or group. In their view, there is nothing other than the One beloved (God). They think that the Jew, the Christians and Fireworshippers, have their way of attaining salvation. The great Sufi, Maruf Karkhi was so tolerant of the views of others and free from all kinds of bigotry and intolerance that when he died men of different faiths and beliefs came forward to claim him to be as their own (this reminds us of our own Kabir).

There is an interesting explanatory note on the concept of *Kufr* (Un-blief or infidelity) and mentioning its different categories : (a) survival of base qualities (*Sifat-i-Zamima*); (b) turning away from God and bestowing attention on other than God; (c) ascribing the determining agency of work and course of action and profit or advantages and harms as due to other than God; (e) performance of empty rituals and devotional worship in a manner which is merely formal, imitative, ostentatious. One should realise that one can cleanse oneself in privacy of retirement and is capable of introspection and self-examination. It is then that attention is diverted from the sacred thread and the hidden idol (*Zunnar-o-but.*).

Maulana Muzaffar, who in his Maktubat has quoted as many as six *Dohras* or Bhakha couplets to illustrate some mystic point. One of them is a beautiful and easily intelligible couplet "*Sankar quan, patal pani, Lakhan Bund Bikai—Bajar paro teh Mathura Nagari Kanha payasa Jaai*". Another is "*Bat Bhali par Sankari—Nagar Bhala par dur*". A very difficult *Doha* occurs in letter no. 121 which deals with a mystic element expressed in the words "*Harki zistan danad, Murdan ham mi danad—Harki zistan na danad Murdan kai danad*".. More important for us is what we find in an elucidatory anecdote. We are told that once a fiddler (*Kamachi*) passed by the place where the Makhdum was sitting, playing upon his "*Yaktara*" (one stringed instrument) and sang the following *dohra* : "*Ekat kandhi, Bedha Bahutar, Bhar ke gain—Chinta-heen ichcha maran, tatahi Naha in*". The verse stirred the emotions of the Makhdum so much so that his eyes welled tears; perhaps he understood the implications of the verse what is difficult, obsolete and obscure for us.

Now about the marginal notes of the manuscript. One gets on folio 121b of it, an observation of the Makhdum concerning the stages leading to the paradise. "*Bayan-i-Musafat-darhai bihisht*" *Makhdum Sallamahullah Ta'ala ba zaban-i-Hindvi farmudand Junanj* (*Chunanchah*) as *jokath* (*Chaukath*) ta *jokath bi-rawad —an raftan Jokath ba jokath Pansadagan Sala rah—Farq bashad ba dar-i digar* (About the distance between the doors of the paradise, the revered master, may God the Most High, preserve him;' said in Hindi language that if one had to proceed from one door-way to another the distance in reaching the other side on the onward movement, that is the progress from one to the next involved a period of 500 years).

Earlier, on folio 60, we get a reference to *Bhat Khushka* (boiled rice without butter) and also to what was called '*Bala-i Bhat*" extra or additional (i. e. something over and above the boiled rice perhaps an appetiser a sourish victual). The Master once said that there were three categories of food—essential, needed, and superfluous (*fuzul*). It is necessary to take food such as "*Bhat—Khushka*", and there is nothing to take exception for doing so because it conduces to the strength and stability of the *nafs* (self of the person). Next comes food that is needed to enable one to perform public prayers. The food taken out of veracious greed in eating is bad. Then there is what is '*na*

and declining). Being apparently chagrined and looking gloomy at what he considered to be a bad omen, the Shah exclaimed "*la-zawal—wa mara zawal ast*' (there is no waning or declining, it is my decline and deterioration), (in my power, importance, and prosperity). Then comes a little suggestive anecdote. A certain leader of the congregational prayer had to recite the Quranic verses "*Tabbat Yada Abi Lahabin*" (may the hand of Abi Lahab be broken) and "*Iza Ja'a Nasrullahi* (when victory is from God). But being a wise-man, the Imam recited the second part in both the genuflections (*raikat*) and omitted that about *Abi Lahab*. This must have been done to avert the wrath of the Sultan. This shows what the saintly contemporary thought of the rule.

Another long note on folio 318 tells us about the prevailing practice of *Chilla* spelt in the manuscript as Jihla. It was the Muslim Lent reminding us also of the *Kartik Ashnan*, a species of the Hindu Lent, implying a period of forty days retreat, isolation and seclusion in a cell of the mosque or the temple practising severe restraints, privacy and austerities, being cut off from family and children, and curbing all desires and passions. It was technically called *Itikaf*. The writer of the notes asked his religious guide more than once as to whether with so many worldly attachments, a man, however, assiduous he might be in prayer, could set himself sincerely and absolutely free from all except God. The reply was that only Prophets and saintly personages could fix up their heart on God alone and yet deal with the people. Generally speaking, it was difficult for all to be with *Haq* and *Khalq* (God and his creation) at one and the same time.

An interesting historical fact clearly shown and fully established, by internal evidence is the knowledge, acquaintanceship, and use of the Hindi words and verses by both Maulana and Makhdum. It seems that the regional form of the Hindi language in Magadh which had become a sort of mixture of Magahi, Avadhi and Bhakha was coming into vogue in South Bihar. A large part of eastern U. P. was a land of Awadhi, a descendant of Ardh-Magadhi. The first known great Muslim poet of Awadhi Hindi and the author of the voluminous Prem katha called Chandayan, composed in 781 A. H. was Maulana Daud of Dalmau Nagar. He was a contemporary of Bihari

Joseph. The Khwaja used to receive daily from eager listeners, small silver coins, the six fold and ten fold *Shasgani* and *Dahgani*.

The inmates of *Khanqah*, in fact all the Sufis of the time, had long curling locks grown above and behind over the head and every one kept a comb to arrange dishevelled hairs of the head. but they had neither a soap (*Sabun*) for washing and cleaning, nor something oderous to perfume the same. They generally made use of (gill) a kind of clay which served as the washing and cleaning substance. There is a long note on folio 178a; with extension on the next page, and is important for more than one reason. The writer describing himself as "*Doagoi Zayif*" paid a visit to his *Pir*, Makhdum Sharafuddin for whom he had carried a quantity of clay which was meant to wash his hair with. After a dialogue with him the Makhdum, turning towards another person named Maulana Khwaja said, "O ! Maulana Khwaja you are also a Bihari ? What is this to which you people have become accustomed; tell me truthfully, from whom have you learned such a practice ? Why is the clay brought so often ?" The writer felt perturbed, and suspected some implication of a fault to himself. Fortunately he was soon quietened. There was gracious appearance of a smile (*Tibat*) on the Master's face. The "helpless one" (*bechara*) said that it was through the propitiousness of the Shaikh that he was able to get his food and was in a position to bring a quantity of clay. The Makhdum addressing Maulana Khwaja again said that he had seen it recorded in the discourses of Shaikh Fariduddin that when a person approached him empty-handed he was asked as to whether he could not find even a blade of green grass on the way. The Sufis were under the shade of God's protection. If they brought for them either a tray of bread or a cup of sugar or syrup that was for "*tafawul*" a pre-sage or foreloding of future event). There was no question of avariee or avidity or any mundain motive.

The worn out portions of a note has made it something unintelligible, What is clear, is a reference to Sultan Mohd. Tughlaq and gives an indication of his distinctive trait. Mohammad Shah asked one of the attendants as to what was the measure of time still left of the day. The reply was that it was the time of "*zawal*" (fading and diminishing) (the day was fading out

the animal was very much looked after, tended, fed, and fattened, and then was paraded throughout the town just before being slaughtered. Vanity and boasting *(Tafakhur)* was the motivating factor.

Similarly, *Ulma-i-Su* (evil-minded man of learned profession and *Mutasawwifin* (pseudo Sufis and other falsely seeming classes have also come in for strong condemnation. On folio 174b. we come across the marginal remark "*Ilm-i-Duniya an ast ki tu ra bar dar Salatin Umara wa Muluk burad, ya tu ra Qazi-o-Mufti kunad*" (worldly learning is that which takes you to the doors of kings, nobles and rulers or which makes you a judge or an expounder of laws) *Darwishi Shaitan ra deed nyshashta bikar guft ai malaun chira bikar nishashtay-Uoo Guft Ulimai Duniya Amda-and-mara kar-i-na mund*" (A darwesh saw the satan sitting idle, and asked the accursed one as to why he was so sitting idle, purposeless and unemployed. He replied that the worldly-minded learned men had come forth and they had not left any work for him to do. '*Ulama-i Su Kasi Kasan-i ra goyand rui aishan janib-i-Duniya bashad wa pusht Janib-i Uqba* (Bad and false scholars or theologians are those whose face is towards this world and back is towards the world to come, that is future state of life). Something versified on the faded adge has become illegible and only this much was deciphe-rable. Makhdum Sharafuddin is quoted on folio 17 "Now a Sufi in the full sense of the word is seldom found; those who would like to be called a Shaikh or a high priest make a show of their *mashikhat*, and are not really Sufi. Instead of Sufis, they are *mutasawwif* or *Mutashabbih*, one who sees himself and does not see God.

The age-old Katha Session of the devout Hindus for narra-ting the Epical or Pauranic stories of the deities had an echo among the Muslims on folio 153. We are told about one, Khawaja Hamiduddin Saudagar who also has been mentioned else-where in his Maktubat by Maulana Muzaffar and has been designated as '*Bazzaz*' or dealer in cloths. We are not told what led him to migrate from Bengal to Delhi. He set himself up in front of Delhi gate called *Qissa Khani Darwaza*, and for six months, every day constantly and regularly he carried on his business of telling them the Quranic Stories, particularly what has been called as *Ahsanul Qasas*, i. e. the stories of Prophet

alliyin nihad, wa batin-i khud ra az riyazat saf gardanad" (when the sincere traveller, being moved by enthusiasms of discipleship, sets his feet from beyond the lower or earthly, and rises to the sublime and heavenly, and cleanses his heart by performing austerity), he should not babble and prattle about his upward progress.

Like most of the sufic works both the textual and the annotative portion of the contents of this manuscript emphasizes upon moral virtues, principles, standard, habits with respect to right and wrong in conduct and behaviour. Stress is laid on *Tazkiye-i-Nafs* (Purification of self) and *tasfiya-e Akhlaq* (Purifying the mind, disposition, habits and manners); so as to bear ill-will against no one. As the Sufi had no demand for '*Qasas*' (Law of retaliation, as an eye for an eye, in contradistinction with *DIYAT* (blood money) such action was called *Hadar* (caution or impunity for murdered fol. 164); On folio 173, the base and blameable qualities listed include love for wealth, longing for rank and position, malice, envy, pride and arrogance, the miserliness and things like that. Reference has also been made to *chetar chiz* (four things together) (namely *Ujb*, *Chaplusy*, *Parsa-i*, *'Adl-o-Insaf)* with the remarks that to equate the concept of self-admiration, flattering, or fawning with justice and equity was astonishing.

A close and careful study of the contents of the copious marginal annotations which run parallel, vertically, perpendicularly, horizontally, at right angles, straight up and down, and even in oblique, slanting position to the text, enables one to highlight matters essentially of spiritual nature and significance, doctrinal and ethical beliefs, experiences, and renunciatory practices of the Sufi mystics, ralating to, and based on contemplation, meditation, love of, and communion with, God. Here and there we get also tit bits of information, smaller objects but of great historical and cultural interest. A few may be taken note of here, for they give us an idea of the general tendency, habit and drift of affairs, current in a period of about six centuries ago in Bihar. On folio 31 there is a reference to practice prevalen in "*Mulk-i-Bala*" (up country), to be distinguished from *Farodust* (Lower region)—a name given to Bengal by the inhabitants of the North-western lands. That before sacrificing a camel on *Id-i-Azha or Id-i-Qurban* (10th *Zulhijia*),

about *Haqq* (One Absolute Reality) and *Khalq* (phenomenal world of creation) and questions of soul or spirit, a vital, essential, and immortal entity, (thought of as separate from the body of person, having an existence of its own) and all such questions as can be perceived intuitively and without any conscious use of reasoning are beyond the understanding and comprehension of the generality of the human mind; and, therefore, both laid stress on the adage *"Takallam-an-Nas 'Ala Qadri Uqulihim"* (have such talks with the people as they have the capacity to understand them.)

Then there was a question regarding the wonder-working *Kashf-o-Karamat* (manifestation of what is marvellous and miraculous). Both Makhdum and Maulana thought that pious and inspired people, though they might be possessed of, and have the capacity for, displaying some extraordinary, excellent, and exceptional deeds, they should scrupulously avoid their open disclosure. A marginal note on Folio 123a, has the following: *"Chun Kashf-o-karamat Khwish nagah bar khalq zahir kard ura dar duniya na bayad bud, mi bayad murd. Ziraki agar uoo manad, fitna qayam shawad".* (When one suddenly makes one's secrets or miraculous affair manifest, one should cease to exist, for if he continued to remain alive in the world, disturbances and mischiefs could arise along with that. The remark ends with the words *"Lafzi Mubarak-i-Makhdum-i-Jahan"*, there is another, *"agar kasi az mashayikh Ura ba wisal-i Khudawand kashf-i-Karamat hasil shawad, bayad ki pishi kasi an ra na goyid wa kashf na kunad* (if somebody from amongst the saintly prelates thinks that because of his nearness to, or communion with, God, he has obtained the power of displaying miracles; he should not speak about anything about that before anyone, nor should he claim to practise such deeds.) On folio 62a, occurs *"An waham ki man budam andar maidan-i-abadiyat rasidam, na chuna nan bud mahaz waham bud".* It was a false and fanciful idea to indulge in by some one saying that he was in a stage or fact of being near that of arrival at the plain of oneness. This was nothing but illusion or delusion.

On folio 49b, we get the meaning of *Mokashifa* or making known something hidden or secret as a *"Rafa-i-Hijab* (drawing back the veil); *"Ruhani wa Jismani"* (spiritual and physical); *"Chun Salik-i Sadiq ba Jazba-i Iradat as tabaiyat-i Sifli Qadam ba*

and sentences, some had been mentioned by me in my first study. "*Ta tu bashi nik-o bad inja bawad. Chun tu gum gashti hama sauda bawad f. 100b* (so long as you remain here you may be called good or bad, when you are lost to yourself, you will be dubbed as a mad man). There is another on folio 109b. *Man chi shayista, am ki tura khwanam-o-danam, bakaram ham tu bibaksni ki sazowar-i tu basham* (who am I to claim myself to be so worthy as to be deserving of you, if out of your grace, you pardon me I may become worthy and deserving of you); *Dar kui kharbat chi darwish chi shah, dar rah-yagangi chi Khurshaid chi mah rukhsar-i qalandar-i chi roushan chi siyah* (in the lanes or street of the tavern it matters little that it is a *darwish* or a king. In the path of unity and concord it is of no avail to one whether it is submission or the turrets of heavenly canopy (Empyrian) there is no difference if it is the sun or the moon in what manner does it avail to you if the cheek of the Qalandar (*itinerant* Shaven-headed monk) is black or bright).

Who could understand the significance and purpose of the Makhdum's observations in the text (Maktubat-i-Sadi) better than Maulana, the interprator and annotator. Most of them were the endorsement, elucidation, comments on the statement embodied in the text. There was mutual admiration, warm attachment, high esteem and appreciation cherished by one for the other. Much more important was the awareness of the worth and value of the ideas and idiologies, and the way of thinking on deep and abstruse sufic subjects, paths and doctrines, between the two. Out of the plentiful number of letters which the Makhdum appears to have written to the Maulana who was frequently on the move through the north-west and north-east of India, and also outside the country towards South Arabia and Hijaz, only a small collection of 28 letters called *Maktubat-e Bisto-hasht* have survived. They could not be buried along the last remains of the Maulana, as had been willed by him, and was probably wished for by his *peer*. There was complete harmony in ideas, feelings, and action. This is evident from many passages with parallel meanings, if not in words, at any rate in their essential import. Many of their views and thoughts proceeded in the same direction. We may draw the reader's attention to only a few cases. Both believed that esoteric abstruse mystic doctrines, principles, tenets and many spiritual truths such as

Some of the observations comprising versified lines, *Rubais*, *Masnavis* and also pithy prose passages which all appear to have emanated from Maulana Muzaffar Balkhi are very catchy and attractive, arousing special interest e.g. *Ya-bi-rawi ham chun zanan Rang wa bu-i peshgir. Yaki chun mardan dara'a-o-goe dar maidan figan* (you may either take to the coloured paint and the sweet-scented perfumes or you can show your grit by coming out, entering the arena as a manly person and, throw the ball) This refers to the game of *chaugan* which was played in those days by mounted horsemen, each armed with a long curved or crooked stick or club, trying to carry off the ball from the adverse party, or to force it over a certain boundary (on f 105) the learned contemporary *literati* and poet, Nakhshabi has been quoted. (*tawani bi dih bakash chize hich kas dar sakha zayan na kunad* (you can give something to somebody. Nobody suffers any loss by practising charity) "*Ta kasi az Chihar tab'a farigh na-gardad, suhbat-i-Haq ra na-shayad Shukhi yaksu nihad dil pesh burad: bukhl, yaksu nihad, Jawamardi pish burad, Kahili yaksu nihad, jan bar miyan bandad, kundi yoksu nihad jaldi pish burad* (f. 71b.)—(So long as one does not free oneself from these four habits or dispositions, one can not be worthy of the company of, or communion with God. One should put aside petulance and cultivate the heart; set aside avarice and evince manly generosity; remove laziness and be ready to stake one's life; abondon all dullness and take recourse to speed and swiftness.

A very charming couplet expressing the *Asharite* view of fate and predestination which is in accord with the theory of the orthodox *Sunni* schools is also worth mentioning. This was the doctrine that the determining agency of fate or destiny and all that happens was the one absolute power, and that God fore-ordained everything that is to happen, and that everything is decided or decreed beforehand (the *Mus tezilin*, had another explanation, considered by others as plausible for the course of action and the determining agency). The couplet is as follows: "*Bisiyar khastam ki niham sar bar astan, man khastam wali chi kunam chun Khuda na khast* (I earnestly wished to place my head on your threshold. It was I who had a great desire, but what could I do, for God did not wish (or allow that) (f. 191, b).

One can cite many more interesting and meaningful verses-

difinite indication of personal contact, close relationship, and dialoguic, and written interchange of views and thoughts and beliefs and practices, religious and mystical.

On two or three occasions we get references to instructions issued for including something left out in the original text. On folio 23a, after two notes, concerning a discussion on the difference between *Iradat-i-Insani* and *Iradat-i-Khudawandi* at the end there is an instruction, written in red, "*dar Kitab-i-inra dakhil kunaid*" (Enter this in a book). Again we come across a long note on f. 319a, the second long note concerning *chilla*, spelled as *jehla* e.g. the 40 days of seclusion or *Itekaf*; it says that if the disciple observes *Jehla* sincerely for 40 days there was a possibility of the manifestation of things on the 40th day. But at the same time the disciple was enjoined upon to repeat *astaghfirullah* and say Oh God *Gunah-i-ma ra biposh*... the concluding words are these "*In ruba-i "Makhdum-i-Jahan Farmudand, binawees Kharij-az-Maktub ast*" (Take down; this quatrain. It is not found in the letters). The *rubai* is as follows *Chun sirr-i-aza tinat-i-abdal shawad, in Jumla-i-qil-o-qal pamal shawad; ham Khwajah-i-aql ra jigar khun gardad. Ham mufti-i-Shah ra Zuban lal shawad*" (when a saint is seized by the mysteries of eternity. All this chattering and babling will turn to naught. The head of the lord of wisdom blushes and the expounder of the Law becomes tongue-tied).

The profuse and plantiful annotation on the margin of the original text encompasses a considerable variety of matters, historical, literary, cultural, religious, ethical and mystical, and contains references to kings and rulers like Mohd. Tughlaq and Mahmood of Ghazna and his favourite, Ayaz, and also saintly personages such as Syed Jalaluddin *Bukhari of Uchah*, *Baba Farid of Pak-Paten* Junaid Baghdadi, Ain-al-Quzzat Ba Yazid Bustami etc. Some common and professional people also figure like Hamiduddin Saudagar, and *ecstatic fellows*, *Majzoob*, Malamatis and Qalandar. There are numerous elucidatory notes on principles and problems like *Chilla*, *Ilm* and its kinds, *Reyazat: Saum*, *Sama*, *Ruh*, *Ananiyat and Tajrid*, *Taqlid*, *Tafakkur; Muhabbat*, *Ukhuwat*, *Marifat Iradat*, *Mukashifa*, *Ilm Sifli wa Ulwi*, *Mushahida*, *Qaza-o-Qadar etc*; nor have the *sectarians*, *Mu'atazila*, *Muattala*, *Mulahidas*, *Ibahatia*, ignored. In short, the marginal notes give much food for thoughts.

his nephew, Muiz Balkhi. Letter no. 114 is addressed to *"Farzand-i-Aziz" "Yar-o-ham Tariq" "Maulana Karimuddin Sallamahullah Ta'ala"*, and in letter no. 125 we get this descriptive manner of the addressee as *"Farzand-i-aziz* (most excellent or worthiest son) *"Qazi Zainuddin Sallamahullah Ta'ala.* Mualana Muzaffar's brother (son and his successor, Shaikh Husian Muiz Balkhi, was also a saintly Sufi, a scholar and a very good poet like his uncle. Besides a Diwan and his *Maktubat*, we have also his *Malfuzat*, named *Ganj-i-La Yakhfa*, not to be confused with *Ganj-i-La Yafna* of the renowned Makhdum Sharafuddin, compiled by an un-named person, perhaps his own son, Hasan Balkhi. There is scarcely any *Majlis* or Chapter into which the *Malfuz* is divided which is free from this invocative prayer calling upon God to preserve and grant safety and protection to *"Bandagi-i-Makhdum"* (Spiritual Master worthy of devotion and servitude). Here we get a greater saintly personality being referred to by a devotee. In some *Majlis* the compiler made use of this benedictory prayer as many as eight or nine times in respect of the saintly personage.

But there are numerous other points to give colour and fullness to the arguments concerning the antiquity of the manuscript and the contemporaniety of the writers of the text and of the annotative and explanatory notes on the margin. In the table of the contents over against, or opposite to, letter 29 on *"Taharat"* (ceremonial purification) and to, letter 52 on the subject called *"Guft-o-raft"* (speech and behaviour or sayings and actions), we get the following significant exhortation; *"Tahris dar mutali'a wa Ta'ammul in Maktub Karrat-o-Marrat"* (stimulate the interest in the study and reflections many times and oft & over this letter); *"tahris dar mutali'a in Maktub binabir-i-Kasrat-o-fawaid* (excite and spurn on the study of this letter because it has plenty of utilities). There are clear references to the spoken speeches of the venerable prelate and questions asked by his devoted disciple. *"Badahu bar Zaban-i-Mubarak-i-Makhdum-i-Jahan* (f. 125); *In Sukhan az Zaban-i-Mubarak Shunid* (f.131); spoken word; *Taqreer-i-khidmat-i-Shaikh* (f. 33b). *Badahu Banda-i-Za'eef arza dasht* (f. 186); *Sawal bar Sabeel-i-Arzadasht kardah shud; Makhdum ra maniyi-in bait pursida shud* (79b); *Badagi Makhdum Astaghfirullah guftand; har bar ki az Maktub-i-dayee farigh mi shudand bad-i-an istighfar mi guftand mustaqillan* (164, 67). These provide

further elucidation and at places even slight modification. One of the strongest point concerning and favouring the view about the intimate association and contemporaneity of two saintly personages was furnished by the "*dua'aiya*" or benedictory words (*Kalima*), invoking Divine blessings which are frequently found in the marginal annotations. This was the reverential term for the saintly author of the book '*Sallamahullah Ta'ala*" (May God the most high preserve him). It was argued that such an exclamatory utterance could be an exclusive right and privilege of somebody of equal social status and relationship; that neither the compiler of the several *Malfuzat* or collection of the discourses of Makhdum Sharafudin nor any body else, however, close and most devoted he might have been to the revered Shaikh, could arrogate to themselves such intimacy or familiarity as to go beyond the forms "*Khidmat-i-Shaikh*", "*Bandagi-i-Makhdum*', "*Makhdum-i-Jahan*" and the phrases like "*Azzamahu*" (may he be highest and greatest in dignity) and "*Azzamahullah*". Such a view needs reconsideration and even partial modification because of the occurence of such expressions, particulary "*Sallamahullah Ta'ala*" in respect of others and lesser personalities in contemporary 14th and near contemporary 15th century historical or hagiological works. Now-a-days we have become accustomed to seeing a superior or an elder in age usually addressing a younger or smaller person in such a manner expressing his good will or wishing God's protection for him. Norms, mood, manner and customary usages, standard or patterns of behaviour are not all long-continued affairs, and very often they change in course of ages. It was quite natural for an equally learned and respected '*Murid*' like Maulana Muzaffar, to speak of his revered '*Pir*' in reverential terms but there could never be a question of superiority or inferiority or even of being so closely related as to be put in the form of equation. A 15th century writer, once the poet laureate and friend of Sikandar Lodi and also the author of *Siyar-ul-Arifin*, a *Tazkira* of one myatic sufis made use of the invocatory expression *Sallama-hu-Ta'ala* in respect of a sovereign of the Timurid House "*Hazrat Himayun Badashah i-Ghazi Sallamahullah*." Here a person of an inferior status refers with such terms about a person of exalted dignity. We get other suggestive illustrations and significant examples. Maulana Muzaffar was a prolific writer of letters and also a poet. The collection of his letters or *Maktubat* were compiled by

truth' springs up); "*Kar-i-deen sin'at-o-ibarat nist juz ibarat dar-o-Imarat nist*" (32a) (The affairs of the faith do not mean skill in art and speech. There is style but no edifice); "*Tadbir Kunad banda wa taqdir na danad-Tadbir ba taqdir-i-Khudawand che manad* (191b) (The man devises and deliberates, being unaware of the Divine Decree. How can the plans of man stand against the Lord's decree); "*Har ki deed zat-i khud ra-bar sai-i-tahqiq shirk warzid* (he who looked about himself and took airs, surely he practises polytheism); "*Dar do jahan aql ra hicha hich chashm-i bina dui na-binad hich*" (124, a) (In this world and the next wisdom or power of judgement is of no account. In seeing eyes there is no dualism; "*Bar dar bashi, bihtar anrank dar bar* (f.45) (It is preferable to be at the door (like a beggar) than to be clapped in arms); "*Dunya ibarat az panj cheez ast : naqud, aruz mamalik, marakib, mawashi. In har panj cheez hijab ast*"'' (238) (The world signifies cash, furniture, estates, conveyances and cattle. All these are so many veils). There are also interesting comments e. g. *Dar bayaban-i-Hindustan ba tan barahna wa ba shikam gurisna, dawanidan asar-i-Qahr-o-gharamat ast dar nehayet*" (8, b.) (To force men with naked body and hunger stricken belly to run in the wilderness of Hindustan is to mark the beginning of disturbance for which a serious debt will have to be paid).

The habitual skeptics and insistent questioners would not easily accept the writer's contentions that the manuscript in question provides conclusive evidence that it takes us back to the distant past of six centuries for the marginal notes are destitute of both name and date. But even among the doubting Thomases, there may be some honest and reasonable enough to keep their minds open and give a close and careful attention to the arguments put forward; though they may feel that there is still some room for further thoughts. Even the present writer of the earlier paper now realises that there is need of something more to be brought into focus. It is incumbent on all investigators in the field of historical knowledge to make a careful, patient, and painstaking study of original sources of information, so far as is possible, to uncover facts and determine truths. His statement, based on an examination of internal evidence, must be percise, definite, certain and full as far as that might be possible. In the estimation of this writer something written in the previous paper concerning the Balkhi manuscript needs

scribe wrote the copy of the main text [for] his uncle, Maulana Muzaffar Balkhi, who subsequently dictated to him his comments and observations on some pieces and passages of the text which were incorporated in another smaller handwriting here and there in the copious marginal annotations, sometimes horizontally and vertically, sometimes parallel or at right angles to the text, sometimes obliquely, slanting or slopewise, inverted and upside down, at the top, in the middle, or at the bottom; that the annotation came contemporaneously but not simultaneously; that except two or three occasions when Maulana Muzaffar spoke about his venerable guide as dead, praying and invoking the usual blessings, expressed in "*Quddisallaho Sirrahul Aziz*" that is, may his tomb be sanctified. Everywhere else in his annotations he referred to him as if he was still in existence and living; that there was proof positive that the person referred to and making a reference or directing attention to something about him, had been living in the same period. This is, moreover, quite evident from an oftquoted expression "*Sallama-hullah Ta'ala*" (may God the most high preserve him). There are more than a dozen places where this invocating prayer for the Divine safety and protection of the venerable prelate occurs. Such folios are 88b, 63a, 163a, 55b, 121b, 175b, 174a, 318b, 111b, 103a, 25b, 187a. There are also very suggestive words in many more places e. g. *Makhdum-i-Jahan, Makhdum-i-Alam, Khidmat-i-Shaikh, Bandagi-i-Makhdum* with almost double in number of the supplications for divine blessings and protection, such useful descriptive titles, appelations and epithets were in common usage then as now. Lastly, the orthographic pecularities, unusual style of writing, language, spelling, grammar and vocabulary in the marginal notes, and the archaism found therein are very suggestive indication of the hoary, ancient age of the Balkhi manuscript.

There are many pithy verses and phrases, expressions which are pregnant with meanings and sometimes look like maxims e. g. "*Kar-i-bi Ilm bar-o-bar na dihad-tukhm-i-bi maghz ham samar na dihad*" (174a) (Work without knowledge bears neither leaf nor fruit, seed without pith produces no fruit); "*Khashmo-Shahwat ba zere-paye yi dar ar Ta magar admi shawi yak bar*" (Subdue your anger and lust so that per chance you may become all at one a man); "*Chun neesti-i-tu shud Muhaqqaq Khaizad hama naara-i-anal-Haq*" (51b) (When your nullity or non-existence is confirmed, it is then that the exciting cry 'I am the

the paper, however, lay in the conclusions reached, on the basis of internal evidence, establishing the fact of the Balkhi manuscript of the Maktubat being of very high antiquity, prior in time, order and precedences to all that are, and may be available anywhere else.

Looking up across the dust of ages, and considering the changing, very often severe and stormy, climatic and weather conditions of the region, the care bestowed by generations of Balkhi family for the preservation of their precious heritage, treasured possession, and valued heirloom, and keeping it safe from harm, damage, danger of destruction or even spoiling and rotting, reflects great credit and deserve commendation.

One of the earliest and the most learned and respected figure among the Balkhis was of Maulana Muzaffar Shams, who was held in highest esteem by his spiritual guide, Makhdum Sharafuddin Ahmad Maneri who always addressed him as Maulana or Imam Muzaffar. He outlived his venerable Pir, *'Bandagi-i-Makhdum'* or *'Khidmat-Shaikh, 'Makhdum-i-Jahan'* for 21 years, and died at Aden in 803-1402 while he was on his way to Mecca, and was buried there by his nephew, adopted son and successor, the learned Shaikh Husain Muiz Balkhi who died 41 years later in Bihar town, in 844-1441.

The writer of the paper had reasons to believe that there are sufficient grounds to establish that the manuscript is a precious antique relic, a sort of souvenir; that it is, moreover, of great historic interest because of its association with three great saintly and contemporary personalities; that both the original textual and later annotative portions were in the hands of one and the same person; that the transcriber was Maulana Husain Muiz Balkhi, as is evident from a reference to his *Maktubat* on folio 124 and from a quatrain (Ruba'i) composed by him and found on 273b, to wit (that is to say) "*Qalandari wa Kharabati az Paye tu shudam. Hadith-i-'Ishq-i tu didam kih an baya'i nist;*, "*Husain az dar-i-himmat gada-i ku-i tu shud-kih haich saltanat-i-khushtar az gada-i nist*" (I have become a wanderer and tavern-goer in quest of you; yet, your love is not experienced simply by invocation. Husain has entered through the door of high resolve, as a beggar in your lane, for there is no royalty more joyous than that of beggary). That the learned

A Unique Study Of Maktubat-i-Sadi

—A SECOND STUDY—

The 9th issue of the Khuda Bakhsh Library Journal, published in 1979, contains a fairly long account, covering 22 printed pages, of a rare manuscript, apparently the oldest extant copy of the well-known *Maktubat-i-Sadi* (100 letters), composed sometimes in or before 745-1345, by the celebrated Sufi Saint of Firdausi Order, Makhdum Sharafuddin Ahmad Maneri, who died in 782 or 1381. The valuable manuscript belonged to Khanqah Balkhi Firdausia of Fatuha (Patna). The form and contents of the original text, and more specially of what constituted its chief and essential feature, distinguishing it from others, and marking it off as superior and worthy of special recognition and honour—the multiferious and diversified marginal annotations—were considered, examined, analysed and evaluated. The Chief constituents or the necessary parts of the paper, focussing one's attention, included the provenance of the work; the light thrown on such things as the worn-out conditions of the manuscript, table of contents, thick paper, turned brownish or yellowish, due to age, style of writing in clean and fair *Naskh* character, with rubrications of headings and titles of the letters, and of many apt verses and Arabic passages and lettering. The large number of the authoritative works, mostly mystic and theological, cited in the copious marginal annotations which besides such *Malfuzat* of Hazrat Sharafuddin as *Ma'adan-ul-Ma'ani* and *Bahr-ul-Ma'ani* and some other un-named ones, refer also to the works of Shaikh-ul-Islam Abdullah Ansari, the great martyr Ainul-Quzzat Hamadani (*Tamhidat*), Ahmad Ghazzali (*fusul*), Abdul Qasim Abdul Karim-al-Quraishi (*Kalimat*), Imam Zahid (*Tafsir*), Shu, abi (*Kifaya*) as *Zakhiratul-Ma'ad*. Those frequently attract one's attention, that are the oftquoted works including *Sharh-i-Ta'arruf*, *Nuqad-i-Ta'arruf*, *Tawale*, *Tawabe*, *Madarik*, *Adab-ul-Muridin*,, *S h-i-Adab*, *Minhaj ul-Abedin*, *Hidaya*, *Masabih*, *Mirsadul Ib a*, *Lawaih*, of Hamiduddin Nagori. There are references also from *Qut-ul-Qulub*, *Khulusat-ul-Matlub*, *Risala-i-al Matlub*, *Usul-us-Sanaa*. The main importance and the chief interest of

CONTENTS

Printers :Liberty Art Press, New Delhi and Patna Litho Press, Patna

Publisher : Mahboob Husain for Khuda Bakhsh Library, Patna (Phone 50109)

Editor : Dr. . R. Bedar

Annual subscription : Rs. 60.00 (Inland), 12-00 Dollars (Asian countries), 24 Dollars (other countries) Rs. 15-00 per copy.

Khuda Bakhsh Library

JOURNAL

33-34-35

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY
PATNA-800004
1985

Khuda Bakhsh Library
JOURNAL

33 34 35

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna